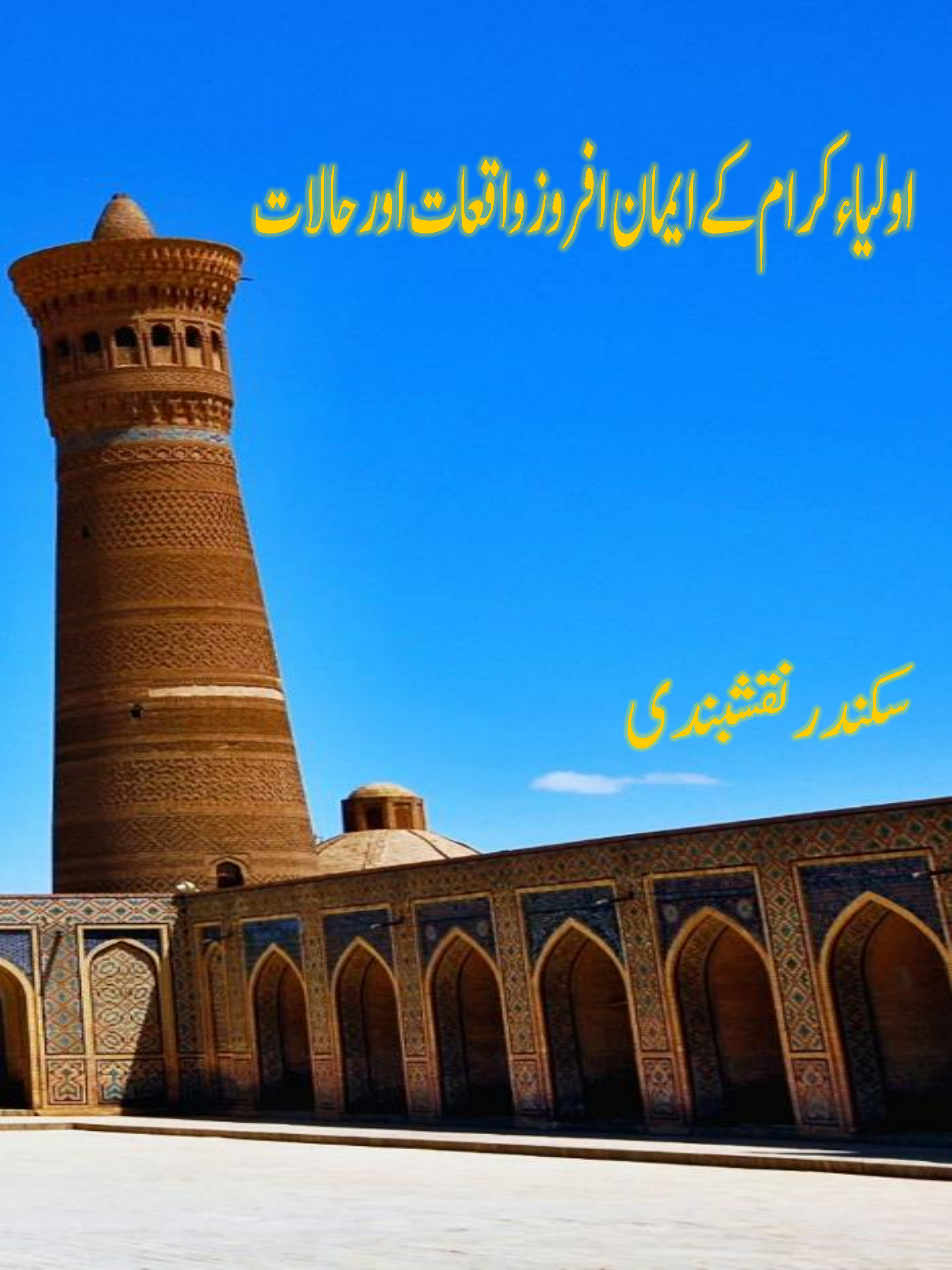
اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات



سکندر نقشبندی

اولیاءِ کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات



سید سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی مجدّدی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: **اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات**

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317

sikander.naqshbandi@gmail.com

Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

سرورق: سید حمادالرحمان - ٹورنٹو کینیڈا

پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا

تعداد:

سنِ طباعت: 2023ء

قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

سید عبادالرحمان (کیلگری AB کینیڈا) (001)403-926-5171

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ نے فرمایا!

سو بھیڑئے بکریوں
کے گلے کو اتنا پریشان
نہیں کر سکتے جتنا
ایک شیطان پوری
جماعت کو تباہ کر
دیتا ھے اور
سو شیطانوں سے زیادہ
مکار نفس ھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3.10۔	حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام	116
3.11۔	شیخ سے نسبت کے فائدے	119
3.12۔	چراہ گاہ سے خلافت تک	120
3.13۔	حضرت عمر بن خطابؓ کی دعا	120
3.14۔	حضرت عثمان غنیؓ کی حیا	121
3.15۔	مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں حصہ	122
3.16۔	چکی کا خود بخود چلنا	122
3.17۔	عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حالات	123
3.18۔	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور شرم وحیا	124
3.19۔	حضرت طلحہؓ کا اسلام لانا	125
3.20۔	حضرت زبیرؓ کی شجاعت	125
3.21۔	حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ	126
3.22۔	حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا اپنے والد کو قتل کرنا	127
3.23۔	سریہ سیف البحر (سریہ خبط)	127
3.24۔	حضرت ابی بن کعبؓ اور درود شریف	128
3.25۔	حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام لانا	128
3.26۔	حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا خواب	131
3.27۔	حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا	132
3.28۔	سیدالشہداء حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام	137

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
3.29۔	حضرت امیر حمزہ ؓ کی شہادت	138
3.30۔	درخت کی شاخ کا روشن ہونا	139
3.31۔	حضرت عبادہ بن بشیر ؓ اور حضرت اسید بن خضیر ؓ کی کرامت	140
3.32۔	خشک لکڑی کا تلوار بن جانا	140
3.33۔	حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کی لکڑی کی تلوار	140
3.34۔	حضرت عمار بن یاسر ؓ نے شیطان کو پچھاڑ دیا	141
3.35۔	حضرت عاصم بن ثابت ؓ کی لاش کی حفاظت	141
3.36۔	غسیل ملائکہ	142
3.37۔	حضرت زنیرہ ۔ حضرت ام عمیس ؓ	143
3.38۔	اہل محبت کی آزمائش	143
3.39۔	حضرت ام سلیم بنت ملحان ؓ کی کرامت	145
3.40۔	ابوجہل کی پیاس	146
3.41۔	حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ کا ایمان لانے کا واقعہ	146
3.42۔	سراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا	149
3.43۔	عیسائی غلام عداس کا قبول اسلام	151
3.44۔	حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ کا قبول اسلام	153
3.45۔	حضرت ابوذر غفاری ؓ کا قبول اسلام	154
3.46۔	رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش	156
3.47۔	ارادۂ قتل کی عشقِ رسول ﷺ میں تبدیلی	158

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
5.19۔	امام ابوحنیفہ ؒ کی تجارت میں دیانت داری	284
5.20۔	امام ابوحنیفہ ؒ کا حقوق العباد کا خیال رکھنا	285
5.21۔	امام ابوحنیفہ	285
5.22۔	افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ	286
5.23۔	امام اعظم ؒ سے انوکھا سوال	286
5.24۔	گواہوں کی شہادت کا مسئلہ	287
5.25۔	حضرت عثمان غنی ؓ کے دشمن کی توبہ کا واقعہ	288
5.26۔	بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی ترکیب	288
5.27۔	چور کا نام بتانے پر بیوی کو طلاق	289
5.28۔	کوفہ میں قتل عام روکنا	290
5.29۔	نبوت کی دلیل	290
5.30۔	سانپ کے کاٹے پر دیت	291
5.31۔	دلہنیں بدل جانے کا واقعہ	291
5.32۔	مور کی چوری	292
5.33۔	میراث میں حصہ	293
5.34۔	ابوبکر و عمر	293
5.35۔	امام اعظم ؒ کی عزت پر حملہ	293
5.36۔	امانت واپس لینے کی ترکیب	294

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
7.28۔	مولانا روم کو معرفت کی دولت	430
7.29۔	شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور سلطان محمود غزنوی	430
7.30۔	رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کا احترام	434
7.31۔	سلطان محمود غزنوی اور ایاز	434
7.32۔	وقت کا قطب	436
7.33۔	شیخ ابوالحسن خرقانیؒ	437
7.34۔	حضرت بہلولؒ اور لڑکے کی گفتگو	442
7.35۔	حضرت بہلولؒ اور جنت کے محل	445
7.36۔	حضرت معروف کرخیؒ کی کرامت	446
7.37۔	حضرت معروف کرخیؒ	447
7.38۔	حضرت سری سقطیؒ کی کرامت	448
7.39۔	حضرت سری سقطیؒ	448
7.40۔	حضرت سری سقطیؒ اور درخت سے گفتگو	449
7.41۔	حضرت ابوبکر شبلیؒ	451
7.42۔	حضرت ابوبکر شبلیؒ کی کرامت	455
7.43۔	حضرت بہاء الدین نقشبندؒ کی بیعت کا واقعہ	456
7.44۔	بلی پر رحم کرنے کا اجر	456
7.45۔	بابا فرید کے گنج شکر ہونے کی وجہ	457
7.46۔	نوجوان مجاہد کا ایمان افروز واقعہ	457

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
8.10۔	صاحب مراقبہ کو نصیحت	559
8.11۔	ایمان داری کا صلہ	560
8.12۔	شاہ ولی اللہؒ اور نجف خان	562
8.13۔	صحبتِ شیخ میں نماز کی کیفیت	562
8.14۔	شیخ کی نظر	563
8.15۔	شاہ ابو سعید گنگوھیؒ کا سبق آموز واقعہ	564
8.16۔	۱۸۵۷ء میں تاریخ نمرود دوہرائی گئی	566
8.17۔	علم کے متوالے	567
8.18۔	جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ	568
8.19۔	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مقام	569
8.20۔	حضرت گنگوھیؒ اور مرشد کی صحبت	569
8.21۔	برا کہنے والوں کو برا نہ کہنا	573
8.22۔	حضرت قاسم نانوتویؒ کا استغناء	573
8.23۔	حضرت قاسم نانوتویؒ اور اتباعِ سنت	574
8.24۔	حضرت قاسم نانوتویؒ کا زہد وقناعت	575
8.25۔	حضرت گنگوہیؒ کی بائیس سال بعد تکبیرِ تحریمہ فوت ہوئی	576
8.26۔	کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں	576
8.27۔	حضرت تھانویؒ کے مرید کا واقعہ	577
8.28۔	محبوب کی رضا میں کھوٹے سکے بھی منظور	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

(انمول موتی)

جب اللّٰہ تعالیٰ
اوقاتِ نماز سے قبل
تم سے نماز کا طالب
نہیں ہوتا تو پھر تم
قبل از وقت رزق طلب
کرنے سے پرہیز کرو۔

(حضرت ابوالحسن خرقانیؒ)

(جوھرِ زندگی)

میں نے کسی ایسے
شخص کو نہیں دیکھا
جس نے دنیا چاھی ھو
اور اس کو آخرت ملی ھو۔
اس کے برخلاف جو
آخرت چاھتا ھے اسے دنیا
بھی مل جاتی ھے

(حضرت خواجہ حسن بصریؒ)

تقریظ

سیّدی مرشدی ومولائی شیخِ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان نقشبندی دامت برکاتہٗ

نگراں کلیۃ اسلامیہ، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان

زیرِنظر کتاب ”اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات“ ہمارے مخلص ساتھی سکندر نقشبندی صاحب کی تالیف ہے۔ کتاب کی ورق گرانی پر اطمینان ہوا کہ کتاب دورِجدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

یعنی واقعات کے انتخاب میں عجلت پسندی اور بے احتیاطی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے محض ان ہی واقعات کو درج کیا گیا ہے جو قاری کے لئے کسی نہ کسی درجہ میں مفید ثابت ہوں۔ اور ایک اہم التزام یہ بھی کیا گیا ہے کہ جتنے واقعات درج کئے گئے ہیں ان کے ساتھ ہی ان کا ماخذ بھی لکھ دیا گیا ہے تاکہ قاری کو اصل ماخذ تک رسائی میں دقت کا سامنا نہ ہو۔ کتاب کی یہ خوبی یقیناً اسے دیگر بہت سی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا پروانہ بخشے اور ان کی تمام تر مسائی جمیلہ کو اسی طرح جاری وساری رکھے۔

آمین

حافظ منیر احمد خان

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز

یونیورسٹی آف سندھ، جام شورو۔ پاکستان

i۔ عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مِنْ یُّضْلِلْہٗ فَلَا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ ہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ☆

اَمَّابَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۝

اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی۔

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۷۰)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰل اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام اشیاء کو وجود بخشنے والا ہے اور تمام زمانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ جسموں اور عقلوں کا خالق ہے۔ اپنی دوستی کے لئے برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کرنے والا ہے۔ اپنے دین کے احکامات اور اسرار و رموز کو اپنے نیک بندوں پر روشن کرنے والا ہے۔ روز قیامت اپنی کبریائی ظاہر کرنے کے لئے زبانیں بند کر کے اعضاء کو بولنے کی طاقت دینے والا ہے، اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ حجت تمام کرنے والا ہے۔

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں جن کے تذکرے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان وتقویٰ، خوف الٰہی، پرہیزگاری، اطاعت واتباعِ سنت سے مزّین ہوتے ہیں۔ یہ لوگ فرائض کی پابندی، حرام اور مکروہات سے دور، نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے عاشق ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی رضا کی خاطر ہر قسم کے مصائب اور تکالیف خوشی سے برداشت کرتے ہیں بلکہ اس میں لذت پاتے ہیں۔ مال ودولت اور جاہ ومرتبہ حاصل کرنے کے بجائے فقر اور گمنامی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں مستغرق رہتے ہیں جن کی وجہ سے بعض اوقات ان سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے، یہ شرک وبدعت سے پاک ہوتے ہیں۔ ہمارے اسلاف اور اکابر اپنے خاص احوال اور علم وذکر میں اپنی الگ شان رکھتے ہیں جو دوسروں کی اصلاح اور ایمان میں پختگی کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان بزرگ ہستیوں کے صحیح اور سچے واقعات کا ذکر کیا جائے۔ اگر کوئی کمی یا عیب رہ گیا ہے تو یہی بشری تقاضا ہے اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پر مثبت اور اصلاحی تنقید کر کے میری اصلاح فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! علماء واولیاء کے قصے اور ان کے فضائل میرے نزدیک بہت سے فقہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ قوم کو آداب سکھاتے ہیں۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور اولیاء کرام ؒ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے۔ مزید یہ کہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
17/صفر المظفر 1440ھ بروز جمعہ
بمطابق 26/اکتوبر 2018ء
کیلگیری۔ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link:https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

(قولِ زریں)

بہت سے لوگ
غسل کے بعد پاک
ہو جاتے ہیں لیکن
بہت سے بد باطن
حج یا زیارتِ کعبہ
کے بعد بھی
نجس لوٹتے ہیں۔

(حضرت فضیل بن عیاضؒ)

(قرآن کریم)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی
حالت نہیں بدلتا
جب تک وہ خود
اپنی حالت نہ بدلے

(سورۃ الرعد ۔ ۱۰)

باب اول

(ولی اللّٰہ کا تعارف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

1.1۔ ولی کی تعریف

"شرح العقائد" میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو۔ وہ حتیٰ الامکان گناہوں، لذات وشہوات سے بچتا ہو اور طاعات کی تمام تر کوشش کرتا ہو۔

1.2 ۔ اولیاءاللہ کی علامات

حدیث قدسی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جس نے میرے کسی ولی کو ایذاء دی یقیناً اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور کوئی بندہ میرا قرب اس چیز سے زیادہ اور کسی شے سے حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ بندہ مسلسل نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس اگر وہ بندہ سے مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنا متردد نہیں ہوتا جتنا کہ مؤمن بندے کی روح قبض کرنے میں کیونکہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ناپسند کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا۔

(صحیح بخاری)

حضرت عیاض بن غنمؓ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے درجاتِ اعلیٰ میں ملأ اعلیٰ نے بتایا کہ میرے امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے رب العزت کی رحمت وسیع ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور اپنے رب کے عذاب کے خوف سے روتے ہیں۔ صبح وشام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں، اپنی زبانوں کے

ساتھ امید اور خوف کی حالت میں اس کو پکارتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو اس کے آگے پھیلا کر پست اور بلند آواز کے ساتھ اس سے سوال کرتے ہیں۔ اپنے قلوب کے ساتھ اس کی ملاقات کے اول و آخر مشتاق ہوتے ہیں۔ ان کا بوجھ لوگوں پر ہلکا ہوتا ہے لیکن اپنی جانوں پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ ننگے قدم زمین پر چیونٹیوں کی طرح عاجزی اور مسکنت کے ساتھ چلتے ہیں۔ وسیلے کے ساتھ قرب خداوندی پاتے ہیں۔ بوسیدہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔ حق کی اتباع کرتے ہیں۔ فرقان (قران کریم) کی تلاوت کرتے ہیں۔ قربان گاہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے گواہ فرشتے اور نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر ہیں۔ وہ لوگ نورِ فراست سے بندوں کو جان لیتے ہیں، دنیا میں غور و فکر کرتے ہیں۔ ان کے جسم زمین پر ہوتے ہیں لیکن ان کی نگاہیں آسمان پر ہوتی ہیں۔ ان کے قدم زمین پر ہوتے ہیں لیکن ان کے قلوب آسمان میں ہوتے ہیں۔ ان کے پاکیزہ نفوس زمین پر ہوتے ہیں اور دل عرش پر۔ ان کی ارواح دنیا میں ہوتی ہیں اور عقلیں آخرت کی سوچ میں ہوتی ہیں۔ پس ان کے لئے وہی ہے جو وہ چاہیں گے۔ ان کی قبریں تو دنیا میں ہیں لیکن ان کا مقام اللہ عزوجل کے پاس ہے۔

پھر آپؓ نے درج ذیل آیت پڑھی:

ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِی وَ خَافَ وَعِیْدِ

(سورۃ ابراہیم ۔ ۱۴)

یہ اس شخص کے لئے ہے جو میرے آگے کھڑا ہونے سے اور میری وعید سے ڈر گیا۔

یہ لوگ حقوق کی ادائیگی میں آج اور کل کا انتظار میں تاخیر نہیں کرتے اور بغیر کمی کے اطاعت کو پورا پورا بجالاتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء)

1.3۔ ولایت کسے کہتے ہیں؟

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ O

(سورۃ یونس ۔ ۶۲)

خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! وَ اللّهُ وَلِيّ الْمُومِنِيْن " اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔"

وَلایت : اس قرب کو کہتے ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

وِلایت : اس کمال کو کہتے ہیں جو کسی بندے کو حاصل ہو اور جس سے وہ لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! جس نے کسی ولی کو تکلیف دی اس نے مجھ سے جنگ کرنے کو حلال سمجھا۔ کوئی شخص میرے اتنا قریب نہیں آ سکتا جتنا فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ آ سکتا ہے اور پھر بندہ نوافل ادا کر کے میرے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے اور بالآخر میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور کسی شے کے بارے میں اسے انجام دیتے وقت مجھے اس قدر تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح قبض کرتے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے ور مجھے بھی اس کی تکلیف گوارا نہیں ہوتی حالانکہ یہ ضرور آنی ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری و مسند احمد)

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء ہیں نہ شہداء، لیکن اللہ کی طرف سے قیامت کے روز ان کو ملنے والے رتبے پر انبیاء بھی رشک کریں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں اور ان کے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں۔ فرمایا! وہ ایسی قوم ہیں جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے، بغیر کسی آپس کی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لین دین کے۔

اللہ کی قسم! ان کے چہرے مجسم نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور جب دوسرے لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ دوسرے لوگ غم اور فکر میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی غم لاحق نہ ہوگا۔ پھر آپ ؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(سورۃ یونس ۔ ۶۲)

خبردار! اللہ کے اولیاء پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

(سنن نسائی، سنن ابوداؤد اور مشکوۃ المصابیح)

حضرت عمرو بن مجموح ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب بندے وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

حضرت ابوسعید ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت گیا کہ اللہ کے اولیاء کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ لوگ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔

(مجمع الزوائد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (اللہ کے کچھ بعض بندے) بہت ضعیف، کمزور اور مفلوک الحال ہوتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسموں کو پورا کرتا ہے انہی میں حضرت براء بن مالک ؓ بھی ہیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے ہر گروہ میں ایک طبقہ ہوگا جو پراگندہ حال اور گرد آلود ہوگا۔ میں ہی ان کا مقصودِ نظر ہوں گا وہ میری اتباع کریں گے، کتاب اللہ کو قائم کریں گے۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں خواہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہو۔

ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوست کو الہام کے ذریعہ اپنی بات پہنچائے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سچی زبان سے جاری ہوتی ہے اس میں سکون ہوتا ہے۔ مجذوب کا دل اسے قبول کر کے اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ انبیاء کے لئے کلام اور اولیاء کے لئے الہام مخصوص ہے۔

(غنیته الطالبین)

کوئی بھی ولی انبیاء میں سے ادنیٰ درجہ کے نبی کے برابر بھی ہرگز نہیں ہوسکتا اس مسئلہ پر اجماع کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے تو یہ اعلانیہ غلط بات ہے۔ صرف انبیاء معصوم ہوتے ہیں اولیاء کرام سے غلطیاں سرزد ہوسکتی ہیں۔ دور نبوی ﷺ کے بعد آنے والے تمام اولیاء کرام سے ادنیٰ درجہ کے صحابی ؓ کا درجہ بھی بلند ہے۔ ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی ؒ فرماتے ہیں! وہ بے کیف نسبت جس کو ولایت کہتے ہیں کبھی کبھار نظر کشف میں جسمانی قرب کی صورت میں محسوس ہوتی ہے جتنی زیادہ اس قرب میں ترقی ہوتی ہے کشفی نگاہ میں یوں دکھائی دیتا ہے گویا ذات باری تعالیٰ کی سمت سیر کر رہا ہوں یا اس کی ایک صفت سے دوسری کی طرف جا رہا ہوں۔ اسی مثالی صورت کی بنا پر اس نسبت کو اللہ تعالیٰ کا قرب کہتے ہیں اور اس ترقی کو سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سیر)، سیر فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے اندر سیر) اور سیر من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیر) اور سیر باللہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیر) کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بصواب

(ارشاد الطالبین)

1.4۔ ولایت عامہ و خاصہ

شریعت کے ظاہری و باطنی اعمال کے جمع واہتمام کا نام تصوف ہے۔ فرائض و واجبات کی حد تک ان دونوں کے جمع و اہتمام کو تصوف کی اصطلاح میں ولایت عامہ کہتے ہیں۔ جس کا حصول ہر مومن پر فرض ہے۔

دوسرا درجہ فرائض وواجبات کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل ومستحبات کا اہتمام اوران کی کثرت کرنا ہے۔ یعنی " اذکر اللّٰہ ذکرا کثیرا " اور " یذکر ون اللّٰـہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم " وغیرہ آیات واحادیث کے مطابق اپنی زندگی کے تمام حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کی یاداور دھیان رکھنا، ذکرواستغفار سے کبھی غافل نہ ہونا۔ ان سارے اعمال سے عبادت میں احسان کی کیفیت پیدا ہو جائے کہ جو کچھ بھی کریں اس طرح کریں گویا اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم نہ بھی دیکھیں تو بہر حال اللہ تعالیٰ تو ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ درجہ ولایت خاصہ کا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ولایت و بزرگی سے یہی مراد لیا جاتا ہے۔

ولی وہ شخص ہوتا ہے جو ولایت خاصہ کا حامل ہو۔ آپ اسے ولی اللہ کہیں، شیخ کہہ لیں، پیرومرشد کہہ لیں۔ بہرصورت صرف وہ شخص اس منصب کا حقدار ہے جو خود ولایتِ خاصہ کے مدارج طے کر رہا ہو اور سالکین یا مریدین کو بھی مقامات سلوک تک لے جانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ حضرت ثناءاللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ ولی کی نشانی یہ ہے کہ شریعت کے ظاہر پر اس کو پوری استقامت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (سورۃ الانفال ۔۳۴)

اس کے اولیاء تو صرف پرہیز گار لوگ ہی ہوتے ہیں

ولایتِ خاص یہ ہے کہ بلا کسی امید کے اللہ کی یاد دل میں ایسی مستحکم ہو اور ذات پاک سے دل کا تعلق اس قدر مضبوط ہو کہ راحت ہو یا تکلیف کسی حال میں اسے غفلت نہ ہو۔ اصطلاح صوفیاء میں اسے نسبت ومشاہدہ کہتے ہیں جو فنا و بقاء کے مدارج طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (مقامات تصوف)

ولایت خاصہ کے حامل وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں کا ذاتِ باری سے رابطہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے روبرو وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ نہ رواج، نہ دولت نہ سطوت، نہ ظالم کا ظلم و ستم، ساری کائنات بے اثر ہو جاتی ہے سوائے اس ذات کے نام کے، اسی کی آرزو، جستجو اور طلب باقی رہ جاتی ہے۔

ولایت خاصہ کی جو نشانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب مانا اور پھر اس پر ڈٹ گئے تو ان پر دنیا کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو انہیں بشارت دیتے ہیں اور ہر خوف و فکر سے آزادی کی خبر دیتے ہیں۔ مگر کون اس فیصلہ پر کب تک قائم رہتا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے اگر خود اس شخص کو اپنی ولایت کا ادراک ہو بھی تو دوسرے لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے؟ لہٰذا ہر نیک و باعمل مسلمان سے حسن ظن ہوتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہے۔ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہاں یہ کہنا درست ہے کہ فلاں صاحب حال ہے یا اسے کوئی ذرہ معرفت کا حاصل ہے۔

(کنز الطالبین)

اولیاء کا ارشاد ہے کہ کرامت کے طالب مت بنو استقامت کے طالب بنو۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت کا طلبگار ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا طالب ہے۔

1.5۔ ولایت کسبی ہے

ولایت کسبی ہے اور صرف نبوت وہبی ہوتی ہے۔ وہبی اور کسبی میں فرق یہ ہے کہ جو چیز وہبی ہے اسے حاصل کرنے میں محنت درکار نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ دوسری جو چیز کسبی ہے اس کے حاصل کرنے میں محنت درکار ہوتی ہے۔ اس میں بھی بات سراسر محنت کی نہیں ہے۔ بات طلب کی بھی ہے، محنت، جستجو اور آرزو کی بھی ہے۔ وہ آرزو جو طلب کرنے کی طرف سے آتی ہے۔

کسبی چیز بھی اللہ ہی دیتا ہے، وہ ملتی وہبی طریقہ سے ہی ہے، صرف محنت کے معاوضہ میں نہیں ملتی کیونکہ انسان اتنی محنت تو کر ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر یہ تک ادا کر سکے۔ انسان جتنی نعمتیں ہر روز

استعمال کرتا ہے، مثلاً طاقت، صحت، قوت بینائی، بولنے کی قوت، سننے کی قوت وغیرہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا تو محنت سے ولایت خاصہ کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

لیکن جب انسان دل سے طے کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب، اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی ولایت اس کی دوستی و پناہ چاہئے اور اس کی ساری محنت اور جستجو اس کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھ کر تھام لیتا ہے۔ اس کے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے گویا اتباع شریعت کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جس قدر دل میں خلوص بڑھتا جاتا ہے اعمال کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے اطاعت کا وعدہ لیا اور اس کے پورا کرنے پر فرمایا کہ "**انی معکم**" یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یوں تو اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہے مگر معیت کے معنی ہیں اس کی اپنی رضا اور خوشنودی کے ساتھ ہونا۔ ذاتی، معاشرتی یا قومی کوئی سے بھی امور ہوں معیتِ باری تعالیٰ اتنا بڑا انعام ہے کہ یہ ساری ولایت خاصہ ہے۔ چونکہ معیت کا دارومدار انسان کی طرف سے اطاعت کا وعدہ پورا کرنے پر ہے۔ اگر پورا نہیں کرے گا تو محروم ہو جائے گا اس لئے کہ جب شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا گویا بڑے سے بڑا ولی بھی تب تک ولی ہے جب تک اطاعت شعار ہے، اطاعت گئی تو ولایت بھی گئی۔

1.6۔ کیا "ولی" اپنی ولایت جانتا ہے

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ولی اپنی ولایت کا علم رکھتا ہے یا نہیں۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ اسے اپنی ولایت کا علم ہونا جائز ہے کیونکہ ولی اپنے آپ کو حقیر جانتا ہے۔ اگر اس سے کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو وہ ڈرا ڈرا رہتا ہے کہ کہیں یہ مکر و فریب نہ ہو اور خود وہ اپنے خوف سے ہمیشہ واقف رہتا ہے کیونکہ اسے ڈر رہتا ہے کہ جس مرتبہ پر وہ فائز ہے۔ اس سے کہیں گر نہ جائے اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا انجام حالتِ ولایت کے خلاف ہو۔ یہ علماء ولی کی شرائط میں اس بات کو بھی شرط قرار دیتے ہیں کہ اس کی موت صحیح اور اچھی ہو۔ اس سلسلہ میں مشائخ کی بہت سے حکایات بیان کی گئی ہیں۔

صوفیاء میں کچھ کا قول یہ ہے کہ ولی اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں ولی ہوں۔ ایک ولی کو اپنی عاقبت کا مسلسل خوف رہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت چھائی رہتی ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دس صحابہ کرام ؓ جنتی ہیں۔ تو وہ صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کی تصدیق پر پورے اترے۔ انہیں یقیناً معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی اخروی زندگی محفوظ ہے لیکن اس علم کے بعد بھی ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور ان کے زندگی کے نیک اعمال اسی طرح جاری وساری رہے۔ اللہ کا ولی جب یہ دیکھتا ہے کہ اس سے کرامت کا ظہور ہو رہا ہے تو اس کے لئے کرامت اور غیر کرامت میں امتیاز کرنا ناممکن نہیں ہوتا۔ جب اس کا علم ہو جائے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ راہ راست پر چل رہا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم ؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ولی بننا چاہتا ہے تو وہ دنیا و آخرت کی کسی شے سے تعلق نہ رکھے اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے تا کہ وہ اسے اپنا دوست بنا لے۔

(رسالہ قشیریہ، ص۳۱۳)

1.7۔ مقامِ اولیاء اور ان کا نعمتِ الٰہی ہونا

جب کبھی ایسے حضرات (اولیاء کرام) سے ملاقات ہو تو اسے اللہ کریم کی عنایت اور توجہ سمجھ کر خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت شعار اور مخلوق کے چمکتے ستاروں سے ملوا دیا اور ان کی محبت عطا فرمائی۔ یہ افراد ایک حقیقت ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبختی اور معصیت سے دور ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات نفس کی شرارتوں سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں ان کے اندر سے غرور اور میں (خودنمائی) نکل چکی ہوتی ہے۔ یہ بہت لطیف المزاج ہو جاتے ہیں۔ ان کو اجسام پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔

ان کے اندر صفاتِ ملکی کا ظہور ہونے لگتا ہے ان کی بشری عادات ختم ہو کر ملکوتی تزکیہ اور صفائی کی وجہ سے عجیب وغریب خوارق عادات ظہور پاتی ہیں۔ ان مشاہدوں سے تسخیرِ کائناتِ ارضی کا حصول ہو جاتا ہے۔ اب ان کا وجود نظروں میں نہیں آتا، دیکھنے والے کے ادراک کے سامنے پردے حائل ہو جاتے ہیں۔ ولی آپ کو پکار رہا ہوتا لیکن آپ اسے دیکھ نہیں پا رہے ہوتے ہیں۔ اب وہ تسخیر کا شاہ بن کر کبھی پانی پر چلتا ہے، کبھی ہواؤں میں اڑتا ہے

اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ عام الفاظ میں کہیں کہ وہ ہیولہ بن جاتا ہے جو عالمِ روحانی کی طرح مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کرسکتا ہے۔ یہی مقام ہے جہاں پہنچنے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام لوگوں کے سامنے مختلف طرح سے آجاتے ہیں۔

(جامع کمالاتِ اولیاء)

1.8۔ کشف کے انداز

کشفِ صحیح کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انداز ہیں۔ یہی تعداد انبیاء کرام کی ہے۔ وہ سب انداز جو اولیاء کرام سے وارد ہوتے ہیں وہ خاتم النبیّن سید المرسلین ﷺ کے معجزات کا تسلسل ہیں۔

1.9۔ کرامت

کسی متقی اور پرہیز گار شخص سے ایسے نادر اور تعجب خیز خلافِ عادت امور صادر و ظاہر ہوں جو عام طور پر عادتاً نہیں پائی جاتی تو اسے ''کرامت'' کہتے ہیں۔ اس قسم کی چیز اگر انبیا کرامؑ سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو تو ''ارھاص'' اور نبوت کے بعد ظاہر ہو تو ''معجزہ'' کہلاتی ہے۔ اگر کسی عام مومن سے اس قسم کی بات صادر ہو تو اسے ''معونت'' اور کسی کافر سے ظاہر ہو تو اسے ''استدراج'' کہتے ہیں۔ خرق عادات کافر اور برے شخص سے بھی ظاہر ہوسکتی ہیں۔

1.10۔ استدراج

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ O (سورۃ القلم ۔ ۴۴)

(قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی)

استدراج کے معنی یہ ہیں کہ بندے کو دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر وہ چیز عطا فرما دے جس سے اس بندے کی گمراہی اور جہالت میں اضافے کا سبب بنے۔ یہ اشیاء اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دوری کو بڑھاتی جاتی ہیں۔

اگر کسی فن یا ہنر میں بار بار اس کی مشق کی جائے تو اس فن میں اس شخص کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کام میں پھر اس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس لذت کا حصول اسے مزید دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ پھر یہ میلان ایک فرد سے دوسرے کی دلچسپی کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح وہ دنیاوی لذات میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ جتنا وہ دنیا کی طرف بڑھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اسی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور تقربِ الٰہی سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔

- کسی ولی کی کرامت اس نبی کے سچے ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔
- کوئی ولی اپنی کرامت کو اپنی ذات سے منسوب نہیں کرتا۔
- امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی ولی سے دنیا میں کوئی کرامت ظاہر نہ ہوئی ہو تو اس سے اس کی ولایت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

1.11۔ کرامات کی اقسام

حسی کرامت:

یہ وہ کرامت ہوتی ہے جس میں ظاہری اور وقتی خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں جسے ہر خاص و عام شخص دیکھ اور محسوس کر سکتا ہے مثلاً آگ کا نہ جلانا اور بے موسم کا پھل آنا۔

معنوی کرامت:

اس میں وہ امور آتے ہیں جو حسی کرامت کے برخلاف ہوں۔ مثلاً دین و شریعت پر استقامت، توحید و اتباعِ سنت، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں مقبولیت اور ذکرِ خیر وغیرہ۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ اپنی کتاب ''طبقات'' میں فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام سے جو کرامات ظاہر ہوئی ہیں ان کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن درج ذیل کا ظہور زیادہ ہوا ہے۔

۱۔ مردوں کا زندہ کرنا۔
۲۔ مردوں سے بات چیت کرنا۔
۳۔ دریا کا شق ہوجانا، اس کا خشک ہوجانا یا اس کے پانی کے اوپر چلنا۔
۴۔ اشیاء کی ہیئت تبدیل ہوجانا۔
۵۔ اولیاءاللہ کے لئے زمین کا سمٹ جانا۔
۶۔ جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا۔
۷۔ درندوں اور حیوانات کا مطیع ہوجانا۔
۸۔ بیماروں کو تندرست کردینا۔
۹۔ وقت کا سمٹ جانا یا وسیع ہوجانا۔
۱۰۔ دعاؤں کا فوراً قبول ہوجانا۔
۱۱۔ خاموشی اور کلام پر قدرت حاصل ہوجانا۔
۱۲۔ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا۔
۱۳۔ غیب کی کوئی بات بتادینا۔
۱۴۔ کچھ کھائے بغیر زندہ رہنا۔
۱۵۔ بہت زیادہ مقدار میں کھالینا۔
۱۶۔ کائنات کے نظام میں تصرفات۔
۱۷۔ حرام غذاؤں سے محفوظ رہنا۔
۱۸۔ دور کی چیز کو بغیر وسیلہ کے دیکھ لینا۔
۱۹۔ ان کا رعب و ہیبت چھاجانا۔

۲۰۔ مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا۔

۲۱۔ دشمنوں کے شر سے بچ جانا۔

۲۲۔ زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا۔

۲۳۔ مشکلات کا آسان ہو جانا۔

۲۴۔ مہلکات کا اثر نہ کرنا۔

(جمالِ اولیاء) (کراماتِ صحابہؓ)

1.12۔ عالم الانفاس

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں! طریقہِ ولایت میں سب مردانِ حق کا مشترکہ نام تو عالم الانفاس ہے۔ ان حضرات کے پھر کئی طبقے ہیں اور مختلف احوال سے مشہور ہیں۔ جن میں یہ سب طبقات و احوال بحیثیت مجموعی پائے جاتے ہیں اور کئی مقدس ہستیوں کو ان طبقات و احوال میں سے وہ کچھ ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ان اصحابِ احوال و مقامات کے ہر طبقہ کا ایک خاص لقب ہے۔ پھر کچھ حضرات وہ ہیں جو ہر دور میں ایک مخصوص عدد میں ہوتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی تعداد متعین نہیں ہوتی وہ کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ ہم اصحابِ تعداد اور اصحابِ غیر متعینہ سب کا اپنے اپنے القابات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

1.13۔ اولیاء اللہ اور ان کی اقسام

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَO

(سورۃ یونس ۔ ۶۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ کے ولی کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہیں۔

حضرت عیاض بن غنمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے رب کی رحمت وسیع ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور اپنے رب کے عذاب کے خوف سے روتے ہیں۔ صبح و شام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنی زبانوں کے ساتھ امید اور خوف کی حالت میں اس کو پکارتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو اس کے آگے پھیلا کر پست اور بلند آواز کے ساتھ اس سے سوال کرتے ہیں۔ اپنے قلوب کے ساتھ اس کی ملاقات کے مشتاق رہتے ہیں۔ ان کا بوجھ لوگوں پر ہلکا ہے لیکن اپنی جانوں پر بہت زیادہ ہے۔

وہ لوگ ننگے قدم زمین پر چیونٹیوں کی طرح عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں۔ وسیلے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے ہیں۔ بوسیدہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔ حق کی اتباع کرتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ قربان گاہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے گواہ فرشتے اور نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر ہیں۔ وہ لوگ نورِ فراست سے بندوں کو جان لیتے ہیں اور دنیا میں غور و فکر کرتے ہیں۔ ان کے جسم زمین پر ہوتے ہیں لیکن ان کی نگاہیں آسمان پر ہوتی ہیں۔ ان کے قدم زمین پر ہوتے ہیں اور قلوب آسمانوں پر۔ ان کے پاکیزہ نفوس زمین پر ہوتے ہیں اور دل عرش پر۔ ان کی ارواح دنیا میں ہوتی ہیں اور عقلیں آخرت کی سوچ میں۔ پس ان کے لئے وہی ہے جو وہ چاہیں گے۔ ان کی قبریں تو دنیا میں ہیں لیکن ان کے مقام اللہ عزوجل کے پاس ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْد ﴾ (سورۃ ابراہیم ۔ ۱۴)

یہ اس شخص کے لئے ہے جو میرے آگے کھڑا ہونے سے اور میری وعید سے ڈر گیا

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ حقوق کی ادائیگی میں آج اور کل کے انتظار میں تاخیر نہیں کرتے اور طاعات کو کمی کے بغیر پورا پورا بجالاتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج۱ص۳۰)

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے سامنے اہل شام کا ذکر آیا۔ کسی نے کہا کہ اے امیرالمومنین! ان پرلعنت کیجئے۔ فرمایا! نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابدال جو اولیاء کرام کی ایک قسم ہے شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان میں مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیتا ہے۔ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے دشمن پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنیوی) ہٹ جاتا ہے۔

(رواۃ احمد)

مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے تین سو ایسے خاص بندے ہوتے ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب جیسے ہوتے ہیں۔ چالیس ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب جیسے ہیں۔ سات ایسے برگزیدہ بندے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے ہیں۔ پانچ ایسے خواص ہیں جن کے دل حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسے ہیں اور اللہ عزوجل کے تین ایسے خواص بندے ہیں جن کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل جیسے ہیں اور مخلوق میں ایک خاص بندہ ٔ خدا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے مانند ہے۔

جب ایک کو موت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو اس کی جگہ فرمادیتے ہیں۔ جب تین میں سے کوئی مرتا ہے تو پانچ میں سے اس کو جگہ دی جاتی ہے۔ اور جب پانچ میں خلاء پیدا ہوتا ہے تو اس کو سات میں سے جگہ پر کردی جاتی ہے۔ اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چالیس میں سے اس خلاء کو پورا کر دیا جاتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو تین سو میں سے کوئی اس کی جگہ آجاتا ہے۔ اور جب تین سو میں سے

کوئی مرتا ہے تو عام مسلمانوں میں سے کوئی اس کی جگہ پر لے لیا جاتا ہے۔ پس انہی خاص بندگانِ خدا کی بدولت اہل زمین کو اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے اور انہی کی بدولت بارش ہوتی ہے۔ انہی کے طفیل نباتات اگتی ہیں اور مصیبتیں ختم ہوتی ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج ا ص ۲۳)

مکتوبات وملفوظات صوفیہ میں ابدال واقطاب واوتاد وغوث وغیرہ کے الفاظ پائے جاتے ہیں اور ان کی صفات، برکات اور تصرفات کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

بزرگوں نے ان کی بارہ اقسام بیان کیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1.14۔ ابدال:

یہ چالیس ہوتے ہیں۔ بائیس یا بارہ ملک شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت واعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط وتفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس وخطرات سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ سات ہوتے ہیں ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہوتا ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء کرام ؑ سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواح طیبہ آسمان پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعہ یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے اور ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔ ان میں پہلا نقش پائے ابراہیم خلیل علیہ السلام پر چلتا ہے، دوسرا نقش پائے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر، تیسرا ہارون علیہ السلام کے نقش قدم پر، چوتھا ادریس علیہ السلام کے نقش قدم پر، پانچواں یوسف علیہ السلام کے نقش قدم پر اور چھٹا عیسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر اور ساتواں آدم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں سیارگان سے متعلقہ امور واسرار اور ان کی حرکات کے مختلف منازل میں داخلے کا علم رہتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد پانچ سو تک ہوسکتی ہے لیکن چالیس سے کم کبھی نہیں ہوتی۔ ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر

اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہم شکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کو امتیاز ممکن نہیں رہتا۔ انہیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ یہ وہ نہیں کوئی دوسرا ہے یہ بدل کی امتیازی علامت ہے۔ جو ابدال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔ ان میں آٹھ صفات ہوتی ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک وخلوت اور باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید۔ ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ ان کا قطب کہلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ الباری ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری ؒ سے عرض کیا! مجھے ابدال کی صفات بتلایئے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے گھنی تاریکیوں کے متعلق سوال کیا ہے۔

خیر! اے عبداللہ الباریؒ! میں تمہارے لئے ان تاریکیوں سے پردہ اٹھاتا ہوں۔

سنو! یہ لوگ ایسی قوم ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر دلوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ پروردگار کی عظمت اور بزرگی کو جانتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے طفیل ان کو چمکدار نور سے منور کیا ہے۔ ہدایت کے علوم ان کے لئے بلند کئے ہیں۔ اپنی مدد کے لئے ان کو بہادروں کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اپنی نافرمانی سے بچنے میں ان کو صبر اور طاقت عطا کی ہے۔ اپنے مراقبوں کے ساتھ ان کے بدنوں کو پاکیزہ کیا ہے۔ اچھا برتاؤ کرنے والوں کے ساتھ ان کو اچھا کیا گیا ہے۔ اپنی محبت سے بنے ہوئے دھاگوں سے ان کو جوڑے پہنائے ہیں۔ اپنی خوشنودی کے تاج ان کے سروں پر چمکائے ہیں۔ ان کے دلوں میں غیب کے خزانے رکھے ہیں۔ اس لئے وہ اللہ سے وصل اور ملاقات کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ ان کے رنج اور غم کا محور ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ان کی آنکھیں اس کو پردوں میں سے دیکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے قرب کے طفیل اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جہاں سے وہ پروردگار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پروردگار نے ان کو اہل معرفت کے لئے اطباء (ڈاکٹر) کی کرسیوں پر بٹھایا اور فرمایا! میرے فقیروں میں سے کوئی بیمار تمہارے پاس آئے تو اس کا علاج کرو۔ اگر میرے فراق کا مریض آئے تو اس کا علاج کرو۔ کوئی مجھ سے خوفزدہ شخص آئے تو اسے مجھ سے امید دلاؤ۔ اگر کوئی بے خوف شخص آئے تو اسے مجھ سے ڈراؤ۔ اگر کوئی میرے

وصل کا خواہشمند آئے تو اس کو مبارک باد دو اور اس کے ساتھ میل جول رکھو۔ اگر کوئی مجھ سے بچھڑا ہوا شخص آئے تو اس کو میری طرف لوٹا دو۔ اگر کوئی میری راہ میں لڑنے سے بزدلی دکھانے والا آئے تو اس کو شجاعت اور بہادری کا حوصلہ دو۔ اگر کوئی میرے فضل سے مایوس آئے تو اس کو میرے وعدے یاد دلاؤ۔ اگر کوئی میرے احسان کا امیدوار آئے تو اس کو خوشخبری دو۔ اگر مجھ سے اچھی امیدیں باندھ کر آئے تو اس کی ڈھارس بندھاؤ۔ اگر کوئی مجھ سے محبت کرنے والا آئے تو اس کو عزت دو۔ اگر کوئی میری تعظیم کرنے والا آئے تو تم بھی اس کی تعظیم کرو۔ اگر کوئی میری راہ کا متلاشی آئے تو اس کی راہنمائی کرو۔ جو کوئی غلطی کر بیٹھے تو اس کو نصیحت کرو۔ اگر کوئی تم پر کسی طرح کا بوجھ ڈال دے تو اس کی مدد کرو۔ جو میرے واجباتِ حق میں بھی کوتاہی کرے تو اس کو چھوڑ دو۔ جو تم سے غائب ہو جائے اس کی خبر لو۔ اگر کوئی احسان کے بعد برائی کرنے والا آئے تو اس کو سزا و تنبیح کرو۔ میرے دوستوں میں سے کوئی مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔ کوئی رنج و غم میں مبتلا ہو جائے تو اس کو بشارت دو۔ اگر کوئی بے آسرا شخص تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج ا ص ۲۶)

1.15۔ ابدال کو ابدال کیوں کہتے ہیں؟

انہیں اس لئے ابدال کہتے ہیں کہ جب وہ کسی جگہ کو چھوڑتے ہیں تو اس جگہ اپنا قائم مقام مقرر کر دیتے ہیں۔ یہ تبدیلی کسی مصلحت اور قربت کے پیش نظر ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اپنی جگہ نامزد کرتے ہیں جو بالکل ان کا ہم شکل ہوتا ہے کسی کو بھی یہ شک نہیں ہوتا کہ یہ اصل نہیں ہے حالانکہ یہ جانشین ایک روحانی شخصیت ہوتا ہے جس کو ابدال اپنی جگہ جان بوجھ کر چھوڑ کر جاتا ہے۔ جس ہستی میں بدلنے کی قوت ہو وہ بدل ہوتا ہے اگر بدل اللہ کسی جگہ متعین فرما دے اور اصل بدل کو اس کا علم نہ ہو تو وہ ابدال میں شامل نہیں ہوتا۔ ایسا اکثر ہوتا ہے۔ حضرت ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ ابدال کو یہ مرتبہ چار اشیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ بھوک، بیداری، خاموشی اور تنہائی۔

1.16۔ ابرار:

اکثر ان ہی کو ابدال بھی کہا جاتا ہے۔ بعض نے ان کی تعداد سترہ (۱۷) بتائی ہے۔

1.17۔ اخیار:

پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں ہوتا۔ یہ سیاح ہوتے ہیں۔ ان کا نام حسین ہوتا ہے۔

1.18۔ قطب:

عربی لغت میں قطب چکی کی اس میخ (کیلی) کو کہتے ہیں جس پر چکی گردش کرتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتو چکی چل نہیں سکتی۔ اسی طرح قطب کے بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا۔ قطب کے سبب ہی دائرہ وجودِ عالم قائم و محفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثار برکات اور ظہور حسنات اسی کے دم قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اولیاء کرام کی خصوصیات جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقوں کے تحت بیان ہوئے ہیں اور یہ منصب وہبی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ منصب عطا فرماتا ہے۔

ایسے شخص کو قطب کہتے ہیں جس پر مقامات میں سے کوئی مقام طاری ہوا ہو اور اپنا انفرادی مقام اپنے دور میں پیدا کر چکا ہو۔ ان اقطاب میں سے کچھ حضرات وہ ہوتے ہیں جنہیں حکم ظاہر اور خلافت ظاہرہ بھی خلافت باطنہ کے ساتھ ملتی ہے۔ ایسے حضرات میں سیدنا ابوبکر صدیق ؓ، سیدنا فاروقِ اعظم ؓ، سیدنا عثمان غنی ؓ، سیدنا علی المرتضیٰ ؓ، سیدنا امام حسن ؓ، حضرت معاویہ بن یزید ؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ اور متوکل عباسی ؒ شامل ہیں۔

کچھ وہ حضرات ہیں جنہیں صرف باطنی خلافت ملتی ہے اور ظاہری حکم نہیں ملتا۔ ان میں احمد بن ہارون رشید سبتی ؒ، بایزید بسطامی ؒ وغیرہ شامل ہیں۔ بیشتر قطب حکمِ ظاہری کے بغیر ہوتے ہیں۔

(جامع کمالاتِ اولیاء)

1.19۔ اقسام اقطاب:

اقطاب کی کئی قسمیں ہیں: مثلاً قطب الاقطاب، قطب الوحدت، قطب عالم، قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الابدال، قطب المدار، قطب اقلیم۔ بعض حضرات نے بارہ اقطاب کے وجود کا قول نقل کیا ہے۔ عالم غیب میں ان کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو (نمبر ۵) امامین کہلاتے ہیں۔ وزیر یمین کا نام عبدالمالک اور وزیر یسار کا نام عبدالرب ہوتا ہے۔

ایک عالم ملکوت کے مشاہدے میں محور ہتا ہے اور دوسرا عالم ملک تک محدود رہتا ہے۔ سات قطب سات اقلیم میں رہتے ہیں، ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں رہتے ہیں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں۔ یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معینہ، ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

ہر قریہ اور بستی میں ایک قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی۔ قطب اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کے لئے مختلف روپوں میں رہتے ہیں اس لئے ان کا پہچاننا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں صرف اہل نظر ہی انہیں پہچانتے ہیں۔

1.20۔ قطبِ بلد و قطبِ عالم:

کسی قطب کا دائرہ قطبیت صرف شہر تک محدود ہوتا ہے۔ کسی کا دائرہ قطبیت ایک ملک تک ہوتا ہے۔ کسی کا دائرہ زمین تک محدود ہوتا ہے۔ جس کے وجود کی بدولت کائنات کا نظام چلتا ہے اسے قطب عالم کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اس منصب پر بھی فائز تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ سے نظام کائنات اس لئے درہم برہم ہو گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرنے کے باوجود تھوڑے سے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو آپ منصب قطبیت سے دستبردار ہو گئے۔

قطب عالم ایک ہوتا ہے۔ اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب اور قطب المدار بھی کہتے ہیں۔ عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں۔ وزیر یمین (داہنے) کا نام عبدالمالک ہے۔ یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے۔ یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام قطب بنتا ہے) اور دوسرا وزیر یسار (بائیں) کا نام عبدالرب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک پر ہوتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد، پرہیز گاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق، اخلاص، حیا اور مراقبہ ہیں اور ان امامین سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ فرماتے ہیں۔

1.21۔ قطبِ ابدال اور قطبِ ارشاد

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہے جو دنیا کے وجود و بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور قطب ارشاد ان فیوض کے حصول کا واسطہ ہے جو دنیا کی ہدایت و ارشاد کے متعلق ہیں۔ پس خلقت کا ہونا، رزق کا ملنا، آفات و امراض کا دور ہونا اور صحت و عافیت کا حاصل ہونا ان فیوض سے وابستہ جو قطب ابدال کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایمان و ہدایت، نیکیوں کی توفیق اور برائیوں سے توبہ کرنا قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہیں۔

قطب ابدال ہر وقت اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں، دنیا کبھی بھی ابدال سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ اس کا کام جہان سے متعلق ہے۔ اگر ایک قطب مر جاتا ہے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا مقرر ہو جاتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ موجود ہو۔ ولایت کا درجہ حاصل ہونے کے بعد ان کا کمال ذمہ داریوں کے مطابق ہوتا ہے۔

قطب ارشاد میں سے فرد اکمل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہے۔ اس فرد کا کمال آنحضرت ﷺ کے تابع ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ حضرت اویس قرنیؓ اپنے وقت کے قطب ابدال تھے۔ (فضل کریم از قاضی عالم الدینؒ)

قطب الارشاد ہر دور میں ہوتا ہے لیکن ایسا قطب الارشاد جسے مقام فردیت بھی حاصل ہو صدیوں بعد آتا ہے۔ اس مقام ومنصب کے حضرات اس امت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات) میں چند ہی ہوئے ہیں۔ جیسا کہ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت ہیں۔ جب امام ربانی ؒ کو مقام فردیت تک رسائی ہوئی تو نسبتِ فردیت کے حصول میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا روحانی تصرف شامل حال رہا۔ یوں تو مجدد ہر سو سال بعد مبعوث ہوتا ہے لیکن حضرت مجدد الف الثانی ہزار سال کے لئے مبعوث ہوتے ہیں جیسے سابقہ امتوں میں نبی تو ہر دور میں آتے رہے مگر اولوالعزم رسول صدیوں کے بعد جلوہ فرما ہوتے رہے۔

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے متعلق ہوتے ہیں۔ لہٰذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو دور کرنا، صحت وعافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیوی اور تکوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔

1.22۔ قطب العالمین:

یہ تمام جہانوں کا قطب ہوتا ہے چودہ طبق کی کائنات اس کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتی رہتی ہے۔ اسے قطب العالمین کہتے ہیں۔ جیسے رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، ایسے ہی قطب العالمین ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن العربی ؒ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے۔ ان کے نزدیک غوثیت کا مرتبہ منصب قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ غوث قطب مدار کے علاوہ ہے بلکہ اس (قطب مدار) کا معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کو دخل ہے اور قطب کو باعتبار اس کے اعوان وانصار کے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان وانصار اقطاب حکمی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں۔

﴿ ماَ مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةٍ اِلَّاوَ فِيْهَا قُطْبٌ ﴾
ہر قریہ اور بستی میں قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی
(مزید تفصیلات کے لئے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں)

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اولیاء کرام اور قطب عظام کو محض عزت افزائی کے لئے یہ منصب عطا فرمائے جاتے ہیں تا کہ مخلوق کی نظر میں انہیں قابل احترام اور لائق تعظیم سمجھا اور جانا جائے۔

شیخ محی الدین ابن عربی ؒ فرماتے ہیں کہ قطب یکتا جس سے نوع انسان کی تخلیق کے وقت سے تمام انبیاء کرام ؑ ورسل عزام اور اقطاب مسلسل فیض حاصل کر رہے ہیں وہ آقائے دو جہاں باعث تخلیقِ کون و مکاں حضورِ اکرم سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح طیبہ ہے۔

1.23۔ قطب الارشاد و قطب التکوین:

ان اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کے تعلق خدمت ارشاد و ہدایت سے ہے اور لوگوں کی اصلاح قلب و تربیت، نفوس و تعلیم قرب الٰہی و قبول عنداللہ ہے، یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض کامل ہو اس کو قطب ارشاد کہتے ہیں۔ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی نائب ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ ان کا طریقہ نبوت کے طریقے پر ہوتا ہے۔

دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے جو اپنی ہمتِ باطنی سے اور تائید الٰہی سے ان امور کی درستی کرتے ہیں۔ یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں۔ جن کو ہمارے تصوف میں اہل خدمت کہتے ہیں۔ ان میں سے جو اعلیٰ اور قوی اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطب التکوین کہتے ہیں۔ ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ کے ہوتی ہے جن کو مدبرات امر فرمایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔

قطب التکوین کے مقام ومنصب کے لئے ایسے تصرفات عجیبہ کا ہونا لازم ہے۔ برخلاف اہل ارشاد کے کہ ان کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں۔ البتہ ان حضرات کی کرامات اور طرح کی ہوتی ہیں کہ ان کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امور ذوقی اور وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات ان کی خدمت وصحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے ان کو معلوم ہوتا ہے۔

سوال یہ کہ جب نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ۔ تو اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک علمی اور دوسرا عملی۔ علمی تو یہ ہے کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جائے تاکہ علم ناقص نہ رہے۔ عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال وشکستہ بال وذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر و توہین تو نہیں کرے گا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھنی چاہئے۔

قطب التکوین کے لئے ضروری ہے کہ اس کو قطب ہونے کا علم ہو کیونکہ وہ ایک عہدہ ہے۔ جیسا حسن مہمندی جو سلطان محمود غزنوی کا وزیر تھا۔ اس کو تو اپنے وزیر ہونے کا علم تھا مگر ایاز کو اپنے محبوب ہونے کا علم ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ محبوبیت کوئی عہدہ نہیں قرب کی ایک قسم ہے۔

پس قطب ارشاد کے لئے ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کا اسے معلوم بھی ہو۔ ایک وقت میں کئی قطب بھی ہو سکتے ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کفار کی ہو قطب ہوتا ہے۔ اس کلام کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ وہاں ہی کے باشندوں میں سے ہو اور باطن میں مسلمان ہو مگر کسی خاص حالت کی وجہ سے اخفیٰ کرے اور یہ بعید ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اس جگہ مقیم نہ ہو لیکن وہ بستی اس کے تصرف میں ہو۔ جیسا تھانے دار کہ اس کا تعلق دیہات سے بھی ہوتا ہے اور شہر سے بھی۔

1.24۔ متعلقین قطب الارشاد کی اقسام:

اس شخصیت کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق کی بنا پر لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ مخلصین ۲۔ معتقدین ۳۔ منکرین

1.24.1۔ مخلصین:

جو لوگ اس شخصیت کے ساتھ احترام وخلوص کے جذبات رکھتے ہیں اگرچہ اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوتے پھر بھی اس کے فیوض وبرکات سے بقدر اخلاص واستعداد فیض یاب اور سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ اگر وہ عظیم ہستی کسی طالب کی طرف متوجہ ہو تو اس کی ایک ہی توجہ قلبی سے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور عالم قدس کی طرف روشن دان اور سوراخ کھل جاتا ہے اور عالم غیب کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے۔

1.24.2۔ معتقدین:

اگر کوئی شخص اس عزیز الوجود شخصیت کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کی عدم توجہ بر بنائے انکار نہ ہو بلکہ عدم شناخت کی بنا پر لاعلمی کی وجہ سے ہو اور صرف ذکر حق کی طرف ہی مشغول اور متوجہ رہے۔ اسے محض خوش اعتقادی کی بدولت اس کے فیضان سے حظ وافر ہوتا رہتا ہے جس طرح آفتاب سے کائنات ازخود فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔ لیکن مخلصین ان کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

1.24.3۔ منکرین:

جو لوگ قلبی قسادت اور ازلی شقادت کی بنا پر اس ہستی کے ساتھ کدورت وعداوت رکھتے ہیں اور سرے سے ہی اس منصب کے منکر ہوتے ہیں اگرچہ وہ صاحب ذکر اور صوم وصلٰوۃ کے پابند ہی کیوں نہ ہوں رشد وہدایت اور ایمان کی حقیقت سے محروم ہوتے ہیں ان کے پاس اعمال صالحہ کی صورت ہوتی ہے حقیقت نہیں ہوتی وہ صورت نماز تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔ ایسی نماز کی بنیاد ریاکاری ہی ہوسکتی ہے۔ وہ ہستی افاضہ یا عدم افاضہ کا قصد نہ بھی فرمائے اس کے منکرین ومعترضین اس کے انکار اور اعتراض کی وجہ سے اس کے فیوض وبرکات سے قدرتی طور پر محروم رہتے ہیں۔

1.25۔ قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات:

جو لوگ قطب الارشاد کے ساتھ محض عقیدت و ارادت رکھتے ہیں خواہ ان سے شرف ملاقات حاصل نہ ہو ذکر و فکر سے غافل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ ان کے فیوض و برکات اور عنایات و حسنات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ جو مخلصین اور محبین کے لئے کامیابی اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مشکوۃ باب الحب فی اللہ)

1.26۔ امامین

ان کا ذکر اقسامِ قطب کے زیرِ عنوان آچکا ہے۔ وزیر یمین کا نام عبدالمالک اور وزیر یسار کا نام عبدالرب ہوتا ہے۔

1.27۔ اوتاد:

چار ہوتے ہیں۔ عالم کے چار رکن میں رہتے ہیں۔ کسی دور میں بھی ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں کثرتِ صیام، قیام اللیل، کثرت ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں نصف شب کے بعد استغفار۔ اور باطنی خصوصیات یہ ہیں: توکل، تفویض (سپردگی بخدا) ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ ان میں بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتداء کرتے ہیں۔

ان ہی میں سے ایک بزرگ ابن جدونؒ ایران میں گزرے ہیں یہ صاحب اجرت پر مہندی چھاننے کا کام کیا کرتے تھے۔ اوتاد میں سے ایک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مشرق کی حفاظت کرتا ہے، اس کی ولایت مشرق میں ہوتی ہے۔ دوسرا مغرب میں، تیسرا جنوب اور چوتھا شمال میں ولایت کا مرکز ہوتا ہے۔ ان کے معاملات کی تقسیم کعبۃ اللہ سے شروع ہوتی ہے۔ ان میں ایک خاص بات یہ ہے کہ کبھی اوتاد میں سے کوئی عورت بھی ہوتی ہے۔ ان چاروں کے القاب اور صفاتی نام یہ ہیں: عبدالحیٔ، عبدالعلیم، عبدالقادر اور عبدالمرید۔

1.28۔ عمد:

چار ہوتے ہیں۔ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔ سب کا نام محمد ہوتا ہے۔

1.29۔ غوث:

غوث ایک ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ اور ہوتا ہے اور مکہ میں رہتا ہے، بعض نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔

غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لے کر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو باری تعالیٰ اس کی قسم پوری فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا اویس قرنیؓ۔

1.30۔ مفرداں:

غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے۔

1.31۔ مکتوماں:

مکتوم تو مکتوم ہی ہوتے ہیں۔ (یعنی پوشیدہ اور چھپے ہوئے)

1.32۔ نجباء:

ستر ہوتے ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ سب کا نام حسن ہوتا ہے۔ یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں۔ ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے اور یہ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے۔ شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں چار ظاہری یعنی جواں ہمت، متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں اور چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر، اور حیا۔ اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔

ان پر ہر وقت حال کا غلبہ رہتا ہے۔ ان کو وہی لوگ پہچان سکتے ہیں جو ان سے مرتبہ میں اوپر ہوں۔ نیچے کے مرتبہ والے انہیں نہیں پہچان سکتے۔

1.33۔ نقباء:

تین سو ہوتے ہیں۔ ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے۔ یہ حقائق اشیاء اور اسرارِ نفوس کو آشکار کرتے ہیں۔ ان سے دس کام وابستہ ہیں چار ظاہر سے متعلق ہیں۔ یعنی کثرتِ عبادت، تحقیق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترک ارادہ) مع وقت مجاہدہ اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں، یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضات۔ ان تین سو کا ان ہی میں سے ایک امام ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اسی کے ذریعہ سے لیتے ہیں اور اسی کی اقتداء کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہوتا ہے۔

آسمان کے بارہ برج ہیں ہر ایک برج کی خصوصیات کا حامل ایک نقیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نقباء کرام کے ہاتھوں میں شریعت کے نازل کئے ہوئے علوم دے دئے ہیں۔ نفوس میں چھپی اشیاء اور آفات کا انہیں علم ہوتا ہے۔ ابلیس ان کے سامنے یوں منکشف ہوتا ہے کہ اس کی اس مخفی قوتوں کو بھی یہ جانتے ہیں جنہیں وہ خود نہیں جانتا۔ ان کے علم کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اگر کسی کے پیر کا نشان زمین پر دیکھیں تو انہیں اس نے نیک یا بد ہونے کا ان کو معلوم ہو جاتا ہے۔

۳۵۶ اولیاء اللہ ہمیشہ عالم سیر میں رہتے ہیں۔ قطب کے مرنے کے بعد نقیب اس کی جگہ لیتا ہے۔ نقیب کی جگہ نجیب لیتا ہے۔ قطب نجیب کی جگہ لیتا ہے۔ ابدال قطب کی جگہ لیتا ہے۔ اخیار ابدال کی جگہ لیتا ہے۔ ابرار اخیار کی جگہ لیتا ہے۔ ابرار کی تعداد جملہ خلائق میں سے پوری ہوتی ہے۔

(فوادرکنی از شرف الحق والدین احمد)

1.34۔ سالک مجذوب اور مجذوب سالک

جو شخص مقامات اول طے کرے پھر عالم غیب سے کشش کیا جائے وہ سالک مجذوب ہے اور جس کو پہلے کشش ہو پھر مقامات طے کرے وہ مجذوب سالک ہے۔ اول شخص کو محبّ اور دوسرے کو محبوب کہتے ہیں۔

1.35۔ قلندر

حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی ؒ نے فرمایا کہ قلندر اولیاء کرام کا ایک گروہ ہے جن کی عباداتِ نافلہ زیادہ نظر نہیں آتیں مگر وہ فرض عین میں کبھی مجرم نہیں ہوتے۔ یعنی تقویٰ کے معاملے میں ایک سانس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتے اور قلب میں حرام خوشیوں کے داخل ہونے سے سخت احتیاط کرتے ہیں۔ ہر لمحہ زندگی میں مالک پر فدا ہوتے ہیں۔ ان کا باطن اللہ سے غافل نہیں ہوتا چاہے لاکھوں کے مجمع میں ہوں، چاہے دو کے مجمع میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ساری کائنات ان کے لئے رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ با اخلاق ہوتے ہیں اور باخالق رہتے ہیں۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ با خدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

اصطلاح صوفیہ میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن میں اعمال قالبیہ یعنی اعمال ظاہرہ تو کم ہوتے ہیں۔ مگر اعمال قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اعمال قلبیہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جائے۔ قلب کی نگہداشت رکھی جائے کہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے۔ بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں مشغول رکھا جائے۔ قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ وحسد نہ ہو۔ سب کے ساتھ خیر خواہی ہو۔ سب کے حقوق ادا کئے جائیں۔ نعمتوں پر شکر ادا ہوتا رہے۔ خوشی وغمی میں دل اللہ تعالیٰ سے راضی رہے۔ اس کے سوا اور بہت سے اعمال قلبیہ ہیں۔

طریق قلندر کے دو جزو ہیں۔ ایک عمل جو حقیقت ہے طریق پارسائی کی اور دوسرا محبت۔ اور طریق قلندر ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اصطلاح متقدمین کے اعتبار سے راہ قلندر میں یہ بھی قید ہے کہ جس میں

اعمال ظاہرہ مستحبہ کی کمی ہو۔ بہت نفلیں اور وظائف نہ ہوں بلکہ محبت کی خاص رعایت ہو، یعنی تفکر اور مراقبہ زیادہ ہو۔ ایک اصطلاح اور ہے یعنی خواہ ان اعمال کی کثرت بھی ہومگر غلبہ آزادی کا ہو۔ لیکن خلق سے آزادی ہو نہ کہ خالق سے۔ قلندر کو دنیا کی وضع اور رسوم کی پرواہ نہیں ہو۔ نہ مصالح پر نظر ہوتی ہے اس کا دل صاف اور سادہ ہوتا ہے۔ اس کی بڑی مصلحت یہی ہوتی ہے کہ ایک کو لے کر سب کو ترک کر دو۔

قلندر کی صفات یہ ہیں کہ یہ صرف اجازت پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعت کی رخصت پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن عزیمت کے حقائق کے طلب گار نہیں بنتے۔ مال و دولت جمع کرنے سے بیزار رہتے ہیں۔ زیادہ کی حرص اور آرزو نہیں کرتے۔ ان کی روش عبادت گذار بندوں، عابدوں اور زاہدوں سے الگ تھلگ ہے۔ وہ اسی مسرت اور خوشدلی کو کافی سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو ہے اور مزید معرفت شناسی کی خواہش بھی نہیں رکھتے۔

(عوارف المعارف، ص۲۲۵)

1.36۔ ملامتی:

ملامتی وہ ہے جو اعمال میں کثرت تو کرتا ہے مگر ان کے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ وہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے اپنے اعمال چھپاتے ہیں اور رندوں کی سی وضع بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہجوم عوام سے ان کے اعمال میں خلل پڑتا ہے اس لئے عوام کو ڈاکو سمجھتے ہیں۔

بعض صوفیاء کا ارشاد ہے کہ ملامتی وہ ہے جو خیر کو ظاہر نہ کرے اور شر کو بھی نہ چھپائے۔ چونکہ ملامتی کے رگ و پے اخلاص سے لذت حاصل کرتے ہیں وہ سراپا صدق بن جاتے ہیں۔ اس لئے پسند نہیں کرتا کہ اس کے احوال و اعمال کی کسی کو خبر ہو۔

شیخ ابو زرعہؒ طاہر بن ابو الفضل المقدمی نے اپنے شیوخ کی اسناد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اخلاص کیا ہے؟ سرور کائنات ﷺ

نے جواب میں ارشاد فرمایا! میں نے جبرئیل (علیہ السلام) سے اخلاص کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رب العزت جل شانہٗ سے اخلاص کے بارے میں معلوم کیا تو رب العزت نے فرمایا کہ وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو میں اپنے بندوں میں سے اس شخص کے دل میں بطور امانت رکھ دیتا ہوں جس کو میں دوست رکھتا ہوں۔

ملامتی اخلاص کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور اخلاص کو لازم پکڑنے والے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے احوال واعمال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی میں ان کو لطف آتا ہے۔ اپنے احوال کو چھپانے کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر وہ ظاہر ہوجائیں تو یہ پریشان ہوجاتے ہیں۔ جیسے ایک گناہ گار اپنے گناہ کے ظاہر ہونے پر پریشان ہوتا ہے۔

(عوارف المعارف، ص۲۱۹)

1.37۔ مجذوب:

مجذوب وہ ہوتا ہے جس کی عقل اغلاط فاسدہ کے غلبہ سے یا کسی وارد غیبی کے غلبہ سے زائل ہوجائے مگر کبھی احوال وارادت کے غلبہ سے اخلاط میں بھی تغیر ہوجاتا ہے۔ اس لئے علت سے تو اس کی پہچان مشکل ہے۔ مجذوب کے پاس بیٹھ کر قلب کو آخرت کی طرف کشش ہوتی ہے۔ اس کی علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانے کے اہل بصیرت (محققین جامع شریعت و طریقت) اس شخص پر اعتراض نہ کرتے ہوں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر مجنون مجذوب ہی ہوتا ہے۔ اس میں ایک نکتہ ہے جس کی وجہ سے لوگ مجذوبوں کے طالب ہیں وہ یہ کہ مجذوب جو کچھ کہتا ہے وہی ہوجاتا ہے۔ حالانکہ اس کے کہنے سے نہیں ہوتا وہ منجانب اللہ ہوتا ہے یعنی جب کوئی کام منجانب اللہ ہونے والا ہوتا ہے تو ان کو اس کا انکشاف ہوجاتا ہے نہ کہ وہ کام اس کے کہنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ بھی کہتا ہو کام پھر بھی ہوجاتا۔ لوگ بلا وجہ مجذوبوں کے پاس اپنا وقت برباد کرتے ہیں۔ وہ نہ فائدہ دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اس سے نہ دین کا فائدہ ہے اور نہ دنیا کا۔ اس لئے کہ وہ تعلیم نہیں دیتا نہ نصیحت کرتا

ہے۔ دنیا کا فائدہ دعا سے ہوسکتا ہے اور مجذوب دعا نہیں دیتا کیونکہ وہ صاحب کشف ہوتا ہے صرف خبر دے سکتا ہے۔ ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں معاملہ میں اس طرح ہوگا تو اس کے مطابق دعا کرنا تو فضول اور بیکار ہے اور اس کے خلاف دعا کرنا تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے۔ بہر حال وہ لوگ دعا نہیں کرتے۔ البتہ کشف کی وجہ سے کچھ پیشین گوئی میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں معاملہ میں یوں ہوگا سوا گر وہ نہ بھی کہتے تب بھی ہوتا۔ اس طرح ہو جانا کچھ ان کے سبب نہیں ہوا۔

غرض مجذوب سے کسی طرح کا نفع نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے بزرگوں سے ہر طرح کا نفع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں تعلیم و نصیحت بھی ہوتی ہے اور دعا بھی۔ دین کا بھی نفع ہوتا ہے اور دنیا کا بھی۔ مجذوبوں کی فکر میں پڑنے سے نقصان ہوتا ہے کہ لوگ شریعت کو بیکار سمجھنے لگتے ہیں۔ شریعت کی عظمت و وقعت لوگوں کے دلوں سے جاتی رہتی ہے کیونکہ مجذوب مکلّف نہ ہونے کے سبب شریعت کا پابند نہیں ہوتا اور لوگ ان کو دیکھتے ہوئے خود بھی شریعت سے دور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مجذوب لوگ تو بوجہ عقل جاتی رہنے سے معذور ہیں۔ ان لوگوں میں عقل و سمجھ سب کچھ ہے اس لئے یہ معذور نہیں گناہ گار ہیں۔ البتہ مجذوب کو بُرا بھلا کہنا جائز نہیں۔ دعا تو سالک سے کرانی چاہئے ان کی دعاؤں کا اثر ہوتا ہے۔

مجذوب کی نظر کبھی تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہوتی ہے اور نہ ہو تو بڑی سے بڑی بات پر نہیں ہوتی۔ اس لئے جذب کی وجہ سے استغراقی کیفیت ان حضرات پر غالب رہتی ہے۔ اسی لئے ان کا فعل حجت نہیں۔ مجذوبوں کا مرتبہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہوتا وہ صرف معذور ہوتے ہیں۔

مجذوب مقبول ہوتے ہیں کامل نہیں۔ کیونکہ وہ اعمال سے محروم ہوتے ہیں اور ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے ورنہ ارواح کو عالم ارواح سے عالم اجسام میں نہ بھیجا جاتا۔ کیونکہ عالم ارواح میں ارواح حامل احوال تھیں، مگر حامل اعمال نہیں تھیں۔ چنانچہ ارواح میں محبت اس درجہ تھی کہ اس محبت ہی کی وجہ سے اللہ تعالٰی کی طرف سے بھاری امانت اٹھانے پر آمادہ ہوگئیں۔ اس کا منشا محبت و عشق ہی تھا۔ مجذوب کی خدمت اگر ہو سکے تو کر دے لیکن توجہ کا ان سے ہرگز طالب نہ ہو اور اگر ان کے حواس کی درستی میں شبہ ہو تو ان کی دی ہوئی چیز کو بھی نہ لے۔ اگر لے لے تو اس سے لقطہ کا معاملہ کرے۔

1.38۔ حواری:

یہ ہر دور میں صرف ایک ہوتا ہے۔ دوسرا کبھی نہیں ہوتا جب وہ مرتا ہے تو دوسرا اس کا جانشین بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حضرت زبیر بن عوام ؓ اس مقام پر متمکن تھے۔ حواری وہ ہوتا ہے جو سیف و حجت دونوں کے ذریعہ دین کی مدد کرتا ہے۔ اسے علم، عبادت اور دلیل عطا ہوتی ہے۔ تلوار، شجاعت اور جرأت کا بھی وہ شاہکار ہوتا ہے۔ وہ شریعت کے قیام میں دلیل ہوتا ہے۔

1.39۔ رجبی:

یہ ہر دور میں چالیس ہوتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر عظمت الٰہی کا حال طاری رہتا ہے۔ ان کو رجبی اس لئے کہتے ہیں کہ اس مقام کا حال رجب کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک طاری رہتا ہے پھر یہ کیف و مستی ختم ہو جاتی ہے۔ اگلے سال رجب میں پھر ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ یہ مختلف شہروں میں پھرتے ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ مگر اس راہ کے دوسرے سالکین ان کو کم پہچانتے ہیں۔ یہ زیادہ تر یمن، شام اور دیار بکر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

رجبی حضرات رجب کی پہلی تاریخ کو یوں محسوس کرتے ہیں گویا ان پر آسمان گر گیا ہو۔ اتنا بوجھ محسوس کرتے ہیں کہ نہ آنکھ جھپک سکتے ہیں اور نہ کسی عضو کو حرکت دے سکتے ہیں۔ پہلے دن تو لیٹے رہتے ہیں نہ قیام کرتے ہیں نہ قعود، نہ ہاتھ ہلاتے ہیں نہ پاؤں، دوسرے دن یہ بوجھ تھوڑا سا کم ہوتا ہے۔ تیسرے دن بہت کم ہو جاتا ہے اور ان پر کشف اور تجلی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ غیب کی باتوں کا مشاہدہ کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس عرصہ میں وہ چادر اوڑھے لیٹے رہتے ہیں۔ دو یا تین دنوں کے بعد بولتے ہیں۔ وہ خود کلام کرتا ہے اور اس سے کلام کیا جاتا ہے۔ جب مہینہ کا ختم ہوتا ہے اور شعبان شروع ہوتا ہے تو یہ مرد حق اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا ابھی آزاد ہوئے ہیں۔ جب ان پر یہ حال ختم ہوتا ہے تو وہ روزگار اور تجارت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اللہ چاہے تو کچھ حال باقی رہ جاتا ہے۔ ان کے اس حال کا سبب کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔

(جامع کمالات اولیاء)

1.40۔ ختم:

یہ ہر دور میں ساری دنیا میں ایک ہوتا ہے۔ ایسی ہستی پر اللہ تعالیٰ ولایت محمدی (ﷺ) کا خاتمہ فرماتے ہیں۔ اولیاءِ محمدی میں سے ان سے بڑی ہستی اور کوئی نہیں ہوتی۔ ایک ختم آخر میں بھی ہوں گے جن پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری ولی تک کی ولایت ختم ہوگی۔ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہی خاتم الاولیاء ہیں، دورہ ٔ فلک کے بھی وہ ختم تھے۔ قیامت کو اسی لئے ان کے دو حشر ہوں گے ایک حشر بحیثیت امت محمدی میں شمولیت کے اور ایک حشر بطور رسول کے ہوگا۔

1.41۔ رجال الغیب

یہ دس حضرات ہوتے ہیں، کم و پیش نہیں ہوتے، ہمیشہ ان کے احوال پر انوار الٰہی کا نزول رہتا ہے۔ یہ اہل خشوع ہوتے ہیں اور سرگوشی میں بات کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ زمین و آسمان میں چھپے رہتے ہیں۔ ان کی مناجات صرف حق تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ ان کے شہود کا مرکز بھی وہی ذات بے مثال ہوتی ہے۔

یہ بہت زیادہ حیادار ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو بلند آواز میں سنتے دیکھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں اور خوف سے کانپنے لگتے ہیں۔ اہل اللہ جب بھی لفظ رجال استعمال کرتے ہیں تو ان کا مطلب یہی لوگ ہوتے ہیں۔ کبھی اس لفظ سے وہ انسان بھی مراد لئے جاتے ہیں جو نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ کبھی رجال الغیب سے نیک اور مومن جن بھی مراد لئے جاتے ہیں۔ کبھی ان لوگوں کو بھی رجال الغیب کہہ دیا جاتا ہے جو علم ورزق محسوس حسی دنیا سے نہیں لیتے بلکہ غیب کی دنیا سے علم ورزق حاصل کرتے ہیں۔

(جامع کمالات اولیاء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

تم اپنے بھائی کی مدد کرو،

خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم.

مظلوم کی مدد ظلم سے

چھڑوانا اور ظالم کی

مدد اسے ظلم سے

باز رکھنا ھے

باب دوم

(سابقہ امتوں کے اولیاء کے واقعات)

2.1 ۔ ایک بچے کے ایمان کی آزمائش

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اب میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ کسی بچے کو مجھے سونپ دو تا کہ میں اس کو جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین بچے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا جب اس جادوگر کے پاس جاتا تھا تو اس کے راستے میں ایک راہب کا گھر پڑتا تھا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی کبھی وعظ میں مشغول ہوتا تھا۔ یہ لڑکا اس کے پاس کھڑا ہو جاتا اور اس کے عبادت کے طریقے کو دیکھتا اور اس کا وعظ سنتا۔ جادوگر کے پاس سے واپس آتے ہوئے بھی وہ راہب کے پاس رک جاتا تھا۔ وہ جادوگر کے پاس بھی دیر سے پہنچتا تھا اور اسی طرح گھر بھی دیر سے پہنچتا تھا جس سے جادوگر اور اس کے گھر والے دونوں ناراض ہوتے تھے۔ ایک دن اس بچے نے راہب سے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ راہب نے کہا کہ جب جادوگر تم سے پوچھے کہ کیوں دیر لگی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا۔ اور اگر گھر والے دیر سے آنے کا پوچھیں تو کہہ دینا کہ جادوگر نے روک لیا تھا۔ یوں ہی ایک عرصہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا اور دوسری طرف کلام اللہ اور اللہ کا دین سیکھتا تھا۔

ایک دن اس نے دیکھا کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اور اس نے لوگوں کی آمد ورفت بند کر رکھی ہے۔ دونوں طرف لوگ حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ معلوم کرے کہ راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کے اس جانور پر پھینکا اے اللہ! تیرے نزدیک اگر راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے عمل سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے۔ تا کہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں نے آنا جانا شروع کر دیا۔

پھر اس بچے نے جا کر راہب کو واقعہ کی خبر دی۔ اس نے کہا! پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے۔ اب اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہو گی۔ اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو میری خبر نہیں کرنا۔ اب اس بچے کے پاس حاجت مندوں کا تانتا لگ گیا۔ اس کی دعا سے مادرزاد اندھے، کوڑھی جزامی، اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کو اس کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بڑے تحفے تحائف لے کر اس بچے کے پاس

حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب تحائف تمہارے ہیں۔ اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللّٰہ واحد لا شریک لہٗ ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس نے اقرار کرلیا۔ بچہ نے اس وزیر کے لئے اللہ سے دعا کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی اور اس کی بینائی ٹھیک ہوگئی۔ دوسرے دن وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور اندھا ہونے سے پہلے جس طرح کام کرتا تھا ویسے کرنے لگا۔ اس کی آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ تمہاری آنکھیں کیسے ٹھیک ہوئیں۔ اس نے کہا کہ میرے رب نے شفا دی۔

بادشاہ نے کہا! ہاں! یعنی میں نے۔

وزیر نے کہا! نہیں بلکہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔

بادشاہ نے کہا! کیا میرے سوا تمہارا اور بھی کوئی رب ہے۔

وزیر نے کہا! ہاں! میرا اور تمہارا رب عزوجل ہے۔

اب اس نے اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور اسے طرح طرح کی تکلیف اور اذیتیں دینے لگا۔ اس سے پوچھنے لگا کہ یہ تعلیم تمہیں کس نے دیں۔ آخر ظلم سے تنگ آ کر اس نے بتا دیا کہ میں نے اس بچے کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا ہے۔

اس نے اس بچے کو بلا کر کہا کہ اب تو تم جادو میں اتنے ماہر ہو کہ اندھوں کو بینا کرنا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ غلط ہے نہ تو میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں اور نہ مجھے جادو آتا ہے۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔

بادشاہ کہنے لگا! ہاں! میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ میں ہی تو تمہارا خدا ہوں۔

بچے نے کہا! ہرگز نہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تو میرے سوا کسی اور رب کو مانتا ہے۔

بچے نے کہا! ہاں! میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

بادشاہ نے اب اس بچے کو بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ اس سے راہب کا پتہ بھی لگالیا۔

بادشاہ نے راہب کو بلا کر کہا کہ اسلام کو چھوڑ دو اور اس دین سے پلٹ جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دئے جائیں۔ پھر اسے دو ٹکڑے کر کے مار دیا۔ پھر اس نوجوان بچہ سے کہا کہ تم بھی اسلام کو چھوڑ دو۔ اس نے پھر انکار کیا تو بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اگر اسلام سے نہ پلٹے تو پہاڑ کی بلند چوٹی سے دھکا دے کر نیچے گرا دو۔ چنانچہ سپاہی اس کو پہاڑ پر لے گئے اور اسے وہاں سے دھکا دینا چاہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی

'' اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ '' اے اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔

اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ تمام سپاہی پہاڑ سے نیچے لڑھک گئے صرف وہ بچہ زندہ بچ گیا۔ وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا ہوا میرے سپاہی کہاں ہیں؟ بچے نے کہا! میرے اللہ نے مجھے بچالیا۔ بادشاہ نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا! اس کو ایک کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچ سمندر میں ڈبو دو۔ سپاہی بچے کو لے کر چلے اور بیچ سمندر میں پہنچ کر جب بچے کو سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس بچے نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی!

'' اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ '' اے اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔

سمندر سے ایک موج اٹھی اور سارے کے سارے سپاہی اس موج کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ باقی رہ گیا۔ وہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میرے رب نے مجھے ان سے بچالیا۔

اس نے کہا! اے بادشاہ تو چاہے تو اپنی تمام تر کوششیں کر کے دیکھ لے تو مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہاں! جس طرح میں کہوں اس طرح تو کرے تو میری جان نکل سکتی ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا کروں۔ بچے نے کہا کہ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو پھر کھجور کے تنے پر مجھے سولی چڑھا کر میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور یہ کہہ کر مجھے مارو

'' بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ '' (یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے)

وہ مجھے لگے گا اوراس سے میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا۔ تیر بچے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہوگیا۔

اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی پر یقین آ گیا۔ ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم اس بچے کے دین پر ایمان لائے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ اور اس کے ساتھی اور بھی گھبرا گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس لڑکے کی ترکیب ہم سمجھ ہی نہ پائے۔ دیکھئے اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ایمان لے آئے۔ ہم نے اس لئے اس کو قتل کیا تھا کہ کہیں اس کا مذہب پھیل نہ جائے لیکن وہ ڈر تو ہمارے سامنے آ گیا اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

بادشاہ نے کہا کہ اب یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ اور ان میں لکڑیاں بھر کر آگ لگا دو۔ جو اسلام سے پھر جائے تو اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے تو اسے آگ میں پھینک دو۔ ان مسلمانوں نے صبر کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کرلیا۔ لوگ آگ میں کود کود کر گرنے لگے۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے کہا! اماں! کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اگ میں کود جاؤ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

قُتِلَ أَصۡحَابُ الۡأُخۡدُودِ (4)النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُودِ (5)إِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُودٌ (6)
وَهُمۡ عَلَى مَا يَفۡعَلُونَ بِالۡمُؤۡمِنِينَ شُهُودٌ (7)

(سورۃ البروج: ۷ ۔ ۴)

خندقوں والے ہلاک کئے گئے، وہ ایک آگ تھی ایندھن والی، یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے، مسلمانوں نے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔

(تفسیر ابن کثیرؒ، جلد چہارم، ص۶۳۲۔ ۶۳۰)

(تھوڑے الفاظ کے فرق سے یہ حدیث صحیح مسلم اور سنن نسائی میں بھی موجود ہے۔)

امام محمد بن اسحاقؒ نے اس قصہ کو دوسری طرح سے بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے:

آپ لکھتے ہیں کہ نجران کے لوگ بت پرست مشرک تھے۔ نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں ایک جادوگر رہتا تھا۔ وہ نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے۔ انہوں نے نجران اور اس گاؤں کے درمیان اپنا پڑاؤ ڈالا۔ شہر کے لوگ جو جادوگر سے جادو سیکھنے آتے تھے ان میں عبداللہ نامی ایک تاجر کا بیٹا بھی تھا۔ وہ آتے جاتے راہب کو عبادت کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ وہ اس پر غور وخوض کرتا تھا اور اس کے دل میں اس مذہب کی سچائی گھر کرتی جارہی تھی۔ پھر اس نے اس راہب کے پاس آنا جانا شروع کردیا اور مذہبی تعلیم حاصل کرنی شروع کردی۔ کچھ دنوں بعد وہ اس مذہب میں داخل ہوگیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ وہ توحید کا پابند ہوگیا۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین بھی اچھی طرح سے حاصل کرلیا۔ وہ راہب اسم اعظم بھی جانتا تھا۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ راہب اسے اسم اعظم بتادے لیکن اس نے انکار کردیا اور کہا کہ ابھی تم میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ تم اس کا بوجھ سہار سکو۔ ابھی تمہارا دل کمزور ہے اس کے لئے طاقت چاہئے۔ عبداللہ کے باپ تامر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہونے کی بالکل خبر نہیں تھی وہ تو اپنے نزدیک یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے۔

عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھا رہے، استاد کو میری کمزوری کا خوف ہے۔ تو ایک دن انہوں نے تیر لئے اور جتنے نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا اور پھر آگ جلا کر بیٹھ گیا۔ ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کردیا۔ جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل گیا۔ اس پر آگ کو کوئی اثر نہیں ہوا۔

اس نے سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے۔ وہ اپنے استاد کے پاس آئے اور ان سے کہا! حضرت مجھے اسم اعظم کا علم ہوگیا ہے۔ استاد نے پوچھا کہ بتاؤ کیا ہے۔ انہوں نے بتادیا۔ راہب نے پوچھا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تو انہوں نے سارا قصہ بیان کردیا۔ استاد نے کہا کہ تم نے خوب معلوم کرلیا واقعی یہی اسم اعظم ہے۔ اسے اپنے تک ہی رکھنا۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم اسے چھپا نہیں سکو گے۔

ان کی یہ حالت ہوئی کہ جب یہ نجران میں آئے۔ یہاں جس بیمار پر، جس دکھی پر اور جس ستم رسیدہ پر ان کی نظر پڑی، اس سے کہتے کہ اگر تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ اور اسلام قبول کرلو تو میں اپنے رب سے دعا کروں گا وہ

تمہیں شفا دے گا اور اس تکلیف یا مصیبت سے تمہیں نجات مل جائے گی۔ اگر وہ اسے قبول کر لیتا تو یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے ۔ اللہ تعالیٰ اسے بالکل ٹھیک اور صحت مند کر دیتا۔ اب نجرانیوں کا ان کے پاس مجمع لگا رہتا تھا۔ گروہ کے گروہ اسلام قبول کرتے اور اپنے امراض سے شفایاب ہوتے ۔

آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے انہیں بلا کر دھمکی دی کہ تو نے میری رعایا کو بگاڑ دیا ہے۔ میرے اور میرے باپ دادا کے مذہب پر حملہ کیا ہے۔ میں اس کی سزا میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر راستے پر ڈال دوں گا۔ عبداللہ بن تامر نے کہا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اسے پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا لیکن وہ نیچے گر کر بھی صحیح سلامت رہے۔ ان کے جسم پر کہیں چوٹ نہیں آئی۔ پھر بادشاہ نے انہیں نجران کے طوفان خیز دریا میں ڈالا جہاں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔ لیکن یہ وہاں سے بھی صحیح سلامت واپس آ گئے۔ غرض وہ جب ہر طرح سے عاجز آ گیا تو پھر عبداللہ بن تامر نے فرمایا! اے بادشاہ! تو میرے قتل پر کبھی قادر نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے، اگر تو یہ کر لے تو تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے عبداللہ بن تامر کا بتایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو ہلکا سا مارا تو وہ اسی سے شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مر گیا۔

اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا کر دیا کہ عبداللہ بن تامر کا دین سچا ہے۔ چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے جو اس وقت کا صحیح دین اسلام تھا۔ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ پھر ایک یہودی ذونواس نے لشکر لے کر عیسائیوں پر چڑھائی کر دی اور ان پر غالب آ گیا۔ اس نے سب سے کہا کہ یہودیت قبول کر لو یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے قتل ہونا منظور کیا۔ اس نے خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلوائی اور جو یہودی ہونے سے انکار کرتا اس کو اس خندق میں ڈال کر جلا دیا جاتا۔ بعض لوگوں کو قتل کیا گیا اور بعض کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان کاٹ دئے گئے۔

اس نے اس طرح تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ O (سورۃ البروج ۔ ۴)

﴿ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے ﴾

ذونواس کا اصل نام زرعہ تھا۔ اس کی بادشاہت کے زمانے میں اسے یوسف کہا جاتا تھا۔ اس کے باپ کا نام بیان اسعد ابی کریب تھا جو تبّع قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے یثرب میں جنگ کی تھی۔ ایک دفعہ اس نے خانہ کعبہ پر غلاف بھی چڑھایا تھا۔ اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے۔ یمن کے لوگ انہی کے ہاتھوں یہودی ہو گئے تھے۔ ذونواس نے ایک ہی دن میں صبح کے وقت گھاٹیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کر دیا تھا۔

ان میں سے صرف ایک ہی شخص بچ نکلا جس کا نام دوس ذی ثعلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اس کو پکڑنے کے لئے بادشاہ نے گھوڑے دوڑائے لیکن وہ ہاتھ نہیں آیا۔ وہ سیدھا قیصر روم کے پاس پہنچ گیا۔ قیصر نے حبشہ کے نجاشی کو خط لکھا۔ دوس وہاں سے حبشہ کے عیسائیوں کی فوج لے کر یمن آیا، وہاں کے سردار ارباط اور ابرہہ تھے۔ یہودیوں کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں ان کو شکست ہوئی اور یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ذونواس اپنی جان بچا کر بھاگا لیکن وہ سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ ستر سال تک یہاں عیسائیوں کا قبضہ رہا۔ پھر سیف بن ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ کی مدد سے اس پر چڑھائی کر دی اور حمیری سلطنت قائم کر لی۔ جس کا ذکر سورۃ الفیل میں کیا گیا ہے۔

سیرت ابن اسحاق میں لکھا ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں ایک بنجر اور غیر آباد زمین اپنے کسی کام سے کھودی تو اس میں ایک قبر نکلی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عبداللہ بن تامر ؓ کی جسد ہے جو بالکل محفوظ ہے۔ آپ بیٹھی ہوئی حالت میں ہیں اور اور سر پر چوٹ کی جگہ ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ جب ان کا ہاتھ ہٹایا گیا ہو اس میں سے خون بہنے لگا۔ ہاتھ واپس رکھا گیا تو خون بند ہو گیا۔ جب بھی ان کا زخم پر سے ہاتھ ہٹایا جاتا تو تازہ خون بہنا جاری ہو جاتا اور جب اس زخم پر ان کا ہاتھ رکھ دیا جاتا تو خون بہنا بند ہو جاتا تھا۔ ان کے ہاتھ کی ایک انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر ''ربی اللّٰہ'' کندہ ہوا تھا۔ یعنی میرا رب اللہ ہے۔

واقعہ کی اطلاع امیر المومنین حضرت عمر ؓ کو دی گئی۔ حضرت عمر ؓ نے حکم دیا کہ انہیں اسی طرح سے رہنے دو اور ان کے اوپر سے جو مٹی ہٹائی ہے۔ اس کو واپس ڈال کے جگہ کو بے نشان کر دو۔ پھر ایسا ہی کیا گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ؒ ج۴ص ۶۳۴ ۔ ۶۳۲)

2.2 ۔ ایک بدکار شخص اور باعصمت لڑکی کا واقعہ (حدیث الکفل)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص گزرا ہے جس کا نام کفل تھا۔ اس کا ایک واقعہ حدیث کی کتابوں میں نقل ہوا ہے جو '' حدیث الکفل '' کے نام سے مشہور ہوا۔

اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سات مرتبہ سے زیادہ سنا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کفل اتنا بڑا مجرم صفت انسان تھا کہ کوئی گناہ اس سے نہیں چھوٹا تھا۔ وہ چھوٹے بڑے ہر گناہ کرلیا کرتا تھا۔ ایسے ہی وہ اپنی خبیث عادت کے تحت ایک دن ایک بے گناہ مجبور عورت کے پاس آیا جو اپنی غربت وافلاس کی وجہ سے اپنی بچوں کے ساتھ فقر وفاقہ میں مبتلا تھی۔ کفل نے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا اور اس مسکین عورت سے ساٹھ دینار ایک رات کا معاوضہ طے کرلیا۔

جب وہ تنہائی میں اپنی برے کام کے ارادے سے تیار ہوا تو وہ باعصمت لڑکی تھر تھر کانپنے لگی اور اس کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ کفل حیران ہوکر پوچھنے لگا کہ اس ڈر خوف اور دہشت کی کیا وجہ ہے۔

اس پاک باز، شریف النفس لڑکی نے اپنی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا ! مجھے اللہ کے عذاب کا خیال ہے اس کام کو ہمارے پیدا کرنے والے رب نے حرام کیا ہے۔ یہ فعل بد ہمارے مالک ذالجلال کے سامنے ہمیں ذلیل ورسوا کرے گا۔ یہ فعل اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری ہے۔

واللہ! میں نے کبھی بھی اللہ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کی۔ ہائے حاجت ومجبوری، فقر وفاقہ، بے صبری اور بے استقلالی نے یہ برا دن دکھایا۔ جس کی لونڈی ہوں اس کے سامنے اس کے دیکھتے ہوئے اس کی نافرمانی کرنے پر آمادہ ہوگئی ہوں اور اپنے عصمت بیچنے اور اپنے دامن پر دھبہ لگانے کے لئے تیار ہوگئی ہوں۔

لیکن اے کفل! خدائے لازوال کا خوف مجھے کھائے جارہا ہے۔ اس کے عذاب کا کھٹکا کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ ہائے! آج کا دو گھڑی کا لطف صدیوں خون تھکوائے گا اور عذاب کا لقمہ بنائے گا۔

اے کفل! اللہ کے لئے اس بدکاری سے باز آجا، اپنی اور میری جان پر رحم کر۔ آخر اللہ کو منہ دکھانا ہے۔

اس لڑکی کی اس پُر اثر باتوں نے کفل کے دل پر گہرا اثر کیا۔ جو بات سچی ہو تو وہ دل پر بھی اثر کرتی ہے۔ گناہ پر ندامت اور شرمندگی ہر طرف سے گھیر لیتی ہے۔ عذاب الٰہی کی خوفناک شکلیں ایک دم سے سامنے آ کر ہر طرف سے نظر آنے لگتی ہیں۔ پھر عذاب کے خوف سے جسم بے جان ہو جاتا ہے، قدم بھاری ہو جاتے ہیں، دل تھرا جاتا ہے۔ ایسا ہی کفل کے ساتھ بھی ہوا۔ اس کو اپنی تمام سیاہ کاریاں یاد آ کر نظروں میں گھومنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس نے کہا! اے پاک باز لڑکی! تو محض ایک گناہ پر جو ابھی تو نے کیا نہیں ہے اپنے رب ذوالجلال سے اس قدر خوفزدہ ہے۔ ہائے میری تو ساری زندگی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں میں گزری ہے۔ میں نے اپنے منہ کی طرح اپنے اعمال نامے کو بھی سیاہ کر لیا ہے۔ میں نے خوف خدا کو اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیا۔ میں نے عذاب الٰہی کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ ہائے! میرا مالک مجھ پر بہت ناراض ہوگا۔ اس کے عذاب کے فرشتے میری تاک میں بیٹھے ہوں گے۔ جہنم کی غیظ و غضب اور قہر آلود نگاہیں میری طرف ہوں گی۔ میری قبر کے سانپ، بچھو میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ مجھے تو تیری نسبت زیادہ ڈرنا چاہئے۔ نہ جانے میدان حشر میں میرا کیا حال ہوگا۔

اے بزرگ عورت! تو گواہ رہ۔ میں آج سے تیرے سامنے اپنے تمام گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہوں اور آئندہ اپنے رب کی ناراضگی کا کوئی کام نہیں کروں گا۔ میں نے وہ رقم تمہیں اللہ کے واسطے دی۔ میں اپنے ارادے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باز آتا ہوں۔ پھر وہ رو رو کر اپنے رب سے توبہ و استغفار کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی رات اس کا انتقال ہو گیا۔ صبح کو لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتاً لکھا ہوا ہے:

" ان اللّٰه قد غفر الكفل "

یعنی اللہ نے کفل کے گناہ معاف کر دئے۔

(جامع ترمذی)

2.3 ۔ جریج کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا جس کا نام جریج تھا۔ اس نے عبادت کے لئے ایک معبد خانہ تعمیر کیا ہوا تھا۔ ایک دن وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی والدہ نے اس کو آواز دی۔ اے جریج! مجھ سے کلام کرو۔ مگر جریج نماز پڑھتا رہا اور اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ یا اللہ! ایک طرف نماز ہے اور دوسری طرف والدہ ہے اب کیا کروں۔ نماز پڑھتا رہوں یا والدہ کی بات سنوں۔ پھر وہ نماز میں ہی مصروف رہا۔

والدہ نے دیکھا کہ جریج نماز میں مشغول ہے اور میری طرف توجہ نہیں دے رہا تو وہ چلی گئی۔ دوسرے دن جب وہ جریج کے پاس اس کے عبادت خانہ آئی وہی صورتحال پھر پیش آئی۔ وہ پھر واپس لوٹ گئی۔ تیسرے دن وہ پھر آئی تو دیکھا کہ جریج پھر نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے جریج کو آواز دی لیکن وہ نماز میں اس قدر مشغول تھے کہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ماں غصہ میں آ کے واپس لوٹ گئی اور اپنے بیٹے کو بد دعا دی کہ اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ کسی بدکار کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج کی ماں کی دعا قبول ہوئی۔

ہوا یوں کہ ایک دن جریج عبادت میں مصروف تھا کہ اس کی قوم میں سے ایک بدکار عورت اس کے پاس آئی اور اس سے بدکاری کرنے کو کہا۔ جریج نے انکار کر دیا۔ وہ غصے میں چلی گئی اور ایک چرواہے سے جا کر اپنی خواہش پوری کر لی جس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ اس نے بچہ جنا تو قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ اس عورت نے جریج کا نام لیا۔ لوگوں نے غصہ میں آ کر اس عابد (جریج) کو خوب مارا اور اس کا عبادت خانہ بھی گرا دیا۔

جریج نے پوچھا کہ بھائیو! کیا بات ہے؟ مجھے کیوں مار رہے ہو؟

انہوں نے کہا کہ تم نے اس عورت کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور اس نے ایک بچے کو جنم دیا ہے۔

جریج نے کہا! اس بچے کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ بچے کو جریج کے پاس لے آئے۔ اس نے اللہ سے دعا کی اور بچے کے پیٹ کو ہاتھ سے ٹھوکا اور اس سے پوچھا!

یا غلام! (اے بچے) **من ابو ک؟** تیرا باپ کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوت گویائی بخشی۔ وہ بولا! **ابی فلان الراعی** (میرا باپ فلاں چرواہا ہے)

جریج کی یہ کرامت دیکھ کر لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور انہوں نے جریج سے معافی مانگی۔ اس سے کہا کہ ہم تمہارا عبادت خانہ سونے، چاندی سے بنا دیتے ہیں۔ لیکن جریج نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے بس مٹی کا ہی بنوا دیں۔ (صحیح مسلم)

2.4 ۔ تین مصیبت زدہ مسافروں کا واقعہ

صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ تین دوست سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں بارش شروع ہوگئی اور وہ ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ جوں ہی وہ غار میں داخل ہوئے تو ایک چٹان آ کر گری اور غار کا دہانہ بند ہوگیا۔ وہ لوگ یہ دیکھ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے نجات پانے کا یہ طریقہ ہے کہ ہم اپنے سب سے اچھے عمل کا اللہ تعالیٰ کو واسطہ دے کر اس سے دعا کریں، شاید وہ ہماری پریشانی دور کر دے۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر یہ دعا کہ اے اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا جس نے ایک فرق (تین صاع= تقریباً پانچ کلو) چاول کی مزدوری پر کام کیا تھا لیکن وہ شخص غصہ میں آ کر چلا گیا تھا اور چاول چھوڑ گیا تھا۔ میں نے اس کے چاول کی کاشت کر دی تھی۔ اس کی پیداوار میں اتنا کچھ ہوا کہ میں نے اس سے گائے بیل خرید لئے۔ اس کے کافی دنوں کے بعد وہی شخص مجھ سے اپنی مزدوری مانگنے آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ گائے بیل کھڑے ہیں یہ سب لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ میرا تو صرف ایک فرق (۵کلو) چاول کا حق ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ سب گائے بیل لے جا کیونکہ یہ اسی ایک فرق کی آمدنی ہے۔ آخر وہ گائے بیل لے کر چلا گیا۔ پس اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ ایمانداری میں نے صرف تیرے ڈر سے کی تھی تو اس غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ وہ پتھر اسی وقت کچھ سرک گیا۔

پھر دوسرے نے اسی طرح دعا کی! اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میرے والدین بہت بوڑھے ہو چکے تھے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں چرواہا تھا، میں شام کو گھر آ کر سب سے پہلے دودھ دوھ کر ان کو پیش کرتا تھا۔ ایک دن چارے کی تلاش میں میں دور تک نکل گیا اور شام تک واپس اپنے والدین تک نہ پہنچ سکا۔ جب میں دودھ لے کر ان کے پاس پہنچا تو وہ سو چکے تھے۔ میں نے والدین کو پلانے سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو دودھ پلانا

گوارا نہ کیا۔ میں ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ صبح صادق ہوگئی اور وہ بیدار ہوگئے اور انہوں نے دودھ پیا۔

اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اس پر وہ چٹان ایک جگہ سے تھوڑی اور سرک گئی۔

پھر تیسرے شخص نے یوں دعا کی! اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے بہت زیادہ محبوب تھی۔ میں نے ایک بار اس سے صحبت کرنی چاہی اس نے انکار کر دیا۔ مگر وہ اس شرط پر تیار ہوگئی کہ میں اسے سو اشرفیاں لا کر دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے کے لئے کوشش کی، آخر وہ مجھے مل گئیں۔ میں اس کے پاس آیا اور وہ رقم اس کے حوالے کر دی۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ چکا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور مہر کے بغیر حق کو نہ توڑو۔ میں یہ سنتے ہی کھڑا ہوگیا اور سو اشرفیاں بھی واپس نہیں لیں۔ پس اگر تیرے علم میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہماری مشکل آسان کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل دور کر دی اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔ (صحیح بخاری)

2.5 ۔ بنی اسرائیل کے ننانوے افراد کے قاتل کی توبہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص چوری، ڈکیتی اور قتل کرنے میں بہت مشہور تھا۔ وہ بہت معمولی معمولی باتوں پر آدمیوں کو قتل کر دیتا تھا۔ اس نے جو افراد قتل کئے ان کی تعداد ننانوے (۹۹) ہوگئی۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ مجھے تو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ میں ان لوگوں کے قتل کی کیا وجہ پیش کروں گا۔ یہ فکر اس پر سوار ہوگئی اور وہ بہت بے چین رہنے لگا۔ اس نے لوگوں سے معلومات حاصل کرنی شروع کی کہ کیا میری بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس نے سوچا کہ کسی عالم سے ملاقات کر کے اس سے یہ معلوم کیا جائے۔

اس نے ایک شخص کے پاس جا کر مسئلہ معلوم کیا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے اور میری مغفرت ہوسکتی ہے۔ اس نے کہہ دیا کہ جو شخص ننانوے انسانوں کو جان سے مار سکتا ہے تو اس کی مغفرت کہاں سے ہوگی۔ قاتل کو اس کے جواب پر غصہ آ گیا اور اس نے غصہ میں آ کر کہا کہ جب توبہ قبول نہیں ہوگی تو میں سو

پوری کر لیتا ہوں اور اسے بھی قتل کر دیا۔ ان اس کے قتل کی تعداد سو (۱۰۰) ہوگئی تھی۔ اس نے اسے قتل تو کر دیا لیکن دل میں تر ددر ہا کہ میں نے اس کو خواہ مخواہ قتل کر دیا۔ اس کے دل میں آیا کہ کوئی نہ کوئی صورت ہوسکتی ہے کہ میری مغفرت ہوجائے۔ وہ پھر سے جستجو میں لگ گیا۔ اس نے لوگوں نے معلوم کرنا شروع کر دیا کی روئے زمین میں کہیں بھی کوئی سب سے بڑا عالم ہے جس کے پاس جا کر میں مسئلہ معلوم کرسکوں۔

آخر لوگوں نے بتایا کہ فلاں جگہ ایک عالم رہتا ہے تم اس سے جا کر معلوم کرو۔ چنانچہ وہ اس عالم کے پاس گیا اور اپنی زندگی کی تمام کارگزاری سنائی اور بتایا کہ میں نے سو قتل کیئے ہیں۔ عالم سے پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا ! تمہارے گناہ معاف کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا رکاوٹ ہے۔ اللہ کی رحمت کا سمندر تم جیسے گناہ گاروں کے گناہوں سے کہیں بڑا اور وسیع ہے۔ عالم نے مشورہ دیا کہ تم فلاں جگہ سفر کر کے جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے رہتے ہیں ان کا مشغلہ صرف اللہ کی عبادت ہے۔ تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور نادم ہوکر اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ ان شاءاللہ تمہاری مغفرت ہوجائے گی۔

وہ اس بستی کی طرف چل پڑا جب آدھے رستے پر پہنچا تو موت کے فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لئے آ گئے۔ اب اس کی روح لے جانے کا مسئلہ کھڑا ہو کہ اس کی روح رحمت کے فرشتے لے کر جائیں گے یا عذاب کے فرشتے۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لے جانے کے ہم حقدار ہیں اس لئے کہ یہ گناہوں سے تائب ہوکر نیک لوگوں کے پاس عبادت کے لئے جا رہا تھا۔ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لے جانے کا حق ہمارا ہے کیونکہ اس شخص نے ابھی کوئی نیک کام شروع نہیں کیا ہے۔ اس کی پوری زندگی معصیت میں گزری ہے۔ اس دوران آسمان سے انسانی شکل میں ایک فرشتہ آیا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اس فرشتے نے آکر ان دونوں فرشتوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی مسافت کو ناپ کر دیکھ لو کہ جہاں سے آرہا ہے یہ اس کے قریب ہے یا جہاں جارہا ہے اس کے قریب ہے جس طرف کی مسافت کم ہو یہ ان میں شمار کیا جائے۔ چنانچہ جب دونوں طرف کی زمین کو ناپ کے دیکھا گیا تو یہ ایک بالشت اس مقام کے قریب تھا جہاں یہ نیک لوگوں میں جارہا تھا لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ اسے رحمت کے فرشتے لے کر جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مغفرت کا اعلان ہوگیا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

2.6 ۔ آصف بن برخیاؒ کے اخلاص کا رنگ

دنیا میں انسان ایسے کام بھی کر لیتا ہے جو جنات بھی نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم میں قصہ بیان ہوا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ بلقیس کا تخت منگوانا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خاص مصاحبین سے کہا!

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ O

(سورۃ النمل ۔ ۳۸)

اے میرے امراءاور مشیرو اور وزیرو! تم میں کون ہے جو اس (ملکہ بلقیس) کا تخت مجھ تک لے آئے
اس سے قبل کہ وہ مسلمان ہو کر مجھ تک آ پہنچے

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ
وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ O (سورۃ النمل ۔ ۳۹)

ایک قوی جن نے کہا! میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔
میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔

اللہ کے ایک بندے نے جس کا نام آصف بن برخیاؒ تھا کھڑے ہو کر کہا!

﴿ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ﴾

(سورۃ النمل ۔ ۴۰)

اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا! میں اس کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں

سبحان اللہ! جہاں عفریت (جنوں کا سردار) بھی کام کرنے سے بے بس ہو جاتے ہیں ہیں وہاں اہل علم کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پلک جھپک کر دیکھا تو

﴿ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَذَا مِن فَضْلِ رَبِّي ﴾

(سورۃ النمل ۔ ۴۰)

پھر سلیمان (علیہ السلام) نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہنے لگے یہ میرے رب کا فضل ہے

2.7 ۔ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا عبرت ناک واقعہ

حضرت وہب بن منبہ ؒ روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ اس زمانے میں اس سے زیادہ عبادت گزار کوئی شخص نہیں تھا۔ وہ بہت نیک اور پرہیزگار تھا۔ اس کے محلے میں تین بھائی رہتے تھے جن کی ایک کنواری بہن تھی۔ اتفاق سے ان تینوں بھائیوں کو شہر سے باہر کہیں سفر پر (شاید جنگ پر) جانا پڑ گیا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنی کنواری بہن کو کس کے پاس چھوڑیں۔ کیونکہ ان کو کوئی بھروسے کا آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک انہیں اس عابد کا خیال آیا۔ بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہمیں اپنی بہن کو اس عابد کے پاس چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ وہ بہت نیک اور پرہیزگار آدمی ہے۔ تینوں بھائی عابد کے پاس گئے اور سارا معاملہ اسے بیان کر کے اس سے درخواست کی کہ وہ ہماری بہن کو اپنے پاس رکھ لے اور اس کا خیال رکھے۔

عابد نے فوراً انکار کر دیا، ان سے اور ان کی بہن سے پناہ مانگی۔ بھائی اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اسے راضی کر لیا۔ یہ طے ہوا کہ عابد کے عبادت خانے کے سامنے ایک گھر میں ان کی بہن رہے گی اور یہ عابد اس کو کھانا پہنچا دیا کرے گا۔ ان بھائیوں کے جانے کے ایک عرصہ تک ان کی بہن اس گھر میں رہتی رہی اور یہ عابد عبادت خانے کے دروازے پر کھانا رکھ دیتا تھا اور اس کو آواز دے کر واپس آ جاتا تھا۔ وہ لڑکی آ کر کھانا اٹھا کر گھر لے جایا کرتی تھی۔

دھیرے دھیرے شیطان نے عابد کو بہکانا شروع کر دیا۔ عابد کو خیر کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ وہ لڑکی عبادت خانے کے دروازے تک آتی ہے۔ لوگ اس کو دیکھتے ہوں گے کہیں اس کی عزت پر کوئی بات نہ آ جائے اس لئے تم کھانا اس کے دروازے پر رکھ کر آ جایا کرو۔ وہ وہیں سے اٹھا لے گی اس کو باہر نہیں نکلنا پڑے گا۔ تمہیں اس زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ عابد کھانے لے کے اس لڑکی کے گھر کے دروازے پر لے جا کر رکھ دیتا تھا اور اس کو آواز دے دیتا تھا۔ وہ اٹھا لیتی تھی۔ شیطان نے پھر اسے خیر کی ترغیب دی کہ وہ اکیلی رہتی ہے تو اس کی خیریت دریافت کر لیا کرو اگر اسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کو مہیا کر دیا کرو۔ اب وہ عابد جب کھانے لے کر جاتا تو کھانے کے ساتھ اس کی خیریت بھی دریافت کرنے لگا۔ اس طرح وہ لڑکی اس عابد سے بات چیت کرنے لگی۔

پھر شیطان نے اسے مزید ترغیب دلائی کہ وہ لڑکی سارا دن اکیلی رہتی ہے اور تم بھی یہاں اکیلے رہتے

ہو جب تمہارے پاس فارغ وقت ہو تو تم اپنے عبادت خانے کے دروازے پر اور وہ لڑکی اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کرلیا کرو۔ اس طرح اس کا دل خوش ہو جائے گا۔ آخر شیطان نے ان کا اس طرح دروازوں پر بیٹھ کر بات چیت کرنے کا سلسلہ شروع کروادیا۔ اب وہ دروازے پر بیٹھ کر خوب باتیں کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک ایسا چلتا رہا۔

پھر شیطان نے اگلے مرحلے کا کام کیا کہ اس عابد کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اتنی دور سے باتیں کرتے ہو۔ کچھ سمجھانے کی باتیں ہوتی ہیں اور کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی دوسرا سن لے تو اچھی بات نہیں ہوتی اس لئے تم اس کے دروازے پر اس کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کرلیا کرو۔ عابد ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس لڑکی کے قریب بیٹھ کر بات چیت کرنے لگا تا کہ اس کی دل جوئی ہو سکے۔

ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر شیطان نے عابد کو ورغلایا کہ تم لڑکی کے گھر کے اندر بیٹھ کر باتیں کیا کرو اس طرح لڑکی کو باہر بھی نہیں نکلنا پڑے گا اور اس کے چہرے پر کسی غیر کی نظر بھی نہیں پڑے گی۔ عابد کو جب بھی بات چیت کرنے کا دل کرتا وہ لڑکی کے پاس اس کے گھر چلا جاتا تھا۔ بات چیت کر کے واپس اپنے عبادت خانے آجاتا تھا۔ اب اس کو یہ ڈر بھی نہیں ہوتا تھا کہ اسے اس لڑکی سے باتیں کرتے ہوئے کوئی دیکھے گا۔

اب شیطان نے اس عابد کے دل میں لڑکی کی جسمانی خوبصورتی ظاہر کرنی شروع کردی۔ اب عابد باتیں کرتے کرتے اس کے جسم کو بھی چھونے لگا تھا۔ کبھی اس کے رانوں پر ہاتھ مارتا اور کبھی اس کے رخسار چوم لیتا تھا۔ اب اس عابد کی نظروں میں اس لڑکی کی آرائش بڑھتی جارہی تھی اور اس کی اشتہا بڑھتی جارہی تھی۔ آخر بات یہاں تک پہنچی کے وہ اس کے ساتھ برے عمل میں ملوث ہوگیا۔ اس سے وہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔ اس نے ایک لڑکے کو جنا۔

شیطان نے عابد سے کہا کہ جب اس کے بھائی آئیں گے اور اس بچے کو دیکھیں گے تو تم کیا کرو گے۔ تم ذلیل ورسوا ہو جاؤ گے اور وہ تمہیں جان سے ماردیں گے۔ اس لئے اس بچے کو مار کر کہیں دفنا دو۔ تا کہ ان کے بھائیوں کو اس کے بارے میں کبھی معلوم ہی نہ ہو سکے۔ عابد نے لڑکی کو بھی خوف دلا کے اس بچے کو قتل کر کے اس کے گھر کے صحن میں دفن کردیا اور زمین برابر کردی تا کہ نشان بھی مٹ جائے۔

شیطان نے پھر عابد کو ورغلایا کی لڑکی کمزور ہوتی ہے اگر اس نے اپنی ممتا سے مجبور ہو کر بچے کے بارے میں اپنے بھائیوں کے سامنے بات کھول دی تو پھر تم ذلیل اور رسوا ہو گے اور تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے۔ اس لئے اس لڑکی کو بھی مار کر زمین میں دبا دو۔ ایک دن اس نے لڑکی کو بھی قتل کر کے اس بچے کے ساتھ ہی اس گھر میں دفن کر دیا۔

اب وہ عابد پھر سے اپنے عبادت خانے میں عبادت کرنے لگا۔ ایک مدت گزرنے کے بعد اس لڑکی کے بھائی واپس آئے اور اس عابد سے اپ بہن کے بارے میں پوچھا؟ عابد نے بہت دکھ کے ساتھ ان کی بہن کی موت کی خبر سنائی اور ان سے افسوس ظاہر کرنے لگا۔ ان کو لے جا کر اس لڑکی کی قبر دکھا دی اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔ بھائی اپنی بہن کی موت سے بہت افسردہ تھے۔ چند روز وہ وہاں رہ کر اپنے لوگوں میں واپس چلے گئے۔

ایک رات کو جب وہ سوئے تو شیطان ایک مسافر بن کر ان کے بڑے بھائی کے خواب میں آیا اور بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا، اس پر افسوس کرنا اور اس کی قبر دکھانا بتایا۔ شیطان نے کہا کہ سب جھوٹ ہے۔ تم نے اسے کس طرح سچ مان لیا۔ عابد کے تمہاری بہن کے ساتھ حرام کاری کی ہے جس سے اس نے حاملہ ہو کے ایک بچے کو جنم دیا تھا۔ اس عابد نے تمہارے خوف کی وجہ سے اس عورت اور بچے دونوں کو قتل کر کے زمین میں دفن کر دیا ہے۔ تم جس گھر کے کمرے میں داخل ہوئے تھے اسی کے صحن میں اس کو اور بچے کو دفن کیا گیا ہے۔ تم وہ جگہ کھود کر دیکھ سکتے ہو۔ پھر وہ منجھلے بھائی کے خواب میں آیا اور وہ تمام کہانی اس کو بتائی جو اس کے بڑے بھائی کو بتائی تھی۔ پھر اسی طرح چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا۔ صبح ہوئی تو تینوں بھائی خواب کی طرف سے حیران اور پریشان تھے۔ سب نے آپس میں اپنے خوابوں کا ذکر کیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ یہ ہمارے ذہن کا ایک خیال ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اس کا خیال چھوڑ واور اپنا کام کرو۔ چھوٹا بھائی کہنے لگا! میں جب تک اس جگہ کو کھود کر نہیں دیکھ لوں گا مجھے تسلی نہیں ہوگی۔

تینوں بھائی اس گھر کی طرف چلے جہاں ان کی بہن رہتی تھی۔ انہوں نے اس گھر کو کھولا اور جو جگہ خواب میں بتائی گئی تھی اس کو تلاش کیا۔ انہوں نے اس جگہ کی کھدائی کی تو ان کو اپنی بہن اور اس کے بچے کی لاشیں ملیں جن کے گلے پر چھری پھر کر قتل کیا گیا تھا۔ انہوں نے عابد کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ ہماری بہن کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا۔ اس نے اپنا جرم قبول کر لیا اور ان کو ساری بات سچ سچ بتا دی۔

ان بھائیوں نے اس عابد کی شکایت بادشاہ سے کی تو اس نے اسے پھانسی کی سزا سنائی۔ جب اس عابد کو پھانسی کے تختے پر لے جا رہے تھے تو شیطان اس کے پاس انسانی شکل میں آیا اور اس سے کہا!

تم نے مجھے پہچانا، میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں اس عورت کے فتنے میں ڈالا۔ یہاں تک کہ تم نے اسے حاملہ کر دیا اس کے بچہ پیدا ہوا اور تم نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ اب اگر تم میرا کہنا مانو اور مجھ کو سجدہ کرو تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔ عابد نے شیطان کو سجدہ کر دیا۔ اب وہ ایمان سے بھی خارج ہو کر کافر ہو گیا۔ شیطان اس کے اس حالت میں چھوڑ کر فرار ہو گیا اور اس کو پھانسی دے دی گئی اور وہ اپنے انجام بد کو پہنچ گیا۔ (بحوالہ اللہ میری توبہ)

2.8 ۔ کوڑھی، گنجے اور اندھے کا امتحان

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ بنی اسرائیل میں تین افراد تھے جن میں ایک کوڑھی، ایک گنجا اور ایک نابینا تھا۔ ان کے پاس ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا۔ وہ پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا تجھے کیا بیماری ہے؟ اس نے کہا! مجھے کوڑھ کی بیماری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے خوبصورت جلد مل جائے تا کہ لوگ مجھ سے گھن نہ کھائیں۔ وہ میرے پاس تک نہیں بیٹھتے۔ اس فرشتے نے اس کی جلد پر ہاتھ پھیرا تو اس کی جلد خوبصورت رنگت اور صحت مند کھال میں بدل گئی۔ پھر اس فرشتے نے پوچھا۔ تجھے کون سا مال پسند ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے اونٹ بہت پسند ہیں۔ فرشتے نے اسے ایک گابھن اونٹنی دے دی اور کہا کہ اللہ اس میں برکت دے گا۔

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا۔ اس سے کہا کہ تجھے کون سی چیز سب سے پیاری ہے۔ اس نے کہا کہ میرے اچھے بال نکل آئیں۔ لوگ مجھ سے اس گنجے پن کی وجہ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری یہ پریشانی دور ہو جائے۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بہت خوبصورت بال نکل آئے۔ پھر اس نے پوچھا تمہیں مال میں کیا چیز پسند ہے۔ اس نے کہا کہ گائے۔ فرشتے نے اسے ایک گابھن گائے دے دی اور کہا کہ اللہ اس میں برکت دے گا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے ان کا مسئلہ معلوم کیا تو اس نے اپنی بینائی کی پریشانی بتائی۔

فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بینائی واپس آ گئی اور وہ خوب دیکھنے لگا۔ پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال پسند ہے۔ اس نے کہا کہ بکری۔ فرشتے نے اس کو ایک حاملہ بکری دے دی اور اس سے کہا کہ اللہ اس میں برکت عطا کرے گا۔

تینوں جانوروں نے بچے دئے۔ تھوڑے دنوں میں جنگل اونٹوں سے بھر گیا، اسی طرح جو شخص پہلے گنجا تھا اس کے پاس بے شمار گائیں ہوگئیں۔ اور بکری والے کے پاس بکریوں کا پورا ریوڑ ہو گیا تھا۔ پھر ایک دن وہ فرشتہ اللہ کے حکم سے انسانی صورت میں پہلے شخص کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسکین مسافر ہوں۔ میرا سامان ختم ہو گیا ہے اور مجھے دور جانا ہے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ میں اس اللہ کے نام سے جس نے تمہیں اچھی صورت اور رنگت اور عمدہ کھال دی۔ ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ اس شخص نے کہا! یہاں سے چلا جا مجھے بہت سے حق ادا کرنے ہیں۔ تجھے دینے کے لئے میرے پاس گنجائش نہیں۔ فرشتے نے کہا! شاید تجھ کو میں جانتا ہوں۔ کیا تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ گھن کھاتے تھے اور مفلس تھا۔ اللہ نے تجھے صحت اور مال دیا۔ اس کوڑھی نے کہا! واہ! کیا خوب کہا! یہ مال تو میری کئی پشتوں سے ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسے پہلے تو تھا۔ وہ پھر سے پہلے جیسا ہو گیا۔

اس کے بعد وہ فرشتہ دوسرے شخص کے پاس آیا اور اسی طرح اس سے بھی سوال کیا۔ اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا پہلے شخص نے دیا تھا۔ فرشتے نے اس سے بھی کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھ کو پہلے جیسا کر دے۔ وہ بھی پھر سے پہلے جیسا ہو گیا۔ پھر وہ تیسرے شخص کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور میرے پاس سامان نہیں ہے۔ تم ہی میری مدد کر سکتے ہو۔ اس کے نام سے جس نے تجھے نگاہ بخشی اور بکریوں کی دولت سے نوازا ہے مجھے ایک بکری دے دو۔ اس نے کہا تم نے ٹھیک کہا! میں پہلے اندھا تھا۔ اللہ نے مجھے بینائی بخشی اور مجھے بکریوں سے مالا مال کیا۔ تمہارا جتنا دل چاہے بکریاں لے جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں کسی چیز سے تم کو نہیں روکوں گا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میں تو فقط تم تینوں کی آزمائش کے لئے آیا تھا۔ وہ آزمائش پوری ہو گئی اللہ تم سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا ہے۔

(بحوالہ بہشتی زیور حصہ اول)

2.9 ۔ شیطان اور عابد کی کشتی

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ایک حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا۔ وہ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پاس چند لوگ حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ حضرت! یہاں قریب کی ایک بستی میں ایک ایسی قوم رہتی ہے جو ایک درخت کی پوجا کرتی ہے۔ اگر ہو سکے تو آپ ان کو اس درخت کی پوجا کرنے سے روکیں۔ یہ سن کر وہ عابد بہت حیران ہوا اور اس کو بے حد غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ میں وہ درخت ہی کاٹ دوں گا جس کی لوگ پوجا کرتے ہیں۔

وہ کلہاڑا لے کر اس درخت کو کاٹنے کی نیت سے گھر سے چل پڑا۔ راستے میں اسے شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں ملا۔ اس نے ان سے پوچھ کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں فلاں درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تمہارا اس درخت سے کیا واسطہ ہے تم اپنی عبادت میں مشغول رہو۔ ایک فضول کام کے لئے اپنی عبادت کیوں چھوڑتے ہو۔ عابد نے کہا کہ یہ بھی عبادت ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لوگ اس درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ بوڑھے شیطان نے کہا کہ میں وہ درخت تمہیں نہیں کاٹنے دوں گا۔ عابد آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روک لیا۔ اسی کشمکش میں دونوں کی ہاتھا پائی ہوگئی۔ عابد نے شیطان کو نیچے گرا دیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ شیطان نے اپنی بے بسی دیکھی تو اس نے ایک چال چلی۔ اچھا تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک کام کی بات بتاتا ہوں۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ فرض تو نہیں کیا ہے۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہے اگر دوسرے لوگ ایک درخت کی پوجا کریں تم تو اس کی پرستش نہیں کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کے اور بھی نبی گزرے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ان کے ذریعہ اس درخت کو کٹوا دیتا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ ترک کر دو۔ دونوں میں بحث و تکرار کے بعد پھر لڑائی شروع ہوگئی اور پھر اس عابد نے شیطان کو نیچے گرا دیا اور اس کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اب شیطان نے پھر پینترا بدلہ اور بولا! مجھے چھوڑ دو میں میں تمہیں ایک اچھی بات بتاتا ہوں۔ عابد نے پھر اسے چھوڑ دیا۔

شیطان نے کہا کہ تم ایک غریب آدمی ہو اور دوسروں پر بوجھ بنے ہوئے ہو۔ میں تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کام سے باز آجاؤ تو میں تمہیں تین دینار روزانہ دیا کروں گا جو تمہیں تمہارے سرہانے سے صبح کو مل جائیں گے۔ اس رقم سے تمہاری ضروریات بھی پوری ہوں گی اور اور تم غریب و نادار لوگوں کی مدد بھی کر سکو گے۔ اس رقم سے اپنے رشتہ داروں پر احسان بھی کر سکو گے۔ اس طرح تمہیں ثواب بھی ملے گا جبکہ درخت کاٹنے سے صرف درخت کاٹنے کا ثواب ملے گا۔ اس عابد نے شیطان کی بات مان لی۔

دوسرے دن صبح کو اس نے تکیہ ہٹایا تو اس کے نیچے سے تین دینار ملے۔ اس کے بعد چند دن تک دینار ملنے کے بعد بند ہو گئے تو اس عابد کو شیطان پر بہت غصہ آیا اور اس نے پھر سے کلہاڑا اٹھایا اور اس درخت کو کاٹنے کے لئے نکلا۔ راستے میں وہی بوڑھا شیطان اسے ملا اس نے پھر اس عابد کے ارادے کے بارے میں معلوم کیا۔ اس نے کہا! تو جھوٹا آدمی ہے اور تو نے دینار کا وعدہ کیا تھا اور اب وہ ملنا بند ہو گئے ہیں۔ اب میں اس درخت کو ضرور کاٹوں گا۔ بوڑھے شیطان نے کہا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس عابد نے شیطان کو دھکا دے کر ہٹانے کی کوشش کی تا کہ جا کر درخت کاٹ سکے۔ لیکن وہ آگے سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھا اور دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ شیطان نے اس عابد کو زمین پر پٹخ دیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

عابد اس بات پر حیران تھا کہ اس نے کس آسانی سے مجھے نیچے گرا دیا۔ عابد نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ پہلے تو تم اتنے طاقت ور نہیں تھے۔ اب تم میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ میں تمہارا مقابلہ نہیں کر پا رہا۔ شیطان نے کہا کہ پہلے تم اس درخت کو کاٹنے کا کام اللہ کے لئے کرنے جا رہے تھے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ تھی۔ اب تمہارے دینار ملنے بند ہو گئے ہیں اس لئے تم اس درخت کو کاٹنے جا رہے ہو۔ اب وجہ تمہاری لالچ ہے اور میں شیطان ہوں تم مجھ پر حاوی نہیں آ سکتے۔

2.10 ۔ والدہ کی اطاعت پر اللہ کا انعام

بنی اسرائیل میں ایک یتیم بچہ ہر کام اپنی والدہ سے پوچھ کر کرتا تھا۔ اس نے ایک خوبصورت گائے کا بچھڑا پال رکھا تھا۔ وہ ہر وقت اس کی دیکھ بھال میں لگا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس لڑکے کے پاس آیا اور اس نے گائے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لڑکے نے پوچھا کہ تم یہ گائے کتنے میں لینا چاہتے ہو تو فرشتے نے ان کی بہت کم قیمت بتائی۔ لڑکے نے کہا کہ میں اپنے ماں سے پوچھ کے آتا ہوں کہ میں اتنے میں دے دوں۔ لہٰذا وہ ماں سے پوچھنے چلا گیا اور آ کے کہنے لگا کہ میری ماں منع کر رہی ہیں۔ فرشتے نے کچھ قیمت اور بڑھائی تو اس نے کہا کہ میں پھر ماں سے پوچھ کر آتا ہوں۔ اسی طرح فرشتہ تھوڑی تھوڑی قیمت بڑھاتا گیا اور وہ لڑکا ہر دفعہ اپنی ماں سے پوچھ کے اسے جواب دیتا رہا۔ آخر میں اس لڑکے نے کہا کہ میری ماں اسے بیچنا نہیں چاہتی چاہے تم کتنی بھی قیمت دے دو۔ فرشتے نے کہا کہ تم بہت خوش قسمت ہو کہ ہر کام اپنی والدہ سے پوچھ کر کرتے ہو۔ عنقریب تمہارے پاس اس گائے کو خریدنے کے لئے لوگ آئیں گے تم ان سے اس کی بہت زیادہ قیمت مانگنا وہ تمہیں دیں گے۔

انہی دنوں بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا اس کے قاتل کا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے کہ ہمیں قاتل کو پکڑنے کا کوئی طریقہ بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ جیسا میرا اللہ مجھے بتائے گا میں تمہیں بتا دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ یہ ایک ایسی گائے لیں جس کی نشانیاں بتا دی گئیں اور اس کو ذبح کر کے اس کی زبان اس مقتول کو ہلکے سے ماریں گے تو وہ زندہ ہو جائے گا اور اپنے قاتل کا نام لے لے گا۔ چنانچہ جو نشانیاں بتائی گئیں تھیں وہ اس لڑکے کی گائے میں پوری اترتی تھیں۔ انہوں نے وہ گائے ہر حالت میں خریدنی تھی۔ اس لڑکے نے کہا کہ میں یہ گائے اس کے وزن کے برابر سونا لے کر دوں گا۔ انہوں نے اتنا سونا دے کہ اس سے گائے خرید لی۔

(تفسیر بغوی)

2.11 ۔ بخل اور غصہ سے اللہ کی پناہ

حضرت وہب بن منبہ ؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا۔ شیطان نے اسے بہکانہ چاہا مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ عابد ایک دم کہیں باہر گیا، شیطان بھی اس کی تاک میں اس کے ساتھ ہولیا کہ شاید کوئی موقعہ ملے۔ اس نے عابد کو شہوت اور غضب کے ذریعہ بہکانہ چاہا مگر نا کام رہا۔ پھر اس کو ڈرانے کی صورت اختیار کی اور پتھر کی ایک چٹان اس کے سر کے قریب کر دی۔ عابد نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا وہ دور ہٹ گئی۔ پھر شیر اور درندوں کی شکل میں ظاہر ہونے لگا۔ مگر عابد اللہ کے ذکر میں لگا رہا اور اس کی طرف دھیان تک نہیں دیا۔

پھر اس نے سانپ کی شکل بنائی۔ عابد نماز پڑھتا رہا۔ یہ اس کے پاؤں میں لپٹنے لگا۔ حتیٰ کے جسم پر سے ہوتا ہوا سر تک پہنچ گیا۔ جب وہ سجدہ کا ارادہ کرتا تو یہ اس کے چہرے سے لپٹ جاتا۔ جب یہ سجدہ کے لئے سر جھکاتا تو یہ منہ کھول کر اس کو نگلنے کی صورت بناتا۔ مگر وہ اسے ہٹا کر سجدہ کر لیتا۔ نماز سے جب وہ فارغ ہوا تو اس کے پاس آکر شیطان کہنے لگا! '' یہ سب حرکتیں تیرے لئے میں نے ہی کی تھیں، مگر میں اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اب تو میرا ارادہ ہے کہ تیرے ساتھ دوستی کرلوں اور آج کے بعد تجھے بہکانے کا خیال تک دل سے نکال دوں۔''

عابد نے کہا! ہرگز نہیں! اللہ کا شکر ہے کہ نہ تو پہلے تیرے ڈرانے سے مجھے کوئی خوف پیدا ہوا اور نہ ہی آج مجھے تیری دوستی کی حاجت ہے۔

شیطان کہنے لگا! اپنے اہل وعیال کا حال مجھ سے پوچھ کہ تیرے بعد ان پر کیا گزرے گی۔

عابد نے کہا! میں اس وقت ان کے لئے مر چکا ہوں۔

شیطان کہنے لگا! پھر یہی پوچھ لو کہ میں انسانوں کو کیسے گمراہ کرتا ہوں۔

عابد نے کہا! ہاں! یہ بتادے کہ انہیں گمراہ کرنے میں تو کیسے کامیاب ہوتا ہے۔

شیطان کہنے لگا! تین چیزوں سے میں انسان پر قابو پاتا ہوں، بخل سے، غصہ سے، اور مدہوشی سے۔

ایک انسان جب بخیل ہوتا ہے تو میں اس کا مال اس کی نظروں میں قلیل کر کے دکھاتا ہوں۔ جس سے وہ واجب حقوق کے ادا کرنے سے بھی اپنا ہاتھ روک لیتا ہے۔ اس کو دوسروں کے مال سے رغبت ہو جاتی ہے۔

جب کوئی آدمی غصہ میں ہوتا ہے تو میں اسے اس طرح گھماتا ہوں جیسے بچے گیند کو گھماتے ہیں اور پھر جس طرف چاہے پھینک دیتے ہیں۔ ایسا شخص خواہ اپنی دعاؤں سے مردوں کو زندہ کرنا جانتا ہو پھر بھی ہم اس سے مایوس نہیں ہوتے۔ وہ جو چاہے کر لے ہم اسے ایک کلمہ سے بگاڑ دیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ جب کوئی آدمی مدہوش ہوتا ہے تو ہم اس کو ہر برائی کی طرف پکڑ کر اس طرح لے جاتے ہیں جیسے بکری کو کان سے پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے۔

(انوکھے واقعات)

2.12 ۔ ایک امانت دار شخص کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے واقعہ کا ذکر کیا جس نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا۔ جب اس نے گواہ مانگا تو قرض لینے والے نے کہا! اللہ بطور گواہ کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ کوئی ضامن لے آؤ۔ قرض خواہ نے کہا! اللہ بطور ضامن کافی ہے۔ دوسرے نے کہا! تم سچ کہتے ہو۔ چنانچہ ایک متعین مدت کے لئے اس نے اللہ کو گواہ اور ضامن سمجھتے ہوئے اسے ایک ہزار دینار قرض دے دیا۔ وہ شخص رقم لے کر سمندر پار تجارت کے لئے نکل گیا۔ جب مدت پوری ہوئی تو وہ قرض ادا کرنے کے لئے کشتی تلاش کرتا رہا لیکن اسے کوئی کشتی نہ ملی۔ اس نے سوچا کہ اگر میں نے مقررہ وقت پر رقم واپس نہیں کی تو یہ بدعہدی ہوگی۔ بالآخر اس نے ایک لکڑی لی، اس کے اندر سوراخ کیا اور پھر اس میں ایک ہزار دینار اور جس سے قرض لیا تھا اس کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور سمندر کے پاس آیا اور دعا کی۔

اے اللہ! تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے اس کا ضامن اور گواہ میں نے تجھے بنایا تھا۔ اے اللہ! میں نے یہ رقم اس تک پہنچانے کی بہت کوشش کی کہ کوئی کشتی مل جائے اور میں اس کو جا کر وقتِ مقررہ پر یہ رقم واپس لوٹا دوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اے اللہ! اب میں یہ رقم تیرے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے لکڑی سمندر میں ڈال دی۔ وہ لکڑی سمندر میں ڈوب گئی اور یہ شخص واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد بھی یہ شخص اس شہر میں پہنچنے کے لئے کشتی تلاش کرتا رہا۔

دوسری طرف وہ شخص جس نے قرض دیا تھا اس کی تلاش میں سمندر کے پاس آیا کہ شاید کوئی کشتی اس کا مال لے کر آ جائے۔ اچانک اس کی نظر ایک لکڑی پر پڑی جو تیرتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس نے اسے ایندھن کے طور پر استعمال کرنے کے لئے اٹھالیا۔ یہ وہی لکڑی تھی جس میں اس کے قرض خواہ نے رقم رکھ کر سمندر میں ڈال دیا تھا۔ وہ شخص اس لکڑی کو گھر لے آیا اور جب اسے جلانے کے لئے چیرا تو اس میں دینار اور ایک خط نکلا۔ اس نے دینار گنے تو وہ ایک ہزار تھے اور جب خط پڑھا تو وہ اسی کے نام تھا اور اس میں لکھا تھا کہ میں آپ کا مال پہنچانے کے لئے مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا لیکن مجھے کشتی نہ مل سکی تو میں اسے اللہ کے حوالے کر رہا ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد قرض خواہ کو کشتی مل گئی اور وہ ایک ہزار دینار لے کر قرض دینے والے کے پاس حاضر ہو گیا اور اسے ایک ہزار دینار دیتے ہوئے معذرت کرنے لگا اور کہنے لگا! اللہ کی قسم! میں نے آپ کا مال پہنچانے کی بہت کوشش کی۔ دوسرے نے کہا! کیا تم نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آج آنے سے پہلے مجھے کشتی نہ مل سکی تھی۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے مال ادا کر دیا۔ آپ نے لکڑی میں رکھ کر کو مال بھیجا تھا وہ مجھے مل گیا تھا۔ اب آپ اپنا یہ ایک ہزار واپس لے جایئے جو ابھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الحوالات)

2.13 ۔ صدقہ دینے کا اجر

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص لوگوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے حضرت صالحؑ سے اس کی شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کے لئے بددعا کریں۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص روز آنہ جنگل میں لکڑیاں چننے جاتا تھا۔ اس دن اس کے ساتھ دو روٹیاں تھیں۔ اس نے ایک روٹی کھالی اور دوسری صدقہ کر دی۔ چنانچہ وہ جنگل گیا اور وہاں سے لکڑیاں جمع کر کے لے آیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ جنگل سے صحیح وسالم آ گیا اور اس کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا۔ لوگ حضرت صالحؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ آدمی تو لکڑیاں چن کر صحیح سلامت واپس آ گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو بہت تعجب ہوا۔

انہوں نے اس آدمی کو بلا کر پوچھا کہ تم نے آج کون سا نیک عمل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ آج میں جب لکڑیاں چننے کے لئے نکلا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں۔ میں نے ایک روٹی کا صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھالیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا! اس لکڑیوں کے گٹھے کو کھولو۔ لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک سیاہ سانپ تنے کی مانند پڑا ہوا تھا اور اپنے دانتوں کو لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے تھا۔ حضرت صالح ؑ نے فرمایا! تمہارے اسی عمل (یعنی صدقہ) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سانپ سے نجات دلائی ہے۔

(الزہد لاحمد بن حنبل، ص۸۰)

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا!

مصیبت میں صبر کرنا
سخت ہے، مگر صبر کے
ثواب کو ضائع نہ ہونے
دینا زیادہ سخت ہے

باب سوم

(دور نبوی ﷺ کے واقعات)

3.1 ۔ کھانے میں برکت

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی ﷺ سے تین مہمان لے کر گھر آئے اور خود دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ رات گئے جب آپ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو زوجہ نے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مہمان کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھا کیا تم نے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ انہوں نے کہا کہ مہمانوں نے صاحب خانہ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر بہت ناراض ہوئے۔ جب کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو مہمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا بعد میں وہ کھانا دیگر گھر والوں نے کھایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کھانا ذرا برابر بھی کم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا! اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا!

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ پہلے سے تین گنا ہو چکا ہے۔ پھر وہ کھانا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے گیا جہاں بارہ قبیلوں کے سردار موجود تھے ان سرداروں کے ساتھ اونٹ سوار بھی تھے سب نے وہ کھانا پیٹ بھر کھایا۔

3.2 ۔ حبیب رضی اللہ عنہ کو حبیب (ﷺ) سے ملا دو

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کو تیار کر کے حجرہ انور میں جس میں رسول اللہ ﷺ کا روضہ اطہر ہے سامنے رکھ کر عرض کرنا:

" السلام علیک یارسول اللہ (ﷺ) یہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (ﷺ) کے دروازے پر حاضر ہے " پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ تیار کر کے حجرہ انور کے سامنے رکھ دیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے یار غار ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) آپ ﷺ کے دروازے پر حاضر ہیں اور ان کی تمنا آپ ﷺ کے حجرہ انور میں دفن ہونے کی ہے۔ یہ سن کر حجرہ اقدس کا دروازہ جو کہ بند تھا

خود بخود کھل گیا اور آواز آئی:

ادخلوا الحبیب الی الحبیب فان الحبیب الی الحبیب مشتاق

(یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے)

حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر سے جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دفن ہونے کی اجازت عطا ہوئی تو جنازہ کو اندر لے جایا گیا اور رسول کریم ﷺ کے شانہ مبارک کے متوازی آپ ؓ کا سر رکھا گیا۔

(سیرۃ الصالحین) (الخصائص الکبریٰ باب حیاتہ فی قبرہ۔۔الخ ج۲ ص۴۹۲،
السیرہ الحلیۃ باب بذکر فیہ مدۃ مرضہ۔۔الخ ج۳ ص۵۱۷،
لسان المیزان حرف العین المھملۃ من اسمہ عبدالجلیل ج۴)

3.3 ۔ حوض کوثر پر رفاقتِ نبوی ﷺ

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ابوبکر ؓ! تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہوں گے اور غار میں میرے صاحب ہو۔

(سنن ترمذی: ۳۶۰۳)

3.4 ۔ ابوبکر صدیق ؓ کی تین پسندیدہ اشیاء

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں! مجھے تین چیزیں بہت پسند ہیں:

النظر الیک و انفاق مالی علیک و الجلوس بین یدیک

یعنی آپ ﷺ کے چہرے پُر انوار کا دیدار کرتے رہنا، آپ ﷺ پر اپنا مال خرچ کرنا، آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر رہنا۔

(تفسیر روح البیان پ۱۹ النمل ۶۲ ج۶ ص۳۶۲)

3.5 ۔ رسول اللہ ﷺ کا خواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے دودھ سے بھرا ایک پیالہ پیش کیا گیا میں نے اس سے اتنا پیا کہ پیٹ بھر گیا اور میرے جسم کی تمام رگوں میں دودھ گردش کرنے لگا۔ جو بچ گیا وہ میں نے ابوبکرؓ کو دے دیا۔

صحابہ کرامؓ فوراً خواب کی تعبیر سمجھ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دودھ سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا اور آپ ﷺ نے بچا ہوا وہی علم حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو عطا فرما دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم نے درست کہا۔

(صحیح ابن حبان اخبار ﷺ عن مناقب الصحابۃ ذکر ابی بکرؓ بن ابی قحافہ حدیث ۶۸۱۵ ج ۱۶ الجزء ۹ ص ۳)

3.6 ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خواب

حضرت سعید بن مسیّبؓ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ نے خواب دیکھا کہ آپ کے آنگن میں تین چاند آ کر گرے ہیں۔ آپؓ نے اپنے والد ماجد کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے فرمایا! اگر یہ خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے گھر میں روئے زمین کی تین بہترین شخصیات کی تدفین ہوگی۔

جب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور وہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا! اے عائشہؓ یہ تمہارے خواب والے تین چاندوں میں سے سب سے افضل ترین چاند ہے۔

(الریاض النضرۃ ج ا ص ۱۶۱، جمع لاجوامع مسند ابی بکر الصدیقؓ حدیث ۹۴۵ ج ا ص ۱۹۰)

(تاریخ الخلفاء)

3.7 ۔ سیاہ وسفید بکریاں

حضرت عمرو بن شرجیل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا! میں نے دیکھا کہ میں ایک کنویں سے پانی نکال رہا ہوں تو کچھ سیاہ بکریاں میرے پیچھے پیچھے آ گئیں پھر کچھ سفید بکریاں ان کالی بکریوں کے پیچھے آ گئیں اور سفید بکریاں بڑھتے بڑھتے اتنی تعداد میں ہوگئیں کہ سیاہ بکریاں ان کے درمیان نظر نہیں آ رہی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ کی اجازت ہو تو میں اس خواب کی تعبیر بیان کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی تو فرمایا کہ یہ سیاہ بکریاں عرب لوگ ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے جبکہ سفید بکریوں سے مراد آپ ﷺ پر ایمان لانے والے عجمی لوگ ہیں جن کی اتنی کثیر تعداد آپ ﷺ پر ایمان لائے گی کہ ان کی کثرت کی وجہ سے عرب دکھائی نہیں دیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی تعبیر سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس طرح کی تعبیر سحری کے وقت فرشتے نے بھی بتلائی تھی۔

(تاریخ الخلفاء ص۸۳، الریاض النضرۃ ج۱ص۱۶۰)

3.8 ۔ دنیا سے رخصتی

حضرت ابن شہاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے یوں ارشاد فرمایا! اے صدیق ؓ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم دونوں ایک ساتھ دوڑ رہے ہیں پھر میں تم سے ڈھائی زینے آگے نکل گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے جوار رحمت میں مجھ سے پہلے طلب کرلے گا اور میں آپ ﷺ کے بعد ڈھائی سال تک زندہ رہوں گا۔

3.9 ۔ صدیق اکبرؓ اور مفروق بن عمرو کی گفتگو

امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ نبوت کے دسویں سال حج کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مختلف قبائل کو دعوتِ توحید دیتے ہوئے ایک مجلس میں پہنچے جو بڑی باوقار و باعظمت تھی ان میں چند سردار لوگ گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا اور پھر ان سے پوچھا!

اے بیت اللہ کے مہمانو! تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو۔

جواب ملا! ہم بنی شیبان بن ثعلبہ میں سے ہیں۔

جواب دینے والا ایک قد آور اور وجیہ آدمی تھا اس کے سر پر سیاہ زلفیں تھیں جو دو حصوں میں تقسیم ہو کر اس کے سینے پر لہرا رہی تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ کو اچانک کچھ یاد آ گیا۔ انہوں نے اس شخص سے پوچھا! اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم مفروق بن عمرو ہو۔

اس نے کہا کہ تم نے خوب پہچانا بھائی: میں مفروق بن عمرو ہی ہوں اور یہ میرے ساتھ ہانی بن قبیصہ، نعمان بن شریک اور مثنیٰ بن حارثہ ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ تمام قبیلوں کے انصاب سے واقف تھے۔ مفروق کا جواب سن کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ یہ لوگ اپنے قبیلہ کا خلاصہ ہیں اور ان سے بڑھ کے معزز ان کی قوم میں کوئی نہیں۔ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں ان سے مفصل گفتگو کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ضرور

حضرت ابوبکرؓ پھر مفروق کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ انسان تھا۔ جواب دینے کے لئے سنبھل کر بیٹھ گیا۔

حضرت ابوبکرؓ! تمہارے قبیلہ میں کتنے لوگ ہیں۔

مفروق: ہم لوگ ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہیں اور ظاہر ہے یہ کوئی کم تعداد نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر: تم لوگ اپنی حفاظت کیسے کرتے ہو۔

مفروق؛ ہم اپنی حفاظت کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر قوم کا مقدر بہر حال اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ: تم اپنے دشمن سے کیسے لڑتے ہو۔

مفروق: جب ہم جنگ پر آجاتے ہیں تو کچھ نہ پوچھو کہ ہمارے غیظ وغضب کا عالم کیا ہوتا ہے۔ اس وقت ہم جس طرح دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں، یہ بھی بس ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم اپنے گھوڑوں کو اولاد سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے ہتھیاروں کو دودھ دینے والی اونٹنیوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ لیکن فتح وشکست تو بہر حال اللہ کے ہاتھ میں ہے کبھی ہم فتح پاتے ہیں اور کبھی ہار بھی جاتے ہیں۔

اس کے بعد مفروق نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا! شاید آپ لوگ قریش میں سے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا! ہاں! بھائی تمہارا خیال درست ہے اور تم نے سنا ہوگا کہ ہم میں اللہ کے رسول (ﷺ) مبعوث ہوئے ہیں اور وہ (حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ ہی ہیں۔

مفروق نے کہا! ہم نے ان کے بارے میں سنا ہے۔ پھر وہ حضور اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر بولا۔ اے قریشی بھائی! آپ (ﷺ) کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ پر کپڑے کا سایہ کر کے قریب کھڑے ہو گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا! میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے مددگار بنو اور میری حفاظت کرو تا کہ میں لوگوں تک اللہ کے احکام بلا روک وٹوک پہنچا سکوں۔ قریش نے اللہ کے کام کو روکنے کے لئے ایکا کر لیا ہے۔ اللہ کے رسول (ﷺ) کو جھٹلایا ہے اور باطل پر اڑ گئے ہیں۔ اور اللہ بے شک تمام باتوں سے بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے۔

مفروق نے پوچھا! آپ (ﷺ) کس کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی چند آیات کی تلاوت فرمائی جس کو سنتے ہی مفروق بے اختیار پکار اٹھا۔

اے قریشی بھائی! خدا کی قسم! آپ (ﷺ) کی دعوت سراسر بھلائی ہے۔ اس قوم نے جھوٹ بولا اور زیادتی کی جس نے آپ ﷺ کو جھٹلایا۔

ہانی بن قبیصہ اور مثنیٰ بن حارثہ نے بھی مفروق کی تائید کی لیکن دعوت توحید مکمل طور پر قبول کرنے میں اس بنا پر معذرت کی کہ ہم ایران کے پڑوس میں رہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کسریٰ کو ہمارا اسلام قبول کرنا ناگوار گزرے اور وہ ہمیں کچل ڈالے۔ اس کا مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہاں عرب کے قریب و جوار کے مقابلہ میں ہم آپ ﷺ کی مدد کر سکتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! شیبانی بھائیو! تمہارے جواب میں کوئی بُرائی نہیں لیکن کسریٰ اور اسلام کی اطاعت بیک وقت ممکن نہیں۔ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہوسکتا ہے جو چاروں طرف سے اس کی حفاظت پر کمر بستہ ہو۔ جزوی اعانت اسلام کی روح سے مطابقت نہیں رکھتی۔ یہ فرما کے آپ ﷺ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔

(خلیفۃ الرسول ﷺ از طالب ہاشمی: ص ۶۰)

3.10 ۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبول اسلام

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسلام لانے کی خبر سن کر کفارِ مکہ بغض و عداوت کی وجہ سے بہت فکر مند ہو گئے آپس میں مشورہ کرنے لگے اس سیلاب کو کس طرح روکا جائے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرح مشہور پہلوان تھے اور عرب کے نامور بہادر نوجوانوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ مسلمانوں کو ایذائیں پہنچانے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کوششوں میں پیش پیش تھے۔

اپنے خانداں کی ایک کنیز لبینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ایمان لانے کی وجہ سے بہت مارتے تھے، مارتے مارتے جب تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لوں پھر ماروں گا۔ مگر پھر بھی کمزور کنیز کا ایمان و یقین بدل نہ سکے۔ آخر انہوں نے ایک روز فیصلہ کیا اور کفار کی مجلس میں وعدہ کیا کہ میں تن تنہا قریش میں ہونے والے اس فتنہ کو ختم کر دوں گا۔ یعنی محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) ختم کر دوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہیں سو (100) اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔

چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تلوار لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں نکلے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ ؓ ملے اور کہنے لگے اس دوپہر میں کہاں کا ارادہ ہے تو کہا کہ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خطاب اور بہنوئی حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصہ سے آگ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کیا اور سوچا کہ پہلے اپنے بہن و بہنوئی سے نپٹ لوں پھر رسول اللہ (ﷺ) کی طرف جاؤں گا۔ فوراً اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت خباب بن ارت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان دونوں کو سورۃ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو باقاعدہ قرآن کی تعلیم سکھاتے تھے۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے صحیفہ چھپا دیا۔ لیکن حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب گھر کے قریب پہنچے تھے تو انہوں نے حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قرأت سن لی تھی۔ پوچھا ! یہ کیسی دھیمی دھیمی آواز تھی جو تم لوگوں کے پاس سے آ رہی

تھی۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں ہم آپس میں باتیں کررہے تھے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غصہ سے کہا کہ تم دونوں بے دین ہوگئے ہو۔ بہنوئی نے کہا کہ اچھا بتاؤ کہ حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہوتو پھر، اتنا سننا تھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا غصہ برداشت سے باہر ہوگیا اور اپنے بہنوئی کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے اور بری طرح مارنا شروع کردیا۔ ان کی بہن نے اپنے شوہر کو چھڑانا چاہا تو ان کو بھی بری طرح مارنا شروع کردیا۔ ان کے چہرے سے خون بہنا شروع ہوگیا اور سر میں بھی چوٹ آئی۔ اس پر بہن نے جوش میں آکر کہا! بھائی! تمہارے دین کے علاوہ دوسرا دین ہی برحق ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی بھی دیتی ہوں کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر مایوسی کے بادل چھا گئے اور انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم وندامت محسوس ہوئی اور کہنے لگے۔ اچھا تم جو پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ۔ اس پر ان کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو۔ قرآن صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ جاؤ وضو وغسل کر کے آؤ۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غسل کرنے چلے گئے اس دوران حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ارت بھی باہر آ گئے۔ ان سے کتاب لے کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے پڑھنے لگے۔

یہ سورۃ طٰہٰ کی آیات تھیں اور جب اس آیت پر پہنچے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی

(سورۃ طٰہٰ ۔ 14)

ترجمہ: بیشک میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔

آپ بے ساختہ پکار اٹھے کہ کیا ہی عمدہ اور محترم کلام ہے۔ یہ سن کر حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس بات کی بشارت دی اور کہنے لگے عمر! خوش ہو جاؤ مجھے امید ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جمعرات کی رات کو جو دعا کی تھی کہ

''اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما''

وہ تمہارے حق میں قبول ہوئی۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسلام لائے ہوئے تین دن ہوئے تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا کے پاس مکان (دارالارقم) میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے کر دارالارقم آ گئے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی تلوار گردن میں حمائل کی ہوئی تھی وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک صحابیؓ نے اٹھ کر دروازے سے جھانکا تو دیکھا حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں انہوں نے فوراً رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی سب لوگ سمٹ کر اکٹھے ہو گئے۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پوچھا کیا بات ہے لوگوں نے کہا عمر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو خیر دوں گا اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ اندر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پاس لایا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا کُرتا پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا جس سے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لڑکھڑا گئے اور فرمایا کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرتناک سزا نازل کر دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی۔

اس کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

اے اللہ! یہ عمر بن خطاب حاضر ہے۔ اے اللہ! اس سے اپنے دین کو عزت عطا فرما۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام میں داخل ہوتے ہوئے کہا!

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰه

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور
یقیناً آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر گھر کے اندر موجود تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام تک لوگوں نے اس کی آواز سنی۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام لانے کے بعد فرمایا کہ جب ہم حق پر ہیں تو چھپنا کیسا ہم ضرور باہر جائیں گے۔ چنانچہ ہم دو صفوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ہمراہ لے کر باہر آئے۔ ایک صف میں سب سے آگے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسری صف میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ ہمارے چلنے سے ہلکا ہلکا غبار اڑ رہا تھا یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ قریش نے مجھے اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا تو ان کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اب تک نہ لگی تھی۔ اسی دن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے میرا لقب '' فاروق '' رکھ دیا۔ سب کے سامنے اعلانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھی گئی۔ اسلام لانے والوں میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نمبر چالیسواں (40) ہے۔ (تاریخ عمر بن خطاب۔ابن جوزی)

3.11 ۔ شیخ سے نسبت کے فائدے

سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی ہے اور جہاں رسول اللہ ﷺ کا قدم ہے وہاں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا سر ہے۔ وہ سارا بارش کا پانی رسول اللہ ﷺ کے اوپر سے ہو کر حضرت ابوبکر ؓ کے اوپر گر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی قریب کھڑا ہوں اور حضرت ابوبکر ؓ پر سے چھینٹیں اڑ کر میرے اوپر بھی آ رہی ہیں۔ میں بھی پورا بھیگ گیا ہوں۔ صبح جب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنا خواب بیان کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عمر! یہ علمِ نبوت تھا جو بارش کی شکل میں میرے اوپر برس رہا تھا۔ ابوبکر کو چونکہ مجھ سے کمال درجہ کی نسبت ہے اس لئے وہ اس فیض سے پوری طرح سیراب ہو رہے تھے۔ ان کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تم بھی ان علوم کو حاصل کر رہے تھے۔ کمالاتِ نبوت سب سے زیادہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے حاصل کئے اور علوم ولایت کو حضرت علی ؓ نے سب سے زیادہ حاصل کیا۔

3.12 ۔ چراہ گاہ سے دربارِ خلافت تک

سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ اپنی فوج لے کے مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ چلچلاتی دھوپ تھی۔ آپؓ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور وادی میں دیکھنا شروع کر دیا۔ ساری فوج بھی کھڑی ہوگئی، سب پسینہ سے شرابور تھے وہاں کوئی سایہ بھی نہیں تھا۔ سب پریشان ہو گئے۔ کسی نے کہا! یاامیرالمومنین! خیریت تو ہے۔ آپ یہاں کسی خاص مقصد سے کھڑے ہیں۔

آپ نے فرمایا! میں نیچے وادی میں دیکھ رہا ہوں جہاں میں بچپن میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ مجھے اپنے لڑکپن میں اونٹ چرانے کا طریقہ نہیں آتا تھا۔ میرے اونٹ شام کو خالی پیٹ گھر واپس آتے تھے۔ میرے والد مجھے ڈانٹتے اور مارتے تھے کہ تجھے تو اونٹ چرانے بھی نہیں آتے تو کیا کامیاب زندگی گزارے گا۔ میں اس وقت کو یاد کر رہا ہوں کہ جب عمر کو جانور چرانے بھی نہیں آتے تھے اور آج اس وقت کو دیکھ رہا ہوں کہ جب اسلام اور قرآن کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے عمر کو امیرالمومنین بنا دیا ہے۔ (دوائے دل)

3.13 ۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی دعا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت فرمادی اور فرمایا! اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ جو مجھے اپنا چھوٹا بھائی فرمایا، یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ہرگز خوشی نہیں ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: ج ا ص ۸۰، رقم حدیث ۱۴۹۸)

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ لوٹ رہے تھے۔ راستے میں رات ہوگئی۔ آپ نے پڑاؤ ڈالا اور کھلے میدان میں سو گئے۔ اچانک آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ آپ نے چاند کو دیکھا تو بے اختیار مدینہ کے چاند کا خیال آ گیا۔ نبی کریم ﷺ کا خیال آتے ہی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آسمان سے نور برس رہا تھا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ تنہائی بھی تھی۔ آپ نے دل کی گہرائیوں سے ایک دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ

﴿اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور میری قبر اپنے محبوب ﷺ کے شہر میں بنا﴾

حضرت عمرؓ نے تو اتنا ہی مانگا تھا۔ ان کو شہادت کا بہت شوق تھا اور وہ کسی جگہ بھی مل سکتی تھی۔ لیکن اللہ بڑا قدردان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا کیا۔ اور اس انداز سے کہ سیدنا عمر فاروقؓ باوضو ہیں، مصلیٰ نبی ﷺ پر کھڑے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نماز کی حالت میں انتہائی قرب اور احسان کی کیفیت میں ہیں کہ اللہ تعالی ان کو عظیم شہادت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ آپ پر حملہ کی وجہ سے آپ کو اس قدر شدید زخم آئے جو شہادت کا سبب بن گیا۔

دوسری دعا یہ مانگی تھی کہ میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کے شہر میں دفن ہوؤں۔ اگر آپ جنت البقیع میں دفن ہوتے تب بھی آپ کی دعا پوری ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ قدردان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قبر کی وہ جگہ عطا فرمائی جہاں جنت البقیع کا مرتبہ بھی پیچھے رہ گیا۔ اپنے حبیب ﷺ کے قدموں میں ریاض الجنۃ میں جگہ عطا فرمائی۔ جس سے بہتر روئے زمین میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

3.14 ۔ حضرت عثمان غنیؓ کی حیا

حضرت عثمان غنیؓ کی ذات اخلاق وفضائل کی پیکر تھی۔ لیکن حیاء کی صفت میں آپ کو اپنے رفقاء سے ایک درجہ امتیاز حاصل تھا۔ آنحضرت ﷺ بھی آپ کا بہت لحاظ کیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بے تکلفانہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی لاعلمی میں آپ کا زانو کھل گیا۔ اس دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ تشریف لائے تو آپ ﷺ اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر حضرت عثمان بن عفانؓ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا زانو ڈھانپ لیا۔ صحابہ نے اس عمل کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا! کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

3.15 ۔ مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر میں حصہ

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو سب سے پہلے پہلا پتھر رسول اللہ ﷺ نے رکھا۔ پھر آپ نے اس کے برابر میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے پتھر رکھنے کو کہا تو انہوں نے اس کے برابر میں ایک پتھر رکھا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ سے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پتھر کے برابر میں ایک پتھر رکھو۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان کے برابر میں ایک پتھر رکھا۔ پھر حضرت عثمان غنی ؓ سے کہا کہ حضرت عمر ؓ کے پتھر کے برابر میں ایک پتھر رکھو تو انہوں نے اس کے برابر میں ایک پتھر رکھا۔

ایک دوسری روایت جو مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا! یارسول اللہ ﷺ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ آپ ؐ کی کس طرح مدد کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہاں عائشہ ؓ! یہی تو میرے بعد میرے خلیفہ ہونے والے ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

3.16 ۔ چکی کا خود بخود چلنا

حضرت علی ؓ کی اس کرامت کے بارے میں حضرت حبانؒ نے اپنی کتاب " **اسعاف الراغبین** " میں واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کو بھیجا کہ حضرت علی ؓ کو بلا کے لائیں۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ گئے تو دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے اور وہاں کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ انہوں نے آکر اس عجیب کرامت کا تذکرہ رسول کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اے ابوذرؓ! اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی ڈیوٹیاں بھی عطا فرمادی ہیں کہ یہ میری آل کی مدد کرتے ہیں۔

(جامع کرامات اولیاء ، ازالۃ الخفاء)

3.17 ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حالات

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے دس سال پہلے قریش کے ایک سردار کے گھر پیدا ہوئے۔ آپؓ کی بچپن کی تعلیم وتربیت بڑی شاہانہ طریقے سے ہوئی تھی۔

آپ کے اسلام لانے کا ایک سبب یہ ہوا کہ یمن کے ایک بوڑھے عیسائی راہب نے آپؓ کو نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور کی خبر دی اور یہ بتایا کہ آپؐ مکہ میں پیدا ہوں گے اور یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔ جب آپ یمن سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی اطلاع دے کر ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے بہت اچھے دوست تھے۔

آپ فوراً اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور آپ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ آپ سے پہلے صرف چند لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کے مسلمان ہونے کی خبر سے آپ کے گھر والے سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کردئے تاکہ آپ اس دین سے پھر جائیں۔

جب آپ پر سختیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرلی۔ آپ کا تعلق ایک مالدار خاندان سے تھا۔ مگر جب آپ حبشہ سے واپس آئے تو بالکل خالی ہاتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرلی۔ وہاں آپ نے انتہائی چھوٹے پیمانے سے اپنا کاروبار شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ مدینہ منورہ کے نامی گرامی تاجر بن گئے۔

آپ نے قبیلہ انصار کی ایک خاتون سے شادی کرلی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں اپنی جان ومال سے جہاد کیا۔ غزوۂ احد میں آپ اتنی بہادری اور جان بازی سے لڑے کہ آپ کے بدن پر اکیس زخم آئے اور ایک زخم پاؤں میں لگا جو بہت شدید تھا جس کی وجہ سے بعد میں بھی آپ لنگڑا کر چلتے تھے۔

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ میں آپؓ کا تجارتی سامان سات سو اونٹوں میں لدا ہوا آیا۔ آپ نے وہ تمام سامان اونٹوں سمیت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کردیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دے رہے تھے تو آپ نے چار ہزار

درہم پیش کئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دوسری دفعہ اعلان کیا تو آپ نے چار ہزار درہم اور پیش کر دئے۔ رسول اللہ ﷺ دوسروں سے بھی صدقہ کرنے کی اپیل کر رہے تھے تو آپ ؓ نے ایک دفعہ پھر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ پیش کئے۔ آپ بہت زیادہ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دینار کا صدقہ کیا۔ آپ نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام ؓ کے لئے چار چار سو دینار دینے کی وصیت کی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور دوسری ازواج مطہرات کے لئے ایک باغ کی وصیت کی جو چالیس ہزار دینار کی مالیت کا تھا۔ (مشکوۃ شریف)

آپ کا انتقال ۳۲ھ میں بہتر (۷۲) سال کی عمر میں ہوا اور مدینہ منورہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

3.18 ۔ حضرت سعد بن وقاص ؓ اور شرم وحیا

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ ایک جگہ جہاد کے لئے لشکر لے کر گئے۔ سامنے دشمنوں نے ایک چال چلی کہ مکانوں کی چھتوں پر بے پردہ عورتوں کو کھڑا کر دیا تا کہ جب مسلمان فوج وہاں سے گزرے گی تو ان کو دیکھ کر ان کے دلوں میں برے جذبات پیدا ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ختم ہو جائے گی۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ وہاں سے گزرنے لگے اور انہوں نے یہ صورت حال دیکھی تو اعلان کر دیا:

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم

(ایمان والوں سے کہہ دیجئے! اپنی نگاہیں نیچے رکھیں)

یہ اعلان سن کر پوری لشکر نے اپنی نگاہیں نیچے کر لیں۔ کسی ایک مجاہد کی بھی نظر ان عورتوں پر نہیں پڑی۔ حتیٰ کے جب جنگ کے بعد لشکر لوٹ کر آ گیا تو کسی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ وہاں کے مکانوں کی بلندی کتنی تھی۔ لشکر والوں نے کہا! جب امیر لشکر نے اپنی نگاہیں نیچے رکھنے کو کہا تو ہمارا مکانوں کی اونچائی کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔

(واقعاتِ فقیر)

3.19 ۔ حضرت طلحہ ؓ کا اسلام لانا

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جب اسلام قبول کیا تو قریش کے چند سردار دارالندوہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے نمٹنے کے لئے مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے طلحہ بن عبیداللہ ؓ کو بھیجا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو پکڑ کر لائیں۔ جب وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو لے کر وہاں پہنچے تو طلحہ بن عبیداللہ ؓ نے بلند آواز میں کہا! اے ابوبکر میں تمہیں لات وعزیٰ کی طرف عبادت کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا! کون لات وعزیٰ۔ طلحہ نے کہا! اللہ کی بیٹیاں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا! تو پھر ان کی ماں کون ہے۔ یہ سن کر طلحہ خاموش ہوگئے، کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ طلحہ کے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے کہ اپنے ساتھی کو جواب بتا دو۔ وہ بھی خاموش رہے انہوں نے بھی جواب نہیں دیا۔ طلحہ اپنے ساتھیوں کو کافی دیر تک دیکھتے رہے لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ طلحہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہنے لگے کہ اٹھو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ ان کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔

(عیون الاخبار: ۱۹۸/۲، ۱۹۹)

3.20 ۔ حضرت زبیر بن عوام ؓ کی شجاعت ؓ

جنگ بدر میں میں سعید بن العاص کا بیٹا عبید سر سے پاؤں تک لوہے کا لباس پہنے کفار کی صفوں میں سے نکلا اور نہایت ہی غرور اور گھمنڈ سے بولا! اے مسلمانو! سن لو کہ میں ابوکرش ہوں۔ اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ اس کی یہ للکار سن کر حضرت زبیر بن عوام ؓ جوش جہاد سے بھرے ہوئے مقابلہ کے لئے صف سے باہر نکلے۔ اس کی آنکھوں کے سوا بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو لوہے سے ڈھکا ہوا نہ ہو۔ آپ نے اس کی آنکھ کا نشانہ لے کے اس زور سے اس کو برچھی ماری کہ وہ اس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی اس کے دماغ میں گھپ گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا اور فوراً ہی مر گیا۔

حضرت زبیر نے اس کے جسم پر پیر رکھ کے بہت زور سے اس برچھی کو نکالنے کے لئے کھینچا۔ ایک جھٹکے کے

ساتھ برچھی باہر نکل آئی لیکن اس کا سرا مڑ گیا تھا۔ یہ برچھی ان کے پاس برسوں یادگار کے طور پر رہی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر سے وہ برچھی لے کر اپنے پاس محفوظ رکھ لی تھی۔ بعد میں وہ برچھی خلفاء راشدین میں منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت زبیر کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آ گئی۔

۷۳ھ میں جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کیا تو یہ برچھی بنوامیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔ پھر اس کا بعد میں پتہ نہیں چلا کہ کہاں گئی۔

(صحیح بخاری)

3.21 ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ

ابوعبیدہ بن جراحؓ کا تعلق قریش کے معزز خاندان سے تھا۔ آپ کا شجرہ نسب فہر بن مالک پر رسول اللہ ﷺ کے شجرے سے مل جاتا ہے۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ صحابی میں ہوتا ہے۔ آپ کا اصل نام عامر تھا اور کنیت ابوعبیدہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو '' امین الامت '' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب سے ایمان لائے تھے اور فوراً ہی اسلام کے جان نثاروں میں شامل ہو گئے تھے۔

آپ نے پہلے حبشہ ہجرت کی اور بعد میں مدینہ منورہ کی ہجرت کی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں حصہ لیا۔ غزوہ احد میں جب رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے تھے اور آپ کے گال میں خود کی دو کڑیاں گڑ گئیں تھیں تو وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اپنے دانتوں سے نکالی تھیں اس سے ان کے دو دانت بھی شہید ہو گئے تھے۔ آپ بہت بہادر، بلند قامت اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

آپ کی وفات ۱۸ھ میں طاعون کی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے پڑھائی اور بیسان کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک اٹھاون (۵۸) سال تھی۔

(اکمال فی اسماء الرجال)

3.22 ۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کا اپنے والد کو قتل کرنا

جنگِ بدر میں حضرت ابوعبیدہ ؓ کے والد آپ کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرتے رہے۔ وہ بار بار آپ کے سامنے آتے اور آپ کترا کر نکل جاتے۔ اس طرح سے ان کا بار بار آپ کے سامنے آنا اور آپ کا کترانا آپ کی لڑائی میں آڑے آ رہا تھا۔ بالآخر جو وہ ایک مرتبہ پھر آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کی طرف بڑھے تو آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی!

﴿ لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَ هُمْ أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَان ﴾

(سورۃ المجادلہ ۔ ۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ پاؤ گے، گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ان کے خاندان ہی کے لوگ ہوں انہی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

3.23 ۔ سریہ سیف البحر (سریہ خبط)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ذوالحجہ 5ہجری، 627ء میں تین سو مہاجرین کا ایک لشکر دے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف البحر کی طرف روانہ کیا کیونکہ ان کی طرف سے تشویشناک خبریں مل رہی تھیں۔ ان کو اس سفر میں کھانے پینے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف دو دو تین تین چھوہاروں پر پورا دن گزارنا پڑتا تھا۔ اس سفر میں بھوک کی شدت اور کھانے کی کمی کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے درخت کے پتے تک کھائے اور یہاں تک کہ اپنی سواری کے اونٹ ذبح کر کے کھانے لگے۔

یہ لشکر قبیلہ جہنیہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا اس لشکر میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود تھے۔ اتفاق سے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی ہاتھ لگی جو سب کے لئے پندرہ دن کے لئے کافی ہوگئی۔ اس کا تیل بھی

استعمال کرتے تھے۔ اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے توشے کے طور پر رکھ کر مدینہ لے کر آئے اور کچھ گوشت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے حکم سے اس کی دو پسلیوں کو زمین میں گاڑ کر محراب بنایا گیا جس کے نیچے سے اونٹ گزر جاتا تھا۔ (صحیح بخاری)

3.24 ۔ حضرت ابی بن کعبؓ اور درود شریف

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہوں۔ میں دن رات میں کتنا درود پڑھا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تم جس قدر پڑھنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھائی حصہ درود پڑھ لیا کروں؟ ارشاد ہوا جس قدر پڑھ لیا کرو۔ اگر تم اس سے زیادہ پڑھو گے تو اور بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف حصہ درود پڑھنے میں گزار دیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم جتنے حصے پڑھنا چاہو مگر اور زیادہ پڑھو گے تو اور بہتر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ دو تہائی حصے پڑھ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جتنا چاہو پڑھ لیا کرو۔ پھر بھی اور زیادہ پڑھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے تمام اوقات میں درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تو تمہارا ہر کام بن جائے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف)

3.25 ۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کا اسلام لانا

حضرت عبداللہ بن سلام کا اصل نام حصین بن سلام تھا۔ آپ حضرت یوسف علیہ سلام کی اولاد میں سے تھے اور توریت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صفت، نام اور زمانے سے پہلے سے واقف تھا مگر کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف

لے آئے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قباء میں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تو ایک آدمی نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی مجھے اطلاع دی اس وقت میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور کھجوریں توڑ رہا تھا۔ میری پھوپھی حضرت خالدہ بن حارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی جب میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی خبر سنی تو وہاں سے میں نے خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

میری پھوپھی نے نعرہ سن کر مجھ سے کہا خدا کی قسم! اگر تو موسیٰ (علیہ السلام) بن عمران کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ عبداللہ بن سلام ؓ کہتے ہیں میں نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ خدا کی قسم! یہ بھی موسیٰ (علیہ سلام) بن عمران کے بھائی ہیں اور وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسیٰ علیہ سلام کو دیا گیا تھا۔

پھر میری پھوپھی نے پوچھا! اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں خبر دی گئی ہے اور وہ قیامت کی سانس تک کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔

میں نے پھوپھی کو جواب دیا کہ ہاں یہ وہی نبی ہیں پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اسلام کی دعوت دی ان سب نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

(ابن ہشام)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تھے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے تین چیزوں سے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پوچھو۔

انھوں نے عرض کیا۔

۱۔ قیامت کی علامت میں سے پہلی علامت کون سی ہے؟

۲۔ پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ کیا ہے؟

۳۔ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا حضرت جبریل علیہ سلام ابھی ابھی مجھے تینوں سوالوں کے جواب بتا کر گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے۔ (یہ یہودیوں کا عقیدہ ہے)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا!

ا۔ علامت قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدان حشر کی طرف دھکیلے گی۔

۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

۳۔ لڑکے کے کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے مادہ پر سبقت لے جاتا ہے تو وہ جنین کی شکل وصورت میں اثر انداز ہوتا ہے۔ اور باپ کی شکل کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے تو وہ بچہ ماں کی شکل وصورت کی طرف جاتا ہے۔

حضرت عبدااللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ جوابات سن کر پکار اٹھے

" اشھدان لااله الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ"

حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں نے اپنے اسلام لانے کو یہود سے چھپائے رکھا پھر میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہود بہت بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے اپنے گھر کے کسی حصے میں چھپادیں ان پر میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے ان کو بلائیں اور میرے بارے میں دریافت کریں کہ میں ان میں کیسا ہوں۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سلام کو اپنے مکان کے ایک حصے میں چھپا دیا۔ یہود نے آکر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے سوالات کئے جن کے جواب دینے کے بعد پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میں حصین بن سلام کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا سب سے بڑا عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جب یہود اپنی بات ختم کر چکے تو میں نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور ان سے کہا اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو جو کچھ حق تمہارے پاس آیا ہے، اس کو قبول کرلو۔

خدا کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ان کا نام اور صفات توریت میں لکھی ہوئی ہیں۔ جو تمہارے پاس ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی معرفت رکھتا ہوں۔ یہ سن کر یہود نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی۔

یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں بتا دیا تھا کہ یہ بہت بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ یہ بے وفا، جھوٹی اور حق سے منہ پھیرنے والی قوم ہے۔ پھر انہوں نے اپنا اور اپنے اہل خانہ کا اسلام ظاہر کر دیا اور کہا کہ میری پھوپھی خالدہ بنتِ حارث بھی اسلام لے آئی ہیں۔

(ابن ہشام)

3.26 ۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا خواب

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ مجھے ایک بہت ہی چوڑے راستے پر لے کر گیا۔ اچانک ہمیں ایک راستہ بائیں طرف نظر آیا اس شخص نے کہا کہ تم اس راستے پر چلنے کے اہل نہیں ہو۔ پھر ہم سیدھے چلنے لگے تو ایک راستہ دائیں کی نظر آیا میں نے اس راستے پر چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں ایک پہاڑ پر پہنچ گیا جو بہت چکنا تھا۔ اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے پہاڑ کی چوٹی تک پہنچا دیا۔ وہاں میں نے ایک رسی دیکھی اس شخص نے کہا کہ اس کو پکڑ لو اور مضبوطی سی پکڑے رہنا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! بہت اچھا خواب ہے وہ عظیم راستہ حشر کا راستہ ہے اور راستے میں تمہیں بائیں جانب کو راستہ نظر آیا وہ دوزخیوں کا راستہ ہے اور تم ان میں سے نہیں ہو۔ وہ راستہ جو تمہیں دائیں جانب نظر آیا وہ اہل جنت کا راستہ ہے اور چکنا پہاڑ شہداء کی منزل ہے اور وہ رسی جس کو تم نے تھاما وہ اسلام ہے۔ اسے مضبوطی سے تھامے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔

(ابن سعد)

3.27 ۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اسلام لانا

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اسلام لانے کا قصہ بہت طویل ہے اس کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایران کے ایک شہر ہرمز میں پیدا ہوئے ایران کے عام مذہب کے مطابق آپ اور آپ کے والد بھی آتش پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آتش پرستی کوئی صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا لیکن باپ کسی طرح آتش پرستی چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ بالآخر تنگ آ کر انہوں نے اپنے باپ کو چھوڑ دیا اور شام چلے گئے اور یہ سوچ کر کے نصرانی مذہب کم از کم آتش پرستی سے بہتر ہے، ایک نصرانی عالم کے پاس مقیم ہو گئے اور اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو دوسرے عالم کے پاس گئے دوسرے کا انتقال ہوا تو تیسرے کے پاس اور تیسرے کا انتقال ہو گیا تو چوتھے عالم کے پاس چلے گئے۔ ان میں سے کسی نے ہمدردی کی اور کسی نے تکلیف پہنچائی ہر ایک عالم نے انہیں الگ الگ باتیں بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت لمبی عمر عطا فرمائی تھی تقریباً تین سو سال (بعض روایات میں ایک سو بیس سال کا ذکر ہے) عمر پائی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ میں دس سے زیادہ افرد کے ہاتھوں میں بدلتا رہا۔ ایک آقا سے دوسرے کی طرف بالآخر آٹھ دس آدمیوں سے منتقل ہونے کے بعد ایک نصرانی عالم کے پاس پہنچا جوان سب سے بہتر تھا۔ حسنِ سلوک کے معاملہ میں بھی اور دینی اعتبار سے بھی صحیح آدمی معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بھی مرنے کا وقت آ گیا تو میں نے اس سے کہا کہ آپ بھی رخصت ہونے والے ہیں تو بتائیں کہ میں آپ کے بعد کہاں جاؤں۔

اس نے کہا کہ اب تمہیں کسی اور آدمی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ مجھے اتنا پتا ہے کہ وہ عرب کے ایسے علاقے میں ہوں گے جہاں نخلستان زیادہ ہیں میں تمہیں ان کی علامات بتا دیتا ہوں کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے، ہدیہ قبول کر لیں گے اور ان کے شانہ مبارک پر مہر نبوت ہوگی۔ یہ تین علامتیں تمہیں بتائی ہیں اگر وہ تمہیں مل گئے تو سمجھنا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے اور پھر ان کے ساتھ زندگی گزارنا یہ وصیت کر کے نصرانی عالم کا انتقال ہو گیا۔

اب ان کا عرب جانے کا ارادہ ہوا۔ ایک قافلہ جا رہا تھا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ میں عرب جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے شامل کرلیا۔ راستے میں قافلے سے متعلق بھی بڑے قصے ہیں انہوں نے غداری کر کے ان کو غلام بنالیا اور ایک بازار میں جا کر بیچ دیا۔ مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے ان کو خریدا اور خرید کر مدینہ منورہ لے آیا۔ اس طرح آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے، مدینہ منورہ پہنچ کر کے انہوں نے دیکھا کہ وہاں نخلستان بہت ہیں اور یہ ہے بھی عرب کا علاقہ اس لئے سمجھ گئے کہ یہی مطلوبہ جگہ ہے۔ جس جگہ کی میرے استاد نے پیشین گوئی کی تھی شاید وہ یہی جگہ ہے اس لئے بڑے خوش ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہودی بڑا اکھڑ اور سخت تھا۔ بڑی سخت خدمت لیتا تھا۔ انہوں نے سوچا اب اس طرح زندگی گزارنی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کوئی بندوبست کریں گے چنانچہ اس یہودی کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اس یہودی کی خدمت کے دوران میں اس کے باغ میں تھا اس نے مجھ سے کہا کہ کھجور کے درخت پر چڑھ جاؤ اور کھجوریں توڑو۔ میں درخت سے کھجوریں توڑ رہا تھا۔ اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چچا زاد بھائی آیا اور آکر کہنے لگا۔ اللہ ان بنو قیلہ کے لوگوں کو ہلاک کرے (بنو قیلہ انصار کا پرانا لقب تھا) قباء میں ایک آدمی آیا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور سب اس کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔

سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں چونکہ پہلے سے ہی انتظار میں تھا اس لئے میرے کان میں جب یہ آواز پڑی کہ لوگ ایک ایسے شخص کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سنتے ہی میرے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی اور مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں درخت سے نیچے کود پڑا اور اپنے آقا سے اجازت چاہی کہ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں ذرا کام ہے، وہ چونکہ بڑا سخت تھا اس نے کہا کہ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے بہت منت سماجت کی کہ مجھے تھوڑی دیر کی چھٹی دے دو لیکن اس نے کہا جب تک ساری کھجوریں نہیں اتار لو گے اس وقت تک نہیں جانے دوں گا۔ چنانچہ وہ دن میں نے بڑی مشکل سے گزارا۔ کھجوریں کاٹ کر شام کو جب چھٹی ملی تو میں نے ان میں سے تھوڑی سی کھجوریں ہاتھ میں لیں اور قباء پہنچ گیا۔ لوگ جہاں کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں ہوں گے تو دیکھا کہ حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف فرما ہیں۔

حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آس پاس لوگ بیٹھے ہیں میں جا کر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ سب لوگ مسافر اور حاجت مند ہیں۔ اس لئے آپ کی خدمت میں صدقہ لے کر آیا ہوں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے تم لوگ کھالو یا جو مستحق ہیں ان کو دے دو اس طرح نصرانی عالم نے جو تین علامات بتائیں تھیں ان میں سے پہلی علامت ظاہر ہوگئی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اٹھ کر آگئے اور دوسری بار کچھ اور چیزیں لے کر گئے اور کہا کہ یہ کچھ ہدیہ لے کر آیا ہوں اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) قبول فرمائیں آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرمائی۔ دوسری علامت بھی ظاہر ہوگئی۔

پھر تیسری بار حاضر ہوئے تو حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ یہ سامنے بیٹھنے کے بجائے پیچھے بیٹھنے کے لئے آنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے مہر نبوت کی زیارت کی جائے۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعہ علم ہوگیا کہ یہ اس فکر میں ہیں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے شانے سے چادر ہٹادی۔ سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نظر مہر نبوت پر پڑی۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مہر نبوت دیکھ لی تو اپنے آنسو نہ روک سکا اور آگے بڑھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور میرے آنسو سرکار عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مہر بنوت پر برس رہے تھے۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک عرصے سے اس انتظار تھے کہ کب نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت نصیب ہو۔ جب منزل نظر آ گئی تو آنسوؤں کو روکنا ممکن نہ رہا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایمان لے آیا اور آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ایمان لے آیا ہوں لیکن ایک یہودی کا غلام ہوں اور زبردستی کی غلامی ہے کیونکہ غلامی کی حقیقت کوئی نہیں تھی۔ سرور عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم اس یہودی سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ کچھ پیسے ادا کر کے آزاد ہو جاؤ چنانچہ میں یہودی کے پاس گیا اور جا کر اس سے کہا کہ میرے ساتھ مکاتبت کرلے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن بدل کتابت تین سو اوقیہ چاندی ہے اور سو کھجور کے درخت لگاؤ جب وہ درخت جوان ہو جائیں اور ان پر پھل آجائے تو تم آزاد ہو۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آکر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ اس

نے ایسی بدل کتابت مقرر کر دی ہے کہ میں اسے ساری عمر ادا نہ کر سکوں گا۔ کھجور کے سو درخت لگانے ہیں اور جب ان پر پھل آجائے اور کھجور کا پھل سب سے زیادہ دیر میں آتا ہے اور اوپر سے تین سو اوقیہ چاندی بھی ہے۔

حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا! سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کرو جن کے پاس کھجور کے پودے ہوں ان کو دے دے۔ لوگوں نے پودے دینے شروع کر دئے۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کل اپنے باغ میں آجانا میں آؤں گا وہاں درخت لگائیں گے۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے گئے اور جو پودے اکھٹے کئے تھے وہ لگانے شروع کر دئے اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ تم رہنے دو۔ پورے کے پورے سو پودے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دست مبارک سے لگائے اور لگانے کے بعد دعا فرمائی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خیال ہوا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے سارے پودے لگائے ہیں ایک آدھ پودا میں بھی لگا دوں۔ چنانچہ ان سو پودوں کے علاوہ ایک ادھ پودا حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی لگایا جو سو پودے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لگائے تھے وہ سب کے سب توانا درخت بن گئے اور سال بھر میں وہ سو کے سو پھل لے آئے اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جو پودے لگائے تھے ان کا نام ونشان نہیں تھا۔

نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دست مبارک سے لگائے ہوئے درختوں کی نسل کے درخت ابھی کچھ عرصے پہلے تک باقی تھے۔ ان میں دو درخت وہ بھی باقی تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دست مبارک سے لگائے ہوئے ہیں جن کا واقعہ یہ ہے کہ ان دو درختوں کا پھل سارے مدینہ کے تمام باغات کے پھل سے مختلف تھا۔

ان درختوں کی کھجوریں بازار میں نہیں بکتی تھیں بلکہ کھجوروں کے مالک ان کو حفاظت سے رکھتے تھے اور خاص خاص لوگوں کو ہدیہ میں دیا کرتے تھے۔ اہل مدینہ ان کے جتنے اہتمام سے حفاظت کرتے تھے اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ یہ درخت انہی درختوں کی نسل سے ہیں یہ نخلتہ النبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہلاتے تھے۔ قباء سے کچھ فاصلے پر یہ باغ تھے۔ اب چند سالوں سے وہ درخت نہیں ہیں۔

حضورا کرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے معجزے کے طور پر ان درختوں میں سال بھر میں پھل آ گیا تھا۔ پودوں کا مسئلہ تو اس طرح حل ہو گیا۔ اب دوسرا مرحلہ تین سواوقیہ چاندی کا تھا۔ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ مال آیا جو تین سو اوقیہ سے کم تھا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سلمان ! تمہارا بدل کتابت آ گیا۔ یہ لے جاؤ اور اس کو تولو۔ جب اس کو وزن کیا تو وہ تین سواوقیہ ہو گیا چنانچہ انہوں نے وہ لے جا کر یہودی کو دے دیا۔

اس سارے عمل میں ڈیڑھ دو سال لگ گئے۔ جس کی وجہ سے حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ آقا کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ آزادی کے بعد پہلا غزوہ جس میں آپ نے شرکت کی وہ غزوہ احزاب تھا۔ جس میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کہنے پر نبی کریم (ﷺ) نے خندق کھوائی تھی اور پھر اللہ تعالی نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"سلمان مناّاهل البيت".

سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے کافی عرصہ بعد تک زندہ رہے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں ایران کی فتح میں ان کا بڑا ہاتھ تھا، بالآخر مدائن کے گورنر بنے۔ مدائن ایران کا دارالحکومت تھا۔ مدائن کے گورنر بننے کے باوجود معمولی کپڑوں میں عام لوگوں کی طرح پھرتے رہتے تھے۔

یہاں تک کہ ایک مسافر آیا وہ سمجھا کہ یہ کوئی قلی ہے اس نے حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ یہ گٹھڑی اٹھاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں اٹھاؤں گا۔ چنانچہ اٹھا کر سر پر رکھوا لی اور کہا کہاں لے جانی ہے۔ اس نے کہا فلاں جگہ اب وہ آگے آگے جا رہا ہے اور یہ پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اچانک لوگوں نے دیکھا کہ امیر المومنین (گورنر) گٹھڑی اٹھائے جا رہے ہیں تو اس شخص پر بہت ناراض ہوئے کہ یہ تو نے کیا حرکت کی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ یہ مدائن کے حاکم ہیں۔ اس نے بڑی منت سماجت کی کہ آپؓ یہ گٹھڑی اتار دیجئے لیکن حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں جس نیکی کا ارادہ کر چکا ہوں جب تک اس کو پورا نہیں کروں گا اس وقت تک نہیں اتاروں گا چنانچہ گٹھڑی کو اس کے گھر تک پہنچایا۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وفات حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عہد خلافت میں مدائن میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبر مبارک پر آج بھی یہ حدیث کندہ ہے کہ

" سلمان منا اھلِ البیت "

ابن ہشام نے حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مکاتبت تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا لکھا ہے جو پورا کیا گیا۔

3.28 ۔ سیدالشہداء حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع کفارِ مکہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابوجہل کوہ صفا کے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قریب سے گزرا تو اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو برُا بھلا کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر دے مارا جس سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چوٹ آئی اور خون نکل آیا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی (حضرت سلمیٰؓ جن کو بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خادمہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا) کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کمان حمائل کئے شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے ان سے ابوجہل کی ساری حرکت بیان کی حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصے سے بھڑک اٹھے (یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط جوان تھے)۔ اور سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

اوسرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں اور مارا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان اس زور سے اس کے سر پر مار کر اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنو مخزوم اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے لیکن

ابوجہل نے یہ کہہ کرانہیں خاموش کر دیا کہ ابوعمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھیجے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابوجہل کی خبر لینے کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور کہا۔ بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ یہ سن کر حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان ہونے والوں میں انتالیس نمبر (39) پر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی کمزور جماعت کو ایک طاقت نصیب ہوگئی۔ اس وقت رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) دارالارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ کفارِ مکہ جو مسلمانوں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخیاں کرنے میں بہت بے باک ہو گئے تھے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے کچھ محتاط ہو گئے تھے۔

3.29 ۔ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت

غزوہ احد میں آپ کو شہادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ وحشی غلام جس کو انعام کی لالچ دی گئی تھی اس کی نظریں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعاقب کر رہی تھیں آخر اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹ پر سوار لوگوں کے بیچ میں گھس کر ان کا صفایا کر رہے ہیں اس کے سامنے کوئی ٹک نہیں پا رہا تھا وحشی ان کے قتل کی تیاری کر رہا تھا کبھی درخت اور کبھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وحشی نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سباح بن عبدالعزیٰ کو قتل کر رہے ہیں تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ان کی طرف اچھال دیا جو ان کو لگا اور آر پار ہو گیا۔ انہوں نے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن گر پڑے۔ وحشی ان کو دور سے دیکھتا رہا یہاں تک کے وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد وحشی قریب گیا اور اپنا نیزا نکال کر لشکر میں واپس چلا گیا، اس کو ان کے سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس نے انہیں صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں گا۔

چنانچہ جب وہ مکہ آیا تو اس کو آزادی مل گئی۔ ہند موقعہ پا کر حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس آئی اور ان کی ناک کان کاٹ دئے اور آنکھیں نکال دیں سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی اگل دیا۔ اسی لئے جگر خواہ مشہور ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا۔ انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا۔

" انا للّٰہ وانا الیہ راجعون "

پھر دعائے مغفرت کی اور چلی گئیں علمدار اسلام حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر کے کفن کے لئے صرف ایک چادر تھی جو اس قدر چھوٹی تھی کہ سر چھپاتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آخر سر چھپا کر پاؤں پر گھاس ڈال کر چھپا دیا۔ تمام شہید بلا غسل ایک ایک قبر میں دو دو دفن کئے گئے۔ حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دفن کیا گیا وہ آپ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔

3.30 ۔ درخت کی شاخ کا روشن ہوجانا

امام احمدؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت قتادہ بن نعمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ رات اندھیری تھی، بادل تھے، بجلی چمک رہی تھی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کو درخت کی ایک شاخ عنایت فرمائی اور کہا۔ یہ ایسی روشن ہو جائے گی کہ دس آدمی آگے اور دس آدمی پیچھے چل سکیں گے اور تم گھر پہنچو گے تو کالی چیز دیکھو گے اس کو مار کر نکال دینا۔ حضرت قتادہؓ وہاں سے چلے تو درخت کی شاخ روشن

ہوگئی یہاں تک کہ وہ گھر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کالی چیز دیکھی تو انہوں نے اسے مار کر نکال دیا۔ (کالی چیز شیطانوں میں سے کوئی شیطان تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اسے نکال باہر کیا)

3.31 ۔ حضرت عبادہ بن بشیر ؓ اور حضرت اسید بن حضیر ؓ کی کرامت

ایک واقعہ امام بخاری ؒ نے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسید بن خضیر ؓ اور حضرت عبادہ بن بشر ؓ ایک رات حضور ِ اقدس ﷺ کے پاس سے نکلے۔ رات بہت تاریک تھی، دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک چھڑی تھی تب ایک چھڑی روشن ہوگئی۔ اس کی روشنی میں دونوں چلے۔ جب دونوں کا راستہ جدا ہوا تو دوسرے کے ہاتھ میں جو لکڑی تھی وہ بھی روشن ہوگئی۔ وہ دونوں اپنی اپنی لکڑیوں کی روشنی میں گھر پہنچ گئے۔

3.32 ۔ خشک لکڑی تلوار بن گئی

بیہقی ؒ نے روایت کی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ ؓ کو ایک خشک لکڑی دی اور فرمایا کہ تلوار بن جا تو وہ لکڑی ان کے لئے لمبی سفید براق جیسی تلوار بن گئی۔ اس سے انہوں نے جنگِ بدر میں لڑائی کی۔ وہ تلوار ان کے پاس ہمیشہ رہی۔ وہ مختلف جنگوں میں اس تلوار سے دشمن ِ اسلام کو قتل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ ٔ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوگئے۔ اس تلوار کا نام " عون " ہوگیا تھا۔ بعض کتابوں میں اس کا نام " عرجون " آیا ہے۔

3.33 ۔ حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کی لکڑی کی تلوار

ایک اور واقعہ کا ذکر بیہقی ؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کی تلوار غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ ان کے ہاتھ میں دے دی۔ انہوں نے اسے تلوار کے طور پر استعمال کیا اور وہ بالکل تلوار کی طرح کام کرتی تھی۔

ابن سید الناس نے لکھا ہے کہ وہ تلوار حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کے پاس ان کی وفات تک رہی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ترکہ میں سے وہ تلوار دوسو دینار میں فروخت ہوئی۔

(معجزاتِ رسول کریم ﷺ)

3.34 ۔ حضرت عمار بن یاسر ؓ نے شیطان کو پچھاڑ دیا

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمار ؓ سے فرمایا! تم ہمارے لئے پانی لاؤ۔ وہ پانی لانے کے لئے گئے تو انہیں راستے میں حبشی ملا اور اس نے کہا کہ میں تمہیں اس چشمہ سے پانی نہیں لینے دوں گا۔ حضرت عمار ؓ اور اس حبشی کی ہاتھا پائی ہوگئی اور حضرت عمار ؓ نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس حبشی نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہارے راستے سے ہٹ جاتا ہوں تم پانی لے لو۔ آپ نے جیسے ہی اسے چھوڑا وہ پھرتن کر ان کے سامنے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمار ؓ نے اسے پھر پچھاڑ دیا۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ بالآخر وہ حبشی بھاگ گیا۔

انہوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو پورا واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا! وہ شیطان تھا۔ حضرت عمار ؓ نے کہا! واللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ شیطان ہے تو میں اسے قتل کر دیتا۔

(ابونعیم، بیہقی)

3.35 ۔ حضرت عاصم بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کی حفاظت

حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت ان دس صحابہ کے امیر تھے جنہیں کفار نے اپنی تعلیم و تربیت کے لئے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کر کے مانگا تھا اور پھر ان کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ قریش مکہ نے اس مقصد کے لئے آدمی بھیجا کہ حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر یا ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لائیں تا کہ وہ پہچان سکیں۔ جب لوگ ان کی لاش کے قریب پہنچے تو بھڑوں کے جھنڈ اس پر آ گئے اور قریش کے لوگ ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے۔

حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دعا کی تھی کہ یا اللہ مجھے مشرکین نہ چھو پائیں ۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا! اللہ اپنے مومن بندے کی حفاظت موت کے بعد بھی ایسے کرتا ہے جس طرح زندگی میں کرتا ہے۔

(ابن ہشام ۲/۱۶۹ تا ۱۷۹، زادالمعاد ۲/۱۰۹)

3.36 ۔ غسیلِ ملائکہ

ابن اسحاق ؒ ایک حدیث بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن فرمایا! حنظلہ ؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر والی سے صحابہ کرام نے کیفیت دریافت کی ۔ انہوں نے بتایا کہ جب انہوں نے جہاد کی ندا دینے کی آواز سنی تو وہ اس وقت جنبی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی لئے فرشتے انہیں غسل دے رہے تھے۔

جنگِ احد میں بہادری کے جوہر دکھانے والے صحابی حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غسیلِ ملائکہ تھے جو نرالی شان سے میدانِ جنگ میں آئے۔ آپ ابو عامر راہب کے بیٹے تھے آپ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی لیکن جنگ کے اعلان کی وجہ سے آپ میدانِ میں نکل آئے میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے سپاہ سالار ابوسفیان تک پہنچ گئے اور قریب تھا اس کا کام تمام کر دیتے لیکن ان کے مقدر میں شہادت لکھی ہوئی تھی۔

آپ نے ابوسفیان کو تلوار کے نشانے پر لیا لیکن اس سے پہلے کہ آپ اس پر وار کرتے شداد بن اوس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کے وار کرنے سے پہلے آپ پر وار کر دیا جس سے خود حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو گئے۔ میدانِ جنگ سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش غائب ہوگئی تلاش کے بعد ملی تو اس میں سے پانی ٹپک رہا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ ؓ کو بتایا کے ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

پھر فرمایا ان کی بیوی سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے تو انہوں نے واقعہ بتلایا۔ یہیں سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام غسیل ملائیکہ (فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے) پڑ گیا۔ (زادالمعاد)

3.37 ۔ حضرت زنیرہ ؓ ۔ حضرت ام عمیس

حضرت زنیرہ ؓ قریش کے قبیلہ بنومخزوم کی کنیز تھیں۔ آپ ابتدائے اسلام میں ایمان لے آئیں تھیں، آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ ابوجہل آپ ؓ پر طرح طرح سے ظلم وستم کرتا تھا۔ وہ ان کو مجبور کرتا تھا کہ دین اسلام چھوڑ دو تو اس ظلم اور اذیتوں سے بچ سکتی ہو۔ لیکن آپ نے کہا کہ مجھے جان دینا منظور ہے لیکن اسلام سے مرتد نہیں ہوسکتی۔

ایک دفعہ آپ کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ آپ کی بینائی ختم ہوگئی۔ ابوجہل نے کہا! لات وعزیٰ نے تمہاری بینائی چھین لی۔ آپ ؓ نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو اللہ کی قسم! لات وعزیٰ میں نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ وہ پتھر ہیں وہ کچھ نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اگر میری بینائی زائل ہوگئی ہے تو یہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اللہ چاہے تو میری بینائی واپس بھی دے سکتا ہے۔ آپ نے یہ بات اتنے یقین سے کی کہ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹا دی۔ حضرت زنیرہ ؓ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

3.38 ۔ اہل محبت کی آزمائش

ایک صحابیہ کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے حد حسن و جمال عطا کیا ہوا تھا۔ ان کی شادی ایک دولت مند صحابی سے ہوگئی۔ جس کے پاس رزق کی فراخی اور ہر طرح کے عیش وآرام کا سامان تھا۔ دونوں میاں بیوی میں محبت بھی بہت تھی۔ وقت بہت شاندار طور پر گزر رہا تھا۔ بیوی اپنے شوہر کی بہت خدمت کرتی تھیں اور شوہر کو کوئی شکایت کا موقع نہیں دیتی تھیں۔ ایک رات شوہر نے بیوی سے پانی پلانے کے لئے کہا۔ بیوی اٹھ کر پانی لے کر آئیں تو شوہر کو نیند آ گئی اور وہ سو گئے۔ بیوی پانی کا پیالہ لئے اس انتظار میں کھڑی رہی کہ اگر ان کی آنکھ کھل جائے گی تو پانی پلا دوں گی۔ شوہر کی اچانک آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لے کر کھڑی ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اٹھ کر پانی پیا۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم سے اتنا خوش ہوں کہ اگر آج جو تم مانگو گی میں تمہیں دوں گا۔ بیوی نے کہا کہ کیا آپ اپنی بات پر پکے ہیں اور جو کچھ میں کہوں گی آپ اسے پورا کریں گے۔ شوہر نے وعدہ کرلیا۔ بیوی نے کہا کہ آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیں۔

ان کی یہ بات سن کر وہ صحابی دنگ رہ گئے۔ انہوں نے بیوی سے پوچھا! کیا تمہیں مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ کہنے لگیں بالکل نہیں۔ صحابی نے کہا! کیا میں نے تمہاری ناقدری کی ہے؟ انہوں نے کہا! ہر گز نہیں۔ آپ کی امیدوں کو توڑا ہے یا آپ کی کوئی بات پوری نہیں کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ شوہر نے کہا! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ کہنے لگیں ہر گز نہیں۔ تو پھر مجھ سے طلاق کیوں لینا چاہتی ہو۔

کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتیں؟ وہ کہنے لگیں کہ یہ بات بھی نہیں۔ میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں اور آپ سے محبت بھی کرتی ہوں۔ اسی لئے میں آپ کی خدمت بھی کرتی ہوں۔ صحابی نے کہا کہ میں آپ کی بات پوری کروں گا لیکن ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرلوں۔ بیوی اس بات پر راضی ہوگئیں اور دونوں رات کو سو گئے۔

صبح دونوں میاں بیوی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے گھر سے نکلے۔ راستے میں شوہر کا پیر ایک پتھر سے ٹکرایا اور وہ گر پڑے۔ ان کے پیر سے خون نکلنے لگا۔ بیوی نے فوراً اپنے دوپٹہ پھاڑا اور اس کو زخم کی جگہ پر باندھا۔ شوہر کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور کہا کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں۔ میں آپ سے طلاق نہیں لیتی۔

شوہر جس طرح طلاق کے مطالبے پر حیران ہوئے تھے اسی طرح اب اس سے انکار پر حیران ہو گئے۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ماجرہ ہے۔ بیوی نے کہا کہ آپ گھر چلیں میں آپ کو تمام بات بتا دوں گی۔ جب گھر جا کر بیٹھے تو انہوں نے بے چینی سے بیوی سے پوچھا کہ اب بتاؤ کیا بات ہے۔

بیوی نے کہا کہ چند دن ہوئے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس پر طرح طرح کی پریشانیاں اس طرح آتی ہیں جیسے پانی ڈھلوان پر بہتا ہے۔

میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سن کر سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے گھر میں کوئی پریشانی نہیں دیکھی۔ مجھے یہاں کوئی غم نہیں ہوا اور کوئی مصیبت نہیں آئی۔ میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات بالکل سچی ہے۔ ایسا تو نہیں کہ میرے خاوند کے ایمان میں کوئی کمی ہو، اللہ تعالیٰ کو میرے خاوند سے محبت نہ ہو یا میرے خاوند کے اعمال ٹھیک نہ ہوں۔ میں نے سوچا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں ٹھیک نہیں ہے میں اس کی خدمت کر کے کیا کروں گی اس لئے میں نے آپ سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔

لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے ہمارا مقصد علم حاصل کرنا تھا اور اس راستے میں آپ کے پیر میں چوٹ لگی اور خون بہا تو میں سمجھ گئی کہ آپ کو اللہ کے راستے میں تکلیف اور مصیبت پہنچی ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو آپ سے پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ناراضگی کی وجہ سے خوشیاں نہیں دیں بلکہ اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔ اب مجھے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں میں ساری زندگی آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔

3.39 ۔ حضرت ام سُلیم ؓ بنت ملحان کی کرامت

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ ام سلیم ؓ نے ایک بکری پالی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ ام سلیم ؓ نے اس بکری کے دودھ سے گھی بنایا اور ایک کپی میں جمع کیا۔ آپ نے وہ گھی سے بھری ہوئی کُپی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھجوائی کہ اس سے سالن بنالیا کریں۔ آپ ؓ کی خادمہ وہ گھی کی کُپی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ یہ کپی کا گھی دوسرے برتن میں ڈال کر خالی کپی اس بچی کو واپس کردو۔ وہ خادمہ خالی کپی لے کر گھر واپس آ گئی اور ایک جگہ رکھ دی۔

اس وقت حضرت ام سلیم ؓ گھر پر موجود نہیں تھیں۔ جب حضرت ام سلیم ؓ واپس آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے لڑکی سے کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ بیٹی یہ گھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر دے آؤ۔ اس نے کہا کہ جیسا آپ ؓ نے کہا تھا میں وہ گھی رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو ان سے معلوم کرلیں۔ حضرت ام سلیم ؓ لڑکی کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے ہاتھ آپ کے لئے گھی کی ایک کپی بھیجوائی تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں! یہ آئی تھی اور گھی دے گئی تھی۔

حضرت ام سلیم ؓ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ام سلیم ؓ! تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق

دیا جیسا کہ تم نے اس کے نبی (ﷺ) کو کھانے کو دیا ہے۔ تم اسے کھاؤ اور کھلاؤ۔

حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ میں گھر آئی اور اس گھی کو اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کیا۔ پھر بھی اس کپی میں اتنا گھی تھا کہ میں نے اسے دو ماہ تک استعمال کیا۔

3.40 ۔ ابوجہل کی پیاس

امام طبرانیؒ نے اپنی کتاب اوسط میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا! ایک دفعہ میں بدر کے اطراف میں جا رہا تھا کہ اچانک میرے پاس سے ایک گڑھے میں سے ایک شخص نکلا جس کی گردن میں زنجیر بندھی ہوئی تھی۔

اس نے مجھے پکار کر کہا! اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے۔ پھر اسی گڑھے سے ایک اور شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھ سے کہا! اے عبداللہ! اس کو پانی مت پلانا یہ کافر ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس شخص کو کوڑا مارا اور پھر اس گڑھے میں دھکیل دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا! میں نے مدینہ منورہ آکر اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا۔ میں نے عرض کیا! جی ہاں۔ تو فرمایا! یہ شخص اللہ کا دشمن ابوجہل تھا۔ قیامت تک بدر کے گڑھے میں اسی طرح عذاب میں گرفتار رہے گا۔

3.41 ۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا ایمان لانے کا واقعہ

اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابھی آپ دودھ پینے کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ نہایت غریب تھیں۔ آپ کے چچا نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائی۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کی تمام ضروریات کا خیال آپ کے رکھتے تھے۔ آپ کے چچا نے آپ کو اونٹ، بکریاں، غلام گھریلو ضرورت کا تمام ضروری سامان مہیا کیا ہوا تھا۔ آپ بہت عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرتِ مدینہ کی تو آپ کی شہرت تمام عرب میں پھیل چکی تھی۔ ان کے کانوں تک بھی دینِ حق کا پیغام پہنچا۔ آپ کی طبیعت میں سچائی اور نیکی تھی اس لئے آپ نے اس پیغام میں اپنے لئے کشش محسوس کی اور اسلام قبول کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ کے دل میں یہ خوف تھا کہ چچا سے کیسے اجازت لوں۔ اسی شش و پنج میں کچھ عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔ اب مسلمان کھل کر دین کی تبلیغ و ترویج کا کام انجام دے رہے تھے۔ اب آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور آپ اپنے چچا کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اپنے اسلام قبول کرنے کے ارادے سے آگاہ کیا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ کو جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہوا۔ چچا کی حالت غصہ سے بے قابو ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرنا چاہتے ہو تو میری دی ہوئی ایک ایک چیز واپس کرنی ہوگی۔ آپ ؓ نے فرمایا! میں تیار ہوں اور تمام مال و اسباب چھوڑ کر خالی ہاتھ وہاں سے نکلنے لگے۔ چچا نے کہا کہ یہ پہننے کے کپڑے بھی میرے ہیں۔ یہ بھی اتارو۔ آپ نے تہبند کے علاوہ تمام کپڑے بھی اتار کر ان کے حوالے کر دئے۔ چچا نے کہا کہ یہ بھی اتار کر دو۔ آپ نے مجبوراً وہ تہبند بھی اتار دیا اور مادرزاد برہنہ ننگے پیر وہاں سے نکل کر اپنی والدہ کے پاس پہنچے۔

ان کی والدہ نے ان کو اس طرح دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پریشان ہو کر پوچھا! اے میرے بیٹے! تمہارا یہ حال کیسے ہوا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ نے فرمایا! اے ماں! اب میں مومن و موحد ہو گیا ہوں۔ چچا نے مجھ سے سب کچھ واپس لے لیا ہے۔ اب میں محمد (ﷺ) کی خدمت میں جاؤں گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ستر پوشی جتنا کپڑا دے دیا جائے۔ ماں نے انہیں ایک کمبل دے دیا۔ آپ نے وہیں اس کمبل کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا تہبند کے طور کر باندھ لیا اور دوسرا ٹکڑا چادر کے طور پر اوڑھ لیا۔ آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جذبہ اور شوق میں رات کی تاریکی میں بھی سفر کرتے ہوئے علی الصبح مسجد نبوی پہنچ گئے۔ آپ مسجد میں ایک کونے میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آپ ان کے سامنے حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! آپ کون ہیں؟

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ! ایک فقیر ومسافر، عاشقِ جمال اور طالب دیدار میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حالات سنے اور آپ کو اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد آپ سے کہا کہ یہیں ٹھہرو تم مسجد میں رہا کرو۔ آپ کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا اور آپ کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا۔ وہاں آپ رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم اور دین کی باتیں سیکھتے تھے۔

ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے آپ سے کہا! اے دوست! اس قدر اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھا کرو کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے فاروق! انہیں چھوڑ دو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔

رجب ۹ھ کو اطلاع ملی کہ عرب کے تمام عیسائی قبائل قیصر روم کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں اور رومی فوجیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا مقابلہ کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ بھی جذبہ جہاد سے سرشار تھے اور اللہ کے راہ میں شہادت کا بے حد شوق رکھتے تھے۔ اسی لگن میں آپ رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم کسی درخت کے چھلکے کا ٹکڑا لاؤ۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ خوشی خوشی ایک درخت کے چھلکے کا ٹکڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے وہ ٹکڑا ان کے بازو پر باندھ دیا اور فرمایا! یا اللہ! میں کفار پر عبداللہ کا خون حرام کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ یہ ارشاد نبوی ﷺ سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے!

یارسول اللہ ﷺ! میں تو شہادت کا آرزومند تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا! جب تم اللہ کی راہ میں نکل پڑے پھر اگر بخار سے بھی مر جاؤ تو تم شہید ہو۔

اسلامی فوج جب تبوک پہنچی تو حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کو سچ مچ بخار آ گیا اور یہی بخار ان کی موت (شہادت) کا سبب بنا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی وفات کی خبر پہنچائی گئی تو آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے۔

ابن حارث مزنی سے روایت ہے کہ رات کا وقت تھا حضرت بلال ؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ میت کو لحد میں اتار رہے تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر کھڑے تھے اور حضرت عمر ؓ سے فرما رہے تھے! اپنے بھائی کو ادب سے لحد میں اتارو۔

جب میت لحد میں رکھ دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اینٹیں میں خود رکھوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قبر میں اینٹیں لگائیں۔ جب تدفین مکمل ہو چکی تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا!

یاالٰہی! میں شام تک مرنے والے سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو فرمایا! اے کاش! اس قبر میں آج میں دفن کیا جاتا۔

(انسانیت موت کے دروازے پر)

3.42 ۔ سُراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا

سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی تھا۔ آپ اپنے دادا کے نام کے ساتھ مشہور تھے۔ رابغ کا علاقہ اس کے قبیلہ کے قبضے میں تھا۔

سراقہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے اور اعلان کیا کہ جو شخص محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ابوبکر کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا تو ہر ایک کے بدلے (100) اونٹ انعام میں پائے گا۔ سراقہ نے کہا کہ اس وقت میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو اتنے میں ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں میرے خیال میں وہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ ضرور یہ وہی لوگ ہوں گے لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں تم نے فلاں کو دیکھا ہوگا۔ جو ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ انعام کی رقم کوئی دوسرا نہ لے جائے کچھ دیر تو محفل میں بیٹھا رہا اس کے بعد گھر میں گیا اور لونڈی سے کہا وہ فوراً میرا گھوڑا تیار کر کے دور

ایک ٹیلے کے پاس لے جا کر میرا انتظار کرے۔ پھر میں نے اپنا نیزا لے کر مکان کی پچھلی طرف سے نکلا اور اپنے نیزے کا نوک والا حصہ زمین پر ٹیک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے اس کو سرپٹ دوڑانے لگا تاکہ جلد از جلد وہاں پہنچ جاؤں۔ جب میں ان کے قریب پہنچا اور میں نے انہیں پہچان لیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا تاکہ فال نکال لوں اور معلوم کروں کہ ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں۔ فال میں نہیں آیا۔

عرب کے لوگ تیروں سے فال نکالتے تھے اور اس پر عقیدہ رکھتے تھے فال میں منع ہونے کے باوجود انعام کی لالچ میں میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قرآت کی آواز سنی۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی توجہ بالکل میری طرف نہیں تھی۔ لیکن اچانک حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف متوجہ ہوئے تو ایک دم میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں نیچے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو برا بھلا کہا اور پھر کھڑا ہوا مگر گھوڑا پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا گھوڑے نے پاؤں زمین سے نکالنے کی کوشش کی تو غبار آسمان پر بلند ہو گیا۔ اس وقت میں نے ایک دفعہ اور فال نکالی مگر وہی پہلے والی بات نکلی۔ پھر میں نے امان کے لئے پکارا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) رک گئے۔

میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب پہنچا تو اسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ جب مجھے ان تک پہنچنے میں یہ مصیبت آئی تو آپ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ پھر میں نے عرض کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قوم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے (100) سو اونٹوں کا انعام رکھا ہے اور میں نے وہ سب باتیں بیان کر دیں جو لوگ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو زاد راہ اور کچھ سامان کی بھی پیش کش کی۔ مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تکلیف نہیں دی اور نہ مجھ سے کوئی چیز لی۔ صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔

میں نے عرض کی کہ مجھے امان کے لئے کوئی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر دے دیا۔ (بخاری)

جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سراقہ تو اپنے اتنے قریب دیکھا تو خوف سے فرمایا کہ یہ شخص ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا

لا تحزن ا ن اللّٰہ معنا ☆ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم جب تحریر لکھا کر جانے لگا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیری ہاتھوں میں کسریٰ کے شاھی کنگن پہنائے جائیں گے۔

اس نے کہا کہ کسریٰ بن ہرمز کے؟

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں! سراقہ یقین نہ آنے کے انداز میں خوش ہوا۔

سراقہ جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہوا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہد خلافت میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کے سونے اور جواہرات حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت امیر المومنینؓ نے سراقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر ان کے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنا دئے اور زبان سے فرمایا! اللہ اکبر اللہ کی بڑی شان ہے کہ اس نے کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (حلبی)

سراقہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے امان کی تحریر لے کر واپس لوٹا تو راستے میں اس کو اور بھی لوگ ملے جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں اس طرف آرہے تھے ان سب کو یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ میں دیکھ آیا ہوں اس طرف کوئی سراغ نہیں ملا۔

(سیرت رسول اعظم ﷺ۔ سکندر نقشبندی)

3.43 ۔ عیسائی غلام عداس کا قبول اسلام

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور جناب ابو طالب کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ اسلام کی تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ طائف ایک خوبصورت اور بارونق شہر تھا۔ موسم کے لحاظ سے عرب کا بہترین مقام تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہاں آنحضرت ﷺ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو انتہائی ظالم اور قریش مکہ سے بھی زیادہ سرکش تھے۔ آپ نے وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے ایک

تو ماننے سے انکار کردیا دوسرے آپ کی تضحیک کی اور مذاق اڑایا۔

اس کے بعد ان بدبختوں نے کچھ اوباش اور آوارہ لڑکوں کو اکسایا کہ ان کی ہنسی اڑائیں اور ان پر پتھر برسائیں۔ چنانچہ ان اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ آپ ﷺ شدید زخمی ہوگئے، آپ ﷺ کی پنڈلیوں سے خون بہنے لگا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تکلیف سے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ بدمعاش بازو پکڑ کر آپ ﷺ کو کھڑا کردیتے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارتے اور نازیبا باتیں کرتے تالیوں بجاتے جاتے تھے۔ اس تمام عرصے میں حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو برابر بچانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی شدید زخمی ہوگئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان بدمعاش لڑکوں سے بچنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باغ میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ سے دعا کی۔

عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی باغ میں موجود تھے انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کی پریشانی اور حالت زار دیکھی تو عربی شرافت اور مہمان نوازی کے تقاضے اور جذبہ قرابت حرکت میں آگیا۔ انہوں نے اپنے ایک غلام جس کا نام عداس تھا۔ عیسائی مذہب سے اس کا تعلق تھا اس کے ہاتھ ایک طشت میں انگور کے خوشے رکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھجوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** پڑھ کر ان کو کھانا شروع کیا۔ عداس نے کہا کہ یہ جملہ اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔ اس نے کہا میں نینویٰ کا باشندہ ہوں اور عیسائی مذہب سے میرا تعلق ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اچھا تو تم مرد صالح یونس بن متی (علیہ السلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یونس بن متی (علیہ السلام) کو کیسے جانتے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! وہ میرے بھائی ہیں۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے کہا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا نام محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عداس نے کہا کہ میں نے توریت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں مبعوث

فرمائے گا۔ اہل مکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت نہ کریں گے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیں گے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مدد ہوگی اور آپ کا دین روئے زمین پر پھیلے گا۔ یہ کہہ کر عداس ؓ نے آپ کی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

عتبہ و شیبہ یہ سب دیکھ رہے تھے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس نے ہمارے غلام کو خراب کر دیا۔ جب عداس واپس گئے تو دونوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انہوں نے کہا! میرے آقا! روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی اور شخص نہیں۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان دونوں نے کہا۔ دیکھو عداس! کہیں یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے نہ پھیر دے کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

جب عتبہ اور شیبہ جنگ بدر کے لئے نکلے تو عداس ؓ مکہ کے باہر ثنیۃ البیضاء نامی ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عتبہ اور شیبہ کو انہوں نے روک کر کہا! وہ شخص واقعی رسول ہے، آپ کا آگے قدم اٹھانا خود کو مقتل میں لے جانا ہے۔ مگر انہوں نے اسے ایک غلام کی بات سمجھ کر نظر انداز کر دی۔ ان کی قسمت میں ابو جہل کے ساتھ مرنا اور ایک گندے کنویں میں پھینکا جانا لکھا تھا۔

(ابن ہشام)

3.44 ۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ کا قبول اسلام

حضرت طفیل بن عمرو دوسی ؓ دوس قبیلے کے سردار تھے۔ یمن میں ان کے خاندان کی حکومت تھی۔ یہ بہت عقلمند اور جہاندیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ؓ بہت اچھے شاعر تھے۔ جب بھی مکہ آتے تو مکہ کے سرداران کا بہت عزت و احترام سے پُرتپاک استقبال کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ طفیل بن عمرو دوسی نے بتایا کہ مجھے قریش مکہ نے یہ بتایا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے اس سے بچ کر رہنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ وہ جادو کے زور سے باپ بیٹے، میاں بیوی، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ اس نے ہماری عزت و وقار کو بدنام کر دیا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم میں بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اس لئے ہماری یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا، نہ اس کی بات سننا، نہ خود اس سے کوئی بات کرنا۔ یہ باتیں

انہوں نے اتنی زور دے کر اور اہمیت جتا کر کیں کہ میں نے انہیں ذہن نشین کر لیا۔

جب میں مکہ آیا تو میں اپنے کانوں میں روئی رکھ لیتا تھا۔ خانہ کعبہ میں بہت احتیاط سے جاتا تھا کہ کہیں میرے کانوں میں ان کی آواز نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح کو خانہ کعبہ گیا تو دیکھا کہ محمد (رسول اللہ ﷺ) نماز پڑھ رہے ہیں۔ اللہ کی مشیت تھی کہ ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچے۔ میں نے سنا کہ وہ نہایت عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ میرے اندر اس کو سننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، صاحب علم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں، پھر کیا وجہ ہے کہ میں ان کی بات نہ سنو۔ اگر اچھی بات ہو گی تو مانوں گا ورنہ نہیں۔

میں ان کو سننے کا ارادہ کر کے وہاں ٹھہر گیا۔ نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر کی طرف جانے لگے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ میں ان کے گھر پر حاضر ہو گیا اور قریش مکہ اور اپنا پورا معاملہ بیان کیا اور آپ سے درخواست کی کہ حرم میں جو کلام آپ پڑھ رہے تھے مجھے پھر سے سنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے میرے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی نہیں سنا تھا جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت طفیلؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول)

3.45 ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا قبول اسلام

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتے تھے اور مدینہ (یثرب) کے نواحی علاقے میں رہتے تھے۔ مدینہ میں آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خبر آپ تک حضرت سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعے پہنچی۔ آپ نے اپنے بھائی انیس کو جو شاعر تھے حقیقت جاننے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ مکمل معلومات حاصل کر کے آئیں۔ جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور جن کا کہنا ہے کہ میرے پاس آسمانوں سے خبریں آتی ہیں ان کی باتیں غور سے سنیں اور مجھے آکر بتائیں۔

چنانچہ آپ کے بھائی مکہ گئے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے خود اللہ کی باتیں سنیں پھر واپس آ کر حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بتایا کہ میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایسا شخص پایا جو نیکی کی ترغیب اور برائی سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کا کلام شعر نہیں ہے۔

کیونکہ انیس خود شاعر تھے۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی باتوں سے تسلی نہیں ہوئی چنانچہ انہوں نے سفر کا سامان باندھا۔ پانی کا مشکیزہ لیا اور مدینہ سے پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ مسجد حرام میں حاضر ہوئے اور نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش شروع کر دی۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہ چاہتے تھے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ حرم میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انہیں دیکھا اور سمجھ گئے کے کوئی مسافر ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے کہا کہ آپ میرے گھر چل کر آرام کریں۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے ساتھ چلے گئے رات ان کے گھر گزاری۔ نہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کچھ پوچھا اور نہ انہوں نے ان کو کچھ بتایا۔ دوسرے دن پھر حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری مسجد حرام میں آ گئے دن بھر پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں رہے مگر اتفاق سے اس دن بھی ملاقات نہ ہوسکی پھر رات کو حرم میں لیٹ گئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ مسافر آج بھی حرم میں لیٹا ہوا ہے شاید جس کام سے آیا ہے وہ نہ ہوسکا آپ نے پھر ان کو اپنے گھر لے جانے کے لئے کہا وہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے دونوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا حتیٰ کہ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو اپنے ساتھ لے گئے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ کی آمد کا کیا سبب ہوسکتا ہے شاید میں آپ کی مدد کرسکوں۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے پکا وعدہ کریں گے کہ میری رہنمائی کریں گے تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وعدہ کرلیا تو انہوں نے سارے قصے کی خبر دی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ بلا شبہ وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صبح میرے ساتھ چلیں آپ میرے پیچھے پیچھے چلئے گا اگر میں کوئی خطرہ دیکھوں گا تو میں رک کر کنارے پر کھڑا ہو جاؤں گا

اس طرح لوگ سمجھیں گے کہ میں پیشاب کرر ہا ہوں اور آپ چلتے رہنا۔ میں جس گھر میں داخل ہو جاؤں آپ بھی اس میں داخل ہو جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کیلئے بیت الارقم (گھر) میں داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنیں اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اپنی قوم میں جاؤ اور انہیں میرے متعلق آگاہ کرو حتیٰ کے میرے غلبہ کا وقت آجائے۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں ان اسلام کے دشمنوں کے سامنے اسلام لانے کا اعلان کروں گا پھر وہ نکلے اور مسجد میں آئے اور بلند آواز میں کلمہ پڑھا یہ سن کر لوگ کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف مارنے کے لئے دوڑے اور اس قدر مارا کہ وہ گر پڑے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے اور انہوں نے روکا کہ یہ بنوغفار کا آدمی ہے اور ان کا قبیلہ ہمارے تجارتی راستہ میں آتا ہے اور اس کو کچھ ہو گیا تو بنوغفار ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری سے پوچھا تم یہاں کتنے روز سے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تیس (30) روز سے ہوں۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کہ تمہیں کھلاتا پلاتا کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ صرف آبِ زم زم پر گزارہ ہے اور اس کی وجہ سے میری توند نکل آئی ہے مجھے بھوک یا کمزوری نہیں محسوس ہوتی۔ (بخاری)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے صرف ایک غزوہ میں حصہ لیا۔

3.46 ۔ رسول اللہ (ﷺ) کے قتل کی سازش اور حضرت عمیر بن وہبؓ کا قبول اسلام

غزوۂ بدر میں عبرت ناک شکست پر کفارِ مکہ نے کھل کر نوحہ زاری نہیں کی کیونکہ اس سے مسلمان خوش ہوتے۔ لیکن خفیہ انتقام کی تیاریاں شروع کر دیں۔ صفوان بن امیہ جس کا باپ امیہ بن خلف اور بھائی دونوں جنگ میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ اس نے عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر مقام حجر میں ملاقات کر کے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے۔ عمیر بن وہب نے کہا! بدر کی لڑائی کے انجام

نے میری دنیا تاریک کر دی۔ اگر میں زیر بار نہ ہوتا اور بچوں کے گزر بسر کے لئے سہارا ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) دن دہاڑے قتل کر دیتا۔ صفوان نے اس کے قرض اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ عمیر نے کہا کہ میرے پاس ان کے پاس جانے کا یہ بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا گرفتار ہے۔ صفوان نے اس کے لئے سواری اور زادراہ کا بندوبست کر دیا۔

عمیر بن وہب زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ روانہ ہوا تا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دے۔ مدینہ پہنچا تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو دیکھا اور ان کو شبہ ہوا کہ یہ کسی اچھی نیت سے نہیں لگتا وہ اسے پکڑ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! عمیر کو چھوڑ دو اور اس سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا کہ میرا بیٹا قیدیوں میں شامل ہے اسے رہا کرانے آیا ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر رحم کریں اور میرے بیٹے کو رہا کر دیں۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کو صفوان نے میرے قتل کرنے کے لئے آمادہ کر کے بھیجا ہے تم سچی بات کیوں نہیں کرتے اور پھر صفوان اور عمیر کے مشورہ کی پوری کیفیت سنا دی۔ عمیر نے کہا! میں مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں کیونکہ اس بات کی خبر سوائے صفوان اور میرے کسی تیسرے شخص کو ہرگز ہرگز نہیں تھی۔

یارسول اللہ ﷺ! یہ ہماری کم عقلی تھی کہ ہم آپ ﷺ پر نازل شدہ وحی کا انکار کرتے رہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے سیدھی راہ میسر آ گئی ہے حالانکہ میں بُرے ارادے سے نکلا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے عمیرؓ سے فرمایا! آپ ابھی یہیں قیام کریں۔ آپ نے صحابی کو حکم دیا کہ ان کا قیدی رہا کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی ابتدائی تعلیم بھی دی۔ عمیرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کر کے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں تبلیغ کی اجازت دی جائے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

(مکالمات نبوتؐ)

3.47 ۔ ارادۂ قتل کی عشقِ رسول اللہ (ﷺ) میں تبدیلی

سریہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی گرفتار کر کے لایا گیا یہ مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے نکلا تھا۔ اس کو لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا حال دریافت کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ثمامہ کیا خیال ہے۔

اس نے کہا! مجھے خیر کی امید ہے اگر تم قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اگر احسان کرو گے تو ایک قدردان پر احسان کرو گے۔ اگر مال چاہئے تو جو چاہو مانگو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو اسی حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر پوچھا! ثمامہ کیا خیال ہے ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد تیسری بار پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا تو پھر وہی سوال کیا اور اس نے وہی جواب دیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا! ثمامہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے وہاں غسل کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس واپس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کہا!

خدا کی قسم! کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خوش رہو اور عمرہ کرنے کو کہا۔ جب وہ عمرہ کے غرض سے مکہ پہنچے اور قریش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ثمامہ تم بے دین ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ محمد (ﷺ) کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں اور سنو!

خدا کی قسم! تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آ سکتا جب تک رسول اللہ (ﷺ) اس کی

اجازت نہ دیں۔ یمامہ اہل مکہ کے لئے کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ثمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وطن واپس جا کر مکہ کے لئے غلہ کی روانگی روک دی جس سے قریشی مشکلات کا شکار ہو گئے۔

انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ ثمامہ سے کہیں کہ غلہ کی ترسیل کو نہ روکیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ترسیل بحال کرنے کے لئے کہا تو وہ راضی ہو گئے۔

(زادالمعاد)

3.48 ۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سولی پر لٹکانا

۸۹۰ء کفار مکہ غزوہ بدر اور احد میں شکست کھانے کے بعد سازشوں پر اتر آئے تھے۔ انہوں نے قبیلہ عضل اور قارہ کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ چند صحابہ ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں اسلام کی تبلیغ کریں اور دین سکھائیں تاکہ ہمارے تمام قبیلے کے لوگ مسلمان ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابتؓ کی ماتحتی میں دس بزرگ صحابہ کا ایک وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ ان کے قبیلہ کے پاس پہنچے تو وہاں گھاٹی میں دوسو مسلح جوان وفد پر حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ جب مسلمانوں کا یہ وفد ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ دوسو کے مقابلہ میں دس مسلمان مقابلہ کرتے رہے آخر ان میں سے آٹھ شہید ہو گئے اور دو کو انہوں نے زندہ گرفتار کر لیا۔ وہ حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن دسنہؓ تھے۔ سفیان ہزلی ان دونوں کو مکہ لے گیا اور وہاں انہیں مسلمانوں کے دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بدر میں مکہ کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔ دونوں مسلمان قیدیوں کو حارث بن عامر کے گھر میں رکھا گیا۔ پہلا حکم یہ دیا گیا کہ ان کو کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔ ایک دن حارث کا چھوٹا بچہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت خبیب اس وقت کئی روز کے بھوکے پیاسے تھے۔ حضرت خبیبؓ نے بچے کو گود میں بٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لے لی۔ جب اس کی ماں نے دیکھا تو وہ

خوف سے چیخنے چلانے لگی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا! بی بی! تم مطمئن رہو میں اسے ذبح نہیں کروں گا۔ مسلمان کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے انہوں نے بچے کو چھوڑ دیا اور وہ دوڑتا ہوا ماں سے لپٹ گیا۔

انہوں نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کو حرم کے باہر تنعیم لے گئے۔ جب وہ ان کو سولی چڑھانے والے تھے تو انہوں نے فرمایا! مجھے چھوڑ دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے اجازت دے دی جب سلام پھیر چکے تو فرمایا۔ بخدا! اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں گھبراہٹ کی وجہ سے کر رہا ہوں تو میں کچھ اور طویل کر دیتا۔ اس کے بعد فرمایا اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے اور انہیں بکھیر کر مارنا ان میں کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔

حضرت خبیبؓ سلام پھر کر صلیب کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ کفار نے انہیں پھانسی کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا۔ ابوسفیان نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا! تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل وعیال میں رہتے انہوں نے کہا نہیں۔ واللہ مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں ہیں وہاں ان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔

ایک شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیب کے جسم کے مختلف حصوں پر نیزے سے چرکے لگائے۔ اس کے بعد ان پر تیروں اور نیزوں کی بارش کر دی۔ پھر ایک اور شخص آگے آیا اور اس نے حضرت خبیبؓ کے جگر پر نیزہ کی انی رکھی اور پھر اس قدر زور سے دبایا کہ وہ کمر کے پار ہوگئی۔

حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل عتبہ بن حارث تھا۔ اس کے باپ کو جنگِ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ دوسرے صحابی حضرت زید بن دشنہؓ کو صفوان بن امیہّ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل (شہید) کر دیا۔

پھانسی پر چڑھنے سے پہلے حضرت خبیبؓ نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱۔ لوگوں کا ایک مجمع میرے گرد کھڑا ہے۔ قبیلے، جماعتیں اور جتھے، یہاں سب کی حاضری لازمی ہو گئی ہے۔

۲۔ یہ تمام اجتماع اظہار عداوت کے لئے ہے، یہ سب لوگ میرے خلاف اپنے جوش انتقام کی نمائش کر

رہے ہیں اور مجھے یہاں موت کی کھونٹی سے باندھ دیا گیا ہے۔

۳۔ ان لوگوں نے یہاں اپنی عورتیں بھی بلا رکھی ہیں اور بچے بھی، اور ایک مضبوط اور اونچے ستون کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔

۴۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں اسلام سے انکار کر دوں تو مجھے آزاد کر دیں گے مگر میرے لئے ترکِ اسلام سے قبولِ موت زیادہ آسان ہے۔ اگر چہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر میرا دل بالکل پُرسکون ہے۔

۵۔ میں دشمن کے سامنے گردن نہیں جھکاؤں گا، میں فریاد نہیں کروں گا، اس لئے میں جانتا ہوں کہ اب اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

۶۔ میں موت سے نہیں ڈر سکتا، اس لئے کہ موت بہرحال آنے والی ہے، مجھے صرف ایک ہی ڈر ہے وہ دوزخ کی آگ کا ڈر ہے۔

۷۔ عرش کے مالک نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر واثبات کا حکم دیا ہے، اب کفار نے زدوکوب کر کے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور میرے تمام امیدیں ختم ہو چکی ہیں۔

۸۔ میں اپنی عاجزی، بے وطنی اور بے بسی کی اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہوں، نہیں معلوم میری موت کے بعد ان کے کیا ارادے ہیں، کچھ بھی ہو جب میں اللہ کی راہ میں جان دے رہا ہوں تو جو کچھ بھی کریں گے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

۹۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میرے گوشت کے ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا، اے اللہ! جو کچھ آج میرے ساتھ ہو رہا ہے اس کی اپنے رسول (ﷺ) کو اطلاع پہنچا دے۔

حضرت سعید بن عامر ؓ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے گورنر تھے۔ بعض اوقات آپ کو بیٹھے بیٹھے دورہ پڑتا اور آپ وہیں بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر فاروق ؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیا مرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی مرض نہیں ہے۔ جب حضرت خبیب ؓ کو پھانسی دی جا رہی تھی تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ جب وہ منظر مجھے یاد آتا ہے تو میں اپنے ہوش قائم نہیں رکھ سکتا اور کانپتا ہوا بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

(انسانیت موت کے دروازے پر)

3.49 ۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ ؓ کی توبہ

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے!

وَعَلَى الثَّلاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُواْ حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّواْ أَن لاَّ مَلْجَأَ مِنَ اللّهِ إِلاَّ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُواْ إِنَّ اللّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ O

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِيْنَ O

(سورۃ التوبہ : ۱۱۹ ۔ ۱۱۸)

اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے اور پھر ان کے حال پر توبہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع کیا کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں۔
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

ابن کعب سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کی داستان اور نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہ دینے کا واقعہ کعب بن مالک ؓ یوں بیان فرماتے ہیں! میں غزوہ تبوک کے سوا اور کسی جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہونے سے محروم نہیں رہا۔ جنگِ بدر میں بھی میں شریک نہ ہو سکا تھا لیکن اس میں شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ایک قافلہ کی خاطر مدینہ سے نکلے تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے دشمنوں سے تصادم ہو گیا۔ اس کے لئے کوئی قرارداد بھی نہیں تھی۔ میں لیلۃ العقبہ (بیعت عقبہ) میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ اسلام پر ہم نے عہد و پیمان باندھا تھا۔ میرے لئے لیلۃ العقبہ میں حاضری غزوہ بدر کی حاضری سے کہیں زیادہ پسندیدہ تھی۔ اگرچہ بدر کی شہرت اور آواز لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔
اب غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت سے محروم رہنے کا میرا یہ واقعہ ہے کہ جس زمانے میں

میں غزوہ تبوک میں شرکت سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی اور مالداری میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ اس جنگ میں میں دوسواریاں رکھ سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پوشیدہ رکھتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو بڑی گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا۔ اور دشمن کے بہت بڑے لشکر سے مقابلہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے معاملات میں آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن سے مقابلہ کی تیاری کریں۔ آپ ﷺ نے اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر کر دیا اور مسلمان بڑی تعداد میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جن کی غیر حاضری کا نبی کریم ﷺ کو علم ہوسکتا تھا۔ بلکہ یہی گمان تھا کہ لشکر کی کثرت کی وجہ سے لشکر سے غائب ہونے کا نبی کریم ﷺ کو علم بھی نہیں ہو سکے گا۔ جب تک اللہ ہی کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی اس موقع پر ہوئی جب پھلوں کے پکنے کا زمانہ تھا۔ ایسے زمانے میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف مائل ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں ہر روز صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لئے نکلتا لیکن خالی ہاتھ واپس آ جاتا۔ تیاری اور سفر کے اسباب کی خریداری نہ کرتا۔ دل میں خیال کرتا کہ جب میں چاہوں گا فوراً کرلوں گا کیونکہ مال کا مجھے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دن گزرتے چلے گئے لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں۔

حتیٰ کے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ میں نے کہا کہ ایک دو دن میں میں بھی تیاری کر کے ان سے مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر کافی دور چلا گیا۔ میں تیاری کے لئے باہر نکلا لیکن بغیر تیاری کے واپس آ گیا، ہر روز یہی ہوتا رہا اور دن نکل گئے۔ لشکر میدان جنگ تک پہنچ گیا اور جنگ بھی شروع ہو گئی۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کیا کہ جلدی سے وہاں پہنچ کے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ کاش! اب بھی کوچ کر جاتا لیکن اب بھی یہ نہ ہوسکا۔

نبی کریم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا کہ مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا تو جو بھی مسلمان نظر آتا ہے اس پر منافقت کی پھٹکار ہوتی ہے یا پھر ایسے مسلمان نظر آتے ہیں جو واقعی مجبور یا معذور تھے۔ جب نبی کریم ﷺ تبوک پہنچے تو آپ ﷺ نے مجھے یاد فرمایا! پوچھا کہ کعب بن مالک کیا کر رہا ہے؟

بنی سلمہ کے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کو خوش حالی اور آرام طلبی نے مدینہ میں روک رکھا ہے تو معاذ بن جبل ؓ نے کہا کہ تم نے غلط خیال کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اسے تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ معرکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔ میں غلط حیلے بہانے سوچنے لگا تا کہ آپ ﷺ کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اس دوران معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ واپس تشریف لا چکے ہیں تو میں غلط سوچ بچار سے دست بردار ہو گیا۔ مجھے اچھی طرح سے یقین ہو گیا تھا کہ میں کسی غلط بہانے سے بچ نہیں سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔

نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں گئے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں نہ شریک ہونے والے آ آ کے معذرتیں کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی کریم ﷺ بحکم ظاہر ان کی باتوں کو قبول کئے جا رہے تھے۔ ان کی کوتاہیوں کے لئے مغفرت طلب کرتے جا رہے تھے۔ لیکن ان کے دلوں کے بھید کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر رہے تھے۔ میری باری آئی تو میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے غضب ناک تبسم فرمایا! پھر مجھ سے کہا، یہاں آؤ! میں سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ مجھ سے فرمایا! تم کیوں رکے رہے کیا تم نے جہاد کی خریداری اور تیاری نہیں کر لی تھی۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اس وقت آپ ﷺ کے سوا کسی اور سے بولتا تو ایسے معقول عذر پیش کر سکتا تھا کہ ان کو قبول کرتے ہی بنتی۔ کیونکہ مجھے بحث وتکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر آپ (ﷺ) کو راضی کر لوں گا لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا تو مجھے آپ ﷺ سے حسن سلوک کی امید ہے۔

یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا اور میرے پاس جنگ میں شرکت نہ کرنے کا کوئی بہانہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ تم سچ کہتے ہو۔ اچھا تو اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں واپس آ گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور میرے ساتھ ہو لئے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے تمہیں پہلے کبھی کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرے لوگوں نے جیسے عذر پیش

کئے تھے تم نے حضور ﷺ کے سامنے کوئی بھی عذر پیش نہیں کیا ورنہ نبی کریم ﷺ نے دوسروں کے لئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضور ﷺ کا یہ استغفار کافی ہوتا۔

غرض یہ کہ ان لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار پھر ارادہ کر لیا کہ ایک بار پھر جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔ لیکن میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی یہ صورت حال ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں تمہاری طرح دو اور آدمی ہیں جنہوں نے سچ سچ کہہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع العامری ؓ اور ہلال بن امیہ واقفی ؓ۔ کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں، جنگ بدر میں شریک تھے، اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا۔ اس لئے میں دوبارہ نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں گیا۔

اب معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم تینوں سے سلام و کلام کرنے سے لوگوں کو منع فرما دیا۔ اب لوگوں نے ہمارا مکمل بائیکاٹ کر دیا اور وہ ہم سے ایسے بدل گئے کہ ہمارا زمین پر رہنا بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے۔ ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی اختیار کر لی۔ گھر میں روتے اور دعائیں کرتے رہتے تھے۔ میں ذرا سخت جان تھا اور میرے اندر قوت برداشت بھی زیادہ تھی۔ میں جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا، بازاروں میں گھومتا تھا، لیکن مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جب بھی میں آتا، ان کو سلام کرتا اور دیکھتا کہ نبی کریم ﷺ کے ہونٹ ہلتے ہیں کہ نہیں۔ پھر ان کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ میں کنکھیوں سے آپ ﷺ کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ نظریں دوسری طرف کر لیتے تھے۔

جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابو قتادہ ؓ کی دیوار پھاند کر ان کے ہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے، میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا تو واللہ! انہوں نے جواب نہیں دیا۔

میں نے کہا اے ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ بولے۔ میں نے پھر قسم دی، پھر بھی انہوں نے کچھ بھی نہ کہا لیکن انجانے پن سے بولے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو علم ہے۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور دیوار پھاند کر واپس آ گیا۔

ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ملک شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک کا کوئی پتہ دے دو۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہِ غسان کا ایک خط میرے حوالے کر دیا۔ میں لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ میں نے وہ خط پڑھا اس میں لکھا تھا! '' ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تم کو کوئی معمولی آدمی نہیں بنایا، تم کوئی گرے پڑے شخص نہیں ہو، تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تم کو نوازیں گے۔''

میں نے خط پڑھ کر کہا کہ ایک مصیبت اور آپڑی۔ یہ نئی مصیبت ہے۔ میں نے اس خط کو آگ میں جھونک دیا۔ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی عورتوں سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کہ کیا حکم ہے کہ طلاق دے دوں۔ کہا کہ نہیں! صرف ان سے الگ رہو، قربت نہ کرنا۔ اور کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جاؤ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اور حکم آجائے۔

ہلال بن امیہ ؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہلال ایک عمر رسیدہ شخص ہیں ان کی خدمت کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہے اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو آپ ﷺ اسے نامنظور تو نہیں کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ تم سے قربت نہ کریں۔ کہنے لگیں کہ اس غریب کے لئے تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ کی ناراضگی کے دن سے آج تک لگا تار رو رہے ہیں۔

میرے گھر والوں میں سے کسی نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی اجازت لے لو۔ جیسے کہ ہلال ؓ کو اجازت مل گئی ہے۔ میں نے کہا! اللہ کی قسم! میں اس بات کی نبی کریم ﷺ سے کبھی درخواست نہیں کروں گا۔ نہ معلوم نبی کریم ﷺ کیا فرمائیں۔ میں تو جوان آدمی ہوں مجھے کسی کی خدمت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم نے اور دس دن گزارے اور لوگوں کے قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے تھے۔ پچاسویں دن کی صبح میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی، یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کانوں میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا۔

اے کعب بن مالک خوش ہو جا! میں یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ اطلاع لوگوں کو سنادی کی اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوش خبری دینے کے لئے دوڑے، میرے علاوہ ان دونوں کے پاس بھی گئے۔ میرے پاس بھی ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ اس کی خبر مجھے پہلے مل گئی۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوش خبری دینے کے صلہ میں میں نے اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دئے۔ واللہ! میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا۔ میں نے اپنے لئے ادھار کپڑے لے کر پہنے۔ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھ سے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔

مجھے دیکھتے ہوئے طلحہ بن عبیدہ ؓ دوڑ پڑے مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ قدم نہیں اٹھایا تھا۔ میں نے طلحہ ؓ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ کا چہرا مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ہو ایسی خوشی کا دن تم پر نہیں آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے۔ نبی کریم ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپ ﷺ کا چہرا مبارک چمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ آپ کی خوشی آپ ﷺ کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری توبہ کی قبولیت کی یہ برکت ہونی چاہئے کہ میں اپنا سارا مال ومتاع اللہ اور اس کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ایسا نہیں کرو کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو یہی بہتر صورت ہے۔ میں نے کہا کہ خیبر سے جو حصہ ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔

یا رسول اللہ ﷺ! سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی۔ اللہ کی قسم! میں نے جب سے نبی کریم ﷺ سے سچائی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ سے دعا ہے کہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج۲ص۴۴۲)

3.50 ۔ ایک مخلص صحابیؓ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ کر آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے تو ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا تو ان کی انگلی سے اتار کر پھینک دی اور ناگواری سے ارشاد فرمایا! ”کیا کوئی آگ کا شرارہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔“ اس کا مطلب یہ تھا کہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے تو ایسا عمل کیوں اختیار کیا۔

راوی حدیث کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ہیں اب تم اپنی انگوٹھی اٹھا لو۔ ان صحابیؓ نے جواب دیا! اللہ کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا میں اس کو کیسے اٹھا سکتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

3.51 ۔ حضرت خریم الاسدیؓ کی اطاعتِ رسول ﷺ

حضرت ابن الحنظلتیہؓ ایک بزرگ صحابی تھے بہت متقی اور پرہیز گار تھے، لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ اپنے آپ کو بیشتر اوقات ذکر و عبادت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رکھا کرتے تھے۔ عمر رسیدہ صحابی آپ کی صحبت اور ملاقات کے مشتاق رہا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر مشہور صحابی ابو درداءؓ حضرت ابن الحنظلتیہؓ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے گزارش کی کہ ہمارے لئے کچھ نفع بخش بات ارشاد فرمائیں۔

حضرت ابن الحنظلتیہؓ نے فرمایا! سنو! ایک مرتبہ ایک نو مسلم دیہاتی جن کا نام حضرت خریم الاسدیؓ تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! خریم الاسدی اچھا آدمی ہے اگر وہ اپنے سر کے بال اور اپنی ازار (لنگی) دراز نہ رکھتا۔

حضرت خریم الاسدیؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں ایسا ارشاد فرمایا ہے تو انہوں نے اسی وقت قینچی لے کر اپنے بال کاٹ کر کانوں کے برابر کر لئے اور اپنی ازار (لنگی) اپنی نصف پنڈلیوں تک کر لی۔ (سنن ابوداؤد۔ کتاب اللباس)

3.52 ۔ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ اور جنت کی خوشبو

غزوہ احد میں جنگ ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو مجھے سعد بن ربیعؓ کی خبر لا کر دے۔ یہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے دشمنوں کے صفوں میں گھس گئے تھے پھر ان کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو میرا اسلام کہنا میری طرف سے خیریت پوچھنا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا! یارسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں۔ آپ مجھے ان کو تلاش کرنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں! میں زخمیوں اور شہیدوں کے ہجوم میں انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اس معرکہ میں سینکڑوں صحابہ شہید وزخمی ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ میدان میں ایک طرف زمین پر حضرت سعد بن ربیعؓ شدید زخمی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں ابھی زندگی کے آثار باقی تھے۔ جسم بے شمار زخموں سے چور چور تھا۔ میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا۔

رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام سن کر ان کے جسم میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی اور آنکھیں کھول دیں۔ وہ مجھے دیکھنے لگے اور بولے! رسول اللہ ﷺ کو میرا بھی سلام پہنچا دینا اور یہ حال بھی عرض کر دینا کہ

"میں اس وقت جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں"

اور کہنا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے دشمن کا کام تمام کر دیا ہے۔

اے زیدؓ! میری قوم انصار سے یہ بھی کہہ دینا اگر رسول اللہ ﷺ کو اس معرکہ میں ذرا بھی تکلیف پہنچی تو سمجھ لینا کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ربیعؓ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن ربیعؓ کی یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اللہ اس پر رحم کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا زندگی میں بھی اور مرتے وقت بھی۔"

(موطاء امام مالکؒ)

3.53 ۔ کم سن مجاہد رافع بن خدیج ؓ اور سمرۃ بن جندب ؓ

غزوہ احد سے پہلے جبل احد پر رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کا جائزہ لے رہے تھے ان صفوں میں چند بچے بھی کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں لشکر سے الگ کر دیا اور واپس جانے کا حکم دیا۔ رافع بن خدیجؓ جو ابھی کمسن تھے وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تا کہ دراز قد نظر آئیں۔ چنانچہ ان کی اس فدا کارانہ تدبیر کامیاب ہوئی اور وہ مجاہدین میں شریک کر لئے گئے۔ لیکن ان ہی کے ہم عمر سمرۃ بن جندب ؓ کو بچہ ہونے کی وجہ سے مدینہ واپس جانے کا حکم دے دیا گیا۔

انہوں نے جیسے ہی حکم سنا تو رو پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! اگر رافعؓ جنگ میں شرکت کر سکتا ہے تو میں کیوں نہیں کر سکتا۔ میں اس سے طاقت وقوت میں بہتر ہوں، میں اسے کشتی میں پچھاڑ دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دونوں کی کشتی کرائی جائے۔ جب کشتی ہوئی تو سمرہ ؓ نے رافعؓ کو چت کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو خوش ہو گئے اور سمرہؓ کو بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔

(طبری)

3.54 ۔ حضرت اصیرمؓ کا جذبہ شہادت

حضرت عمرو بن ثابتؓ جن کا لقب اصیرمؓ تھا۔ آپ اسی لقب سے ہی مشہور تھے۔ آپ اسلام کے سخت دشمنوں میں سے تھے۔ آپ کمزور مسلمانوں کو بہت پریشان کرتے تھے اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے تھے۔ وہ غزوہ احد میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے آئے۔ انہوں نے جب مسلمانوں کا عزم و استقلال اور آپس کی بے انتہا محبت دیکھی تو ان کے دل میں اسلام کی محبت جاگ اٹھی۔ انہوں نے دل میں مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ برہنہ تلوار لے کر میدان احد میں اتر آئے اور اپنے کافر ساتھیوں سے الجھ پڑے۔ ان کے مشرک ساتھی ان کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ اصیرم کو کیا ہو گیا۔ ہمارا یہ بہادر و دلیر نوجوان کیوں پلٹ گیا اور اس کو کیا بات نظر آ گئی ہے۔ حضرت اصیرمؓ نے کسی کی کوئی بات نہیں سنی اور نہ ان کی کسی بات کا جواب دیا۔ شجاعت کے ساتھ

کافروں سے لڑنے لگے اوران پر ایسا حملہ کیا کہ کافروں میں ہیجان اور پریشانی پیدا کر دی۔

اسی معرکہ میں ان سے کسی کافر دوست نے پوچھا کہ اصیرم تم کو کیا ہو گیا کہ دوستوں کو چھوڑ کر دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے ہو۔ حضرت اصیرم ؓ نے کہا! میدان احد کا منظر دیکھ کر پہلے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی میں اسی وقت اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا۔ پھر بغیر کسی انتظار کے میں تلوار لے کر میدان میں اتر آیا۔ انہوں نے بہت سارے کافروں کو جہنم رسید کیا جن میں ان کے سابقہ دوست بھی شامل تھے اور خود بھی شدید زخمی ہو کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کا حال سنا تو ان کو جنت کی بشارت دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بتاؤ وہ کون مسلمان ہے جو جنت میں پہنچ گیا اوراس نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی۔ یہی وہ صحابی اصیرم ؓ ہیں۔ (اصابہ)

3.55 ۔ حضورا کرم ﷺ کا حضرت ابی بن کعب ؓ سے قرآن سننا

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب ؓ سے فرمایا! بے شک مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے کہ میں تم سے قرآن سنوں۔ حضرت ابی بن کعب ؓ کہنے لگے! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لے کر حکم دیا ہے۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر انہوں نے رونا شروع کر دیا۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِکَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ O

(سورۃ یونس ۔ ۵۸)

یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہے پس چاہئے کہ اس سے خوش رہیں
اور وہ ان کی جمع کی ہوئی دنیا سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری، مسند احمد)(مصنف لابن ابی شیبہ)

حضرت ابی بن کعب ؓ نے فرمایا! مومن چار چیزوں کے درمیان ہے۔ اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو صبر کرے، اگر اسے کوئی چیز عطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اگر بات کرے تو سچ بولے اور اگر فیصلہ کرے تو انصاف کرے۔

حضرت ابی بن کعب ؓ نے فرمایا! مومن کا نور پانچ چیزوں میں الٹتا پلٹتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:
نور علی نور (سورۃ النور ۔ ۳۵) روشنی پر روشنی ہے۔
مومن کا کلام نور ہے، اس کا علم نور ہے، اس کا مخرج بھی نور ہے، اس کا مدخل بھی نور ہے۔ قیامت کے دن اس کا لوٹنا نور کی طرف ہوگا۔ اور کافر پانچ قسم کی تاریکیوں میں الٹتا پلٹتا ہے۔ اس کا کلام تاریکی ہے، اس کا عمل تاریکی ہے، اس کا مدخل تاریکی ہے اور اس کا مخرج تاریکی ہے۔ اس نے قیامت کے دن تاریکیوں کی طرف پلٹنا ہے۔

3.56 ۔ نبی کریم ﷺ کا خون اپنے جسم میں محفوظ کرنے والے صحابی

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے فرمایا! ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ اس وقت حجامہ (Cupping) کرا رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو مجھ سے ارشاد فرمایا! اے عبداللہ! یہ خون (جو کہ حجامہ کرانے سے نکلا تھا) لے جاؤ اور ایسی جگہ گرا دو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ میں وہ خون لے کر باہر گیا اور کوئی ایسی جگہ نہیں نظر آئی جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو تو وہ خون میں گھونٹ گھونٹ کر کے پی گیا۔
جب میں واپس لوٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے عبداللہ! تم نے اس خون کا کیا کیا؟ میں نے اسے ایسی جگہ پہنچا دیا جو سب کی نظروں سے اوجھل ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ لوگوں کو یہ پتہ چلے کہ آپ کا خون کہاں گرایا گیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے اور فرمایا! شاید تم اسے پی گئے ہو۔ میں نے عرض کیا! جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ؐ نے فرمایا! تمہیں خون پینے کا حکم کس نے دیا۔
(مستدرک حاکم)

3.57 ۔ اہل صفہ کی جماعت

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن غرباء یعنی اہل صفہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ان میں سے کچھ ننگے بدن ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی اوٹ لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ہمارے درمیان قرآن پڑھ رہا تھا اور ہمارے لئے دعا بھی کرتا جاتا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے۔ پڑھنے والے نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ خاموش ہوگئے۔

اس وقت آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا! تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ اللہ کی کتاب پڑھ رہے ہیں اور ہم سب سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات کہہ کر آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور پھر آپ نے ہاتھ سے حلقہ بنا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ ہم لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا! اے مفلسین کی جماعت! تمہیں خوش خبری ہو اس بات کی کہ قیامت کے دن تمہیں بھرپور نور حاصل ہوگا۔ اور تم دولت مند طبقہ سے آدھ دن پہلے جنت میں چلے جاؤ گے۔ یہ آدھا دن پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔ یہ فقراء جب جنت میں عیش و عشرت کر رہے ہوں گے تو اس وقت دولت مند طبقہ حساب دے رہا ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

3.58 ۔ اصحابِ صفہ کی اہمیت

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه ﴾ (سورۃ الانعام ۔ ۵۲)

اور خاص اسی کی رضامندی کا قصد کرتے ہیں

حضرت خباب بن ارت ؓ اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں فرماتے ہیں! ایک مرتبہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری (عرب کے دو سردار) رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لئے آئے اس وقت آپ

ﷺ کے پاس حضرات بلال ؓ، عمار ؓ، صہیب ؓ اور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم سب غریب اور مفلس مومنین میں سے تھے۔ جب ان دونوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو حقیر جانا اور رسول اللہ ﷺ کو خلوت میں لے گئے اور ان سے کہنے لگے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) ہمارے لئے خصوصی مجلس کا اہتمام کیا کریں تا کہ عرب ہمارے فضل و شرف کا امتیاز کرسکیں۔ چونکہ آپ (ﷺ) کے پاس باہر سے وفود آتے رہتے ہیں ہمیں حیاء آتی ہے کہ عرب ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھے دیکھیں۔ جب بھی ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ ان کو چھوڑ کر ہمارے پاس آ جایا کریں اور الگ سے ہمارے ساتھ بیٹھا کریں تا کہ ہمیں ان لوگوں کے کپڑوں سے بد بو نہ آئے۔ جب ہم فارغ ہو جائیں تو بے شک آپ ان کے پاس بیٹھ جایا کریں۔ آپ ﷺ نے ان کے مطالبے کو منظور کرلیا، پھر دونوں کہنے لگے! ہمارے لئے ایک تحریر لکھ دیجئے تا کہ وہ بطور معاہدہ ہمارے پاس رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کاغذ منگوایا تا کہ اس پر تحریر لکھ دیں اور بطور کاتب حضرت علی ؓ کو بلایا۔ جب آپ ﷺ نے معاہدہ لکھنے کا ارادہ کیا تو اس وقت ہم لوگ ایک کنارے پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۵۲)

اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ ان کے (عمل و جزا کے) حساب میں سے آپ پر کوئی چیز (واجب) نہیں اور نہ آپ کے حساب میں سے کوئی چیز ان پر (واجب) ہے (اگر) پھر بھی آپ انہیں اپنے (لطف و کرم سے) دور کر دیں تو آپ حق تلفی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (جو آپ کے شایانِ شان نہیں)

پھر اقرع بن حابس اور ان کے ساتھ کا ذکر آیا اور فرمایا!

وَ كَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا
أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِيْنَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۵۳)

اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا ہے؟ کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو خوب جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

وَإِذَا جَاءكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
أَنَّهُ مَن عَمِلَ مِنكُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ O

(سورۃ الانعام ۔ ۵۴)

اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے اور تمہارے رب نے تمہارے لئے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے وہ کاغذ دور پھینک دیا اور ہمیں پاس بلا لیا۔ جب ہم ان کے پاس آئے تو آپ ﷺ فرما رہے تھے! السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو)۔ ہم آپ ﷺ کے قریب ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے اپنے گھٹنے آپؐ کے ساتھ ملا دئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور جب جانے کا ارادہ ہوتا تھا تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی!

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ
وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴾

(سورۃ الکہف ۔ ۲۸)

اور اپنے آپ کو انہی لوگوں کے ساتھ رکھئے جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ خبردار! آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ آپ دنیاوی زندگی کی لذتوں میں لگ جائیں۔

یعنی آپ ﷺ اپنی نگاہیں ان سے نہ ہٹایئے کہ آپ اشراف کے ساتھ بیٹھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهُۥ عَن ذِكۡرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمۡرُهُۥ فُرُطٗا O

اوراس آدمی کا کہنا نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنے خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جن کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔ (سورۃ الکھف ۔ ۲۸)

جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے وہ عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس ہیں اور معاملہ حد سے گزرنا ہلاکت ہے۔ (حلیۃ لاا ولیاء)

3.59 ۔ بیرٔ معونہ کے ستر شہید

بیئر کے معنی کنواں اور معونہ اس گاؤں کا نام تھا۔ یہ ہولناک واقعہ صفر ۴ھ بمطابق 625ء میں پیش آیا۔ نجد (حجاز) کا رہنے والا ایک شخص ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ کہنے لگا مجھے اپنی قوم کا خیال ہے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ لوگوں کو میرے ساتھ کر دیں جو میرے ساتھ نجد چلیں اور وہاں میری قوم کو اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں نصیحت کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل نجد کی طرف سے پریشان نہ ہوں یہ لوگ میری پناہ میں ہوں گے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت منذر بن عمرو ساعدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ستر (70) صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ فرمایا یہ سب صحابہؓ قاری اور قرآن کے حافظ تھے۔

حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دن میں لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے ان کو بیچ کر اہل صفہ کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ قرآن پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور رات رات بھر خدا کے حضور نماز اور

مناجات میں کھڑے رہتے تھے۔

جب یہ لوگ ارض بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ کے کنویں پر پہنچے تو آنحضرت (ﷺ) کا خط حضرت حرم بن ملحان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس پہنچا۔ یہ عامر بن طفیل ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط پڑھا تک نہیں ایک شخص کو اشارہ کیا۔ اس نے حضرت حرام بن ملحان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیچھے سے زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا!

اللہ اکبر! فزت و رب الکعبه

(اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اپنی قوم بنو عامر کو آواز دی کہ ان مسلمانوں کو قتل کر دیں۔ انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی بات نہیں مانی تو اس نے مایوس ہو کر بنو سلیم کو آواز دی بنو سلیم کے تین قبیلہ عصیہ، رعل اور ذکوان آمادہ ہو گئے اور بغیر کسی جرم کے ان مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ان میں صرف حضرت کعب بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نجار زخمی حالت میں زندہ بچے۔

دو اصحاب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عقبہ بن عامر قریب ہی اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سیدھے وہاں پہنچے تو حضرت منذر بن عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی انہوں نے شہید کر دیا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر لیا جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو انہوں نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی ان کو آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس دردناک واقعہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام حالات بیان کئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح ظلم اور دھوکے سے انہیں شہید کرنے پر بے انتہا دکھ ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے ایک مہینے تک بددعا میں قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے۔ ایک ماہ کے اندر عامر بن طفیل طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اور ابو براء عامر بن مالک ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کی جوان شہداء کی طرف سے خبر تھی کہ ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا یہ قنوتِ نازلہ پڑھنا ترک کر دیا۔

(بخاری)

قنوتِ نازلہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ وَتَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَاوَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ اَللّٰھُمَ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنِ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنِ اَوْلِیَآئَکَ ط اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَھُمْ وَخَرِّبْ بُیُوْتَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَھُمْ وَکَسِّرْ اَعْمَارَھُمْ وَقَرِّبْ اٰجَالَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِ ھِمْ اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْنَآ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرِالْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَنْصُرْ عَسَاکِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ جَمَاعَۃَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَاخْذُلِ الْکُفَّارَ وَالْمُشْرِکِیْنِ وَاَھْلِکِ الْکُفَّارَ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ (ط)

(سیرتِ رسول اعظم ﷺ)

3.60 ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی چوری کرنے والی عورت کی سفارش

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ بنی مخزوم کی ایک عورت (فاطمہ) نے فتح مکہ کے موقعہ پر چوری کی۔ قریش کے لوگوں نے کہا کہ کون ہے جو اس عورت کی رسول اللہ ﷺ کے پاس سفارش کر دے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ رسول اللہ ﷺ کے بہت چہیتے تھے۔ انہوں نے اس عورت کی رسول اللہ ﷺ سے سفارش کر دی۔

اس پر رسول اللہ ﷺ جلال میں آ گئے اور فرمایا! بنی اسرائیل میں یہ دستور بن گیا تھا جب کوئی بڑے گھرانے کا چور پکڑا جاتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ لیکن اگر کوئی معمولی درجہ کا آدمی چوری کرتا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اگر آج میری بیٹی فاطمہ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(صحیح بخاری)

3.61 ۔ حبشہ کی زمین کا عجیب واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تو ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دریافت کیا! اگر تم لوگوں نے حبشہ کی سرزمین میں کوئی تعجب خیز چیز دیکھی ہو تو سناؤ۔

اس پر ایک نوجون نے کہا! ایک مرتبہ وہاں ہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ایک بڑھیا عورت پانی کا گھڑا سر پر رکھ کر آ رہی تھی وہاں ایک نوجوان نے اسے دھکا دے دیا۔ جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی!

او مکار! تجھے اس کا حال اس وقت معلوم پڑے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور اگلے پچھلوں کو جمع کیا جائے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے۔ ایک ایک عمل کھل جائے گا اس وقت تیرا میرا فیصلہ ہو جائے گا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس نے سچ کہا، اس نے سچ کہا، اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے گا جس سے زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے۔ (طبرانی)

3.62 ۔ جسم پر تیر لگنے کے باوجود صحابیِ رسول کا نماز نہ توڑنا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں! ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام نخل کی جانب غزوۂ ذات الرقاع کے لئے نکلے۔ ایک مسلمان نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس آ رہے تھے اس عورت کا شوہر آیا جو کہ کہیں گیا ہوا تھا۔ جب اسے اپنی بیوی کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ جب تک محمد (ﷺ) کے صحابہ کا خون نہیں بہائے گا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آج رات ہمارا پہرے دار کون ہوگا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرے کے لئے پیش کیا۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم پہرا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ۔ یہ صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت عبادہ بن بشیرؓ تھے۔

جب دونوں گھاٹی کے سرے پر پہنچے تو انصاری نے مہاجر صحابی سے کہا کہ ہم دونوں باری باری پہرا دیتے ہیں۔ ایک پہرا دے تو اس دوران دوسرا سو جائے۔ اب بتاؤ پہلے کون پہرا دے گا۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ تم شروع رات میں پہرا دو اور وہ سونے کے لئے لیٹ گئے۔ حضرت عبادہ بن بشیرؓ جاگتے رہے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس دشمن نے جب دور سے دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے تو وہ سمجھا کہ یہ مسلمانوں کا جاسوس ہے۔ اس نے ایک تیر مارا جو اس انصاری کے لگا۔ انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز کو جاری رکھا۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی ان کو لگا۔ انہوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے۔ اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی انہیں لگا۔ انہوں نے تیر نکال کر پھینک دیا اور رکوع وسجود کر کے اپنے نماز پوری کی اور اپنے ساتھی کو جگایا۔ ان سے کہا کہ میں زخمی ہو گیا ہوں اور پوری بات بتائی۔ حضرت عمارؓ فوراً اٹھے اور ان سے کہا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں جگایا۔ اس دشمن نے دیکھا کہ یہ دو آدمی ہیں اور ان کو اس کا پتہ چل گیا ہے تو وہ وہاں سے بھاگ گیا۔

جب حضرت عمارؓ نے حضرت عبادہؓ کا خون بہتے ہوئے دیکھا تو کہا! سبحان اللہ! جب اس نے پہلا تیر مارا تھا تو اس وقت تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا۔ حضرت عبادہؓ نے کہا کہ میں ایک سورۃ پڑھ رہا تھا تو میرا دل نہ چاہا کہ میں اسے ختم کرنے سے پہلے چھوڑ دوں۔ لیکن جب اس نے لگاتار تیر مارنے شروع کر دئے تو میں نماز ختم کرنے

پر مجبور ہو گیا۔ اللہ کی قسم! جس جگہ کے پہرے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اگر اس جگہ کے پہرے کے رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اپنی جان دے دیتا اور سورۃ بیچ میں نہ چھوڑتا۔ (صحیح ابن حبان۔ج ۳ص ۳۷۵،رقم حدیث ۱۰۹۶)

3.63 ۔ حضرت اسید بن حُضیر ؓ کی تلاوت پر فرشتوں کا نزول

مشہور صحابی حضرت اسید بن حضیر ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿نِعْمَ الرَّجَلُ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ﴾ اسید بن حضیر اچھے آدمی ہیں

آپ تہجد کی نماز میں سورۃ البقرہ تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کا گھوڑا پاس ہی بندھا ہوا تھا اچانک بدکنے لگا۔ یہ خاموش ہو گئے تو وہ بھی سکون میں آ گیا۔ انہوں نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر بدکنے لگا اور ان کے خاموش ہونے پر ٹھہر جاتا تھا۔ آخر آپ نے تلاوت روک دی، آپ کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب ہی سو رہا تھا یہ ڈر گئے کہ کہیں گھوڑا اسے نقصان نہ پہنچا دے۔ انہوں نے بچے کو وہاں سے ہٹایا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو سائبان کی طرح کوئی چیز نظر آئی جس میں چراغوں کی طرح روشنی تھی۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ابن حضیر! تم تلاوت جاری رکھتے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑا بچے کو نہ روند دے۔ وہ گھوڑے کے قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ اس اندیشے سے میں تلاوت روک کر بچے کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان کا منظر دیکھا۔ میں گھبرا کر گھر سے نکل گیا کہ اسے نہ دیکھ سکوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿قَالَ وَتَدْرِی مَا ذَاکَ؟ قَالَ لَا، قَالَ تِلْکَ الْمَلَائِکَۃُ دَنَتْ لِصَوْتِکَ، وَلَوْ قَرَآتَ لَا صْبَحَتْ یَنْظُرُ النَّاسُ اِلَیْھَا، لَا تَتَوَارَی مِنْھُمْ﴾

تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا تھا؟ اسید نے فرمایا! نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سن کر اتر آئے تھے اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو صبح لوگ بھی ان فرشتوں کا نظارہ کرتے اور وہ ان کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے۔ (صحیح بخاری، ج ۲ص ۷۵۰)

3.64 ۔ رسول اللہ ﷺ کی ابوزرغفاری ؓ کو وصیتیں

حضرت ابوزرغفاری ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کی وصیت فرمائی جن کو میں نے کبھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی چھوڑوں گا۔

۱۔ مساکین سے محبت کرنے اوران کے قریب رہنے کی وصیت فرمائی۔

۲۔ دنیاکےلحاظ سے اپنے سے کم کودیکھا کروں، جودنیامیں اپنے سے بڑھ کر ہیں انہیں نہ دیکھا کروں۔

۳۔ صلہ رحمی کیا کروں خواہ قتل ہی کر دیا جاؤں۔

۴۔ لاَ حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بکثرت پڑھا کروں کہ یہ بھلائی کے خزانوں میں سے ہے۔

۵۔ میں کسی سے سوال نہ کیا کروں۔

۶۔ اللہ کے معاملہ میں میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔

۷۔ میں کلمہ حق کہوں اگرچہ کسی کوکڑواہی کیوں نہ لگے۔

(تنبیہ الغافلین :ص ۲۲۹)

3.65 ۔ حضرت وحشی ؓ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حمزہ ؓ کے قاتل وحشی بن حرب کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت وحشی ؓ نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ (ﷺ) مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ (ﷺ) خود یہ کہتے ہیں کہ قاتل اور مشرک اور زانی دوزخ میں جائیں گے۔ قیامت کے دن ان پر دگنا عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ ذلیل ہوکر جہنم میں رہیں گے۔ میں نے یہ سب کام کئے ہیں تو کیا میرے لئے آپ کے خیال میں ان برے کاموں کی سزا سے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيماً O (سورۃ الفرقان ۔ ۷۰)

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کچھ نیک کام کیا سو اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت سن کر حضرت وحشیؓ نے کہا! توبہ، ایمان اور عمل صالحہ کی شرط بہت سخت ہے شاید میں اسے پورا نہ کر سکوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾

(سورۃ النساء ۔ ۱۱۶)

بلاشبہ اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا معاف فرما دے گا۔

اس پر حضرت وحشیؓ نے کہا! مغفرت تو اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ معلوم نہیں اللہ مجھے بخشیں گے بھی یا نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور گنجائش ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ
إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ O

(سورۃ الزمر ۔ ۵۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس پر حضرت وحشیؓ نے فرمایا! ہاں! یہ ٹھیک ہے اور مسلمان ہو گئے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے بھی وہی گناہ کئے ہیں جو حضرت وحشیؓ نے کئے تھے تو کیا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(حیاۃ الصحابۃ: ج ۱ص ۷۸)

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا!

حیرت ھے ان لوگوں پر جو بیماری کے خوف سے کھانا ترك کر دیتے ھیں لیکن آخرت کے خوف سے گناہ کرنا نھیں چھوڑتے۔

باب چہارم

(دور صحابہ کرامؓ)

4.1 ۔ خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی پہلی تقریر

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی پہلی تقریر جوانہوں نے مسجد نبوی میں خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد کی۔

آپ ؓ نے فرمایا!

لوگو! میں آپ حضرات پر حکمران بنایا گیا ہوں حالانکہ میں آپ سب سے بہتر انسان نہیں ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! میں نے یہ منصب اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا۔ نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ منصب کسی دوسرے کے بجائے مجھے ملے۔ نہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے کبھی دعا کی ہے۔ میں نے تو اسے نہ چاہتے ہوئے قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ مجھے مسلمانوں میں فتنہ ٔ اختلاف اور عرب میں فتنہ ٔ ارتداد برپا ہونے کا اندیشہ تھا۔

میرے لئے اس منصب میں کوئی راحت اور سکون نہیں ہے بلکہ ذمہ داری کا ایک بھاری بوجھ ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے۔ جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے الّا یہ کہ اللہ ہی میری مدد کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بجائے کوئی اور اس بوجھ کو اٹھالے۔

اب بھی اگر آپ حضرات چاہیں تو اصحابِ رسول ﷺ میں سے کسی اور کو اس کام کے لئے پسند کر لیں۔ میری بیعت آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔ آپ لوگ اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کے معیار پر جانچیں گے اور مجھ سے وہ توقعات رکھیں گے جو رسول اللہ ﷺ سے آپ لوگ رکھا کرتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، فرشتے ان کی حفاظت کیا کرتے تھے اور وہ ہر لغزش سے پاک تھے۔

اگر میں ٹھیک ٹھیک کام کروں تو آپ لوگ میری مدد کرنا اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کرنا۔ آپ لوگوں کے درمیان جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک اتنے طاقت ور ہیں یہاں تک کہ میں ان کا حق ان کو دلا دوں۔ اور جو قوی ہیں وہ میرے نزدیک اتنے کمزور ہیں کہ میں ان سے دوسروں کا حق نہ وصول کر لوں۔

کسی قوم میں فحاشی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری

اطاعت تم پر واجب نہیں۔

میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔

والسلام علیکم

(اصحابِ رسول ؐ کی یادیں)

4.2 ۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پانی طلب فرمایا۔ آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی میں شہد ملا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پینے کی غرض سے اس کو منہ کے قریب کیا لیکن پھر رو پڑے ان کو دیکھ کر مجلس میں دیگر حاضرین بھی رو پڑے۔ آپ ؓ چپ ہو گئے لیکن لوگوں کے آنسو نہیں تھمے تھے تو ان کو دیکھ کر آپ پر پھر سے گریہ طاری ہو گیا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس کیفیت میں آپ سے رونے کی وجہ بھی نہ پوچھی جائے لہٰذا سب خاموش ہو گئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو قدرے سکون میسر ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا! آپ کو کس چیز نے رلایا؟

آپ ؓ نے فرمایا! میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کسی غیر موئی چیز (ان دیکھی چیز) کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں۔ پرے ہٹ! پرے ہٹ! حالانکہ میں ان کے ساتھ کسی اور کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کسی شے کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں جبکہ مجھے آپ کے ساتھ کوئی شے نظر نہیں آئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا! یہ دنیا تھی جو میرے سامنے بن سنور کے آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی اور کہنے لگی! اللہ کی قسم! آپ تو مجھ سے بچ گئے لیکن آپ کے بعد آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں! اسی سے مجھے خوف پیدا ہوا کہ وہ مجھ پر غالب آ گئی ہے اور اس بات نے مجھے رلا دیا۔ (کنز العمال)

4.3 ۔ سب سے بہادر کون ہے

ایک دفعہ حضرت علی ؓ کوفہ میں تھے۔ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش کرانے لگے تا کہ سابقین اولین کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں۔ آپ ؓ مخاطب ہوئے۔ لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ ! آپ ؓ

آپ ؓ نے فرمایا کہ میں نے کسی سے مبارزت (جنگ میں مقابلہ کے لئے للکارنا) طلب نہیں کی مگر اس سے پورا انتقام لیا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ امیر المومنین! آپ ؓ ہی بتا دیں کہ کون ہو سکتا ہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ سب سے بہادر آدمی حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ اس لئے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک عریش (مورچہ) بنایا تھا تو ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ مشرکین آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ تو خدا کی قسم! ابوبکر ؓ کے سوا اور کوئی رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ آپ ﷺ کے آگے کھڑے تھے اور تلوار سونتی ہوئی تھی۔ دشمن کی طرف سے جو بھی قریب آتا آپ ؓ فوراً اس پر تلوار سے وار کرتے۔ اور کہتے جاتے کہ ہائے افسوس! تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا مالک اللہ ہے۔ پس ابوبکر ؓ ہی سب سے بہادر آدمی ہیں۔

(مجمع الزوائد ۹/۴۶۱)(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4815)

4.4 ۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ آل فرعون کے مومن سے بہتر

سیّدنا علی المرتضٰی ؓ ارشاد فرماتے ہیں! ایک دن میں نے دیکھا کہ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ کو گھیر رکھا ہے اور مختلف قسم کی تکلیفیں دے رہے ہیں۔ ایک شخص آپ ﷺ پر دست درازی کر رہا ہے تو دوسرا نہایت بے دردی سے زد و کوب کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ بکواس بھی کرتا جا رہا ہے کہ تو ہی ہے جس نے تمام خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا بنا لیا ہے۔

سیّدنا علی المرتضٰی ؓ نے فرمایا! خدا کی قسم! اس وقت کوئی بھی پیارے آقا ﷺ کے قریب نہیں گیا سوائے

ابوبکرؓ کے۔ آپؓ ایک قریشی کو پیٹتے اور دوسرے کو دھکا دیتے تیسرے کو دباؤ ڈالتے کہ پیچھے ہٹے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے جاتے کہ افسوس ہے تم ایک ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

یہ فرمانے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے اوپر سے چادر اٹھائی اور زار وقطار رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر ارشاد فرمایا! میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ کیا آل فرعون کا مومن برتر تھا یا حضرت ابوبکر صدیقؓ؟ تمام لوگوں خاموش رہے آپؓ نے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے اس مسلمان کے ہزاروں لمحوں سے بہتر ہے۔ ارے وہ شخص تو اپنا ایمان لوگوں سے چھپاتا تھا اور یہ پاکیزہ ہستی اپنے ایمان کا اعلانیہ اظہار کرتی ہے۔

(مسند البزار و مماروی محمد بن عقیل عن علی

حدیث ۱۷۶۱ ض ۳ ص ۱۴، تاریخ الخلفاء ص ۲۸)

4.5 ۔ حضرت ابومسلم خولانیؒ کے لئے آگ گل وگلزار بن گئی

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کذاب نے ایک مشہور تابعی حضرت ابومسلم خولانیؒ کو گرفتار کرلیا اور ان سے کہا کہ تم میری نبوت کا اقرار کرو۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ میں تمہیں آگ میں ڈلوا دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ جو تو کرسکتا ہے کر کے دیکھ لے۔ اس نے آگ جلوائی اور ابومسلم خولانیؒ کو اس میں ڈلوا دیا۔ انہوں نے بسم اللہ اور اللہ اکبر کے الفاظ پڑھے اور آگ میں چھلانگ لگا دی مگر آگ کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جب مسیلمہ نے یہ دیکھا کہ ابومسلم پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہو رہا وہ بہت حیران اور پریشان ہوا اور ڈر گیا کہ اس بندے کی وجہ سے میری پکڑ نہ ہو جائے۔ چنانچہ کہنے لگا اچھا میں تمہیں آزاد کرتا ہوں اور ان کو آزاد کر دیا۔ یہ واقعہ یمامہ میں پیش آیا اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچ گئی۔ حضرت ابومسلم خولانیؒ کے دل میں آیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ مجھے جھوٹے نبی نے جلانا چاہا لیکن میرے اللہ نے مجھے بچا لیا۔ اب کیوں نہ میں سچے نبی کے قدموں میں حاضری دوں۔ جب آپ

یمامہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔

آپ مسجد نبوی میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کو اجنبی دیکھ کر حضرت عمرؓ آپ کے قریب آ گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا کہ میں ابو مسلم خولانی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ کہنے لگے کہ یمامہ سے آیا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! ہم نے سنا ہے کہ یمامہ میں ایک آدمی کو مسیلمہ کذاب نے آگ میں ڈال دیا تھا مگر اس پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیا تم نے بھی اس کے بارے میں سنا ہے؟ آپ نے فرمایا! جی ہاں! وہ آدمی میں ہی ہوں اور یہ واقعہ میرے ہی ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا! چلو! میں آپ کو خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیقؓ کے پاس لے چلوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس لے کر آئے اور کہا۔ یا امیر المومنین! آج اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایک ایسے شخص کو کھڑا کیا ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی یادیں تازہ کر دیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت سے ان کو دنیا کی آگ سے جلنے سے محفوظ فرمایا ہے۔ بالکل اسی طرح ایمان والوں کو قیامت کے دن جہنم کے اوپر سے گزارا جائے گا تو جہنم کہے گی:

" اسرع یا مومن ان نورک اطفا ناری "

اے مومن جلدی چل کر جا تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا ڈالا ہے۔

(خطباتِ ذوالفقار)

4.6 ۔ صدیقؓ وفاروقؓ کا دشمن بندر بن گیا

حضرت امام مسغفریؒ نے ثقات میں نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن کی طرف جا رہے تھے۔ ہمارا ایک ساتھی جو کوفی تھا وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں بدزبانی کرتا تھا۔ ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا۔ جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے اور ہم نے اسے فجر کی نماز کے لئے جگایا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما ہیں

اورانہوں نے مجھ سے فرمایا! اے فاسق! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل وخوار کر دیا اور تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا۔

اس کے فوراً بعد ہم نے دیکھا کہ اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں اس کی شکل بھی بندروں جیسی ہوگئی۔ ہم لوگوں نے نماز فجر کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل میں پہنچے تو وہاں ہمیں چند بندر نظر آئے۔ جب اس شخص نے بندروں کے غول کو دیکھا تو رسی تڑوا کر اونٹ کی پالان سے نیچے کود گیا اور ان بندروں کے غول میں شامل ہوگیا۔ ہم لوگ حیران و پریشان ہو کر تھوڑے دیر تک اس کو دیکھتے رہے تا کہ ہم دیکھیں کہ بندر اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ وہ دوسرے بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ہمیں حسرت سے دیکھ رہا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ کچھ دیر بعد وہ بندر دوسری طرف کو جانے لگے تو یہ بھی ان کے ساتھ اس طرف چلا گیا۔

(شواہد النبوۃ)

4.7 ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذہانت

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ سفر پر نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بہت سے جاننے والے ملے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خیریت معلوم کرنے کے بعد پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ آپ سب کو یہ بتاتے جاتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتانا بھی نہیں چاہتے تھے اور جھوٹ بھی نہیں بولنا چاہتے تھے۔

حضرت حسنؓ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اللہ کے پاس رہے تو اس بندے نے اللہ کے پاس رہنے کو پسند کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ سن کر رونے لگے ہمیں آپ کے رونے پر تعجب ہوا کہ آپ ﷺ کو کسی بندے کی بات کر رہے ہیں اور یہ رونے لگے ہیں۔

لیکن کچھ دنوں بعد ہمیں معلوم ہوا کہ وہ اختیار جس کو دیا گیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ خود تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ہم سب سے زیادہ اس بات کو جاننے والے تھے۔

4.8 ۔ خلافت ملنے کے بعد حضرت عمرؓ کا خطبہ

حضرت عمر فاروقؓ کے خلیفہ بننے کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا!

لوگو! کوئی حق والا اپنے حق میں اس مرتبہ پرنہیں پہنچا کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔

لوگو! میرے اوپر آپ لوگوں کے جو حقوق ہیں وہ میں آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں اس پر آپ مجھ کو پکڑ سکتے ہیں۔ مجھے پر آپ لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ قانونی حق کے علاوہ خراج (حکومتی ٹیکس) یا اللہ کی عطا کردہ فئے (عطاو بخشش) میں سے کوئی چیز وصول نہ کروں۔ میرے اوپر آپ لوگوں کا حق یہ ہے کہ جو کچھ مال اس طرح آئے تو میں اس میں سے کچھ نہ لوں۔ والسلام علیکم

(اصحابِ رسولؐ کی یادیں)

4.9 ۔ دریائے نیل کے نام حضرت عمر فاروقؓ کا خط

جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن عاصؓ وہاں کے گورنر بنے۔ ایک دفعہ وہاں کے لوگ حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اس مہینہ میں ہم ہر سال دریائے نیل کی بھینٹ دیتے ہیں اور اگر یہ بھینٹ نہیں چڑھائیں تو دریائے نیل میں پانی آنا بند ہو جاتا ہے اس لئے مجبوراً ہمیں اس مہینہ کی بارہ تاریخ کو ایک خوبصورت کنواری لڑکی جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو کچھ دے دلا کر راضی کرتے ہیں۔ پھر اسے بہت عمدہ کپڑے اور قیمتی زیور پہناتے ہیں کافی بناؤ سنگھار کے بعد اس لڑکی کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی اوپر چڑھتا ہے اور ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ اس جاہلانہ رسم کی میں اجازت نہیں دے سکتا اسلام تو ایسی جاہلانہ رسومات کو مٹانے کے لئے آیا ہے اس دفعہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ یہ رسم ادا نہیں کی گئی تو واقعی دریائے نیل کا پانی نہیں چڑھا اور ایک مہینہ میں دریا خشک ہو گیا۔ لوگ تنگ آ کر مصر چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ بھی پریشان ہو گئے انہوں نے اس تمام واقع کی اطلاع مدینہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو بھیجی۔ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کا خط خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو ملا تو انہوں نے اس

کے جواب میں ان کو لکھا کہ آپ ؓ نے جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا۔ اب میں تمہارے اس خط میں ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ رہا ہوں اسے لے جا کر دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب یہ خط حضرت عمرو بن عاص ؓ کو ملا تو انہوں نے وہ پرچی دیکھی جس کا حکم حضرت عمر ؓ نے دیا تھا کہ اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا اس پر تحریر تھا کہ۔

یہ خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف اور بعد حمد والصلوۃ یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحدۂ قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ تجھے رواں کر دے۔

یہ پرچہ لے کر حضرت عمرو بن عاص ؓ نے دریائے نیل میں ڈال دیا ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی دریائے نیل میں ۱۶ ہاتھ پانی چلنے لگا اسی وقت مصر کی خشک سالی ختم ہوگئی۔ مہنگائی ارزانی میں بدل گئی۔ اس خط کے ساتھ ہی یہ خطہ ارض سر سبز و شاداب ہوگیا۔ دریا پورے جوش کے ساتھ بہنے لگا اور اُس سال کے بعد جوان لڑکی کی بھینٹ چڑھانے کی رسم کا خاتمہ ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۱۳)

نوٹ: کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کو چودہ سو سال گزر گئے ہیں جب سے حضرت عمر ؓ کا پیغام دریائے نیل کو ملا ہے۔ لیکن اس دوران کبھی دریا کے پانی میں کمی نہیں آئی۔ واللہ عالم بصواب

4.10 ۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی رکھوالی شیروں نے کی

امام رازی ؒ لکھتے ہیں کہ روم کے بادشاہ کا ایک پیغام لے کر اس کا ایلچی مدینہ منورہ آیا اور مسلمانوں کے خلیفہ کا محل ڈھونڈنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ کا گھر کوئی شاہی محل ہوگا اس نے لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے وہ تو اس وقت شہر سے باہر صحرا میں دودھ دوہنے تشریف لے گئے ہیں۔ جب وہ صحرا میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ ؓ اپنے سر کے نیچے اپنا درّہ رکھے مٹی پر سو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر روم کے بادشاہ کا سفیر حیران رہ گیا۔ کہنے لگا مشرق و مغرب کے لوگ جس انسان سے ڈرتے ہیں اس کی یہ کیفیت ہے۔

پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ یہاں تنہا ہیں اور سو رہے ہیں میں انہیں قتل کر دیتا ہوں تا کہ لوگوں کو ان کے خوف سے نجات مل جائے۔ جب اس نے قتل کے لئے تلوار اٹھائی تو اس نے دیکھا کہ دو شیر اس کے سامنے

کھڑے ہیں اوراس کی طرف لپکنے والے ہیں۔ اس کی تلوار ہاتھ سے گرگئی۔ اس دوران حضرت عمرؓ کی آنکھ کھل گئی مگر انہیں کوئی شیر نظر نہیں آیا۔ آپ نے اس سے اس کے خوف کی کیفیت پوچھی تو اس نے سارا ماجرہ بیان کیا۔ وہ قاصد اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

4.11 ۔ حضرت عمرؓ کی کرامت

امام تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سابقہ امتوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جنہیں الہام ہوتا تھا۔ مگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر ہوں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک لشکر کا سپہ سالار ساریہ بن زنیمؓ کو بنایا اور انہیں فارس کے ایک علاقے میں روانہ فرمایا۔ انہوں نے نہاوند کو گھیر رکھا تھا کہ لشکر مصیبت میں پھنس گیا۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ مسلمانوں کو شکست ہونے کا خطرہ ہوگیا تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک انہوں نے بلند آواز میں پکارا! ''**یا ساریہ الجبل**'' (ساریہ! پہاڑ کی طرف سے محتاط ہو)

یہ آواز تھی کہ بجلی کڑ کا تھا کہ نہاوند کے سامنے ساریہؓ اور سب فوج نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی۔ وہ پہاڑ کی اوٹ میں آ گئے اور کہنے لگے یہ حضرت عمرؓ کی آواز ہے۔ انہوں نے پہاڑ کا پچھلا حصہ محفوظ کرلیا اور دشمن سے لڑائی کی۔ اس طرح انہیں دشمن پر فتح حاصل ہوگئی۔ **(دلائل النبوۃ للبیہقی)**

4.12 ۔ رسول اللہ ﷺ کا خرقہ اور حضرت اویس قرنیؒ

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ آپ (ﷺ) کا خرقہ ہم کس کو دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اویس قرنیؒ کو۔ اس مقصد کے لئے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کوفہ تشریف لے گئے اور جمعہ کی نماز کے خطبہ میں کہا! مسجد میں نجد سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات کھڑے ہوجائیں۔ چنانچہ اہل نجد کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم میں قرن شہر کا کوئی اویس نامی شخص ہے۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اویس قرنی سے بالکل ناواقف ہیں۔ البتہ ایک دیوانہ ہے جو کہ لوگوں سے بیزار ہے اور ہر وقت

ویرانوں میں رہتا ہے اور آبادی کی طرف نہیں آتا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے پوچھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے ہمیں اس سے ملواؤ۔ ان کو بتایا گیا کہ وہ وادی عرنہ میں اونٹ چراتا ہے اور رات کو روکھی سوکھی روٹی کھا کر سو جاتا ہے۔ وہ کھانا جو ہم کھاتے ہیں اس کو پسند نہیں کرتا۔ لوگوں کو خوش دیکھتا ہے تو روتا ہے اور جب لوگ رو رہے ہوتے ہیں تو خوش ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وادی عرنہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت اویس قرنیؒ نماز پڑھ رہے ہیں اور اونٹ قریب چر رہے ہیں۔ جب حضرت اویس قرنیؒ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو السلام علیکم کہا! انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔

حضرت علیؓ نے ان سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے تو ہم سب ہی ہیں آپ اپنا خاص نام بتایئے وہ بولے میرا نام اویس ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ نشان دیکھا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ذکر فرمایا تھا کہ وہ نشان اویسؒ کی شناخت کی علامت ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے جب وہ نشان حضرت اویس قرنیؒ کے ہاتھ پر دیکھا تو ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا۔

اے اویس قرنی! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سلام بھجوایا ہے اور ساتھ یہ مرقع (پیوند لگا پرانا لباس) بھی عنایت فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ آپ امتِ محمدیہ کی بخشش کی دعا کریں۔

حضرت اویس قرنیؒ نے فرمایا! اے عمرؓ اور علیؓ! آپ لوگ آنحضرت ﷺ کے رفیقِ خاص ہیں اور مجھ سے اعلیٰ ہیں۔ دعا تو آپ لوگ کریں کہ آپ کا مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں بہت بلند ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ یک زبان ہو کر بولے۔ ہم تو دعا کرتے ہی ہیں مگر آپ کو رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی ہے اس لئے امت مسلمہ کے لئے دعا فرمایئے۔

حضرت اویس قرنیؒ نے پھر کہا اے عمرؓ و علیؓ! آپ ایک دفعہ پھر غور کر لیجئے شاید وہ اویس قرنی میں نہ ہوں وہ کوئی اور ہو جس کا ذکر محبوبِ خدا ﷺ نے کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! اے اویس! رسول اللہ ﷺ نے آپ کے متعلق دو نشانیاں بتائی تھیں۔ ایک

نشان منہ کے داہنے طرف ایک درہم کے برابر ہوگا اور ویسا ہی نشان دائیں ہاتھ پر ہوگا۔ جلے ہوئے یا چنبل کے نشان کی مانند اور وہ دونوں نشان آپؒ کے منہ اور ہاتھ پر موجود ہیں لہٰذا ہماری پہچان، شناخت اور پہنچ بالکل درست ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے کہا! لائیے وہ خرقہ مجھے دے دیجئے تا کہ میں حسبِ حکم آقا دعا کروں۔ جب وہ خرقہ دیا گیا تو وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے کچھ فاصلہ پر چلے گئے اور زمین پر سجدہ ریز ہوکر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔

اے خداوند عالم! میں اس وقت تک یہ خرقہ نہ پہنوں گا جب تک کہ تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی ساری امت کو بخش نہ دے کیونکہ پیغمبر ﷺ نے یہ خرقہ مجھے عطا کیا ہے اور فاروقؓ اور مرتضٰیؓ نے مجھ تک پہنچانے کے فرائض انجام دئے ہیں اب تیرا کام ہے کہ تو میری دعا سن لے اور قبول کرلے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اویس! ہم نے تیری دعا کی برکت سے چند اشخاص کو تیری سفارش پر بخش دیا۔ آپؒ نے پھر عرض کیا! یا باری تعالیٰ! جب تک تو سب کو نہیں بخشے گا میں یہ خرقہ نہیں پہنوں گا۔ ندا آئی میں نے کئی ہزار افراد کو بخش دیا۔ عرض کیا مولا! میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں ابھی یہ کہہ سن ہو ہی رہی تھی کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آپ کے قریب چلے گئے۔

آپ دونوں کو حضرت خواجہ اویس قرنیؒ نے کہا۔ آپ لوگ یہاں کیوں آگئے میرا اور خدا کا سلسلہ جاری تھا آپ لوگوں کی آمد نہ ہوتی تو میں نے اس وقت تک یہ خرقہ نہیں پہننا تھا جب تک اپنے آقا کی ساری امت کو نہ بخشوا لیتا اور مجھے پورا یقین تھا کہ حق تعالیٰ میری سفارش پر حضور انور ﷺ کی امت کے ہر فرد کو بخش دیتا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

4.13 ۔ حضرت عمرؓ کی اپنی جان پر سختی

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے اپنے والد حضرت عمر بن خطابؓ سے عرض کیا! یا امیر المومنین! آپ ان کپڑوں سے اچھا اور نرم کپڑے پہن لیا کریں اور موجودہ کھانوں سے بہتر کھانا کھا لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے وافر رزق عطا فرمایا ہے اور مال کی بھی بہتات ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! میں اس معاملہ میں تمہاری مخالفت کرتا ہوں۔ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی مشقت بھری زندگی بھول گئی ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اس قدر مصائب اور تکالیف کا حوالہ دیا کہ حضرت حفصہؓ رونے لگیں۔ پھر فرمایا! اے بیٹی! اللہ کی قسم! تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سنا لیکن اللہ کی قسم! مجھ سے جس قدر ممکن ہوگا میں آپ ﷺ کی اتباع کروں گا۔ پھر کہیں شاید میں ان کی آخرت کی راحت والی زندگی میں ان کا شریک ہوسکوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

4.14 ۔ سچائی کا کرشمہ

اسلام اپنی تاریخ میں ایسے ایسے واقعات پیش کرسکتا ہے کہ جن کے بارے میں آج کل کی دنیا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کے دور میں ایران کا ایک شہزادہ گرفتار ہوکر آیا۔ اس نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ اس کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کرنے کے لئے جلاد کو بلالیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ۔ کیونکہ عام طور پر مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ آخری خواہش پوچھی جاتی ہے اور اس کو پورا بھی کیا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے پانی پینے کی تمنا ہے۔

آپ نے حکم دیا کہ اس کو فوراً پانی بلایا جائے۔ اس کو پانی پیش کیا گیا اس شہزادے کے ہاتھ کانپ رہے تھے تو اس نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوگا کہ میں پانی پینے کے لئے پیالہ ہونٹوں سے لگاؤں اور جلاد میری گردن اڑا دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم بےفکر رہو اور اطمینان سے پانی پیو جب تک تم پانی پی نہیں لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس شہزادے نے یہ چالا کی کہ وہ پیالے کا سارا پانی زمین پر گرادیا اور پانی زمین میں جذب ہوگیا۔

وہ کہنے لگا اے مسلمانوں کے امیر! اپنے وعدے پر پکے رہئے کیونکہ میں نے پانی نہیں پیا ہے اب آپ مجھے قتل نہیں کرسکتے۔

حضرت عمرؓ سوچنے لگے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کا اتنا بڑا دشمن اور دوسری طرف اپنا قول دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ حالات تو یہ کہہ رہے تھے کہ وہ اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور اس نے پانی بھی مکاری سے گرایا تھا تو اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے قتل کردیا جاتا لیکن حضرت عمرؓ قول وکردار دونوں کے سچے تھے۔

حضرت عمر ؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ میں تمہارے قتل کا حکم واپس لیتا ہوں۔ مسلمان اس بات پر بہت حیران ہوئے کہ وہ کس طرح اپنی چالا کی سے حضرت عمر کے ہاتھوں بچ گیا۔

جب اس نے اپنی معافی کا حکم نامہ سنا تو کہنے لگا! یا امیر المومنین! میں نے یہ حرکت اس لئے کی کہ اگر جلاد کو دیکھ کر آپ کے سامنے میں کلمہ پڑھتا ہوں تو دنیا یہ کہتی کہ شہزادہ موت کے خوف سے مسلمان ہو گیا۔ اس لئے میں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ میری جان بچ جائے۔ اب میری جان بچ گئی اور آپ مجھے قتل نہیں کر رہے تو میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ میں اپنے دل سے کہتا ہوں کہ جس دین میں سچ کا اتنا احترام ہو وہ غلط دین نہیں ہوسکتا۔

کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر ؓ اس کی بڑی قدر کرتے تھے اور اس سے بعض معاملات میں مشورے بھی لیا کرتے تھے۔ وہ جو اسلام کا دشمن تھا مستقبل میں اسلام کا جرنیل بن کر دشمن کے خلاف جہاد کرنے والا بن گیا۔ کیونکہ سچ ہمیشہ آسان راستہ دکھاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

4.15 ۔ حضرت عمر فاروق ؓ کا آگ کو پیچھے دھکیلنا

امام بیہقیؒ اور علامہ ابو نعیمؒ نے معاویہ بن ملؒ سے روایت نقل کی ہے کہ حرہ میں آگ نکلی۔ سیدنا فاروقِ اعظم ؓ حضرت تمیم داری ؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس آگ کی طرف چلیئے۔ دونوں ساتھ آگ کی طرف چل پڑے اور آگ تک جا پہنچے۔ حضرت تمیم داری ؓ نے اپنے ہاتھ سے (یا ہاتھ میں کپڑا لے کر) آگ کو پیچھے ہٹانا شروع کیا حتیٰ کے آگ گھاٹی میں جا پہنچی۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے فرمایا! دیکھنے والا اور نہ دیکھنے والا ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ آپ ؓ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ علامہ ابو نعیم ؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ دورِ فاروقی میں آگ نکلی تو تمیم داری ؓ نے اپنی چادر سے اسے پیچھے ہٹانا شروع کیا اور وہ پیچھے ہٹتی ہٹتی ایک غار میں جا پہنچی۔ حضرت عمر فاروق ؓ فرمانے لگے! ایسی ہی باتوں سے اللہ تعالیٰ ہماری آزمائش کرتے ہیں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! جس نے دیکھا وہ نہ دیکھنے والے جیسا نہیں ہے۔ یہ بات آپ ؓ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (بیہقی، ابو نعیم)

4.16 ۔ آخرت کا بدلہ دنیا میں چکا دیا

ایک روز امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ اپنے کسی خاص سرکاری کام میں مصروف تھی کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا! فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے آپ میرے ساتھ چلئے اور اس سے بدلہ دلائیے۔ آپ اپنے کام میں اس قدر مصروف تھے کہ اس شخص کی مداخلت سے جھلاّ گئے آپ نے اس شخص کو ایک درہ مارا اور فرمایا! '' جب میں خاص اس لئے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں اور میں ان کی فریاد سنوں تو لوگ نہیں آتے اور جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آ کر اپنی فریاد بیان کرتے ہیں۔''

حضرت عمر ؓ کی ڈانٹ کھا کر وہ شخص چلا گیا لیکن کچھ دیر بعد جب آپ کا مزاج ٹھنڈا ہوا تو آپ کو اپنی سختی پر افسوس ہوا۔ آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کے بجائے دنیا ہی میں بدلہ چکا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس شخص کو بلایا اور وہ درّہ جس سے آپؓ نے اسے مارا تھا اس کے سامنے رکھ دیا اور اس سے فرمایا! یہ درّہ لو اور اس سے مجھے مارو جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا۔

اس شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین! میں یہ جرأت اور گستاخی کیسے کر سکتا ہوں۔ میں نے اللہ کے لئے آپ کو معاف کر دیا۔ جب تک آپ نے مکمل طور پر یہ یقین نہیں کر لیا کہ وہ شخص مجھے یہ معافی کسی خوف، دباؤ یا میرے عہدے کی وجہ سے نہیں کر رہا آپ اطمینان سے نہیں بیٹھے۔ جب اس نے کہا کہ میں سچے دل سے آپ کو معاف کرتا ہوں تو آپ کو اطمینان ہوا اور آپ گھر آئے اور دو رکعات نماز پڑھ کے اپنے آپ کو ملامت کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے معافیاں مانگنی شروع کر دیں اور فرمایا!

اے عمر! تو کمتر تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے بلندی عطا فرمائی، تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا، تو ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت عطا فرمائی اور اختیار سے نوازا۔ تیرا یہ حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اسے مار کر بھگا دیا۔ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو تو کیا جواب دے گا؟

(خوفِ خدا کے سچے واقعات)

4.17 ۔ دنیاوی نعمتوں سے پرہیز

حضرت عمر فاروق ؓ کی خوراک اتنی معمولی اور روکھی سوکھی ہوتی تھی کہ آپ کے مہمان اور باہر سے آئے ہوئے ملاقاتی آپ کے ساتھ کھانے میں تکلیف محسوس کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اتنی سادہ اور معمولی غذا کھانے کے عادی نہیں ہوتے تھے۔ حضرت حفص بن العاص ؓ آپ کے کھانے کے وقت آپ کے پاس موجود رہتے تھے لیکن آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا! آپ کے دستر خوان پر جو غذا ہوتی ہے ہم اسے اپنے دستر خوان پر نفیس اور لذیذ کھانوں پر ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں لذیذ اور قیمتی کھانا کھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (خلفائے راشدین)

4.18 ۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی احتیاط

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ایک مرتبہ مصر گئے وہاں سے واپسی پر مصر کے گورنر نے کوئی قیمتی چیز انہیں دی اور کہا کہ میں یہ تمہیں قرض کے طور پر دیتا ہوں۔ تم مدینہ جا کر امیر المومنین حضرت عمر ؓ کو دے دینا۔ قرض کے طور پر اس لئے دیتا ہوں کہ اگر یہ ضائع ہوگئی تو تمہارے ذمہ پڑے گا اور اگر میں تمہیں امانت کے طور پر دوں تو ضائع ہونے کی صورت میں تم پر ضمان نہیں آئے گی۔ کیونکہ امانت کا ضمان نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے اسے اپنے مال تجارت میں شامل کر دیا اور اس کو بازار میں فروخت کر دیا اور مدینہ آ کر اس کی قیمت حضرت عمر ؓ کے حوالے کر دی۔ حضرت عمر نے بیٹے سے پوچھا تم نے اس مال سے تجارت کی تھی۔ انہوں نے کہا! جی ہاں۔ آپ ؓ کے پوچھا! کیا تمہیں اس سے منافع ہوا؟ انہوں نے کہا! جی ہاں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا! وہ منافع بھی بیت المال میں جمع کرواؤ کیونکہ یہ مال تم کو قرض کے طور پر دیا گیا تھا۔ اور یہ اتنا قیمتی مال تمہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ تم خلیفہ کے بیٹے ہو ورنہ عام آدمی کو بیت المال سے اتنا

بڑا قرض نہیں ملتا۔ اگر یہ مال ضائع ہو جاتا تو اس کا ضمان بھی غریب عوام پر آتا تو اس میں جو منافع ہوا ہے وہ بھی انہی کو پہنچنا چاہیئے۔ (خوفِ خدا کے سچے واقعات)

4.19 ۔ حضرت عمر ؓ کا جذبہ خدمتِ خلق

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ ایک رات رعایا کا حال جاننے کے لئے شہر میں گشت کر رہے تھے۔ وہ ایک مکان کے قریب سے گزرے تو اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا! یہ بچوں کے رونے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں؟ اندر سے ایک عورت دکھ سے کہنے لگی!

میں بیوہ ہوں، میرے بچے یتیم ہیں، بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے ہیں، میں نے کچھ پتھر اور پانی ایک دیگچی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا ہے کہ یہ سمجھیں کی کھانا پک رہا ہے اس دوران میں ان کو سلانا چاہتی ہوں۔ یہ سو جائیں گے تو وقت گزر جائے گا۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! تم نے خلیفہ کو خبر کی؟ وہ کہنے لگی!

میں پردہ دار عورت ہوں، بھوکی ہوں لیکن میری غیرت نہیں مری ہے کہ میں بے پردہ ہو کر باہر نکلوں اور ان کے پاس جا کر فریاد کروں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! تمہیں اپنے حال کی کسی طرح امیر المومنین کو خبر کرنی چاہیئے۔ خلیفہ عالم الغیب تو نہیں ہے۔ عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تمہیں ان کو بتانا تو چاہیئے تھا۔

وہ عورت کہنے لگی! میں کیوں بتاؤں؟ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔

وہ گلہ بان کس کام کا جس کو اپنے گلے کا پتہ نہیں۔

وہ کس کام کا چرواہا جس کو اپنے ریوڑ کا پتہ نہیں۔

وہ کس کام کا حاکم جس کو اپنی رعیت کے حال کا پتہ نہیں۔

میں کیوں بتاؤں اس کو خود خبر لینی چاہیئے۔ پھر کہنے لگی!

قیامت کا دن ہوگا اور وہاں میں عمر کو اللہ کے دربار میں لے کر جاؤں گی۔ میرا دوپٹہ ہوگا اور عمر کی گردن ہو

گی کہ یہ ہے خلیفۃ المسلمین!

میرے بچے بھوک سے مر رہے تھے لیکن اس نے راشن نہیں پہنچایا۔ یہ تو پھر قیامت کے دن ہی فیصلہ ہوگا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہی امیر المومنین ہیں۔ جب حضرت عمر ؓ نے سنا تو دوڑتے ہوئے اور روتے ہوئے بیت المال پہنچے۔ آپ اس طرح رو رہے تھے جیسے بچے بلک بلک کر روتے ہیں۔ آپ نے فوری طور پر غلام سے فرمایا! جلدی سے میری پیٹھ پر چاول، آٹا، گھی، سوجی اور کھانے کا اور سامان رکھو۔ اس نے کہا! میں حاضر ہوں میں آپ کے ساتھ اسے اٹھا کر چلتا ہوں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا! نہیں! اسے میں ہی لے کر جاؤں گا۔ آج یہ بوجھ تم اٹھا لو گے، کل جب ان کی آہ اٹھے گی تو قیامت کے دن یہ بوجھ کون اٹھائے گا؟ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی دوسرا پیش نہیں ہوگا میں خود اپنے آپ کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری پیٹھ پر رکھ دو۔

آپ ؓ وہ سامان لے کر آئے اور اس عورت سے کہا کہ تم پردہ کرلو۔ آپ اندر گئے اور جلدی جلدی چولہا جلا کر کچھ حلوہ تیار کیا، کچھ چاول پکائے اور جو کچھ بھی جلدی سے ہوسکتا تھا کیا۔ جب لکڑیاں جل رہیں تھیں تو وہ گیلی تھیں۔ اس میں سے بہت دھواں نکل رہا تھا۔ اس میں حضرت عمر ؓ پھونکیں مار کر آگ کو تیز کر رہے تھے اور دھواں آپ کے چہرے اور داڑھی میں سے اٹھتا تھا۔

آپ نے اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا! اے عمر! اس چہرے پر اس داڑھی پر دھواں آتا ہے، کوئی بات نہیں، آج یہ دنیا کا دھواں قبول کرلو، کل ان بچوں کی آہ اٹھی تو کہیں جہنم کا دھواں نہ پہنچ جائے اُس دھویں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ جب حلوہ تیار ہوگیا تو آپ ؓ نے بچوں کو قریب کیا۔ اپنے ہاتھوں سے ان کے منہ میں لقمے ڈالے تو وہ بچے کہنے لگے! یہ پیار تو ایسے کرتے ہیں جیسے ہمارے ابا کرتے تھے۔

پھر جب وہ بچے خوش ہوگئے۔ آپ نے اپنی گردن میں چادر ڈالی اور بلند آواز سے اس عورت سے کہا! اے خاتون! میں ہی خلیفۃ المسلمین ہوں۔ مجھ سے ہی یہ سستی ہوئی ہے کہ میں تمہیں وقت پر راشن نہ پہنچا سکا۔ اب جب بھی ضرورت ہو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔ پھر فرمایا!

اے میری ماں! قیامت کے دن مجھ سے نہ پوچھنا، آج میری گردن میں یہ چادر ڈال کر مجھے اس مدینہ کی

گلیوں میں گھسیٹ لے، لیکن قیامت کے دن مجھ سے کچھ نہ کہنا تا کہ اللہ کے دربار میں شرمندہ ہوؤں۔

وہ عورت رونے لگی اور اس نے کہا! مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ تو خلیفہ ہے، قیامت کے دن اللہ کے دربار میں میں تیری سفارش کروں گی کہ اے اللہ! عمر کو بخش دے، اس نے میرے روتے ہوئے بچوں کو سینے سے لگا کر ہنسایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا! اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

میرے عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا! اے عمر! جب دنیا سے باپ جائے گا تو اس کی اولاد روئے گی۔

خاوند فوت ہوگا تو اس کی بیوی روئے گی۔

بیوی فوت ہوگی تو اس کے گھر والے روئیں گے اور پریشان ہوں گے۔

خاندان کا بڑا مر جائے تو خاندان والے روئیں گے۔

اے عمر! جب تم دنیا سے رخصت ہو گے تو قیامت تک اسلام تمہاری جدائی میں روتا رہے گا۔

(خوفِ خدا کے سچے واقعات)

4.20 ۔ عہد کی پابندی کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک نوجوان شخص کو دو آدمی پکڑ کر لائے اور حضرت عمر ؓ کے سامنے پیش کیا اور کہا! یہ ہمارے باپ کا قاتل ہے۔

حضرت عمر ؓ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا! کیا واقعی تم نے ان کے والد کا قتل کیا ہے۔

اس نے عرض کیا! اے امیر المومنین! بلاشبہ مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے۔ میں نے غصہ کی حالت میں ان کے باپ کو ایک پتھر مارا جس کے لگنے سے وہ ہلاک ہو گیا لیکن میرا قتل کرنے کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔

حضرت عمر ؓ نے سن کر کہا! اے نوجوان! اب چونکہ تم نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ اس لئے اسلامی اصولوں کے تحت تم سے قصاص لیا جائے گا۔

اس نوجوان نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں بھائیوں سے پوچھا کہ تم اس جان کے بدلہ میں دیت (خون بہا) لینا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا! ہم ایک جان کے بدلہ اس نوجوان کی جان لینا چاہتے ہیں۔ فیصلہ سننے کے بعد اس نوجوان نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا!

یا امیر المومنین! میں قصاص کے لئے حاضر ہوں لیکن میری ایک درخواست ہے جو میں آپ کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا! بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ اس نوجوان نے کہا!

میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو ابھی نابالغ ہے۔ میرے والد مرحوم نے مرنے سے پہلے کچھ سونا میرے سپرد کیا تھا اور مجھے وصیت کی تھی کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کے سپرد کر دوں۔

میں نے وہ سونا ایک جگہ دفن کر دیا تھا جس کا میرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اگر وہ سونا اس کو نہ ملا تو میں سمجھتا ہوں کہ روز قیامت اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔ اس لئے مجھے کم از کم اتنی مہلت دے دی جائے کہ میں امانت اس کے حقدار پر پہنچا دوں۔ اس مقصد کے لئے مجھے تین دن کی ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا۔ اس نوجوان نے وہاں موجود لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔ اس کی نظر حضرت ابوذر غفاریؓ پر پڑی اور ان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ یہ میری ضمانت دیں گے۔ ضمانت کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ نوجوان واپس نہیں آتا ہے تو اس کی جگہ ضمانت دینے والے کو موت کی سزا دے دی جائے گی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا! کیا آپ اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا! ہاں! میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ تین دن میں واپس آ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ دونوں مدعی نوجوانوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی ضمانت پر رضامندی کا اظہار کیا تو حضرت عمرؓ نے نوجوان کو رہا کر دیا۔

جب تیسرا دن آیا تو مقررہ وقت پر سب متعلقین حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بھی دربار میں حاضر ہو گئے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور وہ نوجوان ابھی تک نہیں آیا تھا۔ لوگوں میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں کہ اس نوجوان نے اپنی جان بچانے کے لئے حضرت ابوذر غفاریؓ کو پھنسا دیا۔ اور اگر

وہ نہیں آیا تو ان کو سزائے موت ہو جائے گی۔

جوں جوں وقت گزر رہا تھا تشویش بھی بڑھ رہی تھی مدعی بھائیوں کو غصہ آ رہا تھا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ضمانت لے کر ہمارے باپ کے قاتل کو بھگا دیا۔ جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا! ہمارا مجرم کہاں ہے؟ انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ ''اگر تیسرے دن کے ختم ہونے پر وہ نہیں آیا تو میں وہ سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ جب وقت مقررہ ختم ہوا تو دربار میں سناٹا چھا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہہ دیا کہ اگر وہ مجرم نہیں آیا تو اسلامی قانون کے مطابق ضامن سے قصاص لیا جائے گا۔ یہ فیصلہ سن کر صحابہ کرام پریشان ہو گئے اور بعض کے آنکھوں میں یہ سوچ کر آنسو آ گئے کہ اب حضرت ابوذر غفاریؓ سے قصاص لیا جائے گا۔ لوگوں نے ان دونوں بھائیوں کو راضی کرنے کی کوشش کہ کہ وہ دیت (خون بہا) پر راضی ہو جائیں لیکن وہ کسی طور پر راضی نہیں ہو رہے تھے۔

اسی اثناء میں ایک شور اٹھا اور لوگوں نے دیکھا کہ دور سے ایک شخص سرپٹ دوڑتا ہوا آ رہا ہے جب قریب آیا تو دیکھا کہ یہ وہی نوجوان ہے اور پسینہ سے شرابور ہے۔ اس نے آتے ہی سب کو سلام کیا اور حضرت عمرؓ سے عرض کیا!

اے امیر المومنین! میں اپنے چھوٹے بھائی کو اس کے ماموں کے حوالے کر کے آیا ہوں اور اس کی امانت کی جگہ بھی ان کو بتا دی ہے۔ اب آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان پورا کریں میں حاضر ہوں۔

تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اچانک لوگوں کے درمیان سے حضرت ابوذر غفاریؓ نکل کر سامنے آئے اور فرمایا!

''اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! میں اس نوجوان کو نہیں جانتا تھا کہ یہ نوجوان کون ہے کہاں رہتا ہے اور نہ ہی میں نے اس دن سے پہلی کبھی دیکھا تھا۔ لیکن جب اس نے سب لوگوں کے سامنے سب کو چھوڑ کر مجھے اپنا ضامن بنایا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں اس کا دل توڑ دوں۔ مجھے اس کی شکل وصورت نے اس بات کا یقین دلایا کہ یہ نوجوان اپنے وعدے کی ضرور پاسداری کرے گا۔ اس لئے میں نے اس کی ضمانت دے دی۔''

نوجون نے حاضر ہو جانے پر دربارِ فاروقی میں لوگوں کے چہروں پر رونق کے آثار نمودار ہو گئے اور سب اس نوجوان کے وعدہ نبھانے کی وجہ سے اس کی تعریف کر رہے تھے۔ مدعی دونوں بھائی بھی اس کے اس فعل سے بہت

متاثر ہوئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر با آواز بلند کہا!

"یا امیر المومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کیا"

یہ آواز سن کر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمرؓ بھی اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ پھر انہوں نے فرمایا! اے نوجوانو! تمہارے باپ کا خون بہا میں تمہیں بیت المال سے ادا کروں گا۔

اس پر ان بھائیوں نے کہا! اے امیر المومنین! ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اسے اپنے باپ کا خون معاف کیا ہے اس لئے اب ہم اس کے بدلہ میں کچھ بھی نہیں لیں گے۔

(خوفِ خدا کے سچے واقعات)

4.21 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا زلزلہ کو روکنا

امام الحرمین نے اپنی کتاب "الشامل" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا اور زمین زور کے ساتھ ہلنے لگی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جلال میں آ کر اپنا درّہ زمین پر مارا اور تڑپ کر فرمایا!

تری الم اعد ل علیک (اے زمین! ساکت ہو جا، کیا میں نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟)

آپ کے فرماتے ہی زمین حرکت کرنا بند ہو گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔

(ازالۃ الخفاء)

4.22 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا میلوں دور سے پکار کا جواب دینا

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے روم کی طرف ایک اسلامی لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے بھیجنے کے کچھ دنوں کے بعد ایک دن اچانک مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ نے بلند آواز میں دو مرتبہ کہا!

لبیکاہ! لبیکاہ! (یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں)

اہل مدینہ حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ واپس آیا۔ اس لشکر کا سپاہ سالار اپنی فتوحات اور کارناموں کا ذکر کرنے لگا تو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا! پہلے یہ بتاؤ کہ جس مجاہد

کوتم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے **یا عمراہ! یا عمراہ!** (اے میرے عمر! میری خبر لیجئے) پکارا تھا وہ کیا واقعہ تھا؟

سپہ سالار حضرت عمرؓ کا جلال دیکھ کر سہم گیا اور اس نے عرض کیا! مجھے اپنی فوج کو دریا میں اتارنا تھا۔ اس لئے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے ایک شخص کو دریا میں اترنے کا حکم دیا۔ چونکہ موسم بہت سرد تھا اور زوردار ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس لئے اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دومرتبہ زورزور سے **یا عمراہ! یاعمراہ!** کہہ کر پکارا تھا۔ پھر یکا یک اس کی روح پرواز کرگئی۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کے ارادے سے دریا میں اترنے کونہیں کہا تھا۔

جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ ایک دن جو دومرتبہ حضرت عمرؓ نے **لبیکاہ! لبیکاہ!** فرمایا تھا درحقیقت وہ اسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ سپہ سالار کا بیان سن کر غیظ وغضب میں آ گئے اور فرمایا کہ سرد ہواؤں اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کہ گہرائی میں اتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں آتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے مال میں سے اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا ادا کرو اور خبردار! آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہو جانا بڑی سے بھی بڑی ہلاکتوں سے بھی بڑھ کر ہلاکت ہے۔ (ازالۃ الخفاء)

4.23 ۔ حضرت عمرؓ کا نومولود بچے کیلئے وظیفہ مقرر کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ آیا اور انہوں نے عیدگاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا!

کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ ہم دونوں اس قافلہ کا پہرہ دیں تا کہ ان کو ڈاکو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تیار ہو گئے۔ چنانچہ یہ دونوں رات بھر قافلہ کا پہرہ دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا! اللہ سے ڈرو اور

اس بچے کا خیال رکھو۔ حضرت عمرؓ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے لیکن بچے کے رونے کی آواز مسلسل آتی رہی۔ حضرت عمرؓ نے پھر جا کر اس عورت سے بچے کو چپ کروانے کے لئے کہا اور واپس آ کر بیٹھ گئے۔ جب رات کا آخری وقت ہوا تو انہوں نے پھر بچے کے رونے کی آواز سن تو جا کر اس کی ماں سے کہا! تیرا بھلا ہو! میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں ایک بُری ماں ہے۔ کیا بات ہے کہ تیرا بیٹا آج ساری رات آرام نہ کر سکا۔ اس عورت نے کہا! اے اللہ کے بندے! آج رات تو نے بار بار آ کر مجھے تنگ کیا۔ میں بہلا پھسلا کے اپنے بچے کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا! تم اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو۔ اس عورت نے کہا! کیونکہ حضرت عمرؓ صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اس بچے کی کتنی عمر ہے؟ اس نے بتایا کہ اتنے مہینہ کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا! تیرا بھلا ہو اس کو دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر۔

صبح ہوتے ہی حضرت عمرؓ جلدی جلدی مسجد آئے اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن پڑھنا لوگوں کی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؓ نے لوگوں سے کہا!

عمر کے لئے ہلاکت ہو! اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے (یعنی عمرؓ نے یہ اصول بنایا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا اس کی وجہ سے معلوم نہیں کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑایا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر آپ نے منادی کا حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے بچوں کا وظیفہ مقرر کریں گے۔ اور تمام علاقوں میں اپنے گورنروں کو لکھوا بھیجا کہ ہم ہر دودھ پیتے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔

(تاریخ مدینہ دمشق، ج۴ص۳۵۵)

4.24 ۔ قبر میں بدن سلامت

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں روضہ پاک کی ایک دیوار گر گئی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس روضہ کی جدید تعمیر کی جائے۔ اس لئے اس کی بنیادیں دکھودی گئیں تو اچانک ایک پاؤں نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے

کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا پاؤں مبارک ہے جو زندہ انسان کی طرح بالکل تر و تازہ تھا۔ اس دوران دیکھنے کے لئے حضرت عروہ بن زبیرؓ حاضر ہوئے تو انہوں نے پہچان لیا اور قسم کھا کر کہا! یہ پیر مبارک حضور اکرم ﷺ کا نہیں ہے بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کا ہے تو لوگوں کی بے چینی اور گھبراہٹ کم ہوئی۔ (صحیح بخاری)

4.25 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سادگی

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ قریب قریب آ جاؤ۔ پھر آپ منبر پر گئے اور فرمایا!

عمر! تو وہی تو ہے جو لوگوں کو پانی بھر کر لا کر دیا کرتا تھا اور کے صلہ میں وہ تجھے ایک چھوہارا دیتے تھے۔ وہی کھا کر اپنا گزارا کرتا رتھا۔ یہ کہہ کر آپؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام حیران ہو گئے اور پوچھنے لگے۔ یا امیر المومنین! کیا آپ نے ہمیں یہ بتانے کے لئے اکٹھا کیا تھا۔

آپؓ نے فرمایا! یہ زمانہ فتوحات کا ہے، ہر طرف سے ہمارے پاس مال غنیمت آ رہا ہے، دشمن قیدی بن کر ہمارے پاس بے بسی سے آ رہے ہیں، میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے عمر! تیری خلافت میں اتنی فتوحات ہو رہی ہیں۔ چنانچہ میرے نفس میں تکبر، ریاکاری اور دکھاوا نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے میں نے اپنے نفس سے خطاب کیا تھا۔ یہ بات اس لئے کہی کہ اس سے میرے نفس کو چوٹ پہنچے گی اور میری طبیعت میں شکستگی پیدا ہوگی۔

(طبقات الکبریٰ)

4.26 ۔ حضرت عمرؓ کا معافی مانگنا

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت بلالؓ کے ساتھ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت بلالؓ نے کوئی بات کی جو حضرت عمرؓ کو بری لگی اور انہوں نے انہیں کوئی بہت ہی سخت بات کہہ دی۔ جس کو سن کر حضرت بلالؓ خاموش ہو گئے اور ان کا دل بجھ سا گیا اور وہاں سے اٹھ کے چلے گئے۔

حضرت عمرؓ کو بعد میں احساس ہوا کہ مجھے ان سے یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔ اس بات سے ان کو صدمہ ہوا ہے اب مجھے ان سے معافی مانگنی چاہئے۔ حضرت عمرؓ فوراً حضرت بلالؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوگئی میں نے بہت غلط بات آپ کو کہہ دی میں معافی مانگتا ہوں آپ مجھے معاف کر دیں۔

حضرت بلالؓ نے کہا! جی ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ کو ان کے ان الفاظ سے تسلی نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ ان کے سامنے زمین پر لیٹ گئے اور کہا کہ آپ میرے سینے پر قدم رکھ کر گزریں اور میری غلطی کو اللہ کے لئے معاف کر دیں۔ حضرت بلالؓ نے کہا! یا امیر المومنین! میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے لیکن میں آپ پر قدم نہیں رکھ سکتا اور اس کے ساتھ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

4.27 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کی گورنر سعید بن عامرؓ سے باز پرس

حضرت سعید بن عامرؓ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حمص کا گورنر مقرر کیا۔ حمص کے لوگوں نے گورنر کی شکایات لکھ لکھ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بھیجیں۔ حضرت عمر فاروقؓ بنفس نفیس حمص تشریف لائے تا کہ شکایات کی تحقیق کر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ اور شہر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور لوگوں سے کہا کہ وہ اپنی شکایات بتائیں۔ حمص کے لوگ اپنے حکمرانوں کی بہت شکایات کرتے تھے اس لئے حمص کو چھوٹا ''کوفہ'' کہا جاتا تھا۔

لوگوں نے کہا! ہمیں ان سے چار شکایات ہیں:

۱۔ جب تک اچھی طرح دن چڑھ نہیں جاتا اس وقت تک گورنر صاحب گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

۲۔ یہ رات کو کسی سے بات نہیں کرتے۔

۳۔ ہمارے گورنر صاحب مہینہ میں ایک دفعہ پورا دن گھر میں رہتے ہیں باہر نہیں نکلتے۔

۴۔ انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے جس سے یہ موت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ان کے بارے میں میرے اندازے غلط ثابت نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کو بلایا کہ وہ ان شکایات کا جواب دیں۔

حضرت سعیدؓ نے فرمایا! اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا تھا کہ ان سوالات کا جواب دوں لیکن اب آپ لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان سوالات کے جواب دوں۔

جواب نمبر۱: بات یہ ہے کہ میرے گھر میں کوئی خادم نہیں ہے۔ اس لئے مجھے خود آٹا گوندھنا پڑتا ہے پھر اس انتظار میں بیٹھتا ہوں کہ آٹے میں خمیر پیدا ہو، پھر میں روٹی پکاتا ہوں اسے کھا کر وضو کرتا ہوں اور پھر ان لوگوں کے پاس آتا ہوں۔

جواب نمبر۲: اس کی وجہ بتانا بھی مجھے ناپسند ہے، بات یہ ہے کہ میں نے دن و رات کے کاموں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ دن عوام کے مسائل حل کرنے اور ان کی خدمت کرنے کے لئے مختص ہے اور رات اپنے پروردگار کی عبادت کے لئے ہے جس میں مداخلت مجھے پسند نہیں ہے۔

جواب نمبر۳: میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس دوسرے کپڑے ہیں جنہیں میں پہن کر باہر آؤں۔ اس لئے میں خود اپنے کپڑے دھوتا ہوں اور ان کے خشک ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔ وہ موٹے کپڑے ہیں خشک ہو کر اکڑ جاتے ہیں تو پھر ان کو رگڑ رگڑ کر نرم کرتا ہوں۔ یوں میرا سارا دن اسی میں لگ جاتا ہے پھر میں کپڑے پہن کر شام کو باہر آتا ہوں۔

جواب نمبر۴: اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جب حضرت خبیب انصاریؓ کو شہید کیا گیا میں مکہ میں موجود تھا۔ قریش نے پہلے ان کے جسم کو جگہ جگہ سے کاٹا، پھر ان کو سولی پر لٹکایا۔ ان سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے اور ہم ان کو سولی پر چڑھا دیتے تو حضرت خبیبؓ نے کہا! اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہوں اور آپ ﷺ کو کوئی کانٹا بھی چبھے اور پھر انہوں نے حضور ﷺ کی محبت میں زار دار نعرہ لگایا۔ جب میں وہ دن یاد کرتا ہوں اور یہ خیال آتا ہے کہ میں نے ان کی اس حالت میں کوئی مدد نہیں کی کیونکہ میں اس وقت مشرک تھا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ جب میرے دل میں زور سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا اور اسی خیال سے مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ جوابات سن کر فرمایا! تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری فراست کو غلط نہیں ہونے دیا۔

4.28 ۔ حضرت سعید بن عامر ؓ کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

امام اوزاعی ؒ حضرت حسان بن عطیہ ؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کو معزول کر کے حضرت سعید بن عامر ؓ کو ان کی جگہ شام کا گورنر بنا دیا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کے ساتھ دمشق آ گئے۔ ان کی بیوی نہایت خوبصورت اور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہاں ان کا تھوڑے دن تک تو گزارا چلتا رہا پھر تنگ دستی اور فاقوں کی نوبت آ گئی۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو ان کی اس حالت کی خبر پہنچ گئی تو انہوں نے ایک ہزار دیناران کے لئے بھیجے۔ وہ یہ دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس پہنچے اوران سے کہا کہ یہ جو دینار تم دیکھ رہی ہو یہ حضرت عمر ؓ نے بھیجے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان دیناروں سے کچھ غلہ اور کھانے پینے کا سامان خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں تا کہ آئندہ بھی کام آ سکیں۔

حضرت سعید بن عامر ؓ نے کہا کہ میں تم کو اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں؟ بیوی نے پوچھا! وہ کیا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ میں یہ رقم میں کسی تاجر کو دے دیتا ہوں جو اس سے ہمارے لئے تجارت کرے گا اور اس کا منافع ہمیں دیتا رہے گا وہ ہم کھاتے رہیں گے۔ ہمارے سرمایہ کی ذمہ داری بھی اس کے اوپر ہوگی۔ ان کی بیوی خوش ہو گئیں اور کہا کہ یہ زیادہ ٹھیک ہے۔

حضرت سعید بن عامر ؓ نے ان دیناروں سے دو اونٹ خریدے اور غلہ خرید لیا اور دو ملازم رکھ لئے۔ انہوں نے تمام سامان اونٹوں پر رکھا۔ پھر انہوں نے شہر بھر میں پھر کر غریب، نادار اور مسکینوں کو تمام غلہ تقسیم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ہے۔ آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور اپنا منافع لے کر آ جائیں تا کہ اس سے ہم کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔

حضرت سعید بن عامر ؓ ان کی بات سن کر خاموش رہے انہوں نے دوبارہ کہا تو پھر بھی خاموش رہے۔ آخر اس نے تنگ آ کر کچھ برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس پر انہوں نے دن کے وقت گھر آنا بند کر دیا صرف رات کو گھر آتے تھے۔ ان کے گھر والوں میں ایک اچھا آدمی تھا جو ان کے گھر آیا جایا کرتا تھا۔ اس نے ان کی بیوی سے کہا کہ تم ان کے ساتھ کیا کر رہی ہو انہوں نے تو تمام مال صدقہ کر دیا۔ یہ سن کر ان کی بیوی کو ساری مال کا صدقہ کرنے کا اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگیں۔

ایک دن جب حضرت سعید بن عامر ؓ گھر آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو بٹھایا اور کہا! میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ ہوا مجھ سے جدا ہو گئے تھے اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور آسمانِ دنیا میں جھانک لے تو ساری دنیا اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آ جائے۔ اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا و ما فیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لئے یہ آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تمہیں چھوڑ دوں لیکن تمہاری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر بیوی کا دل نرم ہو گیا اور وہ ان کے اس عمل سے راضی ہو گئیں۔

(حلیۃ الاولیاء)

4.29 ۔ سیدنا عثمان بن عفان ؓ کا پہلا خطبہ

سیدنا عثمان بن عفان ؓ نے خلیفہ بننے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

لوگو! سنو! میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔

جان لو! کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کے بعد تین باتیں ضروری ہیں۔ جن کی پابندی کا میں عہد کرتا ہوں۔

ا۔ میری خلافت سے پہلے تم نے جو باہمی اتفاق سے قاعدے اور طریقے مقرر کئے تھے میں ان کی پیروی کروں گا۔

۲۔ جن معاملات میں پہلے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوا ہے ان میں سب کے مشورے سے اہل خیر کا طریقہ اختیا کروں گا۔

۳۔ تم سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں گا جب تک کہ تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرنا شریعت کے قانون سے واجب نہ ہو جائے۔

(اصحابِ رسول ﷺ کی یادیں)

4.30 ۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ کا دومرتبہ جنت خریدنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے دومرتبہ جنت خریدی۔ ایک مرتبہ جب بیرِ رومہ کوخرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ دوسری مرتبہ جب جیش العسرت (جنگ تبوک) کے لئے سامان فراہم کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی حباب سلمی ؓ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے جیشِ عسرت کے موقع پر لوگوں کو ترغیب دی تو حضرت عثمان بن عفان ؓ نے فرمایا! میری طرف سے سواونٹ اپنے ساز وسامان اور پالان کے ساتھ اس مہم کے لئے عطیہ ہیں۔ چونکہ سفر دور دراز کا تھا اور دشمن بہت طاقت ور تھا تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے لئے ابھارا۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ دوبارہ کھڑے ہوئے اور فرمایا! میری طرف سے سواونٹ اور اپنے ساز وسامان اور پالان کے ساتھ اس مہم کے لئے عطیہ ہیں۔ اس کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اکسایا تو ایک بار پھر حضرت عثمان بن عفان ؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا! میری طرف سے مزید سواونٹ اپنے ساز وسامان اور پالان کے ساتھ اس مہم کے لئے عطیہ ہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ خوشی سے ہاتھ ہلا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں! عثمان ؓ پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں اگر آج کے بعد وہ کوئی عمل نہ کریں۔

(سنن ترمذی، مسند احمد، تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں جیش عسرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضرت عثمان ؓ ایک ہزار دینار لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دئے۔ پھر گئے اور ایک ہزار دینا اور لے آئے اور وہ بھی آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دئے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ فرما رہے ہیں کہ آج کے بعد عثمان ؓ کوئی عمل کریں انہیں کوئی نقصان نہیں۔

(تاریخ ابن عساکر، تہذیب التہذیب)

4.31 ۔ حضرت عثمان غنیؓ کا خواب میں پانی سے سیراب ہونا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ان کے پاس پانی کا ایک قطرہ لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت عثمانؓ پانی کی پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ میں ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا آپ اس وقت بھی روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا! اے عبداللہ! آج میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا آپ نے انتہائی محبت اور شفقت سے فرمایا! اے عثمان! ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا۔ میں نے عرض کیا! جی ہاں۔ تو فوراً آپ نے ایک ڈول میرے لئے لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور میں بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کر رہا تھا۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔

اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے دربار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ زندگی سے مجھے ہزاروں لاکھوں درجہ زیادہ عزیز ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں! میں اس کے بعد ان کے پاس سے رخصت ہو کر چلا گیا اور اسی دن ان کو باغیوں نے شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ)

4.32 ۔ زنا کار آنکھیں

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور کر دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس شخص کو دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے نہایت ہی پر جلال لہجے میں فرمایا! لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ اس شخص نے جل کر کہا! رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؓ پر بھی وحی اترنے لگی ہے۔ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

حضرت عثمانؓ نے فرمایا! میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے ہو بالکل برحق ہے اور اللہ کریم نے مجھے وہ فراست عطا فرمائی ہے کہ جس سے میں لوگوں کے دلوں کے خیالات اور حالات کو بھی محسوس کر لیتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء)

4.33 ۔ حضرت عثمانؓ کی گستاخی کرنے والا درندے کے منہ میں

ایک روایت ہے کہ حاجیوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت عثمان غنیؓ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے سوائے ایک شخص کے جو آپ سے بغض ادرکھتا تھا اور آپ کی شان میں توہین اور گستاخی کیا کرتا تھا۔ اس نے زیارت نہیں کی۔

جب وہ قافلہ اپنے وطن کو واپس جانے لگا تو قافلے کے تمام افراد بخیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر پر نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ راستے ہیں سفر کے دوران ایک درندہ اس کی طرف لپکا اور اسے اپنے دانتوں میں دبوچ کر اور اپنے پنجوں سے اس کے جسم کو پھاڑ دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ (شواہد النبوۃ)

4.34 ۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ کا پہلا خطبہ

سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے بیعتِ خلافت کے بعد قیس بن ثابتؓ کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور اہل مصر کے نام یہ خطبہ تحریر کیا:

''خبردار ہو جاؤ! تمہارا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تمہارے معاملات کو اللہ کے مقرر کردہ حق کے مطابق چلائیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو نافذ کریں اور در پردہ بھی تمہارے ساتھ خیر خواہی کریں۔''

(اصحابِ رسولؐ کی یادیں)

4.35 ۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا عارفانہ خطاب

جعفر بن محمد ؒ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی ؓ کے سامنے ایک شخص کو دفن کیا گیا۔ دفن کے وقت میت کے ورثاء پر شدید گریہ طاری تھا۔ حضرت علی ؓ نے ان سے فرمایا! اگر تم پر وہ احوالِ برزخ منکشف ہو جائیں جو تمہاری میت پر منکشف ہیں تو تم حواس باختہ ہو جاؤ۔ اپنی میت کو بھول جاؤ گے۔ موت اس وقت تک تمہارے دروازے پر دستک دیتی رہے گی جب تک تم میں سے کوئی ایک بھی باقی ہے۔ تم سب نے اس دنیا سے جانا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا!

اے اللہ کے بندو! میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جس کی بہت سی مثالیں تم کو بار بار دی جا چکی ہیں۔ تمہاری عمروں کے وقت مقرر کئے جا چکے ہیں۔ تمہارے لئے وہ کان اللہ تعالیٰ نے رکھ دئے ہیں جو ہر بات کو محفوظ رکھیں گے اور وہ نگاہیں رکھی ہیں جس سے ہر ایک کا پردہ اٹھ جائے گا۔ ایسے دل رکھے ہیں جو ہر بات کو سمجھیں گے اللہ تعالیٰ نے تم کو بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ تم سے لا پرواہ ہوا ہے۔ بلکہ کامل اور مکمل نعمتوں کے ساتھ تمہارا اکرام کیا ہے۔ عمدہ ترین عطیوں سے تم کو نوازا ہے۔ ہر شے کو تمہارے لئے گن گن کر رکھا ہے۔ اچھا اور برا بدلہ تمہارے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، طلب میں کوشش اور محنت کرو، عمل میں جلدی کرو، نعمتوں اور لذتوں کو توڑنے والی شے کو یاد رکھو۔ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں۔ اس کی مصیبتوں سے کسی متکبر کا غرور امن نہیں دے سکتا۔ کسی افواہ ساز کا قول نہیں بچا سکتا، کسی باطل کی طرف مائل شخص کی نیکی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، جو کنی کترا کر گزرتا ہے تو کبھی پیٹھ پھیر کر جاتا ہے اور اپنی شہوتوں میں بدمست ہے۔

اے اللہ کے بندو! عبرت کے ساتھ نصیحت پکڑو، آیات اور نشانیوں کے ساتھ عبرت حاصل کرو۔ اللہ کی وعیدوں سے ڈرو۔ وعظ و نصیحتوں سے نفع حاصل کرو۔ موت تمہارے لئے اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ مٹی کے گھر میں تم کو ملا چکی ہے۔ صور پھونکنے کے بعد ہولناک معاملات تم پر ہونے والے ہیں۔ قبروں کے پھٹنے اور میدان حشر کے تیار ہونے، حساب کے لئے کھڑے ہونے، جبار کی قدرت کے احاطے میں آنے کے بڑے بڑے ہولناک واقعات پیش آنے والے ہیں۔ جس دن ہر نفس کے ساتھ محشر کی طرف ہنکانے والا ساتھ ہوگا اور اس کے

عمل کا ایک گواہ بھی ساتھ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ O

(سورۃ الزمر ۔ ۶۹)

جس دن زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور اعمال کی کتاب کھول دی جائے گی اور پیغمبر اور دوسرے گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

اس دن تمام علاقے اور شہر تھرّ ا اٹھیں گے۔ اعلان کرنے والا اعلان کر دے گا۔ وہ دن ملاقات کا دن ہوگا۔ پنڈلی پر سے پردہ اٹھ جائے گا، سورج بے نور ہو جائے گا، محشر میں درندے آپس میں مل جائیں گے۔ رازوں سے پردہ اٹھ جائے گا۔ شریروں کے لئے وہ دن ہلاکت کا دن ہوگا۔ دل کانپ جائیں گے اہل جہنم کے لئے اللہ کی طرف سے ڈانٹ پھٹکار ہوگی۔ جہنم ان کے لئے اپنے آنکڑے اور ناخن نکالے گی۔ اس دن جہنم جہنمیوں پر بری طرح چیخے اور چلائے گی۔ اس کی آگ ابل رہی ہوگی، اس کی گرم ہوائیں جلا رہی ہوں گی، اس میں رہنے والے ان ہواؤں میں سانس نہیں لے سکیں گے۔ ان کے مرنے کی حسرتیں پوری نہیں ہوں گی۔ اس کی تکلیفیں بھی ختم نہیں ہوں گی۔ اس کے ساتھ ملائکہ ہوں گے جو ان کو کھولتے پانی اور جہنم کے داخلے کی خبریں دیں گے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہوں گے۔ اس کے دوستوں سے دور پرے ہوں گے۔ جہنم کی طرف ہی آئیں اور جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! اس شخص کی طرح ڈرو جو ڈرا اور جدا ہو گیا۔ خوفزدہ ہوا اور کوچ کے لئے چل پڑا۔ محتاط ہو کر دیکھا اور ڈر گیا۔ پھر تلاش میں نکلا اور نجات کے لئے بھاگ پڑا۔ قیامت کے لئے تیار ہو گیا اور توشہ کمر پر رکھ لیا۔ یاد رکھو! اللہ انتقام کے لئے کافی ہے اور دیکھنے والا ہے۔ اعمال کی کتاب کے لئے مضبوط فریق اور حجت والا ہے۔ جنت کا ثواب بخشنے میں کفایت والا اور جہنم کا عذاب دینے میں قادر اور کافی ہے۔ پس میں اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

حضرت کمیل بن زیاد ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی ؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا! اے کمیل ! میری بات توجہ سے سنو۔ لوگ تین قسم کے ہیں:

۱۔ عالم ربانی، ۲۔ متعلم ۳۔ گمراہ۔

اے برادرم! علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تم حفاظت کرتے ہو۔ عمل سے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور خرچ سے مال میں کمی ہوتی ہے۔ عالم لوگوں میں محبوب ہوتا ہے، علم اطاعتِ الٰہی کا سبب ہوتا ہے۔ اہل ثروت و دولت کے دنیا سے جانے کے ساتھ ساتھ ان کے نام بھی زائل ہو جاتے ہیں۔ علماء کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کے نام لوگوں کے قلوب میں باقی رہتے ہیں۔

پھر آپ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا! یہاں ایک علم ہے اگر تم اس کو اٹھانے والوں کو پہنچا دو مگر بات یہ ہے کہ اس کے اٹھانے والوں پر اطمینان نہیں رہا۔ لوگ دین کا علم دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی حجتوں کے ساتھ اس کی کتاب پر غالب آتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کے ساتھ اس کے بندوں پر اتراتا ہے۔ وہ اہل حق کا اتباع بھی کرتا ہے لیکن اس میں کوئی بصیرت نہیں جھلکتی۔ ایسے علم اٹھانے والے کے دل میں شک پہلے ہی جگہ بنا لیتا ہے۔ وہ عالم لذات میں منہمک ہوتا ہے۔ خواہشات کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ مال ذخیرہ کرنے اور جمع کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔ وہ شخص دین کا داعی کیسے ہوسکتا ہے ان کی مثال تو چوپائے جانوروں جیسی ہے۔ اسی طرح علم بھی ایسے لوگوں کے ساتھ مر جاتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

4.36 ۔ جھوٹ کی سزا

حضرت علی ؓ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ؓ کے مخالفین کا جاسوس بن کر رہتا تھا۔ آپؓ کی خفیہ باتوں کی اطلاعات آپؓ کے مخالفین کو پہنچاتا تھا۔ ایک دن آپؓ نے اس ضمن میں اس سے دریافت کیا تو اس نے قسمیں کھانی شروع کر دیں اور اپنی بے گناہی کا یقین دلانا شروع کر دیا۔ حضرت علی ؓ اس کی دیدہ دلیری دیکھ کر جلال میں آ گئے اور فرمایا! اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی بینائی چھین لے۔ چند دن ہی گزرے ہوں گے کہ اس شخص کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی اور وہ اندھا ہو گیا اور اسے لوگ لاٹھی پکڑا کر چلایا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ)

4.37 ۔ سیلاب ختم ہوگیا

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں زبردست طغیانی کی باعث سیلاب آ گیا جس سے تمام لوگ متاثر ہوئے۔ کھیت برباد ہو گئے۔ لوگ آپ ؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں فریاد کی۔ آپ ؓ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک، عمامہ شریف اور چادر زیب تن فرمائی۔ ایک جماعت کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جن میں حضرت امام حسن ؓ اور حضرت امام حسین ؓ بھی شامل تھے۔ آپ ؓ پل پر پہنچے اور اپنے عصا مبارک سے فرات کی طرف اشارہ فرمایا تو نہر کا پانی فوری طور پر تھوڑا سا کم ہوگیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید پانی کم ہوگیا۔ جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو سارا پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے شور مچایا۔ امیر المومنین ؓ ! بس کیجئے اس قدر ٹھیک ہے۔ (شواہد النبوۃ)

4.38 ۔ گستاخ اندھا ہوگیا

سیدنا علی ؓ کی ایک کرامت کے بارے میں علی بن زازان ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ؓ نے کوئی بات ارشاد کی تو ایک گستاخ نے آپ ؓ کو ٹو کتے ہوئے نہایت بے باکی سے یہ کہا! اے امیر المومنین آپ ؓ جھوٹے ہیں۔ آپ ؓ جھوٹے ہیں۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ اے شخص اگر میں سچا ہوں تو پھر تو تو ضرور اللہ کے قہر میں گرفتار ہوگا۔

یہ سن کر اس گستاخ نے پھر گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ آپ ؓ بے شک میرے لئے بد دعا کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ابھی اس نے یہ بات کی ہی تھی کہ اسی وقت اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

4.39 ۔ اپنے وصال کی خبر

حضرت ابن فضالہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ ؓ مقام ینبع میں شدید علیل ہو گئے تو میں اپنے والد محترم کے ساتھ آپ ؓ کی عیادت کے لئے گیا۔ گفتگو کے دوران میرے والد نے عرض کیا!

اے امیر المومنین ؓ! آپ ؓ اس وقت ایک ایسے مقام پر بیماری کی حالت میں قیام پذیر ہیں کہ اگر اس مقام پر آپ ؓ کا وصال ہو گیا تو پھر قبیلہ جہنیہ کے گنوار لوگوں کے علاوہ اور کون آپ ؓ کی تجہیز و تکفین کرے گا۔ اس لئے میری آپ ؓ سے درخواست ہے کہ آپ ؓ مدینہ طیبہ تشریف لے چلیں کیونکہ اگر وہاں آپ ؓ کا وصال ہوتا ہے تو وہاں آپ ؓ کے جان نثار مہاجرین اور انصار اور دیگر محترم صحابہ کرام ؓ آپ ؓ کا جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس شخصیات آپ ؓ کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں گی۔

یہ سن کر حضرت علی ؓ نے فرمایا! اے فضالہ! تم اطمینان رکھو میں اس مرض میں ہرگز ہرگز انتقال نہیں کروں گا۔ سن لو! میرا انتقال اس وقت تک ہرگز نہیں ہوگا جب تک کہ تلوار کی وار سے میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

4.40 ۔ دیوار گرنے سے رک گئی

جعفر بن محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کے سامنے دو افراد جن میں جھگڑا تھا پیش ہوئے۔ تو وہ ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ دیوار گرنے والی ہے تو حضرت علی ؓ نے اس سے کہا کہ تو اپنا بیان جاری رکھ اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے۔ پھر آپ ؓ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور وہاں سے اٹھ گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء)

4.41 ۔ مُردوں سے کلام

ایک دفعہ فجر کے وقت حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے ذہن میں موت، قبر، آخرت اور حساب و کتاب کا خیال آنے لگا۔ چنانچہ آپ ؓ مدینہ منورہ کے قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ ؓ نے بڑے دردمندانہ آواز میں پکار کر کہا:

اے قبر والو! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہو۔ آپ ؓ کو آواز آئی کہ تم پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ پھر قبروں میں سے آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہمارے جانے کے بعد جو کچھ ہوا اس کی

ہمیں خبر دیجئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو تمہاری بیویاں تھیں انہوں نے آگے شادیاں کرلیں ہیں۔ تمہارے جو مال تھے وہ تقسیم ہو گئے ہیں اور تمہاری اولاد کا شمار یتیموں میں ہونے لگا ہے۔ جن عمارتوں کو تم نے تعمیر کیا تھا ان میں دوسرے لوگ آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ یہ ہیں وہ خبریں جو ہمارے پاس تھیں۔ اب تم بتاؤ تمہارے پاس کیا خبریں ہیں۔

آواز آئی! ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں۔ ہمارے شعور منتشر ہو گئے ہیں۔ کھالیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں ہیں۔ آنکھیں رخساروں پر بہہ گئی ہیں۔ ناک کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہنے لگا ہے جو اعمال ہم نے آگے بھیجے تھے وہ ہم نے پالئے ہیں اور جو کچھ ہم پیچھے چھوڑ کر آئے تھے اس میں ہمیں خسارہ ہوا اور ہم رہن رکھے ہوئے ہیں۔

(معجم کرامات الصحابہؓ ص ۹۴)

4.42 ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ ایک دفعہ پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنے اور خستہ حال بیٹھے تھے اور ذکر میں مشغول تھے۔ ان کے ایک غلام ابومریم آپؓ کے قریب آکر بیٹھ گئے اور افسوس کے انداز میں عرض کیا۔

یا امیر المومنینؓ ! آپؓ کے پاس ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! اے ابومریم! تمہاری کیا درخواست ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری درخواست یہ ہے کہ آپؓ اپنے جسم سے یہ چادر اتار دیں یہ بہت پُرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہے۔ حضرت علیؓ نے چادر کا کونہ اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونے لگے۔ ابومریم نے شرمسار ہو کر کہا: اے امیر المومنینؓ! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپؓ کو میری اس بات سے تکلیف ہوگی تو میں آپؓ کو چادر اتارنے کا کبھی نہ کہتا۔ جب امیر المومنینؓ کے آنسو ذرا تھمے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا! اے ابومریم! اس چادر سے روز بروز میری محبت بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ چادر میرے خلیل اور میرے حبیب نے ہدیہ کے طور پر دی تھی۔

ابومریم نے حیرت سے پوچھا۔ اے امیر المومنینؓ! آپؓ کے خلیل کون ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! میرے خلیل عمر بن خطابؓ ہیں۔ بلاشبہ حضرت عمرؓ بہت مخلص تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کی پھر حضرت علیؓ دوبارہ رونے لگے حتیٰ کہ آپؓ کے سینہ مبارک سے گونج دار آواز آنے لگی۔ (تاریخ المدینہ المنورہ ۹۳۸/۳)

4.43 ۔ حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شرکت

حضرت عمر الفاروق ؓ نے حضرت عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نوفل کے ساتھ ۱۲ھ میں شادی کی اور آپ ؓ نے ولیمہ دیا۔ دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت علی ؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد خوش طبعی کے طور پر (بے تکلفی کی وجہ سے) حضرت علی ؓ نے حضرت عمر ؓ سے کہا کہ دلہن (حضرت عاتکہؓ) سے کلام وتکلم کی اجازت ہے۔ حضرت عمر ؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت علی ؓ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے حضرت عاتکہ ؓ کو ان کے چند اشعار یاد دلائے (جو انہوں نے اپنے سابق خاوند عبداللہ بن ابی بکر ؓ کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے)۔

پہلا شعر یہ تھا:

فَآ لَیۡتُ لَآ تُنۡفَکُّ عَیۡنِیۡ حَزِیۡنَۃً عَلَیۡکَ وَ لَا یَنۡفَکُّ جِلۡدِیۡ اَغۡبَرًا

یعنی اے زوج! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک
رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔

حضرت عاتکہ اس یاددہانی پر رونے لگیں۔ حضرت عمر ؓ نے سنا تو حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے کہا!
اے ابوالحسن ؓ! آپ ؓ ان کو غمناک کر رہے ہیں عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں۔

(کتاب " نسبِ قریش " مصعب زبیری، تذکرہ ولد عدی بن کعب ج ۱۷ ص ۳۶۵)
(الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۴ ص ۳۵۵ معہ اصابہ تذکرہ عاتکہ)
(کتاب التمہید لابن عبدالبر ج ۶ ص ۲۵۲ تحت مرویات یحییٰ بن سعید نمبر ۴۶)
(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ج ۵ ص ۴۹۸ تذکرہ عاتکہ بنت زید)

4.44 ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خواب

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ حیات ہیں اور مسجدِ نبوی میں صبح کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز

میں ہوں، سلام پھیرنے کے بعد آنحضرت ﷺ مسجدِ نبوی کی دیوار سے اپنی پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ سامنے سے ایک عورت اپنے ہاتھ میں کھجوروں سے بھرا تھال لے کر آئی اور حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے وہ تھال رکھ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس تھال میں سے ایک کھجور اٹھا کر میرے منہ میں ڈالی اور باقی ساری کھجوریں نمازیوں میں تقسیم کر دیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ایک کھجور اور بھی رسول اللہ ﷺ مجھے عنایت فرمائیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور زبان پر شیرینی اور کھجور کا ذائقہ موجود تھا۔ دل میں حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت کا نور اور سرور بھی موجود تھا۔ ٹھیک صبح کی نماز کے وقت آنکھ کھلی۔ میں فوراً مسجدِ نبوی میں آیا۔ دیکھا! امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں فوراً نماز میں شریک ہو گیا۔

نماز کے بعد حضرت عمرؓ اسی طرح مسجد کی دیوار سے پشت کر کے بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان کو کھجوروں کا ایک تھال پیش کیا۔ جس طرح خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پہلے ایک کھجور دی تھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی مجھے ایک کھجور عنایت کی، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے باقی کھجوریں نمازیوں میں تقسیم کی تھیں اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی تقسیم کر دیں۔

میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! ایک اور کھجور تو مجھے اور عنایت فرمائی ہوتی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا! اے علیؓ! اگر رات کو رسول اللہ ﷺ تمہیں دوسری کھجور عنایت فرماتے تو اس وقت میں بھی تمہیں دوسری کھجور دے دیتا۔ جب تمہیں رات کو رسول اللہ ﷺ نے دوسری کھجور نہیں دی تو میں کس طرح دے سکتا ہوں۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ! حضرت عمرؓ کو کہاں سے میرے خواب کی خبر ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ! بندہ مومن ایمان کے نور سے ایسی باتیں دیکھ لیا کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! آپؓ نے سچ فرمایا۔ آپؓ نے جو کچھ کہا ہے اسی طرح میں نے رات میں خواب میں دیکھا ہے اور جو مزا رات کو حضورِ اکرم ﷺ کے ہاتھ کی کھجور میں آیا وہی ذائقہ آپؓ کے ہاتھ سے آیا۔ سبحان اللہ

(ازالۃ الخفاء)

4.45 ۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی کرامت

حضرت علی ؓ کا لشکر مقام صفین کی طرف جاتے ہوئے ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا۔ پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب تھا۔ وہاں قریب ہی ایک گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں سے دو میل دور آپ کو پانی مل سکتا ہے۔ کچھ لوگوں نے حضرت علی ؓ سے اجازت مانگی کہ وہاں جا کر پانی پی لیں۔ یہ سن کر آپ ؓ اپنے خچر پر سوار ہو کر ایک طرف گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس جگہ زمین کو کھودو۔

چنانچہ لوگوں نے اس جگہ زمین کی کھدائی شروع کر دی تو وہاں ایک پتھر ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ان سے نہیں نکلا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی ؓ جلال میں آ گئے اور آستینیں چڑھا کر دونوں ہاتھوں سے اس پتھر کو مضبوطی سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچ لیا۔ اس کے نیچے سے نہایت شیریں اور شفاف پانی کا چشمہ نکل آیا۔ تمام لشکر نے خوب سیراب ہو کر پانی پیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پانی پلایا اور اپنی مشکوں میں بھی بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اسی جگہ رکھ دیا۔

گرجا گھر کے عیسائی راہب کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ گرجے سے نکل کر آپ ؓ کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا! کیا آپ ؓ فرشتہ ہیں؟ آپ نے کہا! نہیں۔ اس نے پوچھا! کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا! نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا! میں نبی آخر الزماں خاتم النبین ﷺ کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس ﷺ نے چند باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ان کی باتیں سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت علی ؓ نے اس سے پوچھا! تم نے اتنی مدت تک اسلام قبول کیوں نہیں کیا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس گرجہ گھر کے قریب ایک چشمہ پوشیدہ ہے۔ اس چشمہ کو وہ شخص ظاہر کرے گا جو نبی ہو گا یا نبی کا صحابی ہو گا۔ چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گرجہ گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا تو میری مراد بر آئی۔ اس لئے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا۔

راہب کی تقریر سن کر آپ ؓ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ ؓ نے ارشاد فرمایا! ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔

یہ راہب مسلمان ہوکر آپ ؓ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور اس لشکر میں شامل ہو کر شام سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ حضرت علی ؓ نے اس کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت مانگی۔
(شواہد النبوۃ)

4.46 ۔ ماں کے پیٹ سے ہی سعید

حضرت ابراہیم بن عبد الرحمٰن ؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ ایک مرتبہ بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ان کو ہوش آیا تو انہوں نے فرمایا! ابھی ابھی میرے پاس دو بہت ہی خوفناک فرشتے آئے تھے اور مجھ سے کہا! اسے اللہ کے دربار میں لے چلو جو زبردست اور امانت دار ہے۔ اتنے میں ایک دوسرا فرشتہ آ گیا اور اس نے کہا کہ انہیں چھوڑ دو۔ یہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اسی وقت سے سعادت آگے بڑھ کر ان سے وابستہ ہو گئی تھی۔ (کنز العمال)

4.47 ۔ ماں میں محمد (ﷺ) کا دین نہیں چھوڑ سکتا

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا ترک کر دیا اور فاقہ کرنے لگی کہ تو یہ دین چھوڑ دے۔ حضرت سعد ؓ کے لئے یہ آزمائش کی گھڑی تھی کہ ماں نے کہہ دیا تھا کہ جب تک تو یہ دین نہیں چھوڑتا اسی حالت میں رہوں گی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اپنی والدہ کو جواب دیا!

یا امّاہ! لو کانت لک مائۃ نفس فخرجت نفسا نفسا ما ترکت دینی

ھذا فان شئت فکلی و ان شئت فلا تاکلی

اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہوتیں اور سب میرے سامنے ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو پھر بھی میں اپنا دین نہ چھوڑتا۔ اگر چاہو تو کھاؤ اور چاہو تو نہ کھاؤ۔

چنانچہ ان کی یہ استقامت دیکھ کر ماں نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

4.48 ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی بددعا

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی امیر المومنین حضرت عمر ؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمر ؓ نے ایک صحابی کو تحقیقات کے لئے کوفہ بھیجا۔ انہوں نے اپنے طور پر تحقیق کی تو ان کے متعلق بھلائی کی سوا کچھ نہ پایا پھر انہوں نے کوفہ میں سب لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو گورنر سعد بن ابی وقاص ؓ سے جو جو شکایات ہیں بیان کرو۔ پورا مجمع خاموش رہا۔ جب انہوں نے بار بار پوچھا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا! آپ ہمیں قسم دے کر پوچھتے ہیں تو سنو! سعد سب کے ساتھ برابر کی تقسیم نہیں کرتے، لشکر میں خود نہیں چلتے، فیصلے میں انصاف نہیں کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے فرمایا! اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے، اس کی تنگ دستی دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں ڈال دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا انتہائی بوڑھا ہو گیا تھا، اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر لٹک گئیں تھیں، وہ فقیر ہو گیا تھا، اتنا بدبخت تھا کہ راستے میں باندیوں کو چھیڑا کرتا تھا اور ان کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتا تھا۔ جب اس سے کہا جاتا تھا کہ تم کیسے ہو تو وہ جواب دیتا تھا کہ میں ایک بہت بوڑھا اور فتنوں میں مبتلا کیا ہوا شخص ہوں۔ (صحیح بخاری و مسلم، بیہقی)

4.49 ۔ نعرہ تکبیر سے زلزلہ

جنگ قادسیہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے ملک شام کے شہر حمص پر چڑھائی کر دی۔ یہ رومیوں کا بہت ہی مضبوط قلعہ تھا۔ قیصر روم نے اس شہر کی حفاظت کے لئے ایک زبردست فوج بھیجی تھی۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اپنے لشکر کو لے کر اس شہر پہنچے تو آپ نے اس لشکر کو حکم فرمایا کہ **لا اللّٰہ الا اللّٰہ اللّٰہ اکبر** کا بلند آواز میں مل کر نعرہ لگائیں۔

چنانچہ پوری فوج نے ایک زوردار نعرہ لگایا تو اس شہر میں اس زور کا زلزلہ آیا کہ تمام عمارتیں ہلنے لگیں۔ جب دوسری دفعہ نعرہ لگایا تو قلعہ اور شہر کی دیواریں گرنے لگیں۔ رومی فوج پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ آپ کی فوج کے

سامنے ہتھیار نہ اٹھا سکی۔ انہوں نے ایک گراں قدر رقم بطور جزیہ دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔

(ازالۃ الخفاء)

4.50 ۔ صحابہؓ کے دشمن کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے سامنے صحابہ کرام ؓ کی شان میں گستاخی کرنے لگا۔ آپ ؓ نے اسے روکا اور اس سے کہا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کر دوں گا۔ اس گستاخ اور بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی: یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی ﷺ کے پیارے صحابہ کی توہین کی ہے تو تو آج ہی اسے اپنے قہر وعذاب کی نشانی دکھا دے تا کہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

اس دعا کے بعد وہ شخص جیسے ہی مسجد سے باہر نکلا تو اچانک ایک پاگل اونٹ دوڑتا ہوا اس کی طرف لپکا اور اس کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ گیا جس سے اس کی ہڈیاں چورا ہو گئیں اور وہ اسی وقت مر گیا۔ (دلائل النبوۃ)

4.51 ۔ چہرہ پیٹھ کی طرف ہوگیا

ایک عورت کی یہ عادت تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپؓ کے گھریلو حالات کی جستجو و تلاش میں رہا کرتی تھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن منع کرنے کے باوجود وہ باز نہیں آئی۔ ایک دن آپ نے پھر اس کو یہی حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے جلال میں آ کر فرمایا! تیرا چہرہ بگڑ جائے۔ ان الفاظ کا فوری یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ اس کی پیٹھ کی طرف ہوگیا۔ (بحوالہ ابن عساکر)

4.52 ۔ ساٹھ ہزار مجاہدین کا لشکر دریا میں اتار دیا

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ ایران پر لشکر کشی کرنے والی فوج کے سپہ سالار تھے۔ راستے میں آپ کو ایران تک پہنچنے کے لئے دریائے دجلہ پار کرنا تھا اور اتنی لوگوں کے لئے کشتیاں موجود نہیں تھیں۔ آپ نے لشکر کو دریا میں اتر جانے کا حکم دے دیا۔ سب سے آگے آگے آپ یہ دعا پڑھتے ہوئے چلنے لگے:

نستعين بالله ونتوكل عليه و حسبنا الله و نعم الوكيل

و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم

لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بلا جھجک باتیں کرتے ہوئے، گھوڑوں پر سوار، اونٹوں والے اونٹوں پر سوار، پیدل چلنے والے پیدل چل کر اپنے اپنے سامانوں کے ساتھ، دریا میں سے گزر گئے جس طرح میدانوں میں قافلے گزرتے ہیں۔

عثمان نہدی ؒ تابعی فرماتے ہیں! اس موقعہ پر ایک صحابی کا پیالہ دریا میں گر گیا تو دریا کی موجوں نے اس پیالے کو اس کنارے پر پہنچا دیا جہاں یہ اترے تھے۔ ان صحابی نے اپنا پیالہ پہچان کر اسے اٹھا لیا۔ اس لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ (دلائل النبوۃ)

4.53 ۔ عمر میں برکت

ایک شخص نہایت ہی خطرناک اور جان لیوا بیماری میں مبتلا تھا اور اس کی زندگی کی امید ختم ہو گئی تھی۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر آپ سے فریاد کرنے لگا کہ اے صحابیِ رسول! میرے بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد ان کی پرورش کرنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آتا لہٰذا آپ ؓ میرے لئے دعا کریں کہ میں بچوں کے بالغ ہونے تک زندہ رہوں۔

حضرت سعد ؓ کو اس کے مرض کی حالت دیکھ کر اس پر رحم آ گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کی کہ یا اللہ! اس شخص کو تندرستی اور سلامتی عطا فرمائیے۔ آپ کی دعا کے بعد اس کو اس بیماری سے شفا مل گئی اور وہ اس دعا کے بیس سال بعد تک زندہ رہا۔ (بحوالہ بیہقی)

4.54 ۔ لاش کی ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقلی

حضرت طلحہ ؓ کو ان کی شہادت کے بعد بصرہ میں دفن کر دیا گیا۔ جس مقام پر آپ کی قبر مبارک بنی وہ جگہ نشیب میں تھی اور وہ جگہ بارش ہونے سے پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ وہاں کے ایک بزرگ نے خواب میں کئی بار دیکھا کہ حضرت طلحہ ؓ اس کے پاس آ کر فرما رہے ہیں کہ میری قبر کی جگہ تبدیل کرو۔

چنانچہ اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی سے ایک مکان خریدا اور اس میں ایک قبر کھود کر حضرت طلحہ کی لاش کو ان کی قبر سے نکال کر نئی قبر میں دفن کر دیا۔

جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ جب ان کو نکالا گیا تو ان کا جسم مبارک بالکل صحیح و سالم تھا اور بالکل زندہ انسانوں کی طرح تر و تازہ تھا۔ (کتاب عشرہ مبشرہ)

4.55 ۔ فتح فسطاط

مصر کی جنگ میں حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ فسطاط (قاہرہ) کے قلعہ کا کئی ماہ سے محاصرہ کیا ہوا تھا لیکن اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپ ؓ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو مزید فوج بھیجنے کی درخواست کی۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے دس ہزار مجاہدین اور چار سپہ سالار بھیج کر یہ تحریر کیا کہ یہ چار سپہ سالار میں ہر مجاہد ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے ان میں ایک حضرت زبیر بن عوام ؓ بھی تھے۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے حضرت زبیر بن عوام ؓ کو محاصرہ کرنے والی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔

حضرت زبیر بن عوام ؓ نے قلعہ کے چاروں طرف گھوم کر اس کی طاقت اور مضبوطی کا اندازہ لگایا تو آپ کو اندازہ ہوا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ آپ نے اپنے ایک دستہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

اے بہادران اسلام! دیکھو! آج میں اپنی ہستی کو اسلام پر فدا اور قربان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اکیلے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگوائی اور تنہا قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور اوپر جا کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور ایک دم سے قلعہ کے اندر کود گئے۔ آپ اکیلے قلعے کے اندر موجود فوج کے ساتھ لڑتے رہے اور قلعہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو

گئے۔ قلعہ کا دروازہ کھلتے ہی اسلامی فوج ایک یلغار کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ قلعہ کے اندر زبردست جنگ ہوئی بالآخر مسلمان فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ اس مضبوط اور مستحکم قلعہ کو جس بے مثال بہادری اور جرأت سے انتہائی قلیل عرصہ میں فتح کرلیا وہ کسی کرامت سے کم نہیں تھا۔ امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص ؓ حضرت زبیر بن عوام ؓ کی حکمت، دلیری اور حاضر دماغی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ (کتاب عشرہ مبشرہ)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ غزوہ بدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پیلے رنگ کا عمامہ باندھے حضرت زبیر ؓ کی شکل وصورت میں فرشتوں کی فوج لے کر اترے تھے۔ (کنز العمال)

4.56 ۔ کنواں قبر بن گیا

ایک عورت جس کا نام اروٰی بنت اویس تھا۔ اس نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کے پاس جا کر ایک مقدمہ دائر کیا کہ حضرت سعید بن زید ؓ نے میری زمین پر قبصہ کیا ہوا ہے۔ مروان بن حکم نے حضرت سعید بن زید ؓ کو طلب کیا اور ان سے اس زمین کے بارے میں پوچھا۔

آپ ؓ نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت کے برابر زمین پر بھی ناجائز قبضہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا تو اس حدیث کے سن لینے کے بعد بھی بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کسی کی زمین پر قبضہ کرلوں گا۔

آپ ؓ کا یہ جواب سن کر مروان نے اس عورت سے کہا! اے عورت! اب میں تم سے کوئی گواہ طلب نہیں کروں گا۔ جا تو اس زمین کو لے لے۔

حضرت سعید بن زید ؓ نے یہ سن کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہو تو اندھی ہو جائے اور اسی زمین پر مرے۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عورت اندھی ہوگئی ہے اور دیوار پکڑ پکڑ کر چلتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ اسی زمین پر ایک کنویں میں گر کر مرگئی اور کسی نے اسے کنویں سے نکالا بھی نہیں۔ اسی لئے وہ کنواں اس کی قبر بن گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

4.57 ۔ جذبہ ایثار کی انتہاء

حضرت ابوجہم بن حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے۔ ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لے لیا کہ ممکن ہے کہ وہ پیاسے ہوں تو میں ان کو پانی پلا دوں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں زمین پر پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی کی کیفیت تھی۔ میں نے کہا پانی پیو گے۔ انہوں نے ہاں کا اشارہ کیا۔ اتنے میں ایک دوسرے صاحب جو قریب ہی زخمی حالت میں پڑے تھے اور مرنے کے قریب تھے۔ انہوں نے آہ کی۔

میرے چچازاد بھائی نے بھی ان کی آہ کی آواز سنی تو مجھے اشارے سے کہا کہ پہلے ان کو پانی پلا دو۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا تو دیکھا کہ وہ ہشام بن ابوالعاص ؓ ہیں۔ میں ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ قریب پڑے ہوئے ایک اور زخمی اپنے آخری وقت کو پہنچے ہوئے تھے، انہوں نے آہ کی۔ حضرت ہشام ؓ نے مجھے اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پانی پلا دو۔ میں جب تیسرے زخمی کے پاس پہنچا تو اس وقت تک ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ میں فوراً ہشام ؓ کی طرف پلٹا تو دیکھا کہ ان کا بھی دم نکل چکا ہے۔ پھر میں اپنے بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ (ابن کثیر ؒ)

4.58 ۔ جنگل میں کفن

حضرت ابوزر غفاری ؓ کہیں سفر میں تھے آپ ؓ کی اہلیہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ راستے میں آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے یہ ان کا آخری وقت ہے۔ آپ کی بیوی آپ کی حالت دیکھ کر رونے لگیں۔ آپ نے بیوی سے پوچھا کہ روتی کیوں ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر کہیں یہاں آپ کو انتقال ہو گیا تو ہماری پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اور میں اکیلی ہوں۔

حضرت ابوزر غفاری ؓ نے فرمایا! تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں وفات پائے گا اور اس کی نماز جنازہ کے لئے ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں مرنے والا صحابی میں ہی ہوں گا۔ اس لئے تمہیں فکر کرنے

کی ضرورت نہیں ہے تم انتظار کر لینا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ کی بیوی کا کہنا ہے کہ ابھی آپ کے انتقال کو تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ایک جماعت سواریوں پر وہاں آئی۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آئے اور جب انہوں نے آپ ؓ کی میت دیکھی تو اپنے پاس سے کفن نکالا اور آپ کے غسل کا بندوبست کیا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کی اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو وہیں قبر کھود کر دفن کر دیا۔ (کنز العمال)

4.59 ۔ حضرت خالد بن ولید ؓ پر زہر کا اثر نہ ہونا

شام میں جنگی مہمات کے دوران حضرت خالد بن ولید ؓ الیس کی فتح کے بعد بغیر کسی تاخیر کے اگلی مہم پر روانہ ہو گئے اور انہوں نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کے آمد کی خبر سن کر وہاں کے لوگ قلعوں میں گھس کر قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے کئی روز تک ان قلعوں کا محاصرہ کیا اور جنگ نہیں کی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں لیکن جب ان کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں دیکھی تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اندرونی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ محاصرہ کی طوالت سے تنگ آ کر حیرہ کے حاکم عمرو بن عبدالمسیح دوسرے سرداروں کے ساتھ قلعہ سے نکل کر حضرت خالد بن ولید ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے عمرو بن عبدالمسیح سے بات چیت کی۔

عمرو کے ایک ساتھی کے پاس سے زہر کی ایک پڑیا نکلی جو حضرت خالد بن ولید ؓ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان سے پوچھا کہ اسے ساتھ کیوں لائے ہو۔ اس نے کہا کہ اس خیال سے کہ تم نے اگر میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں یہ زہر کھا کر مر جاؤں گا اور اپنی قوم کی ذلت اور تباہی نہ دیکھ سکوں گا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے اس کے ہاتھ سے زہر کی پڑیا لی اور اس میں سے زہر نکال کر ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا! اگر موت کا وقت نہ ہو تو زہر بھی اپنا اثر نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید ؓ نے یہ کلمات ادا کئے۔

﴿ بسم اللّٰہ خیر الاسماء رب الارض و السماء الذی
لا یضر مع اسمہٖ داء ا لرحمٰن الرحیم ﴾

﴿ اللہ اوراس کے بہترین ناموں سے جو زمین وآسمان کے رب ہے اوراس کے نام کے ساتھ جو رحمٰن ورحیم ہے
کوئی شہ نقصان نہیں پہنچا سکتی ﴾

ان کلمات کوادا کرتے ہی وہ زہر پھانک لیا۔ اس بوڑھے کافر نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو یہ اعتقاد اور اللہ تعالیٰ پر یقین کا مظاہرہ دیکھا تو دنگ رہ گیا اور وہاں موجود تمام لوگ حیران ہو گئے عمرو بن عبدالمسیح بے اختیار بول اٹھا:

" جب تک تمہاری شان کا ایک بھی شخص تم میں موجود ہے تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے "

4.60 ۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کا قبر سے نکل کر تعارف کرانا

حضرت جلال الدین بصری دمشقی ؒ نے اپنی کتاب '' تحفه الانام فی فضائل الشام '' میں لکھا ہے کہ دمشق کے لوگ جانتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی قبر مبارک غوطۂ دمشق کے اندر ملیحہ گاؤں میں واقع ہے۔

حضرت دمشقی ؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عارف ابواسحاق ابراہیم بن شیخ عارف عبداللہ ارموی ؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی قبر کی کئی دفعہ زیارت کی۔ ایک دفعہ انہیں خیال آیا کیا یہ قبر حضرت سعد ؓ کی ہے بھی یا نہیں؟ انہیں وہاں بیٹھے بیٹھے اونگ آ گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ قبر کا بالائی حصہ کھل گیا اور اس میں سے ایک لمبا تڑنگا گہرے رنگ کا ایک بدوی کندھے پر نیزا اٹھائے نکلا اور کہا کہ میں سعد ہوں۔ میری گھبراہٹ سے آنکھ کھل گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ قبر حضرت سعد بن عبادہؓ کی ہی ہے۔ میں نے ان کے ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک پڑھا اور ان کے لئے دعا کر کے واپس ہوا۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ خلافت صدیقی ؓ میں شام کے علاقے میں فوت ہوئے تھے۔

4.61 ۔ شیطان نے نماز کے لئے جگایا

حضرت علامہ جلال الدین رومیؒ اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ کے محل میں داخل ہو کر کسی نے آپ کو نماز کے لئے جگایا۔ آپ اسے دیکھ کر حیران ہو گئے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے اور مجھے کس لئے جگایا ہے؟ اس نے کہا! میں شیطان ہوں اور میں نے آپ کو نماز کے لئے جگایا ہے۔ آپؓ حیران ہو گئے اور حیرت سے اس سے پوچھا کہ تیرا کام تو انسان سے گناہ کروانا ہے اور تو نے مجھے نماز کے لئے جگایا جو ایک نیک عمل ہے۔

شیطان نے کہا! اے امیر المومنین! میں جانتا تھا کہ اگر آپ سوتے رہتے اور آپ کی نماز قضاء ہو جاتی تو آپؓ اس قدر روتے اور بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ سے گریہ کرتے کہ اس گریہ پر اللہ تعالیٰ کو آپ پر پیار آ جاتا اور آپ کی قضاء نماز قبول کر کے ہزار گنا اجر و ثواب عطا کر دیتا جیسے ایک دفعہ پہلے ہوا ہے۔ مجھے اللہ کے نیک بندوں سے بغض اور حسد ہے اس لئے میں نے آپ کو جگا دیا کہ اب آپ کو صرف ایک نماز کا ثواب ملے۔ (مثنوی مولانا روم)

4.62 ۔ حضرت سفینہ اور شیر کی راہنمائی

علامہ ابن اثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب ''اسد الغابہ'' میں ایک روایت لکھی ہے کہ ابن منکدرؒ فرماتے ہیں! حضرت سفینہؓ نے مجھے بتایا کہ میں ایک کشتی میں سوار تھا جو راستے میں (موسم کی خرابی کی وجہ سے) ٹوٹ گئی تو میں اس کے ایک تختہ پر سوار ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ساحل تک آ گیا۔ جب میں ساحل پر اترا۔ وہ ایک جنگل تھا تو دیکھا کہ سامنے ایک شیر کھڑا ہے۔

میں نے اس سے کہا! اے شیر میں سرورِ دو جہاں ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں۔ یہ سن کر شیر نے گردن جھکا دی اور مجھے حفاظت میں لے کر راستے کی طرف چلنے لگا۔ جب میں راستے پر پہنچ گیا تو اس نے ایک خاص قسم کی آواز نکالی اور دوسری طرف چلا گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے الوداع کر کے گیا ہے۔

(مشکوۃ شریف)

4.63 ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کا واقعہ

حافظ ابن کثیر ؒ اور حافظ ابن عساکر ؒ واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ کو رومی فوجیوں نے گرفتار کرلیا اور اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاتے ہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا بلکہ اپنی بادشاہت میں بڑا عہدہ دے کر اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے جواب دیا! یہ تو کچھ بھی نہیں اگر تم مجھے اپنی بادشاہت بھی دے دو اور تمام عرب کا راج میرے حوالے کر دو اور یہ چاہو کہ ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی میں محمد ﷺ کے دین سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا! پھر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ نے فرمایا! ہاں! یہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ بادشاہ کا حکم سنتے ہی ان کو صلیب کے ساتھ کھڑا کر کے ان کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھوکنی شروع کر دیں۔ اس دوران آپ ؓ سے بار بار کہا جاتا کہ عیسائیت قبول کرلو۔ آپ ؓ پورے صبر واستقلال سے فرماتے! ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی سے اتارلو۔ ایک پیتل کی دیگ میں تیل ڈال کر آگ میں خوب تپا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ پیش کی گئی۔

بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کو ان کے سامنے اس میں ڈالنے کا حکم دیا۔ وہ مسلمان سیکنڈوں میں چرمر ہو گیا اور اس کا گوشت جل کر ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ پھر بادشاہ نے عبداللہ بن حذیفہ ؓ سے کہا! دیکھو! اب بھی وقت ہے بات مان لو ورنہ آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کے جلا دیا جائے گا۔

آپ ؓ نے پھر بھی اپنے ایمان کے جوش سے فرمایا! ناممکن ہے کہ میں اللہ کا دین چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر تیل میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر چڑھائے گئے تو ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے۔

اسی وقت بادشاہ نے روکنے کا حکم دیا۔ انہیں چرخی سے اتار کر اپنے پاس بلایا۔ اس کو امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر ان کے خیالات بدل گئے ہوں گے۔ اب یہ میرے بات مان لے گا اور میری دامادی قبول کر

کے میری سلطنت کا حصہ بن جائے گا۔ لیکن بادشاہ کی یہ تمنا بے سود نکلی۔

پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں اس لئے رویا تھا کہ آہ! آج ایک ہی جان ہے جسے اللہ کی راہ میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں۔ کاش! میرے روئیں روئیں میں ایک جان ہوتی تو آج سب کو اللہ کی راہ میں ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؓ کو قید خانے میں بھی رکھ کر کھانا پینا بند کر دیا گیا تھا۔ کئی دن بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے شدید بھوک کی کیفیت میں بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور کھانا نہ کھانے کا سبب معلوم کیا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ اس حالت میں میرے لئے ان کا کھانا جائز ہو گیا تھا لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو خوش ہونے کا موقعہ نہیں دینا چاہتا تھا۔

بادشاہ نے کہا! اچھا تم میرے سر کا بوسہ لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قید سے رہا کر دوں گا۔ آپ نے اسے قبول فرما لیا اور بادشاہ کے سر کا بوسہ لے لیا۔ بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ نبھایا اور آپؓ کو ساتھیوں سمیت رہا کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ یہاں سے رہا ہو کر حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچے تو آپؓ نے انہیں بڑے ادب سے منبر رسول ﷺ پر بٹھایا اور فرمایا! حضرت عبداللہؓ! اپنا واقعہ ہمیں سناؤ۔ چنانچہ جب آپؓ نے واقعہ سنانا شروع کیا تو حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا! ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی پیشانی چومے اور سب سے پہلے میں ان کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہوں۔ پھر مسجد میں موجود تمام مسلمانوں نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

(ابن کثیرؒ جلد سوم)

4.64 ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حافظہ کی قوت

حضرت ابو ہریرہؓ جب مسلمان ہوئے تو اس وقت ان کی بڑھاپے کی عمر شروع ہو چکی تھی۔ آپؓ اکثر بھول جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپؓ رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کی باتیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اپنی چادر پھیلاؤ۔

انہوں نے چادر پھیلا دی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ سے ایسے اشارہ فرمایا کہ جیسے اس چادر میں کچھ ڈال رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ابو ہریرہ! اس چادر کی گٹھڑی بنالو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی گٹھڑی باندھ لی۔ اس کے بعد ان کا حافضہ ایسا ہوگیا کہ کوئی بات نہیں بھولتے تھے۔ وہ ہر وقت احادیث اکٹھی کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اسی لئے سب سے زیادہ روایات انہی کی ہیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے سوچا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں کیا یہ روایات من وعن انہی کے الفاظ ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کہے ہیں یا روایت بالمعانی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ اس نے آپؓ کو دعوت دی اور بھی صحابہ کرام کو مدعو کیا۔ اس نے ایک پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے دو کاتب حضرات کو بٹھا دیا اور انہیں کہا کہ ابو ہریرہؓ جو کچھ بولیں وہ آپ لوگ لکھ لیں۔ دو لوگ اس لئے بٹھائے کہ آپس میں ان کی بھی تصدیق ہوسکے۔ جب محفل شروع ہوئی تو خلیفہ عبدالملک نے کہا! حضرت! آپ نے نبی کریم ﷺ سے بہت سی باتیں سنیں ہیں آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی ان میں سے کچھ سنا دیجئے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ نے اس محفل میں ایک سو احادیث روایت فرمائیں اور لکھنے والوں نے لکھ لیں۔ کسی کو اس بات کا پتہ نہ چلا اور محفل برخاست ہوگئی۔

ایک سال بعد پھر خلیفہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دعوت دی۔ اس بار پھر اس نے پردے کے پیچھے ان ہی افراد کو بٹھایا اور ان سے کہا کہ پچھلے سال تم لوگوں نے جو احادیث لکھی تھیں ان سے آج بیان کی جانے والی احادیث کو ملا کر دیکھنا کہ کوئی فرق تو نہیں۔ حضرت حضرت ابو ہریرہؓ تشریف لائے اور محفل شروع ہوئی تو خلیفہ عبدالملک نے ان سے کہا کہ پچھلی دفعہ آپ نے احادیث بیان فرمائیں تھیں جنہیں سن کر ہمیں بہت مزا آیا تھا۔ کیا آپ وہ ساری احادیث ایک بار پھر سے سنا سکتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہؓ نے وہی احادیث پھر سے سنانی شروع کر دیں اور پردے کے پیچھے بیٹھے لوگ اسے پچھلے سال کی بیان کردہ احادیث سے ملا کر دیکھتے رہے۔ جب انہوں نے سو احادیث بیان کر دیں تو وہ دونوں حضرات حیرت میں پڑ گئے کہ ان میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں تھا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

4.65 ۔ حضرت انس ؓ کی قسم

ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں ! ایک مرتبہ میری پھوپھی نے اپنی خادمہ کو غصہ میں آ کر کوئی چیز پھینک کر ماری جس کی وجہ سے اس کا دانت ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے معاملہ رفع دفع کرانے کی بہت کوشش کی لیکن اس خادمہ کے قبیلہ والے نہیں مانے اور انہوں نے کہا کہ ہم قصاص میں اس عورت کے دانت توڑیں گے۔ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے مطابق قصاص کا فیصلہ دے دیا کہ اس کے بدلے میں اس عورت کا بھی دانت توڑا جائے۔

آپ ﷺ کا فیصلہ سن کے حضرت انس ؓ نے فرمایا! یارسول اللہ ﷺ! کیا میرے پھوپھی کے دانت توڑے جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! ان کے دانت نہیں ٹوٹیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انس! کیسی باتیں کر رہے ہو کتاب اللہ میں قصاص کا حکم آیا ہے۔

حضرت انس ؓ نے فرمایا! خادمہ کی قوم کے لوگوں سے بات چیت کی کہ وہ اس کی دیت لینے پر مان جائیں۔ کافی بحث مباحثہ کے بعد وہ لوگ دیت پر مان گئے اور اس طرح حضرت انس کی پھوپھی کے دانت ٹوٹنے سے بچ گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **لوا قسم علی اللّٰہ لا برہ** یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسموں کو پورا کرتا ہے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ حضرت انس ؓ کی قسم کھانا کہ میرے پھوپھی کے دانت نہیں ٹوٹیں گے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا (نعوذ باللہ) نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ پر مکمل توکل کی وجہ سے تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو پورا بھی فرما دیا۔ (صحیح بخاری)

4.66 ۔ حضرت انس ؓ کی دعا

عبداللہ بن ابان ثقفی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو حجاج بن یوسف نے حضرت انس بن مالک ؓ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ میں فوج کا ایک دستہ لے کر ان کے پاس پہنچا تو وہ مسجد کے صحن میں نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ گورنر نے آپ کو دربار میں بلایا ہے۔

انہوں نے تلخ لہجے میں کہا! کون گورنر۔ میں نے کہا! حجاج بن یوسف۔

انہوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا! اللہ اس کو ذلیل کرے، وہ باغی اور سرکش ہے۔ وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا مخالف ہے۔ پھر ایک دم سے اٹھ کر ہمارے ساتھ چل پڑے اور حجاج کے روبرو حاضر ہو گئے۔ دونوں کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ درج ذیل ہے:

حجاج: کیا آپ کا نام انس بن مالک ہے؟

حضرت انس بن مالکؓ: ہاں! میرا نام انس بن مالک ہے۔

حجاج: آپ ہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہمارے لئے بددعا کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ: بے شک! تم اسی قابل ہو۔

حجاج: آخر کیوں؟

حضرت انس بن مالکؓ: اس لئے کہ تم اپنے رب کے نافرمان اور اپنے نبی کریم ﷺ کے مخالف ہو۔ تم اللہ کے دشمنوں کو عزت سے نوازتے ہو اور اللہ کے دوستوں کو ذلیل وخوار کرتے ہو۔

حجاج: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو کس لئے بلایا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ: نہیں! میں کچھ نہیں جانتا۔

حجاج: میں نے اس لئے بلایا کہ کہ آپ کو نہایت بدترین طریقے سے قتل کر دوں۔

حضرت انس بن مالکؓ: اگر مجھے یہ یقین آجاتا کہ موت وحیات تیرے قبضہ میں ہے جب تو میں تجھے عبادت کے قابل سمجھتا۔ لیکن میرا ایمان یہ ہے کہ بغیر اللہ کے حکم کے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

حجاج: کیوں؟ کیا میں تمہیں قتل نہیں کر سکتا۔

حضرت انس بن مالکؓ: ہرگز نہیں! اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ایسی دعا تعلیم فرمائی ہے جسے کوئی صبح وشام پڑھ لے تو کوئی ظالم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے وہ دعا صبح پڑھ لی ہے۔

حجاج: آپ وہ دعا مجھے بھی بتا دیں۔

حضرت انس بن مالکؓ: معاذ اللہ! جب تک میں زندہ ہے میں کسی کو بھی یہ دعا نہیں بتا سکتا۔

حجاج: اے دربانو! اسے چھوڑ دو اور محل سے باہر نکال دو۔

دربان: اے امیر! ہم نے انہیں بڑی محنت اور کوشش سے گرفتار کیا ہے اور یہاں لائے ہیں۔ آپ نے انہیں یوں ہی چھوڑ دیا۔

حجاج: میں کیا کروں۔ واللہ! میں نے یہ دیکھا کہ ان کے کندھے پر دو شیر منہ پھاڑے ہوئے بیٹھے ہیں جو میرے طرف لپکنے والے ہیں۔ اس لئے میں نے گھبرا کر انہیں دربار سے باہر نکلوا دیا تھا۔

حضرت انس بن مالکؓ نے مرض الموت میں یہ دعا اپنے بھائیوں کو سکھائی تھی۔ وہ دعا درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَ مَالِیْ وَ وَلَدِیْ
بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیْ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا ط
اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ وَاَعَزُّ وَ اَجَلُّ وَ اَعْظَمُ مِمَّآ اَخَافُ
وَ اَحْذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَ جَلَّ ثَنَآءُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ ط
اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ
وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط
عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط
اِنَّ وَلِیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ •
وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ •

(مرشدی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان قدس سرہ)

کنزالعمال میں اس دعا کے الفاظ اس طرح سے لکھے ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ
بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَ مَالِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِیْ رَبِّیْ
بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَآءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ
بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ دَآء''
بِسْمِ اللّٰہِ افْتَتَحْتُ وَ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ بِہٖ
شَیْئًا اَسْأَلُکَ اَللّٰھُمَّ بِخَیْرِکَ مِنْ خَیْرِکَ الَّذِیْ لَا یُعْطِیْہِ غَیْرُکَ
عَزَّ جَارُکَ وَ جَلَّ ثَنَآءُکَ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اِجْعَلْنِیْ فِیْ عِیَاذِکَ
وَجَوَارِکَ مِنْ کُلِّ سُوْٓءٍ وَّ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَجِیْرُکَ مِنْ جَمِیْعِ کُلِّ
شَیْءٍ خَلَقْتَ وَ اَحْتَرِسُ بِکَ مِنْھُنَّ وَ اُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیَّ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد'' • اَللّٰہُ الصَّمَدُ •
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ • وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد'' •
عَنْ اَمَامِیْ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ وَ عَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَ تَحْتِیْ •

4.67 ۔ دل کی مرادیں

ایک مرتبہ چار حضرات طواف کر کے بیت اللہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چاروں کے نام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان تھے۔ یہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ان میں سے کسی نے کہا کہ اپنی اپنی تمنائیں بیان کرو۔ اور ہم رکن یمانی کے پاس جاتے ہیں اور اس تمنا کے لئے اللہ تعالیٰ

سے دعا مانگتے ہیں۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ نے کہا کہ میرے دل کی تمنا ہے کہ میں عراق کا گورنر بنوں اور میری خواہش ہے کہ میں دو خواتین سے شادی کروں ایک سکینہ بنت حسین اور دوسری عائشہ بنت طلحہ سے۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بھانجی تھیں ان کی تربیت انہوں نے کی تھی۔ انہوں نے تفسیر قرآن اور حدیث کا علم سیکھا تھا اور احادیثِ نبوی روایت کی تھیں، بہت پاکباز اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ اپنے وقت میں علم و دانش اور حسن و جمال میں ان کا ثانی نہیں تھا۔ حضرت سکینہ بنت حسین کا تعلق تو اہل بیت سے تھا اور ان کے فضائل کو دنیا جانتی تھی۔

عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ اب تم رکن یمانی کے پاس جاؤ اور اپنی دعا دربارِ الٰہی میں پیش کرو۔ انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک میں حجاز مقدس کا حاکم نہ بن جاؤں۔

پھر عبدالملک بن مروان کی باری آئی۔ انہوں نے جا کر دعا کہ کہ اے باری تعالیٰ مجھے مشرق و مغرب کا ایسا بادشاہ بنا دے کہ کوئی بھی میری مخالفت میں کھڑا نہ ہو سکے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ جنت کو میرے لئے واجب نہ کر دے اور جنت میں میں آپ کا دیدار چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ وہ جگہ بھی اور وقت بھی قبولیت کا تھا اس لئے چاروں کی دعائیں بالکل ان کی مرضی کے مطابق قبول ہوئیں۔

4.68 ۔ امام حسنؓ اور حج

حضرت امام حسنؓ نے ایک مرتبہ فرمایا! مجھے اس خیال سے بڑی شرم آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح ملاقات کروں گا۔ حالانکہ میں کبھی اس گھر (خانہ کعبہ) تک پیدل چل کر نہیں آیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے بیس سال مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پیدل چل حج کئے۔ ایک مرتبہ آپ نے حرم الٰہی میں پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت "تحیۃ الطّواف" پڑھ کر اپنا رخسار مقام ابراہیم پر رکھ کر آپؓ زار و قطار روتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ! اے میرے رب! تیرا حقیر بندہ تیرے دروازے پر ہے،

تیرا خادم تیرے دروازے پر ہے۔ تیرا بھکاری تیرے در پر ہے، تیرا مسکین تیرے در پر ہے۔ آپ بار باران الفاظ کو کثرت سے دوہراتے رہے اور روتے رہے۔ پھر جب آپؓ حرم شریف سے باہر نکلے تو آپ کا گزر چند مسکینوں کے پاس سے ہوا۔ جن کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے اور وہ لوگ اس کو کھا رہے تھے۔

حضرت حسنؓ نے انہیں سلام کیا اور جب ان مسکینوں نے کھانے کے لئے بلایا تو آپ فوراً ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ان سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ روٹی کے ٹکڑے صدقہ کے نہ ہوتے تو میں ضرور تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھاتا۔ چونکہ ہم آل رسول ہیں اور ہمارے لئے صدقہ کا مال حرام ہے۔ اس لئے میں اس کو نہیں کھا سکتا۔ پھر آپ ان مساکین کو اپنی قیام گاہ پر لائے اور ان کو کھانا کھلایا اور کچھ درہم دے کر انہیں رخصت کیا۔

4.69 ۔ صحابہ کرامؓ میں عیب پوشی

ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے نماز کا وقت قریب تھا۔ اچانک یوں محسوس ہوا کہ کسی کا وضوٹوٹا اور کچھ بدبو بھی محسوس ہوئی۔ صاف ظاہر تھا کہ ان میں سے جس کا وضوٹوٹا ہے وہ اٹھ کر جاتا اور دوبارہ وضو کر کے آتا تو اس کو شرمندگی ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہم سب کو تازہ وضو کر لینا چاہیئے ہمیں تازہ وضو کا ثواب بھی مل جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تدبیر نے ایک صحابی کو شرمندہ ہونے سے بچالیا۔ سبحان اللہ!

(لطائف علمیہ)

4.70 ۔ حضرت حسن بن علیؓ کا صبر وضبط

حضرت حسن بن علیؓ کے گھر میں ایک دفعہ کچھ مہمان آئے آپ نے باندی کو حکم دیا کہ کچھ کھانے کو پیش کرے۔ وہ ایک پیالے میں گرم شوربا لائی۔ وہ جیسے ہی دروازے سے داخل ہوئی تو اچانک کسی چیز سے اس کا پیر ٹکرایا اور وہ گر گئی اور پیالے کا گرم گرم شوربا حضرت حسنؓ کے اوپر گرا، آپ کو اس سے بہت تکلیف ہوئی۔

آپؓ کی طبیعت میں جلال تھا وہ باندی ڈر گئی اور اس نے فوراً یہ آیت پڑھی۔ **و الکاظمین الغیظ**

غصہ پی جانے والے)۔ قرآن کریم میں ایمان والوں کی کچھ خوبیاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں جن میں ایک یہ بھی تھی۔ جب اس نے یہ الفاظ ادا کیئے تو حضرت حسن ؓ نے اپنے غصہ کر کنٹرول کرلیا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اس نے پھر یہ الفاظ پڑھے: **والعافین عن الناس** (لوگوں کو معاف کردینے والے)۔

آپ ؓ نے فرمایا! اچھا چلو میں نے تمہاری غلطی معاف کی تو اس نے یہ الفاظ ادا کیئے:

واللّٰہ یحب المحسنین (اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)

آپ ؓ نے فرمایا! جا میں نے تجھے اللہ کے راستے میں آزاد کردیا۔

کہاں اتنا غصہ تھا کہ سزا دینے کی سوچ رہے تھے اور کہاں قرآن کریم کے الفاظ سنتے ہی ان کے مزاج میں کس قدر تبدیلی آ گئی۔ (تفسیر روح البیان، البدایہ والنہایہ)

4.71 ۔ قلعہ زمین میں دھنس گیا

حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ ایک اسلامی لشکر لے کر اسکندری شہر پر حملہ آور ہوئے۔ کفار کی فوج ایک بہت ہی مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ میں محفوظ تھی ان کے سامنے اسلامی لشکر کھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔ کئی دنوں تک جنگ ہوتی رہی لیکن کفار قلعہ کے اندر ہونے کی وجہ سے شکست کھانے سے بچے ہوئے تھے۔

ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا! اے لشکر کفار کے سپہ سالار! سن لو! ہماری اسلامی فوج میں اس وقت ایسے ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ قلعہ کی دیواروں کو حکم دیں کہ تم فوراً زمین میں دھنس جاؤ تو فوراً قلعہ زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ کہہ کے جوش میں آ کر آپ ؓ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب بڑھایا اور با آواز بلند نعرہ تکبیر لگایا تو پورا قلعہ ایک دم سے زمین بوس ہوگیا۔ اور کفار کا لشکر جو قلعہ کے اندر تھا ایک دم سے کھلے میدان میں کھڑا نظر آنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر اسکندریہ کے بادشاہ کے ہوش اڑ گئے اور وہ ڈر کے مارے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور پورا شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

(سیرۃ الصالحین)

4.72 ۔ موت کے بعد گفتگو

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ مدینہ منورہ کے راستے میں ظہر وعصر کے درمیان جارہے تھے کہ اچانک ان کی وفات ہوگئی۔ لوگوں نے ان کو کمبل اوڑھا دیا اور ان کی لاش کو ان کے گھر لے آئے۔ جب مغرب وعشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے آواز کے ساتھ رونا شروع کر دیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی'' اے رونے والیو! خاموش رہو۔ یہ آواز سن کر لوگوں نے آپ کے چہرے پر سے کمبل ہٹایا تو آپ بڑے دکھ کے ساتھ کہنے لگے! حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نبی امی خاتم النبیّن ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ اتنا کہہ کر بے سدھ ہو گئے اور پھر بلند آواز سے کہا!

سچ کہا! سچ کہا! ابوبکر صدیقؓ نے جو نبی کے خلیفہ ہیں، امین ہیں گو بدن میں کمزور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں قوی ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں ہے۔

اتنا کہنے کے بعد پھر زبان بند ہوگئی اور تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد پھر ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوئے۔ سچ کہا! سچ کہا! درمیان کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی آدمی کسی کمزور کو کھا جائے اور یہ بات اللہ کی پہلی کتابوں میں بھی لکھی ہے۔

اس کے بعد پھر تھوڑی دیر بے سدھ پڑے رہے اور پھر ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہو گئے اور وہ زور زور سے بولنے لگے۔ سچ کہا! سچ کہا! حضرت عثمان غنیؓ نے جو امیر المومنین ہیں اور مومنین پر رحم فرماتے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور چار باتیں باقی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان کے لئے کوئی نظام نہ رہ پائے گا۔
۲۔ سب عورتیں رونے لگیں گی اور پردہ داری ہو جائے گی۔
۳۔ قیامت قریب ہو جائے گی۔
۴۔ بعض آدمی بعض کو کھا جائیں گے۔

اس کے بعد ان کی زبان بند ہوگئی اور انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ (طبرانی، البدایہ والنہایہ، اسدالغابہ)

4.73 ۔ دوصحابہ ؓ کی روشن مثال

دوصحابیِ رسول انڈونیشیا آئے۔ انہوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی، کوئی وعظ نہیں کیا، کوئی درس قرآن نہیں دیا۔ فقط ایک دوکان کھولی اور اتنی دیانت داری سے کاروبار کیا کہ پورا ملک مسلمان ہوگیا۔

وہ ایسے اصولوں سے دوکانداری کرتے تھے کہ لوگ ان کی دوکان سے خریداری کرنا پسند کرتے تھے۔ لیکن لوگ دیکھتے تھے کہ وہ درمیان میں کچھ دیر کے لئے دوکان بند کردیتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی دوکان پر گاہک کھڑے ہوتے ہیں اور آپ پھر بھی دوکان بند کردیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

انہوں نے بتایا کہ اس وقت ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر ان سے پوچھا کہ آپ چھٹی کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ جمعہ کا دن ہوتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو دوکانداری کے اصول وضوابط کس نے سکھائے۔ انہوں نے کہا! یہ اصول وضوابط ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے سکھائے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ اگر انہوں نے یہ آپ کو سکھائے ہیں تو آپ ہمیں بھی سکھا کر اپنا جیسا بنالیں۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

4.74 ۔ ابدال، اوتاد اور اقطاب

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو آدمی ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں چالیس آدمی ایسے ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلوق میں سات آدمی ایسے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین آدمی ایسے ہیں جن کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک آدمی ایسا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کے سبب زندہ کرتا ہے، مارتا ہے، بارش اتارتا ہے، نباتات اگاتا ہے اور بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ۔ ابونعیم)

4.75 ۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی کرامت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ میں عجیب باتیں دیکھیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں کون سی بات زیادہ عجیب ہے۔ ہم ایک دریا کے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کہا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دریا میں اتر جاؤ۔ ہمارا پورا لشکر بسم اللہ پڑھ کر دریا میں اتر گیا۔ ہم نے دریا عبور کر لیا اور پانی اونٹوں کے ٹخنوں سے اوپر تک نہیں آیا۔ جب ہم واپس آئے تو ہم ان کے ساتھ ایک جنگل میں تھے اور ہمارے پاس پانی ختم ہو گیا۔ ہم نے ان سے شکایت کی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر دعا مانگی۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بادل ہمارے سروں پر ہے اور پھر بارش شروع ہو گئی۔ ہم نے پانی پیا اور جمع کی اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو ہم نے وہیں انہیں ریت میں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے سفر شروع کر دیا تو ہمیں خیال آیا کہ کہیں کوئی جانور آ کر ان کی لاش نہ کھا جائے۔ جب ہم واپس آئے تو دیکھا کہ وہاں کوئی قبر ہی نہیں ہے۔ (ابونعیم)

4.76 ۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کا اعلان

مورخ اسلام علامہ واقدی اور عمرو بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر برِ اعظم افریقہ کی ایک مہم پر روانہ کیا جہاں انہیں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنی تھی۔ جب یہ افریقہ کی سرحد پر پہنچے تو سارا علاقہ گھنے جنگلات پر مشتمل تھا اور وہ ہر قسم کے جنگلی حیوانات، درندے، چرندے اور خون خوار جانوروں سے بھرا پڑا تھا۔ وہاں قیام کرنا تو دور کی بات تھی وہاں سے گزرنا بھی ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ موسم نہایت خشک تھا اور پانی کی بہت قلت تھی جس کی وجہ سے فوج کو بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے اس مشکل صورت حال میں تمام فوج کو اکٹھا کیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے جہاد پر ایمان افروز درس دیا اور فرمایا کہ آؤ ہم اپنے رب سے مدد طلب کریں۔ آپ نے سب کو دو رکعت نفل پڑھائی اور پھر بارش کے لئے دعائیں مانگیں۔ ابھی دعائیں ختم نہیں ہوئی تھی کہ اچانک بادل آئے اور بارش شروع ہو گئی۔ ایسی بارش ہوئی کہ جنگل جل تھل ہو گیا۔ ساری فوج نے نہا دھو کر اپنے جانوروں کو بھی خوب سیراب کیا۔ پانی کا ذخیرہ

کرلیا گیا اور سب تازہ دم ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا!

يَا أَهْلَ الْوَادِیْ . اِنَّا جَالُّونَ اِنْ شَآءَ اللّٰهَ فَاظْعَنُوْا

اے وادی کے بسنے والو! ہم یہاں آباد ہو رہے ہیں تم سب وادی خالی کر دو

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ کچھ دیر نہ لگی ہو گی کہ زمین کے جانور، درختوں کے پرندے اپنے اپنے کنبوں کو لے کر نکلنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خونخوار وحشی جانوروں کا ایک لشکر ہے جو وادی میں رواں دواں ہے۔ حتیٰ کے چھوٹے چھوٹے جانور بھی اپنی پشتوں پر اپنے بچوں کو بٹھا کر نکل کھڑے ہوئے۔ شام تک پورا علاقہ خالی ہو گیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر سے کہا!

بسم اللہ کہہ کر وادی میں اتر جاؤ اور اپنا ٹھکانہ بنالو۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ مستجاب الدعا صفت صحابی تھے۔ آپ ۶۳ھ میں ایک حادثہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (سیر علام النبلاء)

4.77 ۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی صفات کا فرق

ابو محمد مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں! ابلیس میں پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ مردود اور بد بخت ہوا۔

۱۔ اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

۲۔ وہ گناہ پر نادم نہیں ہوا۔

۳۔ اس کے نفس نے اسے گناہ کرنے کر ملامت نہیں کیا۔

۴۔ اس نے نہ استغفار کی اور نہ توبہ کی۔

۵۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے برعکس کیا:

۱۔ انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔

۲۔ اپنی غلطی پر آپ کو ندامت ہوئی۔

۳۔ آپؑ کے نفس نے آپ کو ملامت کیا۔

۴۔ آپ نے فوراً اللہ تعالیٰ سے اپنے غلطی کی معافی مانگی اور توبہ واستغفار کی۔

۵۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آخر دم تک مایوس نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کیا اور ان کو اپنی بارگاہ میں مقبول بھی کیا۔

4.78 ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلت

امام اعمشؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شکایت کی کہ وہ قرآن اوپری دل سے پڑھتے ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے سنا تو غضب ناک ہو گئے اور فرمایا! میں تم سے ان کے بارے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ ایک شب میں ابوبکر صدیقؓ کے گھر پر تھا۔ اس وقت ہم آپ ﷺ کی کسی خدمت میں مشغول تھے۔ جب ہم فارغ ہو کر باہر آئے اور مسجدِ نبوی ﷺ پہنچ گئے تو ہم نے ایک شخص کی قرأت کی آواز سنی۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر توجہ کے ساتھ ان کا قرآن سننے لگے۔ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اشارے سے مجھے ٹوکا کہ چپ رہو۔ پھر وہ شخص رکوع اور سجود کر کے نماز ختم کر کے بیٹھ گیا اور استغفار میں مشغول ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ اب بولو کیا پوچھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا! قرآن کے نزول کی طرح پڑھنے کا ارادہ کرنے والا ابن مسعودؓ کی طرح پڑھے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ صبح کو میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس یہ بشارت سنانے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ مجھے یہ بشارت سنا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کبھی بھی ابوبکر صدیقؓ سے کسی نیک کام میں سبقت نہیں لے جا سکا۔

(مستدرک حاکم، مسند احمد)

4.79 ۔ حضرت صہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ پہلے پہل ہجرت کرنے والے، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے، کامیاب تاجر، نفس کو مغلوب کرنے والے مومن، دین کو سمجھنے والے عقل مند، اپنے رب کی خاطر سفر کرنے والے مجاہد اور اسی کے لئے حملہ کرنے والے جانثار، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو جلد قبول کرنے والے صحابی تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں جب بھی کسی بات کے لئے بیعت لی تو میں اس میں ضرور شریک ہوا ہوں۔ آپ ﷺ کی وفات تک تمام غزوات اور سرایا، غرض ہر موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا، آپ کے دائیں بائیں منڈلاتا رہتا تھا۔ اگر آپ کے سامنے خوف ہوتا تو میں سامنے چلا جاتا اور اگر پیچھے سے دشمن کا ڈر ہوتا تو پیچھے پہنچ جاتا تھا۔ میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو اپنے اور دشمنوں کے بیچ میں نہیں چھوڑا۔

(حلیۃ الاولیاء)

4.80 ۔ حضرت ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضرت ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرما رہے ہیں:

اے لوگو! سفر میں جانے کے وقت تم اس کی تیاری کرتے ہو۔ لوگوں نے جواب دیا! جی ہاں۔ پھر حضرت ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا! قیامت کا سفر بڑا طویل ہے۔ لہٰذا اس کے لئے بھی تم تیاری کرلو۔ اس کے بعد فرمایا کہ بڑے بڑے امور کی تیاری کرلو۔ عظیم دن کی تپش سے حفاظت کے لئے روزہ رکھو۔ قبر کی وحشت سے بچنے کے لئے تہجد کی پابندی کرو۔ عظیم دن میں پیشی کے لئے اچھی بات کہو ورنہ سکوت اختیار کرو۔ اس روز کی سختی سے بچنے کے لئے مال صدقہ کرو۔ دنیا میں فقط طلبِ آخرت یا طلبِ حلال کے لئے کوشش کرو۔ مال فقط اہل خانہ اور راہِ خدا میں خرچ کرو۔ اے لوگو! طمع نے تم لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے لیکن کبھی بھی تمہاری طمع پوری نہیں ہوگی۔

4.81 ۔ حضرت ابودرداء ؓ کی تین محبوب چیزیں

حضرت ابودرداء ؓ نے فرمایا! اگر تین باتوں کا مزہ نہ ہوتا تو میں موت کو زیادہ پسند کرتا۔ حضرت عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں! انہوں نے فرمایا! دن ورات میں اگر اپنے خالق کے لئے اپنا چہرہ نہ بچھانا ہوتا، دن کی کڑی دھوپ میں پیاسا نہ رہنا ہوتا اور ان مجالس میں نہ بیٹھنا ہوتا جن میں عمدہ کلام عمدہ پھلوں کی طرح کھلایا جاتا ہے تو مجھے دنیا میں جینے کا کوئی شوق نہ ہوتا۔

پھر فرمایا! تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے حتیٰ کے ایک ذرے کے بارے میں اسے خوف دامن گیر ہو۔ وہ تھوڑا سا حلال بھی چھوڑ دے جس کے بارے میں حرام ہونے کا معمولی شبہ بھی ہو۔ اس طرح وہ اپنے اور حرام کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں انجام کار بیان فرمایا ہے:

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ (7) وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ (8)

(سورة الزلزال)

جس نے ایک ذرہ برابر خیر کیا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ برابر شر اختیار کیا اس کو بھی دیکھ لے گا۔

پھر فرمایا! قلیل برائی سے بچنے کو معمولی نہ سمجھو اور نہ قلیل نیکی کو کمتر سمجھو۔

4.82 ۔ خادم رکھنے کو ناپسند کرنا

حضرت ابودرداء ؓ نے حضرت سلمان فارسی ؓ کو درج ذیل باتوں پر مشتمل ایک خط لکھا:

امابعد!

اے میرے بھائی! بیماریوں اور مشغولیتوں سے قبل صحت اور فراغت کو غنیمت جانو۔ کیونکہ بیماری کو ٹالنا بندے کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ مظلوم کی بددعا سے ڈرو۔ مسجد کو اپنا گھر بنالو۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے جن کے گھر مسجد ہیں راحت و آرام اور سکون کا وعدہ کیا ہے۔

اے میرے بھائی! یتیم بچوں پر رحم کرو۔ انہیں اپنے سے قریب کرو اوران کو اپنے کھانے میں شریک کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو قساوت قلبی دور کرنے کے لئے انہی باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ اتنا مال جمع کرو جس کا آسانی سے شکرادا کرسکو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ قیامت کے روز صاحب مال کو لایا جائے گا جس نے اس مال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی۔ وہ آگے آگے ہوگا اوراس کا مال اس کے پیچھے پیچھے ہو گا۔ پل صراط سے گزرتے ہوئے جب بھی کوئی رکاوٹ آئے گی تو پیچھے سے مال اس کو کہے گا۔ چلو! چلو! تم نے اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا ہے۔ پھر فرمایا! قیامت کے دن اس صاحب مال کو لایا جائے گا جس نے اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی ہوگی۔ پل صراط سے گزرتے ہوئے اس کا مال اس کے کندھوں پر ہوگا۔ اس کے وزن سے وہ بار بار پھسلے گا۔ اس کا مال اس سے کہے گا تو ہلاک ہوتو نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کے لازمی حق کیوں نہیں ادا کئے۔ وہ اسی طرح ہلاکت کو پکارتا رہے گا۔

اے میرے بھائی! میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک خادم رکھ لیا ہے۔ میرے بھائی خادم رکھنے کے بجائے خود اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرو۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا! بندہ مسلسل اللہ کے قریب رہتا ہے جب تک وہ کسی خادم سے مدد نہ لے۔ جب وہ خادم رکھ لیتا ہے تو اس پر اس کا حساب واجب ہو جاتا ہے۔ میری اہلیہ نے مجھ سے ایک خادم رکھنے کا تقاضا کیا حالانکہ میں ان دنوں مالدار تھا لیکن حساب ہونے کی وجہ سے میں نے اس کو ناپسند کیا۔

اے میرے بھائی! قیامت کے دن میرا اور تمہارا کون مددگار ہوگا، اگر ہم سے پورا پورا حساب لیا گیا جبکہ ہمیں حساب کا خوف بھی نہ ہو۔

اے میرے بھائی! رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت پڑ جانا کیونکہ ہم آپ ﷺ کے بعد ایک طویل عرصہ تک زندہ رہ چکے ہیں اور اللہ ہی کو علم ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ہمارا کیا حال رہا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء)

4.83 ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کا مرتبہ

حضرت یحییٰ بن عمرو شیبانیؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا! اگر آپ ﷺ ہمیں کسی ایسے آدمی کے بارے میں وصیت کرتے کہ جس کو ہم آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بناتے تو میں معاذ بن جبلؓ کو پالیتا اور انہیں خلیفہ بناتا۔ جب میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا اور مجھ سے ان کے انتخاب کے بارے میں پوچھا جاتا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا! یا اللہ! میں نے تیرے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ معاذ بن جبلؓ قیامت کے دن علماء کے سامنے ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (کنز العمال)

4.84 ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت

حضرت عمرو بن قیسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ کے وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے لوگوں سے فرمایا! دیکھو کیا صبح ہو چکی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے پھر فرمایا! دیکھو کیا صبح ہو چکی ہے؟ پھر جواب دیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ چنانچہ کچھ دیر بعد کسی نے آکر کہا کہ صبح ہو گئی ہے۔ تب حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا! میں ایسی رات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح آگ کی طرف لے جانے والی ہو۔ موت کو خوش آمدید ہے۔ موت ایسا ملاقاتی ہے جو ناغہ کر کے آتا ہے۔ ایسا دوست ہے جو فاقہ کشی کی حالت میں آتا ہے۔

یا اللہ! میں تیرے خوف کو دل میں بٹھائے رکھتا ہوں اور آج تجھ سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہوں۔

یا اللہ! تو جانتا ہے میں نے دنیا سے کبھی بھی محبت نہیں کی اور نہ میں لمبی عمر کا خواہاں ہوں کہ اس دنیا میں نہریں جاری کروں اور باغات لگاؤں۔ لیکن غلے کی پیاس، سختی والی گھڑیاں، سفر کی مشکلات اور علماء وذکر کے حلقے۔ (یعنی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے چھوٹ جائیں گی، میں مر رہا ہوں اور ان اعمال کی پیاس میرے دل میں باقی رہے گی) (حلیۃ الاولیاء)

4.85 ۔ رسول اللہ ﷺ کا خط حضرت معاذ بن جبلؓ کے نام

حضرت عبداللہ بن غنمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ کے بیٹے کو بیماری (طاعون) لاحق ہوئی۔ اس کی وجہ سے حضرت معاذؓ شدید تکلیف میں تھے تو میں اس وقت ان کے پاس موجود تھا جب ان کے بیٹے کا انتقال ہوا۔ بیٹے کی موت کے بعد انہیں رسول اللہ ﷺ کا ایک خط موصول ہوا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے معاذ بن جبل کو السلام علیک

میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کی حمد کرتا ہوں!

امابعد!

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے، ہمیں بھی اور تمہیں بھی شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ بے شک ہماری جانیں، ہمارے گھر والے، ہمارے اموال اور ہماری اولاد اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس نے ہمیں عاریۃً دی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ذریعہ ایک مقررہ مدت تک نفع اٹھانے دیتا ہے۔ جب ان کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو وہ انہیں اٹھا کر اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ جب یہ عطیات اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کئے ہیں تو تمہیں ان کا شکر بھی بجا لانا چاہئے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ آزمائش میں مبتلا کرے تو اس پر صبر واجب ہے۔ سو تمہارا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی مبارک عطیات میں سے تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ کے لئے تمہیں دے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے ذریعہ رشک و سرور میں نفع بخشا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجر عطا کر کے اس کو واپس لے لیا۔ اگر تم صبر کرو گے تو وہ تمہارے لئے رحمت، ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے گا۔

اے معاذ! تم میں دو خصلتیں ہرگز جمع نہ ہونے پائیں ورنہ تمہارا اجر و ثواب ضائع ہو جائے گا اور انجام کار تمہاری وفات کے بعد ندامت ہو گی۔ اگر تم اپنی مصیبت کو باعث ثواب سمجھو گے، تمہاری مصیبتیں آسان ہو کر رہ جائیں گی اور اجر و ثواب کامل کا کامل باقی رہے گا۔ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود اجر و ثواب پالو گے جو پریشانی تم پر نازل ہوئی ہے اس طرح ختم ہو جائے گی گویا ایسا ہی لکھا تھا۔ والسلام

(مستدرک حاکم، مجمع الزوائد)

4.86 ۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ

حضرت ازہر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ جن کا پورا نام ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس بن حضار اشعری ہے ایک مرتبہ انہوں نے حمص میں یوحنا کے کنیسہ میں نماز پڑھی۔ جب وہ کنیسہ سے باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا! اے لوگو! بے شک تم ایک ایسے زمانے میں ہو جس میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمل کرنے والے کو ایک اجر دیتا ہے عنقریب تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے والے کو دو گنا اجر ملے گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

4.87 ۔ مخفی شرک کا خوف

حضرت عبادہ بن نسیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس سے حضرت شداد بن اوسؓ گزرے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ گھر تک لے گئے۔ پھر گھر میں بیٹھ کر رونے لگے، میں بھی انہیں دیکھ کر رونے لگا۔ جب انہیں کچھ افاقہ ہوا تو کہنے لگے! تم کیوں روتے ہو۔ میں نے کہا! آپ کو روتے دیکھ کر رونے لگا۔ حضرت شداد بن اوسؓ نے فرمایا! مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا! بے شک! مجھے اپنی امت پر مخفی شرک اور مخفی شہوت کا سب سے زیادہ خوف ہے۔ میں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ ان میں ایک کی طرف تو میرا رجحان نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میں ان دونوں سے ڈرتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا! سنو! لوگوں نے سورج اور چاند کی عبادت نہیں کرنی اور نہ ہی انہوں نے بتوں کی پوجا کرنی ہے لیکن وہ غیر اللہ کے لئے اعمال کرنے لگیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء)

4.88 ۔ فتنوں کی بہتات اور دلوں کا اندھا ہونا

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپؓ نے فرمایا! تم میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سمندر کی موجوں کی طرح جوش مارنے والے فتنوں سے متعلق احادیث سنی ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ

نے کہا کہ میں نے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے وہ حدیث سنانے کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا! لوگوں کے دلوں میں فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں۔ پس جو دل ان فتنوں کو قبول کر لے گا اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا اس کے دل میں ایک سفید نکتہ ڈال دیا جائیگا۔

اس طرح تمام دل دو قسموں میں بٹ جائیں گے۔ ایک تو مثلِ سنگ مرمر ہوگا۔ اس کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور نقصان دہ نہیں ہوگا جب تک زمین و آسمان قائم و باقی ہے۔ دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیاہ دل اندھے برتن کی طرح اندھا ہوگا۔ یہ دل نہ اچھے کاموں کو اچھا سمجھے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا۔ وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جو خواہشات میں رچی بسی ہوگی اور اس کی محبت کا وہ غلام ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء)

4.89 ۔ منہ کے بل الٹا سونے کی ممانعت

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں الٹا سو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ قریب سے گزرے انہوں نے اپنے پاؤں مبارک سے مجھے ہلایا اور فرمایا! اے ابو جندب! یہ سونے کی کون سی حالت ہے؟ بلاشبہ یہ تو شیطان کے سونے کی ہیئت ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس طرح لیٹنے کی حالت کو ناپسند کرتا ہے۔ اس طرح سونا برا معلوم ہوتا ہے۔ بہت سارے لوگ اس بارے میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں اور جو لوگ اس طرح سوتے ہیں وہ یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اور طرح سونے سے نیند نہیں آتی۔ جب ان سے پوچھا جائے تو کہیں گے کہ ہمیں ایسے سونے کی عادت ہے۔ تو عادت بھی انسان خود بناتا ہے تو اسے تبدیل بھی خود کر سکتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں جو تعلیمات دیتے تھے ان میں سونے جاگنے، پیشاب کے لئے اٹھنے اور بیٹھنے، کھانے پینے سے لے کر حکومت کرنے کے انداز تک سکھاتے تھے۔

4.90 ۔ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کی فضیلت

حضرت ابراہیم تیمی ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا! غزوہ احزاب کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ رات کو بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور شدید سردی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا کوئی ایسا شخص ہے جو میرے پاس قریش کی خبر لائے اور قیامت کے دن میری معیت میں ہو۔ تمام لوگ سخت سردی کی وجہ سے خاموش رہے۔ پھر آپ نے دوبارہ اور پھر تیسری بار فرمایا! مگر اس سردی میں باہر نکلنے کی کسی میں ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا! اے حذیفہ! تم جاؤ اور میرے پاس قریش کی خبر لاؤ۔ جب آپ ﷺ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے پاس حکم بجالانے کے کوئی اور چارہ نہ تھا۔ میں اٹھا اور ان کی طرف چل پڑا اس قدر سردی اور تیز ہوا میں مجھے بالکل سردی نہیں لگ رہی تھی مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ میں وہاں پہنچا اور جو معلومات مجھے لینی تھیں وہ اکٹھی کیں اور جب میں واپس آ رہا تھا تو پھر بھی مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ میں نے واپس آ کر تمام معلومات رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں۔ جب میں اس مہم سے فارغ ہوا تو مجھے ٹھنڈ محسوس ہونے لگی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا چغہ جو آپ ﷺ نے اوڑھا ہوا تھا میرے اوپر اڑھا دیا اور میں رات کو میٹھی نیند سوتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! **قم یا نومان** (اے سونے والے اٹھ جا)(صحیح مسلم)

4.91 ۔ کتے کو پانی پلانے والی عورت کی بخشش

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک بدکار عورت کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے معاف کر دیا کہ اس نے کنویں کے دہانے پر ایک پیاسے کتے کو ہانپتے دیکھا، وہ پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا پھر اپنے چادر سے باندھ کر اس کتے کے لئے کنویں سے پانی نکالا اور اس کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی وجہ سے اس کو جہنم سے بچالیا۔ (صحیح بخاری)

4.92 ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پیشین گوئی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں گوشہ نشینی اختیار کرنا حلال ہوگی۔ اس وقت وہی دین دار آدمی اپنے دین کو سلامت رکھ سکتا ہے جو دین کو لے کر کسی ایک بلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ کی طرف منتقل ہوتا رہے۔ ایک گھر سے دوسرا گھر تبدیل کرتا رہے۔ جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو لے کے نقل مکانی کرتا ہے اور لومڑی اپنے بچوں کو لے کر کبھی یہاں اور کبھی وہاں جاتی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس زمانے میں وہ گڈریا جو اپنے علم کے مطابق نماز قائم کرے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا اور لوگوں سے کنارہ کش رہے گا وہ ایسا محض بھلائی کی وجہ سے کرسکتا ہے۔

واللہ! عفراء کی وہ بکریاں جو سلع مقام میں چریں گی مجھے بنونضیر کی بادشاہت سے زیادہ پسند ہیں۔ یہ تمام اس وقت ہوں گے جب فلاں فلاں فتنوں کا ظہور ہوگا۔

(المطالب العالیۃ، کشف الخفا)

4.93 ۔ چرواہا اور خوفِ خدا

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں! ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ طیبہ کی نواح میں نکلے آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے۔ شاگردوں نے کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا۔ اتنے میں وہاں سے ایک چرواہا گزرا، اس نے انہیں سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا آؤ بھئی تم بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ میرا تو روزہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس قدر سخت گرمی میں بھی روزہ رکھتے ہو اور اس حالت میں بکریاں بھی چراتے ہو۔ اس نے کہا!

﴿ وَاللّٰهِ اِنِّیْ اُبَادِرُ اَیَّامِیْ هٰذِهِ الْخَالِیَةِ ﴾

بخدا میں ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں۔

اور یہ آیت مبارکہ پڑھی:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئاً بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِيُ الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ O

(سورۃ الحاقہ ۔ ۲۴)

کھاؤاور پیومزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جوتم نے بہ امید صلہ گذشتہ ایام میں کئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے تقویٰ اور زہد کا امتحان لینے کے لئے اس سے فرمایا کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے۔ گوشت سے تم روزہ افطار کرنا۔ اس چرواھے نے کہا کہ اس میں سے کوئی بکری میری نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے فرمایا! تمہارے آقا کوایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔ اس چرواھے نے آپ سے رخ موڑ کر آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا! '' فاین اللّٰہ '' اللہ کہاں جائے گا۔ (یعنی بالفرض اگر میں دنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا)

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ چرواھے کی بات سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ بار بار اس بات کو دہراتے رہے کہ چرواھا کہہ رہا ہے کہ '' فاین اللّٰہ '' اللہ کہاں جائے گا۔ جب آپ مدینہ واپس آئے تو اس چرواھے کے آقا سے ساری بکریاں اور چرواھے کو خرید لیا پھر چرواھے کو آزاد کر کے ساری بکریاں اسے تحفہ میں دے دیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے فرمایا!

آج کل کے منافق رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے منافق سے بدرجہا بدتر ہیں۔ اس وقت کے منافق اپنے نفاق کو چھپاتے تھے اور آج کل کے منافق اپنے نفاق کو ظاہراً لئے پھرتے ہیں۔

باب پنجم

(دور تابعین عظامؒ)

5.1 ۔ حضرت اویس قرنیؒ اور ہزم بن حیانؒ

حضرت ہزم بن حیانؒ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت اویس قرنیؒ کی زیارت کی تمنا لے کر کوفہ گیا۔ میں ان کو تلاش کرتے کرتے دریائے فرات پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو تنہا دیکھا جو دریا پر وضو کر رہا تھا اور اپنے کپڑے دھو رہا تھا۔ حضرت اویس قرنیؒ کے جو اوصاف اور نشانیاں بتائی گئیں تھیں وہ سب مجھے معلوم تھیں۔ میں ان کو دیکھ کر فوراً پہچان گیا۔ وہ فربہ اندام، گندمی رنگت، بدن پر بال زیادہ تھے، سر گنجا تھا، داڑھی گھنی تھی، بدن پر موٹے کپڑے کی لنگی اور احرام کی طرح ایک چادر تھی، چہرے پر ایک نشان تھا۔ قریب پہنچ کر میں نے انہیں سلام کیا اور ان سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پھر میں نے کہا! اے اویس! السلام علیکم! اے میرے بھائی! آپ کیسے ہیں۔

اویسؓ نے کہا! اے ہرم بن حیان! اللہ تمہیں سلامت رکھے تم کیسے ہو۔ یہ تو بتاؤ کہ تمہیں میرا پتہ کس نے دیا۔ میں نے کہا! اللہ تعالیٰ نے۔

اویسؒ نے کہا! میرا رب پاک ہے۔ بے شک میرے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ہزم بن حیانؒ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی ان کو نہیں دیکھا تھا اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے مجھے میرے باپ کے نام کے ساتھ کیسے پہچانا؟ اللہ کی قسم! آج سے پہلے میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا! علیم وخبیر نے مجھے بتایا ہے۔ جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں تو اس وقت میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کی بھی جان پہچان ہوتی ہے۔ مومنین خواہ آپس میں کبھی نہ ملے ہوں اور ان میں کوئی تعارف نہ ہو، اور نہ ان کو کبھی ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو پھر بھی وہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ اللہ کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے دور ہی کیوں نہ رہے ہوں۔

میں نے درخواست کی کہ حضرت! مجھے حضور اکرم ﷺ کی کوئی حدیث سنا دیجئے تا کہ میں آپ کی زبان سے سن کر اس کو یاد کرلوں۔ فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا اور نہ آپ ﷺ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا۔ البتہ آپ ﷺ کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی احادیث پہنچی ہیں۔ لیکن میں نے اپنے لئے

یہ دروازہ کھولنا پسند نہیں کیا کہ میں قاضی یا مفتی بنوں۔ مجھے خود اپنی ذات کے بہت سارے کام ہیں۔

میں نے یہ جواب سن کر عرض کہا! اچھا! کوئی قرآنی آیت سنا دیجئے۔ آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے۔ میں اللہ کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمایئے اور کچھ وصیتیں بھی کیجئے تا کہ میں ان کو یاد رکھوں۔ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرات کے کنارے چلنے لگے اور پھر فرمایا!

میرے رب کا قول ہے جو سب سے سچا ہے، سب سے اچھا کلام اس کا کلام ہے، پھر پڑھا!

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم •

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ O (سورۃ الدخان ۔ ۴۰)

بے شک قیامت کا دن سب کے لئے مقرر ہے۔

یہ تلاوت کر کے آپ کی ایک آہ نکلی اور پھر آپ خاموش ہو گئے۔ میں یہ سمجھا کہ آپ کہیں بے ہوش تو نہیں ہو گئے۔ پھر فرمایا!

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئاً وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ O

إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ O

(سورۃ الدخان: ۴۲ ۔ ۴۱)

(جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی مگر اس آدمی کی جس پر اللہ رحم کرے بے شک وہ غالب رحم والا ہے)۔

پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا! اے ہزم بن حیان! تمہارے باپ مر چکے ہیں، عنقریب تم بھی مر جاؤ گے۔ ابو حیان مر چکے ان کے لئے جنت ہے یا دوزخ۔ ابن حیان! آدمؑ مر گئے، حواؑ مر چکیں۔ ابن حیان! نوحؑ اور ابراہیمؑ خلیل مر گئے۔ ابن حیان! موسیٰؑ نجی الرحمٰن مر گئے۔ ابن حیان! داوٗدؑ خلیفۃ الرحمٰن مر گئے۔ ابن حیان! محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ابن حیان! ابوبکر خلیفۃ المسلمین دنیا سے چلے گئے۔ ابن حیان! میرے بھائی عمر بن خطابؓ شہید ہو گئے۔ یہ کہہ کر واعمراہ! کا نعرہ لگایا اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔

حضرت عمر فاروق ؓ اس وقت زندہ تھے اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے، عمرؓ ابھی زندہ ہیں۔ اویس قرنیؒ نے فرمایا! جو کچھ میں نے کہا اگر تم اس کو یوں ہی سمجھو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا اور تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے۔ ہونے والی بات ہو چکی ہے۔

اس کے بعد آپ ؒ نے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا اور مختصر دعائیں کیں اور کہا! اے ابن حیان! تم کو کتاب اللہ، صلحاء امت کی ملاقات اور انبیاء پر درود وسلام پڑھتے رہنے کی وصیت ہے۔ میں اپنی اور تمہاری موت کی خبر دیتا ہوں اور موت کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہونا اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحتیں کرنا اور اپنے نفس کے لئے کوشش کرنا۔

خبر دار! جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو دوزخ کی آگ کا سامنا ہو۔ پھر فرمایا اے اللہ! اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لئے مجھ سے محبت کرتا ہے اور تیرے لئے مجھ سے ملاقات کی ہے اس لئے یا اللہ! جنت میں اس کا چہرہ مجھے یاد کرا دینا اور اپنے گھر دار السلام میں مجھے اس سے ملانا۔ یہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے اسے اپنے حفظ وامان میں رکھنا اس کی کھیتی باڑی کو اس کے قبضہ میں رہنے دینا۔ اس کو تھوڑی دنیا پر خوش رکھنا اور دنیا سے جو حصہ تو نے اس کو دیا وہ اس کے لئے آسان کر اور اپنے عطیات اور نعمتوں پر اس کو شکر کرنے والا بنا اور اس کو جزائے خیر عطا فرما۔

یہ دعائیں کر کے اویس ؒ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا! اے ہزم بن حیان! اب میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اچھا السلام علیکم۔ اب میں آج کے بعد تم کو نہ دیکھوں۔ میں شہرت ناپسند کرتا ہوں، تنہائی اور گم نامی کو پسند کرتا ہوں۔ جب تک میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ زندہ رہوں گا غم والم میں مبتلا رہوں گا۔ اس لئے آئندہ میرے متعلق نہ تم پوچھنا اور نہ مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ تمہاری بات میرے دل میں ہمیشہ رہے گی لیکن اس کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں اور نہ تم مجھے دیکھ سکو گے۔ مجھے یاد کرتے رہنا اور میرے لئے دعائے خیر کرتے رہنا۔ میں بھی ان شاء اللہ تم کو یاد رکھوں گا اور تمہارے لئے دعائے خیر کرتا رہوں گا۔

یہ کہہ کر وہ ایک سمت کی طرف چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا کہ کچھ دیر اور ان کا ساتھ ہو جائے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوئے۔ ہم دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے میں کھڑا دور تک ان کو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

پھر وہ ایک طرف مڑ کر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے منع کرنے کے باوجود میں نے ان کو تلاش کیا اور لوگوں سے بھی ان کے بارے میں پوچھا لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ ان سے ملاقات کے بعد کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا کہ میں انہیں خواب میں نہ دیکھوں۔ (حلیۃ الاولیاء)

5.2 ۔ اتباع سنت میں دندان مبارک کا توڑنا

حضرت اویس قرنیؒ کی جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا! آپ رسول کریم ﷺ کے دوستوں میں سے ہیں۔ یہ بتایئے کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا تھا۔ آپ نے ان کی اتباع میں اپنے تمام دانت کیوں نہیں توڑ ڈالے۔ یہ کہہ کر اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا! جب آپ ﷺ کا داندان مبارک شہید ہوا تو میں نے بھی اپنا ایک دانت توڑ دیا پھر خیال آیا کہ شاید دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ اس طرح ایک ایک کر کے تمام دانت توڑ دئے۔ پھر مجھے سکون نصیب ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں پر رقت طاری ہو گئی۔ ان کو اندازہ ہوا کہ ادب اور محبت کا حق یہی ہوتا ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ دیدار نبوی سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اتباع سنت کا مکمل حق ادا کر کے اس دنیا کو ادب سکھاتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت اویس قرنیؒ نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کرنے کے باوجود حضرت عمر اور حضرت علیؓ سے آپ ﷺ کے تمام شمائل تفصیل سے بیان فرما دئے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

5.3 ۔ حضرت اویس قرنیؒ کی قبر

حضرت عبد اللہ بن سلمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں آزربائیجان میں مسلمانوں نے جہاد کیا اس میں ہمارے ساتھ حضرت اویس قرنیؒ بھی شریک تھے۔ جب ہم وہاں سے واپس لوٹنے لگے تو اویس قرنیؒ بیمار ہو گئے۔ ہم نے انہیں بیماری کے حالت میں سفر میں ساتھ رکھا لیکن راستے میں ان کو انتقال

ہو گیا۔ ہم نے راستے میں ایک جگہ اچانک دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ پانی، کفن اور دفنانے کا سامان رکھا ہوا ہے۔ ہم نے وہیں انہیں نہلایا، ان کو کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی اور پھر اسی قبر میں دفن کر دیا۔ ہمارے ایک ساتھی نے قبر پر ایک نشانی لگا دی اور کہا کہ اگر کبھی ہم یہاں لوٹے تو ہم اس قبر کو پہچان لیں گے۔ لیکن بعد میں ایک دفعہ ہمارا اس طرف جانا ہوا تو وہاں ہمیں نہ قبر کا نشان نظر آیا اور نہ کوئی قبر۔ (حلیۃ الاولیاء)

5.4 ۔ صحبت کا اثر

امام زین العابدینؒ نے اپنے بیٹے محمد باقرؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا! بیٹا! چار آدمیوں کے پاس نہ رہنا، راستہ چلتے ہوئے بھی تھوڑی دیر کے لئے ان کے ساتھ نہ رہنا۔ محمد باقرؒ فرمانے لگے کہ میں حیران ہوا کہ وہ اتنے خطرناک ہیں۔ پوچھا کہ وہ کون سے آدمی ہیں۔

امام زین العابدینؒ نے فرمایا!

۱۔ بخیل آدمی ۔ اس سے کبھی دوستی نہ کرنا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں ایسے وقت میں دھوکہ دے گا جب تمہیں اس کی بہت ضرورت ہوگی۔

۲۔ جھوٹا آدمی ۔ وہ دور کو قریب ظاہر کرے گا اور قریب کو دور۔

۳۔ فاسق آدمی ۔ کیونکہ وہ تمہیں ایک لقمہ کے بدلے یا لقمہ سے بھی کم میں بیچ دے گا۔ آپ نے پوچھا کہ لقمہ تو سمجھ میں آتا ہے لقمہ سے بھی کم کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تمہیں لقمہ کی امید دلا کر بیچ دے گا۔

۴۔ قطع رحمی کرنے والا ۔ کیونکہ میں قرآن کریم میں اس پر کئی جگہ لعنت دیکھی ہے۔

یہ باپ کی صحبت کے انمول موتی تھے جو بیٹے کو مل رہے تھے۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ باپ بیٹوں کو نصیحت کیا کرتے تھے اور بیٹے ان کو سن کر ان پر عمل کیا کرتے تھے۔

5.5 ۔ حضرت جعفر صادقؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

حضرت ہشیمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر صادقؒ کے بعض شاگردوں اور رفقاء نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں وہ حضرت جعفر صادقؒ کے خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو سامنے بٹھا کر ان کو نصیحتیں کر رہے تھے۔ آپؒ نے فرمایا! اے میرے پیارے بیٹے! میری وصیت اور نصیحت یاد کرو اور اس پر عمل کرو۔ اس سے تمہاری زندگی سعادت منداور قابل رشک ہوگی اور موت بھی قابل صد تعریف ہوگی۔

نصیحتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اے میرے پیارے بیٹے! جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم رزق پر راضی ہو جائے تو وہ اس کو غنائے قلبی کے ذریعہ مستغنی کر دیتا ہے اور جو غیر کے مال پر طمع اور حسد کے طور پر نگاہ رکھے وہ فقیر و مسکین مرتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے رزق پر راضی نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ پر برے اور غلط فیصلوں کی تہمت لگا تا ہے جو انتہائی تباہ کن بات ہے۔

۲۔ جو شخص اپنے گناہ کو کم سمجھے وہ غیر کے گناہ کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور جو غیر کے گناہ کو کم سمجھے تو وہ اپنی لغزشیں اور گناہ کو بڑا اور بہت خطرناک سمجھتا ہے۔

۳۔ جو شخص دوسروں کے عیوب ظاہر کرے تو اس پاداش میں کسی وقت اس کے اور اس کے اہل خانہ کے چھپے ہوئے عیب ظاہر ہو جائیں گے۔

۴۔ جو شخص شر و فساد کی تلوار نیام سے باہر نکالتا ہے تو وہ خود اسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے۔

۵۔ جو شخص دوسروں کی ہلاکت کے لئے گڑھا کھودے وہ خود اس میں گر کر مرتا ہے۔

۶۔ جو بیوقوفوں اور بے دینوں کے ساتھ رہتا ہو وہ حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو علماء اور اولیاء کی صحبت میں رہتا ہے وہ محترم اور معزز سمجھا جاتا ہے۔

۷۔ جو شخص بری اور ناپسندیدہ جگہوں پر جائے اس پر الزام لگتے ہیں۔ یعنی لوگ اسے برا کہتے ہیں۔

۸۔ اے پیارے بیٹے! لوگوں پر ان کے عیبوں کی تہمت نہ لگانا ورنہ وہ بھی مقابلہ میں تم پر تہمتیں لگائیں گے۔

۹۔ بے فائدہ امور میں نہ گھسنا، ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے۔

۱۰۔ اے پیارے بیٹے! حق بات کہا کرو۔ خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے تمہارے لئے فائدہ مند ہو یا نقصان دہ۔ اس بات کے ذریعہ اپنے ہم عمروں میں تمہاری شان بلند ہوگی۔

۱۱۔ اے پیارے بیٹے! قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیا کرو۔

۱۲۔ اسلام کی اشاعت اور ترویج کی کوشش کیا کرو۔

۱۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو۔

۱۴۔ جو رشتہ دار جھگڑا کریں یا کسی وجہ سے تم سے رشتہ توڑنے کی کوشش کریں اور جو عزیز دوست قطع تعلق کر کے تم سے بات کرنا چھوڑ دیں تو تم پہل کر کے ان کو منانے کی کوشش کرو۔

۱۵۔ جو شخص تم سے کچھ مانگے تو حسبِ استطاعت اسے کچھ دے دو۔

۱۶۔ چغلی سی بچو کیونکہ چغلی سے دلوں میں تفریق اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

۱۷۔ لوگوں کے عیبوں کے درپے نہ ہوا کرو کیونکہ یہ کام اپنے آپ کو لوگوں کی زبانوں کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے۔

۱۸۔ اے پیارے بیٹے! جب کسی سے کچھ مانگنا ہو تو معدن یعنی شریف النفس انسان سے مانگو۔ کیونکہ وہ جود و سخاوت کے لئے معدن یعنی مرکز ہوتے ہیں اور معدن کے اصول ہوتے ہیں۔ اصولوں کا فروغ اور فروغ کا ثمر یعنی پھل ہوتا ہے اور پھل کا شیریں ہونا اصل کے مرہون منت ہے۔ اصل کا ثابت و محکم ہونا پاکیزہ معدن یعنی پاکیزہ نسب پر موقوف ہوتا ہے۔

۱۹۔ اے میرے پیارے بیٹے! اگر کسی سے ملاقات کرنی ہو تو علماء کی زیارت وملاقات کرو۔ فاجروں کی صحبت سے بچو۔ کیونکہ فاجر لوگ اس چٹان کی طرح ہوتے ہیں جس سے ذرا بھر پانی نکلنے کی توقع نہیں ہوتی۔ وہ اس خشک درخت کی طرح ہوتے ہیں جس کے پتے کبھی سرسبز نہیں ہوتے اور اس زمین کی طرح ہوتے ہیں جس پر کبھی گھاس نہیں اگتی۔

علی بن موسیٰ کاظمؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد موسیٰ بن جعفرؒ اپنی موت تک ان نصیحتوں پر سختی سے کاربند رہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

5.6 ۔ آخرت کی آگ نے دنیا کی آگ سے غافل کر دیا

حضرت سیدنا علی بن حسین بن علیؒ جن کا لقب کثرتِ عبادت کی بنا کر زین العابدین ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے حساب خرچ کرتے تھے، رات کے اندھیرے میں فقراء اور مساکین کے گھروں میں سامان پہنچا دیتے تھے اور ان کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ سامان لانے والا کون ہے۔ یہ راز تو تب کھلا جب آپ کا انتقال ہو گیا اور فقراء کے گھر سامان پہنچنا بند ہو گیا۔

حضرت امام مالکؒ اور حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں! آپ پر اللہ تعالی کے خوف وڈر کا یہ عالم تھا کہ آپؒ نے حج کے لئے احرام باندھا اور لبیک کہنے لگے تو جسم کانپنے لگا اور لبیک کہنے کی ہمت نہ رہی اور فرمایا! مجھے خوف آ رہا ہے کہ میں لبیک کہوں اور کہیں یہ جواب نہ آئے، **لا لبیک** تیری حاضری قبول نہیں ہے، بڑی مشکل سے لبیک کہا تو ان پر غشی طاری ہو گئی اس طرح کانپتے ہوئے انہوں نے بہت مشکل سے فریضہ حج ادا کیا۔

جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا، نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ جب پوچھنے والے نے اس کا سبب پوچھا تو آپؒ نے فرمایا!

اَلا تَدْرِیْ بَیْنَ یَدِیْ مَنْ اَقُوْمُ وَلِمَنْ اُنَاجِیْ

(کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں اور کس سے مناجات کر رہا ہوں)

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ کے گھر میں آگ بھڑک اٹھی، آپؒ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی تھی آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے۔ آپ نے فرمایا! آخرت کی آگ نے مجھے دنیا کی آگ سے غافل کر دیا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، التہذیب التہذیب)

5.7 ۔ اسلام میں غلاموں کا مرتبہ وعزت

امام محمد بن مسلمؒ (متوفی ۱۲۴ھ) جن کو ابن شہابؒ اور امام زہریؒ کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ دورتابعین کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم المرتبت محدث تھے۔ آپ امام مالکؒ اور حضرت قتادہؒ کے استاد تھے۔ ایک مرتبہ دمشق میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عبدالملک خود بھی بہت صاحب علم تھے۔

خلیفہ عبدالملک اور امام زہریؒ کے درمیان ایک مکالمہ ہوا جو درج ذیل ہے:

عبدالملک: کیوں امام زہری آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

امام زہریؒ: مکہ مکرمہ سے

عبدالملک: آج کل اہل مکہ کا پیشوا کون ہے؟

امام زہریؒ: محدث عطاء بن رباحؒ

عبدالملک: یہ عربی ہیں یا عجمی؟

امام زہریؒ: یہ ایک عجمی غلام ہیں جنہیں کسی عرب نے خرید کر آزاد کر دیا ہے۔

عبدالملک: تو پھر مکہ کے عرب اشراف نے انہیں اپنا سردار کیسے بنالیا؟

امام زہریؒ: اس لئے کہ وہ دینداری اور علمِ حدیث میں تمام اہل مکہ سے بڑھ کر ہیں۔

عبدالملک: ٹھیک ہے۔ واقعی اہل دیانت اور روایتِ حدیث میں صداقت اسی قابل ہے کہ انہیں سردار بنایا جائے۔ اچھا یمن میں مذہبی پیشوا کون ہے؟

امام زہریؒ: محدث طاؤس بن کیسانؒ

عبدالملک: یہ کون ہیں؟

امام زہریؒ: یہ بھی ایک عجمی غلام ہیں۔

عبدالملک: ان کی سرداری کا راز کیا ہے۔

امام زہریؒ: وہی دینداری اور روایت حدیث میں کمال جس نے عطاء بن رباحؒ کو مکہ کا سردار بنایا ہے۔

عبدالملک: واقعی ایسے لوگوں کو قوم کا سردار ہونا چاہئے۔ اچھا مصر کا کیا حال ہے، وہاں کی سرداری کا سہرا کس کے سر ہے؟

امام زہریؒ: محدث یزید بن حبیبؒ

عبدالملک: ان کو مصریوں نے کس بنا پر سردار بنایا ہے؟

امام زہریؒ: جس بنا پر اہل مکہ نے عطاء بن رباحؒ کو اور اہل یمن نے طاؤسؒ کو امام بنایا۔

عبدالملک: اچھا اہل شام کا امام کون ہے؟

امام زہریؒ: محدث مکحولؒ

عبدالملک: یہ کون ہیں؟

امام زہریؒ: یہ ایک عجمی غلام تھے جنہیں ایک عورت نے آزاد کر دیا تھا۔

عبدالملک: اچھا اہل جزیرہ (مراکش) کا مقتدا کون ہی؟

امام زہریؒ: محدث میمون بن مہران

عبدالملک: ان کا حال بتایئے؟

امام زہریؒ: جی! یہ بھی ایک غلام ہیں۔

عبدالملک: ارے امام زہری! یہ تو بتاؤ کہ اس وقت مدینہ منورہ کی سرداری کا تاج کس کے سر پر ہے۔ غالبًا یہاں کا پیشوا تو ضرور کوئی عرب ہوگا۔

امام زہریؒ: جی نہیں۔ مدینہ منورہ کا پیشوا بھی ایک غلام ہیں جن کا نام ضحاک بن مزاحمؒ ہے۔

عبدالملک: اچھا بصرہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہاں کسی عرب کو مذہبی فوقیت کا شرف حاصل ہے۔

امام زہریؒ: بصرہ کے پیشوا خواجہ حسن بصری ہیں جن کا تعلق غلام خاندان سے ہے۔

عبدالملک: ہائے افسوس! کوفہ کا حال بتایئے؟ وہ لوگ کس کی امامت کا دم بھرتے ہیں۔

امام زہریؒ: کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ امامت قوم کے تاجدار ہیں۔

عبدالملک: ان کا حسب نسب بتایئے؟

امام زہریؒ: یہ عرب ہیں۔

عبدالملک: امام زہری! اللہ کی قسم! آپ نے میرے دل کے اندر کے دریچوں کو کھول دیا۔ واللہ! مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ مستقبل میں یہی عجمی غلام امام اور مقتدا بن کر منبر پر خطبہ پڑھیں گے۔ ہائے افسوس! یہ کتنا بڑا انقلاب ہوگا۔

امام زہریؒ: امیر المومنین! اس میں تعجب یا افسوس کی کیا بات ہے۔ تعلیم اسلام اللہ کا دین ہے۔ جو علم دین حاصل کر کے اسلام کی خدمت وحفاظت کرے گا وہ یقیناً بلند مرتبہ پر ہوکر سرداری کا تاج پہنے گا اور جو اس کو ضائع کرے گا وہ بلا شبہ ذلت وپستی کے گہرے غار میں گر کر ذلیل وخوار ہوگا۔

(روح البیان: ج۲ص۳۲۱)

5.8 ۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا استغناء

اموی دور نے ور خلیفہ عبدالملک بن مروان حج کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے۔ اپنے گھر میں وہ بڑے وقار سے بیٹھے ہوئے تھے اور مکہ کے اشراف آپ کے اردگرد جمع تھے۔ اچانک سامنے سے مشہور تابعی بزرگ عطاء بن ابی رباحؒ داخل ہوئے۔ جیسے ہی خلیفہ کی نظر ان پر پڑی وہ کھڑے ہوگئے۔ سلام عرض کر کے نہایت احترام سے انہیں اپنے ساتھ بٹھایا اور ان سے کہا! اے محمد! اگر کوئی حاجت ہو تو پیش کر پیش کریں۔

عطاء بن ابی رباحؒ کہنے لگے! حرم شریف میں لوگوں کے ساتھ ظلم وزیادتی سے بچیں۔ ان کے بارے میں اللہ کا خوف کریں۔ مہاجر اور انصار کی اولادوں کے ساتھ حسن سلوک کریں کہ آپ انہی کی بدولت آپ اس مقام پر پہنچے ہیں۔ جو لوگ سرحدوں پر جہاد میں مصروف ہیں ان کے حقوق کا خیال کریں اصل میں یہی لوگ اسلام کا قلعہ ہیں۔ مسلمانوں کے معاملات اور مسائل میں پوری دلچسپی اور توجہ دیں کہ ان کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ آپ کے دروازے پر آنے والے حاجت مند آپ کے محتاج ہیں۔ ان سے غفلت نہ برتیں اور ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ کریں۔

عبدالملک مروان نے ان کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگا: آپ نے دوسروں کی ضروریات پیش کیں۔ جنہیں ہم

پورا کریں گے۔ مگر آپ نے اپنی ضرورت تو بتائی نہیں۔

حضرت عطاء نے اپنا بازو چھڑایا اور کہا! مخلوق میں سے مجھے کسی شخص سے کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چل دیئے۔

عبدالملک نے یہ سن کر کہا! اللہ کی قسم یہی تو سرداری ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۵ص۸۴)

5.9 ۔ حضرت امام جعفر صادقؒ اور حضرت شفیق بلخیؒ کی باتیں

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں! ایک دفعہ میں حج کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ قدسیہ میں ٹھہرا تو میں لوگوں کی زینت اور کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک خوبرو نوجوان پر نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے ہوئے اور اوپر اونی چادر اوڑھے ہوئے پاؤں میں جوتی ہے اور لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفی ہے یہ لوگوں پر بار ہوگا اس کے پاس جاؤں گا اور اسے تنبیہ کروں گا۔ میں اس کے قریب گیا۔ جب اس نے مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو کہا! اے شفیق! گمان کرنے سے بچو! بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بُرا کام ہے۔ اس نے جو میرے دل میں تھا میرا نام لے کر بتا دیا۔ یہ کوئی مرد صالح ہے میں اس سے ضرور ملوں گا اور اس سے اپنی بدگمانی کی معافی مانگوں گا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا اور وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ جب ہم مقام واقصہ میں اترے تو اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔

میں نے کہا کہ یہ تو وہی دوست ہے اس سے مل کر اپنا بدگمانی کا قصور معاف کرواؤں گا۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو کہا! اے شفیق! یہ آیت پڑھ: وَ اِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ ۔۔ جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کے چل دیا۔ میں نے کہا کہ یہ جوان ضرور ابدال ہوگا۔ میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں نے اس جوان کو دیکھا ہاتھ میں پیالہ لئے پانی

کے لئے کنویں پر کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ سے پیالہ کنویں میں گر پڑا میں اس کو دیکھ رہا تھا اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا! یا اللہ، اے مالک! سردار۔ تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔

شفیق فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ اس نوجوان نے اپنا پیالہ لے کے پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نماز پڑھنے کے بعد ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور ریت اٹھا کر پیالہ میں بھرتا رہا اور اسے ہلا ہلا کے پیتا رہا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اپنا جھوٹا مجھے عنایت کیجئے۔

اس نے کہا اے شفیق! خدا کی نعمتیں ظاہری یا باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ پھر اس نے پیالہ مجھے دے دیا میں نے اس میں سے پیا۔ ستّو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔

خدا کی قسم! اس سے لذیز اور خوشبودار کبھی کوئی چیز میں نے نہیں پی تھی میری بھوک و پیاس جاتی رہی، میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا لیکن کھانے پینے کی کوئی خواہش نہ ہوئی۔ اس کے بعد راستے میں مجھے وہ نوجوان نہیں ملا یہاں تک کہ قافلہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا۔

ایک دن آب زم زم کے کنویں کے پاس میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا نہایت عاجزی سے نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اسی حالت میں تمام رات گزر گئی جب صبح ہوئی تو وہ اپنے مصلیٰ پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ پھر کھڑا ہو کر فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہولیا باہر اس کے خادم وغلام نظر آئے۔ راستے میں جس طرح سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے۔ میں نے ایک شخص جو اس کے قریب تھا اس سے دریافت کیا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادقؒ ہیں۔ مجھے تعجب نہیں ہوا کیونکہ یہ عجیب وغریب کرامات ایسے ہی سیدزادے کی ہوسکتی ہیں۔

(نزہتہ البساتین)

5.10 ۔ کتّے کے اعلیٰ اوصاف

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کتّے میں گیارہ اوصاف ایسے ہوتے ہیں جو ہر مسلمان کو اپنانے چاہئیں:

۱۔ کتا بھوکا رہتا ہے، یہ ''**صالحین**'' کی صفت ہے۔

۲۔ کتا تھوڑی چیز پر قناعت کر لیتا ہے، یہ ''**صابرین**'' کی صفت ہے۔

۳۔ کتے کا کوئی گھر نہیں ہوتا، یہ ''**متوکلین**'' کی صفت ہے۔

۴۔ کتا راتوں کو بہت کم سوتا ہے، یہ ''**محبّین**'' کی صفت ہے۔

۵۔ کتا جب مر جاتا ہے تو اپنی کوئی میراث نہیں چھوڑتا، یہ ''**زاھدین**'' کی صفت ہے۔

۶۔ کتا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے، یہ ''**صادقین**'' کی صفت ہے۔

۷۔ کتا ادنیٰ جگہ پر رہنے پر راضی ہو جاتا ہے، یہ ''**متواضعین**'' کی صفت ہے۔

۸۔ کتے کی جگہ پر کوئی دوسرا قبضہ کر لے تو وہ اسے چھوڑ کر دوسری طرف چلا جاتا ہے، یہ ''**راضیین**'' کی صفت ہے۔

۹۔ کتے کو مار کر پھر بلایا جائے تو وہ فوراً واپس آ جاتا ہے، مار کا کینہ دل میں نہیں رکھتا، یہ ''**خاشعین**'' کی صفت ہے۔

۱۰۔ کتے کے سامنے اگر کھانا رکھا ہو تو وہ اس پر کبھی نہیں چھپٹتا جب تک اس کو دیا نہ جائے وہ نہیں کھاتا، یہ ''**مساکین**'' کی صفت ہے۔

۱۱۔ کتا جب ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کر جاتا ہے تو پلٹ کر دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھتا، یہ ''**مقرونین**'' کی صفت ہے۔

5.11 ۔ حضرت ابوحنیفہؒ کا مقام

حضرت علی ہجویریؒ کا کہنا ہے کہ ایک روز میں ملک شام میں سفر کر رہا تھا۔ میں حضرت بلالؓ کے روضہ پر پہنچا۔ وہاں میں آرام کرنے بیٹھ گیا اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا۔ اتنے میں سرورِ دو عالم ﷺ بنی شیبہ کے دروازے سے تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جس طرح بچے کو لیا جاتا ہے۔ میں فرطِ محبت سے بے قرار ہو کر آپ ﷺ کی طرف دوڑا اور آپ ﷺ کے پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ میں بہت حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے کہ حضور ﷺ نے قوتِ باطنی سے میری اس حیرت کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں۔ ابوحنیفہؒ

اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شریعت کے قائم کرنے والے احکامات کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان سے اس قدر محبت فرما رہے ہیں۔ اور حضور ﷺ کو ان سے جو ربط اور محبت ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ سے خطا ممکن نہیں ہے اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی خطا صادر نہیں ہوئی۔ یہ نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

5.12 ۔ امام ابوحنیفہؒ کا تحمل

کسی بدنصیب نے انتہائی غصہ میں آ کر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ایک تھپڑ مار دیا تو اس پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے انتہائی نرمی اور انکساری سے اس سے فرمایا!

بھائی! میں بھی تمہیں تھپڑ مار سکتا ہوں لیکن ماروں گا نہیں۔ میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں۔ حساب و کتاب کے دن تیرے ظلم سے اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں۔ بلکہ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں میری رسائی ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو میں تیرے بغیر جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ (حدائق الحنیفہ بحوالہ امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۲۹)

5.13 ۔ امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ

علماء اسلام نے تقویٰ کے تین درجہ بتائے ہیں:

۱) ادنیٰ ۲) اوسط ۳) اعلیٰ

ادنیٰ درجہ کا تقویٰ ایمان لانا ہے اس کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے رہائی ملے گی۔

اوسط درجہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کے ارتکاب سے آدمی گناہ گار بن جائے۔

اعلیٰ درجہ کا تقویٰ یہ ہے کہ باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ کر لے جو ماسوا اللہ میں مشغول کرے۔ یہ تقویٰ کا حقیقی درجہ ہے جو امام اعظمؒ کو حاصل تھا۔

حضرت مجدد الف الثانیؒ فرماتے ہیں! ممنوعات سے پرہیز کرنا یا باز رہنا ہی حقیقی تقویٰ ہے اور یہ دین کی بنیاد ہے۔ (مکتوب ۹ دفتر سوم)

حامد بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد)

یزید بن مکیتؒ فرماتے ہیں! علی بن حسنؒ نے ایک رات عشاء کی دوسری رکعت میں ''سورۃ الزلزال'' پڑھی۔ امام صاحب ان کے بالکل پیچھے کھڑے تھے۔ جب نماز مکمل ہوگئی اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سوچ میں گم بیٹھے ہیں اور گہری سانس لے رہے ہیں۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر مسجد سے باہر نکلا اور چراغ جلتا چھوڑ دیا اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔

فجر میں جب میں مسجد میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ کہہ رہے تھے۔ اے وہ ذات! جو چھوٹی سی بھلائی کا بدلہ دے گا اور چھوٹی سی بُرائی پر پکڑے گا۔ اپنے بندے نعمان کو آگ سے نجات عطا فرما اور ان باتوں سے بچا جو اس کی برائی سے قریب کر دیں اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل فرما۔

میں نے اذان دی تو اسی وقت چراغ بھڑکا اور آپؒ اس کے پاس کھڑے تھے۔ جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے کہا! تم چراغ لے جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے تو صبح کی اذان دی ہے۔ آپ نے فرمایا! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو کسی سے نہ کہنا۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یہاں تک کہ فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی اور

آپ نے اسی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

امام احمد بن حنبلؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں! وہ تو علم وتقویٰ، زہد اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ ایسے مرتبہ پر تھے جسے کوئی نہیں پا سکتا۔ انہیں اس بات پر کوڑے مارے گئے کہ قاضی کا عہدہ قبول کریں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ (شامی ج ا ص ۵۶)

حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں امام ابوحنیفہؒ کے خوفِ خدا اور مراقبہ کے بارے میں اسد بن عمروؒ کی روایت لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے رونے کی آواز رات میں سنی جاتی تھی یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے تھے۔

وکیعؒ فرماتے ہیں! بخدا آپ بہت دیانت دار تھے، خدا کی کبریائی اور جلالت آپ کے قلب میں گھر کرگئی تھی۔ آپ اپنے رب کی خوشنودی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے چاہے تلواروں سے ان کے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار (ولی اللہ) سے ہوتا ہے اور امام اعظمؒ واقعی ابرار میں سے تھے۔

امام ابو یحییٰ نیشاپوریؒ فرماتے ہیں! میں نے ساری رات امام اعظمؒ کو نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا ہے۔ میں دیکھتا کہ آپؒ کے آنسو مصلے پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔
(مناقب للموفق: ص ۲۵۶)

امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔ اس لئے میں فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں۔ (مناقب للموفق ص ۲۲۱)

آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف رہتا تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اس شخص نے کہا! اللہ سے ڈرو۔ یہ سننا تھا کہ امام صاحب کا چہرا زرد پڑ گیا۔ آپ نے سر جھکا لیا اور فرمایا! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہر وقت لوگوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی انہیں خدا کی یاد دلائے۔ (سوانح امام اعظمؒ: ص ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں! میں نے امام اعظمؒ سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا۔ تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہو گے جس کے سامنے کثیر مال پیش کیا گیا اور اس نے مال کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

اس پر کوڑے مارے گئے مگر اس نے صبر کیا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مصائب کو برداشت کیا مگر مال ومتاع قبول نہیں کیا۔ دوسروں کی طرح عہدہ، مال اور دنیا کی کبھی تمنا اور آرزو نہیں کی حالانکہ لوگ ان چیزوں کے لئے بہت محنت اور کوششیں کرتے ہیں۔ آپ ان تمام علماء کے برعکس تھے جنہیں ہم مال وانعام کے لئے دوڑتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ دنیا کے طالب ہیں اور دنیا ان سے بھاگتی ہے، جبکہ امام اعظمؒ دنیا سے دور بھاگتے تھے اور دنیا ان کے پیچھے آتی تھی۔ (مناقب للموفق: ص ۲۲۸)

حضرت مکی بن ابراہیمؒ فرماتے تھے کہ میں کوفہ والوں کے ساتھ رہا ہوں لیکن میں نے امام اعظمؒ سے زیادہ متقی کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعظمؒ کے تقویٰ کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہو گئیں تو آپ نے دریافت کیا کہ بکری کی زیادہ سے زیادہ عمر کتنی ہوتی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ سات سال تو سات سال آپؒ نے بکری کا گوشت نہیں کھایا کہ کہیں چوری کی بکری کا گوشت جسم میں نہ چلا جائے۔ انہی دنوں آپ نے ایک فوجی کو دیکھا کہ گوشت کھا کر اس کا فضلہ کوفہ کی نہر میں پھینک دیا تو آپ نے مچھلی کی طبعی عمر کے بارے میں دریافت کیا اور پھر اتنے سال تک مچھلی کے گوشت سے پرہیز کیا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۰)

امام رازی شافعیؒ لکھتے ہیں! ایک مرتبہ امام اعظمؒ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپؒ کی جوتی میں کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے نجاست دور کرنے کے لئے جوتی کو جھاڑا تو کچھ نجاست اڑ کر ایک مکان کی دیوار پر لگ گئی۔ آپ پریشان ہو گئے کہ اگر نجاست یوں ہی چھوڑ دی تو دیوار خراب ہو جائے گی اور اس کو کھرچ کر صاف کیا تو دیوار کی مٹی بھی ساتھ اتر جائے گی اور اس سے مالک مکان کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا جو صاحبِ خانہ باہر آئے تو اتفاق سے وہ ایک مجوسی تھا اور آپ کا مقروض تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ آپ قرض واپس لینے آئے ہیں۔ پریشان ہو کر عذر پیش کرنے لگا۔ آپؒ نے فرمایا کہ قرض کو چھوڑو میں تو اس الجھن میں ہوں کہ تمہاری دیوار کیسے صاف کروں۔ پھر پورا واقعہ بتایا۔ وہ مجوسی آپ کی احتیاط اور تقویٰ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور بے ساختہ بولا۔ آپ دیوار بعد میں صاف کیجئے گا پہلے کلمہ پڑھا کر میرا دل صاف کر دیں اور وہ مسلمان ہو گیا۔

(تفسیر کبیر زیر آیت مالکِ یوم الدین)

احمد بن بکیر ؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبشر ؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ جیسا قیام اللیل اور صائم النہار کرنے والا نہیں دیکھا۔ ابن ابی لیلیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے دروازے ہمارے لئے بھی کھلے اور امام ابوحنیفہ ؒ کے لئے بھی۔ لیکن امام صاحب نے آخرت کو اختیار کیا اور ہم نے دنیا کو۔ (مناقب للموفق)

ایک شخص مسجد کے ایک کونے میں کھڑا ہو کر امام صاحب کو برا بھلا کہنے لگا۔ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے اپنے ساتھیوں کو اس سے بات کرنے سے منع کر دیا اور خود بھی اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا اور اپنے درس میں مصروف رہے۔ درس سے فارغ ہو کر امام صاحب گھر جانے کے لئے چلے تو وہ شخص آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب امام صاحب اپنے گھر کے قریب پہنچے تو اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا! یہ میرا گھر ہے۔ اگر کچھ اور کہنا ہے تو کہہ لو پھر میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

5.14 ۔ مقروض کی دیوار کے سائے میں بیٹھنے سے پرہیز

ابوالقاسم قشیری ؒ نے اپنے رسالہ کے ''باب التقویٰ'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ اپنے قرض دار کے درخت کے سائے میں بیٹھنے سے بھی بچتے تھے اور فرماتے تھے! جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔

یزید بن ہارون ؒ کا قول ہے کہ میں نے کسی کو امام ابوحنیفہ ؒ سے زیادہ پرہیز گار نہیں پایا۔ میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے دیکھا۔ میں نے کہا! حضور اس سائے میں تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مالک مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سائے میں بیٹھوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اس مکان کے سائے میں بیٹھنے سے اجتناب کیا تو کسی نے اس کا سبب پوچھا؟ آپ نے فرمایا! مالک مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس کے مکان کے سائے میں بیٹھ کر نفع حاصل کروں۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ بھی سود ہوگا۔ مگر میں اور لوگوں کو اس بات پر واجب نہیں سمجھتا۔ لیکن ایک عالم کے لئے ضروری ہے کہ جس بات کی طرف لوگوں کو بلائے اس سے زیادہ خود عمل کرے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۱)

5.15۔ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک

کوفہ میں امام صاحب کا ایک پڑوسی رہتا تھا جس کا نام اسکاف تھا۔ وہ سارا دن کام کرتا تھا اور رات کو گھر آتا تو کبھی گوشت لے کر آتا اور پکا کر کھاتا تھا، کبھی مچھلی لاتا اور بھون کر کھاتا اور شراب پیتا تھا اور جب شراب کا نشہ زیادہ چڑھ جاتا تو اشعار کہنا شروع کر دیتا تھا۔

اضاعونی و ای اضاعوا لیوم کریھة و سداد ثغر

" انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور انہوں نے ایک ایسے نوجوان کو ضائع کیا ہے
جس سے حالتِ جنگ میں سرحدوں کی حفاظت کا کام لیا جاسکتا تھا "

وہ شراب پیتا رہتا اور اس شعر کو دہراتا رہتا حتیٰ کہ سو جاتا۔ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ ہر رات اس کی اس آواز کو سنتے۔ امام صاحب خود تو ساری رات نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ ایک رات جب امام صاحب نے اس کی آواز نہ سنی تو دوسرے دن اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ؒ کو بتایا گیا کہ اس کو خلیفہ کے سپاہی پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہ قید خانہ میں بند ہے۔

امام صاحب اپنے خچر پر خلیفہ کے دربار پہنچے اور حاضری کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے کہا! ان کو اجازت ہے۔ ان کو عزت کے ساتھ اندر لایا جائے اور ان کو سواری سے اترنے کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ امیر نے اپنی مجلس جاری رکھی، جب امام صاحب ؒ کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا۔ آپ ؒ نے فرمایا! میرا ایک پڑوسی ہے جس کا نام اسکاف ہے اس کو آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ امیر نے حکم دیا کہ اس رات کے سب قیدی چھوڑ دئے جائیں۔ امام صاحب اپنے ساتھ اپنے پڑوسی کو لے کر چلے۔ راستے میں امام صاحب نے اس سے کہا! "**یا فتی اضعنک**" (اے نوجوان! کیا ہم نے تجھے ضائع کر دیا) اس نے کہا! نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت کی اور رعایت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پڑوسی کے حقوق ادا کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے بعد وہ شخص تائب ہو گیا اور پھر کبھی ایسا گناہ نہیں کیا۔ (تاریخ بغداد)

صالحی نے اس حکایت میں اتنا اضافہ کیا کہ وہ امام صاحب کی مجلس میں بیٹھنے لگا اور بڑے درجہ کا فقیہہ بن گیا۔ (تبییض الصحیفہ :ص۱۳۶)

حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے مجلس میں اپنے ایک شاگرد کو دیکھا جس نے بہت پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو امام صاحبؒ نے انہیں روک لیا۔ جب سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے تو امام صاحب نے انہیں ایک بڑی رقم دی اور فرمایا کہ یہ رقم لو اور اس سے اپنی حالت درست کرلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں مالدار ہوں، نعمتیں گھر میں موجود ہیں اور مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! کیا تمہیں وہ حدیث نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے بندے پر اپنی نعمتوں کا مشاہدہ فرمائیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ ﴾

(مستدرک الحاکم : ۵ / ۴۰۶۳)

تمہیں اپنی حالت بدلنی چاہئے تاکہ تمہارے دوست تمہیں دیکھ کر غمزدہ نہ ہوں۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۷۸، بحوالہ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۱۷)

ایک مرتبہ امام اعظمؒ راستے میں جارہے تھے کہ غلطی سے ان کا پاؤں ایک بچہ کے پاؤں پر پڑ گیا۔ اس بچہ نے کہا! اے شیخ! کیا تو روز قیامت کے بدلے سے نہیں ڈرتا؟ یہ سننا تھا کہ امام صاحب پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو آپؒ سے کہا گیا کہ اس جملہ کا اتنا اثر لیا آپ نے۔ آپؒ نے فرمایا! مجھے ڈر ہے کہ یہ جملہ من جانب اللہ اس کے دل میں نہ ڈالا گیا ہو۔ (ملفوظات امام ابوحنیفہؒ از مفتی محمود اشرف عثمانی)

5.16 ۔ امام ابوحنیفہؒ کا صحابی کے قول کو قیاس پر ترجیح دینا

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جب کسی مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود ہو تو وہ میرے لئے سب سے اہم ہے۔ اور جب کوئی بات اصحابِ رسول سے منقول ہو تو ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں جاتے اور اگر کوئی بات تابعی سے منقول ہو تو پھر اپنے قیاس سے اس کا تقابل کرتے ہیں۔

5.17 ۔ قسم کھانے پر صدقہ

حضرت وکیع ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنے نفس پر لازم کرلیا تھا کہ اگر گفتگو میں سچی بات پر بھی خدا کی قسم کھائیں گے تو ایک درہم صدقہ کریں گے۔ ایک مرتبہ قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کیا۔ اسی طرح اپنے نفس کو سزا دیتے اور قسم کھانے سے اجتناب فرماتے اور اگر کبھی قسم کھاتے تو فوراً ایک درہم صدقہ کرتے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص۹۸)

5.18 ۔ امام اعظم ؒ کے گھر کے اخراجات

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ پر دنیا (انعام وہدایہ) پیش کی جاتی ہے اور آپ بیوی بچوں والے ہیں آپ کو بھی روپیہ پیسے کی ضرورت ہوتی ہے پھر بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! میرے اہل وعیال کا ذمہ دار اللہ ہے۔ ہمارا مہینہ بھر کا خرچ دو درہم ہے۔ ہمیں اولاد کے لئے ایسا مال جمع کرنے کا کیا فائدہ۔ جبکہ ان لوگوں کی اطاعت اور معصیت کا سوال ہم سے کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی روزی ہمارے لئے صبح وشام آجاتی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی!

وَفِيْ السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ O

(سورۃ الذاریات ۔ ۲۲)

آسمان میں تمہارا رزق اور وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص۹۹)

5.19 ۔ امام ابوحنیفہ ؒ کی تجارت میں دیانت داری

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنے شریک حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس تجارت کا مال بھیجا جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا۔ آپ نے انہیں یہ پیغام بھی دے دیا کہ جب اس کو بیچیں تو عیب کو ضرور بیان کریں۔ انہوں نے کپڑا

بیچ دیا لیکن غلطی سے اس کا عیب بتانا بھول گئے اور یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ کپڑا کس کو بیچا ہے۔ جب امام ابوحنیفہ ؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ؒ نے پوری رقم صدقہ کردی جو تیس ہزار درہم تھی۔ اس کے علاوہ اس شریک سے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص۹۸)

5.20 ۔ امام ابوحنیفہ ؒ کا حقوق العباد کا خیال کرنا

امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس ایک عورت ایک ریشمی کپڑا لائی جس کو وہ سو درہم میں بیچ رہی تھی۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ یہ سو درہم سے زیادہ کا ہے۔ تم کیا قیمت لوگی۔ اس نے ایک ایک سو کرکے بڑھانا شروع کیا اور چار سو تک پہنچ گئی۔ آپ ؒ نے فرمایا! یہ اس سے بھی زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا! کیا آپ مجھ سے مذاق کررہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! کسی مرد کو بلاؤ۔ وہ ایک آدمی کو بلا کر لائی۔ آپ نے اس سے اس کپڑے کا سودا کیا اور وہ کپڑا اس سے پانچ سو درہم میں خریدا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص۱۰۰)

5.21 ۔ امام ابوحنیفہ ؒ کی ذہانت

ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوگیا۔ اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے لا رہی تھی۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق اور اگر کسی اور کو پینے کو دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ دور ہوا تو خوب پچھتایا اور علماء کے پاس دوڑا۔ علماء نے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پایا۔ آخر کار وہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا! اس پیالے میں کپڑا ڈال کر بھگولو۔ اس طرح تمہاری شرط بھی پوری ہوجائے گی اور وہ عورت طلاق سے بچ جائے گی۔

5.22 ۔ افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ

امام ابوحنیفہؒ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا! ہاں! ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مرگئی ہے اوراس کے پیٹ میں بچہ حرکت کرر ہا ہے۔ اس حال میں کیا کرنا چاہئے۔ میں نے ان سے کہا کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے۔ لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا کیونکہ بچہ کو زندہ نکالنے کا مجھے علم نہیں تھا۔ تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتویٰ پر مجھے افسوس رہا۔

پوچھنے والے عالم نے کہا! یہ اجتہاد تو قابل افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل رہا کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کراس مرتبہ پر پہنچنے والا بچہ میں ہی ہوں۔ (حدائق الحنیفہ ص۷۰)

5.23 ۔ امام اعظمؒ سے انوکھا سوال

آپؒ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے عجیب قسم کا سوال کیا: کہنے لگا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو جنت کا امیدوار نہ ہو نہ دوزخ کا، پروردگار سے نہ ڈرتا ہو، مردار کھاتا ہو، بے رکوع وسجود نماز پڑھتا ہو، بن دیکھی بات پر گواہی دیتا ہو، سچی بات کو ناپسند کرتا ہو، فتنہ کو دوست رکھتا ہو، رحمت سے بھاگتا ہو، یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہو؟

آپ نے فرمایا! کیا تمہیں اس شخص کا علم ہے؟ اس نے کہا! نہیں! مگر میں نے اس سے زیادہ برا کسی کو نہیں دیکھا اس لئے آپ سے سوال کیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا! ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

ان سب نے کہا کہ ایسا شخص بہت برا ہے، یہ صفت کافر کی ہے۔ یہ جواب سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا سچا دوست ہے۔ اس کے بعد سوال کرنے والے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں اس سوال کا جواب دے دوں تو تم میری برائیاں کرنے سے باز آجاؤ گے اور اس چیز سے بچو گے جو تمہیں نقصان پہنچا رہی ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا!

وہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا بلکہ رب جنت سے امید رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ اپنی بادشاہت میں کسی پر ظلم کرے۔ مردہ مچھلی کھاتا ہے، جنازے کی نماز پڑھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی درود پڑھتا ہے۔ ان دیکھی بات پر گواہی دینے کہ یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور موت کو ناپسند کرتا ہے جو برحق ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور مال و اولاد فتنہ ہیں جن کو یہ دوست رکھتا ہے۔ رحمت بارش ہے۔ یہود کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے " لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ " (عیسائی بالکل گمراہی پر ہیں) اور نصاریٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے " لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ " (یہود بالکل گمراہی پر ہیں)۔

جب اس شخص نے یہ پُر مغز جواب سنا تو کھڑا ہوا اور امام ابوحنیفہ ؒ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا!
" میں قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔"

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص۱۰۶)

5.24 ۔ گواہوں کی شہادت کا مسئلہ

ایک دفعہ ایک شخص نے مرتے وقت امام اعظم ؒ کی غیر موجودگی میں ان کے لئے وصیت کی۔ امام ابوحنیفہ نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا اور شہادت پیش کی کہ فلاں شخص نے مرتے وقت میرے لئے وصیت کی ہے۔ قاضی ابن شبرمہ نے یہ سن کر امام صاحب سے سوال کیا کہ امام صاحب اس بات پر حلف اٹھا کر تصدیق کریں کہ گواہوں نے ٹھیک شہادت دی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ وصیت کے وقت میں حاضر نہیں تھا اس لئے مجھ پر حلف عائد نہیں ہوتا۔

قاضی ابن شبرمہ نے کہا! امام صاحب! آپ کی قیاس آرائیاں گمراہ کن ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے جواب دیا کہ اگر کسی نابینا آدمی کا سر زخمی کر دیا جائے اور واقعہ کی شہادت کے لئے دو گواہ پیش کئے جائیں تو کیا نابینا سے حلف لیا جائے گا کہ وہ سچی شہادت پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ تو دیکھ بھی نہیں سکتا۔ یہ سن کے قاضی ابن شبرمہ نے امام صاحب کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ساتھ ہی وصیت بھی نافذ کر دی۔ (امام اعظم ؒ از استاد الزہرہ مصری)

5.25 ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دشمن کی توبہ کا واقعہ

کوفہ میں ایک شخص نعوذ باللہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام اعظمؒ نے اس کے پاس جا کر اس سے کہا! میں تمہاری لڑکی کے لئے شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ لڑکا نہایت شریف، مالدار، حافظ قرآن، سخی اور عبادت گزار ہے اور خوف خدا رکھتا ہے۔ نماز روزے کا سخت پابند ہے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا! میں تو اس سے کم حیثیت والے شوہر پر بھی راضی تھا۔ یہ رشتہ تو بہت خوب ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا! مگر ایک بات ہے۔ وہ یہ کہ لڑکا یہودی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص غصہ میں آ گیا اور شدت سے اس رشتہ سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ ایک یہودی سے میری بیٹی کا نکاح کرانا چاہتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا! تمہارے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادیاں یہودی سے کی تھیں۔ یہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے دل میں حق کے لئے کھول دیا اور اس نے فوراً استغفار کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عزم کرلیا۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۸۳، بحوالہ تاریخ بغداد ۳۶۴/۱۳)

5.26 ۔ بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی ترکیب

ایک مرتبہ ایک شخص اپنا مال کہیں دفن کر کے بھول گیا۔ پھر امام اعظمؒ کی خدمت میں اس بارے میں مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے ہاں! ایک مشورہ ہے کہ تم جاؤ اور صبح تک نماز پڑھتے رہو تم کو یاد آ جائے گا۔ چنانچہ اس شخص نے نماز پڑھنی شروع کر دی ابھی چوتھائی رات بھی نہ گزری تھی کہ اسے یاد آ گیا اور وہ نماز چھوڑ کر سکون سے سو گیا۔ اگلی صبح وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے رات بھر نماز پڑھنے کبھی نہ دے گا۔ لیکن مجھے تم پر بھی افسوس ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے پوری رات نماز کیوں نہیں پڑھی۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۲۱)

5.27 ۔ چور کا نام بتانے پر بیوی کو طلاق

ایک دن امام اعظمؒ کے پاس ایک نہایت ہی پریشان حال اور رنجیدہ شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا! حضرت! رات کے وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے۔ ان سے جس قدر مال اٹھایا جا سکا اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ وہ میرے محلے کا رہائشی ہے اور ہماری مسجد میں نماز پڑھتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ لیا۔ اور مجھ سے قسم لی کہ اگر میں نے راز افشا کیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ پھر اس بات کا حلف لیا کہ اگر تم نے میرا نام لیا تو میرے گھر کا تمام سامان اور مال شہر کے غرباء میں تقسیم ہو گا۔ پھر اس نے کہا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ نکالوں اور نہ اشارے سے کسی کو بتاؤں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اس کا نام کسی پر ظاہر کر دیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کا اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہتا ہوں۔

امام اعظمؒ نے فرمایا! اب تم جاؤ اور میرے پاس کسی ایسے آدمی کو بھیجو جس پر تم کو سب سے زیادہ اعتماد ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیج دیا۔ امام صاحب نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور سارا قصہ بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے ان کے سامنے سے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کر دو۔ ہر آدمی گزرتا جائے اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمہارا چور ہے۔ تمہارا بھائی نہیں کہتا جائے لیکن جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی خاموش کھڑا رہے۔ کوئی بات نہ کرے اور نہ کوئی اشارہ کرے۔ اس شخص کو پولیس گرفتار کر لے گی اور حاکم کے سامنے پیش کر دے گی۔ انہوں نے اس طرح کیا جیسا امام اعظمؒ نے فرمایا تھا۔ ان کی اس ذہانت نے چور کو پکڑوا دیا، اس کا سارا سامان مل گیا اور اس کی بیوی کو طلاق بھی نہیں ہوئی۔

(امام اعظمؒ ص ۴۹)

5.28 ۔ کوفہ میں قتل عام روکنا

ضحاک بن قیس شیبانی حروری خارجیوں کا کمانڈر تھا۔ وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ میں آ پہنچا اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا اور فرمان جاری کر دیا کہ کوفہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر دیا جائے۔ اس وقت امام اعظمؒ مسجد میں تشریف لائے اور ضحاک سے کہا کہ میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

ضحاک نے پوچھا؟ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا کہ تم لوگوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ سب مرتد ہیں اور مرتد کی یہی سزا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! ارتداد تو ایک دین سے دوسرے دین کو اختیار کرنے کا نام ہے۔ تم بتاؤ کہ وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین پر ہیں۔ کیا وہ پہلے والے دین پر نہیں ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ اپنا سوال دہرایئے۔ آپؒ نے فرمایا! وہ لوگ پہلے کس دین پر تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرا دین اختیار کیا ہے۔

ضحاک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے کہا کہ واقعی یہ میری غلطی ہے۔ اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میان میں رکھ لیں اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ امام صاحب کی ذہانت تھی جس کی وجہ سے کوفہ شہر قتل عام سے بچ گیا۔

(امام اعظمؒ ص۵۰)

5.29 ۔ نبوت کی دلیل

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں اپنی نبوت کی دلیل پیش کروں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو اس سے نبوت کی دلیل طلب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(الخیرات الحسان)

5.30 ۔ سانپ کے کاٹے پر دیت

ایک دن ایک مجلس میں امام ابوحنیفہ ؒ ، سفیان ثوری ؒ ، قاضی ابن ابی لیلیٰ ؒ ، موجود تھے۔ ایک آدمی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ ایک مجلس میں ایک سانپ آ گیا اور ایک شخص کے اوپر چڑھنے لگا اس نے خوفزدہ ہو کر اس کو جھٹکا تو وہ دوسرے شخص پر چلا گیا۔ دوسرے نے اسے جھٹکا تو وہ تیسرے کے اوپر جا گرا۔ بالآخر اس سانپ نے آخری آدمی کو ڈس لیا اور وہ مر گیا۔ سوال یہ ہے کہ دیت کس پر آئے گی؟

اس کے جواب میں مختلف لوگوں نے مختلف جواب دئے۔ کسی نے کہا کہ پہلے شخص پر دیت آئے گی، کسی نے کہا کہ سب پر دیت آئے گی، کسی نے کہا کہ آخری آدمی پر دیت آئے گی۔ امام صاحب سب کے جواب سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔

آخر میں جب امام صاحب سے اس کا جواب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا! جب پہلے آدمی نے دوسرے پر سانپ کو جھٹکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح یکہ بعد دیگرے سب بری ہوتے گئے۔ ہاں صرف آخری آدمی سے پہلے آدمی کے بارے میں کلام ہے۔ اگر اس کے پھینکتے ہی سانپ نے کاٹ لیا تو اس پر دیت آئے گی اور اگر کچھ وقفہ کے بعد کاٹا تو یہ آدمی بھی بری الذمہ ہو گیا۔ کیونکہ اس آدمی نے اپنے حفاظت میں جلدی نہیں کی اور تیزی سے کام نہیں کیا اس لئے اس میں غفلت پائی گئی۔ اس غفلت کی وجہ سے وہ خود قصوروار ہے اور کسی پر دیت نہیں ہے۔ اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام صاحب کی تعریف کی۔

(سیرۃ النعمان: ص ۵۷)

5.31 ۔ دلہنیں بدل جانے کا واقعہ

صمیری نے لکھا ہے کہ وکیع نے بیان کیا ہے کہ ایک ولیمہ کی دعوت میں ابوحنیفہ ؒ ، سفیان ثوری ؒ ، مسعر ؒ ، مالک بن مغول ؒ ، جعفر بن زیاد ؒ ، احمر ؒ اور حسن بن صالح ؒ مدعو تھے۔ کوفہ کے اشراف اور معززین کا اجتماع تھا۔ صاحب خانہ کے دو بیٹوں کی شادیاں ایک شخص کی دو بیٹیوں کے ساتھ ہوئیں تھیں۔ وہ شخص گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا! ہم ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ گھر میں غلطی سے رات کو دلہنیں بدل گئیں اور انہوں

نے اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ رات گزار لی۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ میرے نزدیک دونوں افراد پر شب باشی کرنے کی وجہ سے مہر واجب ہے۔ اور یہ عورتیں اپنے شوہروں کے پاس واپس چلی جائیں (یعنی جس سے نکاح ہوا ہے)۔ لوگوں نے سفیان ثوریؒ کی بات سنی اور پسند کیا۔

امام ابو حنیفہؒ خاموش بیٹھے رہے۔ مسعرؒ نے ان سے کہا! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ اس بات کے علاوہ اور کیا کہیں گے۔

امام ابو حنیفہؒ نے کہا! دونوں لڑکوں کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں آئے۔ امام صاحب نے ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ دریافت کیا۔ کیا تم کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے رات گزاری ہے۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے ہر ایک سے کہا کہ اس عورت کا نام کیا ہے جس کا نکاح تمہارے ساتھ ہوا تھا جو تمہارے بھائی کے پاس گئی ہے۔ دونوں نے لڑکی اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ آپ نے ان دونوں سے کہا کہ اب تم ان کو طلاق دے دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دے دی۔

پھر آپ نے خطبہ پڑھ کر ہر ایک کا نکاح اس عورت سے کر دیا جو رات کو اس کے پاس رہی تھی۔ آپ نے دونوں لڑکوں کے والد سے کہا کہ دعوتِ ولیمہ کی تجدید کرو۔ ابو حنیفہؒ کا فتویٰ سن کر سب حیران رہ گئے۔ مسعرؒ نے اٹھ کر امام ابو حنیفہؒ کا منہ چوم لیا اور کہا کہ تم لوگ مجھے ابو حنیفہؒ کی محبت پر ملامت کرتے ہو۔

5.32 ۔ مور کی چوری

امام صاحبؒ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا۔ اس نے امام صاحب سے شکایت کی، امام صاحبؒ نے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا کہ کسی سے ذکر نہ کرنے کا کہا۔ جب اگلے روز نماز کے لئے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس شخص کو شرم کرنی چاہئے جو اپنے پڑوسی کا مور چوری کرتا ہے اور پھر نماز پڑھنے آ جاتا ہے حالانکہ مور کا پر اس کے سر کے بالوں پر ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ امام صاحب نے اس شخص سے کہا کہ اے فلاں! اس کا مور واپس کر دے۔ وہ اپنے جرم پر نادم ہوا اور معافی مانگ کر اس نے چوری کیا ہوا مور واپس کر دیا۔ (الخیرات الحسان)

533 ۔ میراث میں حصہ

امام ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اس نے چھ سو دینار چھوڑے ہیں لیکن مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے پوچھا! تمہاری میراث کس نے تقسیم کی ہے۔ اس نے کہا کہ داؤد طائی ؒ نے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے صرف اتنا ہی حصہ ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے اس سے پوچھا! کیا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ماں، بیوی، بارہ بھائی، اور ایک بہن پیچھے چھوڑے ہیں۔

اس نے کہا! بالکل۔ فرمایا! دو تہائی یعنی چار سو بیٹیوں کا، چھٹا حصہ یعنی سو دینار ماں کا، آٹھواں حصہ یعنی ۷۵ بیوی کا، باقی بچے ۲۵ دینار، چونکہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہوتا ہے اس لئے ان کو دو دو دینار ملے اور تمہارے لئے ایک دینار رہے۔

5.34 ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ

امام ابوحنیفہ ؒ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد ؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلّہ میں ایک چکی پیسنے والا رہتا تھا جو نہایت غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اس نے ایک مرتبہ یہ حرکت کی کہ اپنے دو خچروں میں ایک کا نام (معاذ اللہ) ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان ہی میں سے ایک نے اسے دولتیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ میرے دادا امام ابوحنیفہ ؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے حاضرین محفل سے فرمایا کہ ذرا جا کر دیکھو جس خچر نے اسے قتل کیا ہے، وہ ہوگا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعی وہ وہی خچر تھا۔(حیوۃ الحیوان)

5.35 ۔ امام اعظم ؒ کی عزت پر حملہ

عبدالرحمٰن صفوری شافعی ؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض علماء نے بیان کیا کہ ایک بار امام ابوحنیفہ ؒ کے حاسدوں نے چاہا کہ ان کی شہرت اور عزت کو داغدار کریں۔ اس ارادے سے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر اس بات

پر راضی کرلیا کہ ابوحنیفہ ؒ کو رات کے وقت اپنے گھر بلائے اور لوگوں پر ظاہر کرے کہ انہوں نے اس کی آبروریزی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ جب پچھلی رات کو امام صاحب نماز کے ارادہ سے جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے تو وہ عورت ان کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند سخت بیمار ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کر دے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت سے پہلے اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ ذرا آپ میرے ساتھ چلئے۔ چنانچہ آپ اس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور چلانے لگی۔ حاسدین جو تاک میں تھے آ پہنچے۔ امام صاحب اور اس عورت کو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لے گئے۔ حاکم نے حکم دیا کہ طلوع آفتاب تک ان دونوں کو قید رکھو۔

امام صاحب قید خانے میں نماز پڑھنے لگے اس عورت کو بہت شرمندگی ہوئی کہ اس نے ایک شریف آدمی پر اتنا گھناؤنا الزام لگا دیا۔ اس نے امام صاحب کو سب کچھ بتا دیا جو حاسدوں نے ان کے خلاف پلان بنایا تھا۔ امام صاحب نے اس سے کہا کہ داروغہ جیل سے کہہ کہ مجھے حاجت درپیش ہے میں ابھی لوٹ کر آتی ہوں۔ یہ کہہ کے میری بیوی کے پاس جاؤ اور ان کو تمام ماجرہ بیان کر دو اور ان سے کہو کہ وہ اسی وقت میرے پاس چلی آئیں اور تم راستے میں سے اپنے گھر چلی جانا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی بیوی قید خانہ میں آ گئیں۔

جب سورج طلوع ہوا تو حاکم نے امام صاحب اور عورت کو طلب کیا۔ امام صاحب سے کہا کہ تمہیں ایک اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا کس طرح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے کہا کہ فلاں صاحب کو میرے پاس بلوا دیجئے یعنی اپنے سسر کو بلا لیا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اپنی بیوی کا منہ کھول کر انہیں دکھا دیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ میں نے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کیا ہے۔ یہ سن کے حاکم نے انہیں باعزت بری کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کی نظروں میں گرنے سے بچا لیا۔

5.36 ۔ امانت واپس لینے کی ترکیب

ایک دفعہ ایک شخص نے حج پر جانے سے پہلے کسی کے پاس کچھ امانت رکھوائی اور حج پر چلا گیا۔ جب واپس آیا اور اس شخص سے اپنی امانت واپس لینے کا مطالبہ کیا تو وہ امانت دینے سے مکر گیا۔ وہ شخص سیدھا امام صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص کے پاس میں نے حج پر جانے سے پہلے امانت رکھوائی تھی اب وہ واپس دینے سے انکار کر

رہا ہے۔ امام صاحب نے اس سے فرمایا کہ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ چنانچہ امام صاحب نے اس شخص کو بلایا جو امانت دینے سے انکار کر رہا تھا اور اس سے تنہائی میں لے جا کر کہا۔ ان دنوں حکومت کے کچھ لوگ میرے پاس مشورہ کرنے آئے تھے کہ کون شخص قضاء کی اہلیت رکھتا ہے اگر آپ اس کی سفارش کریں تو اس کو وہ عہدہ دے دیا جائے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نام دے دوں۔ وہ خوشی سے عہدہ لینے کے لئے تیار ہو گیا لیکن امام صاحب کے سامنے تکلفاً منع کرنے لگا۔

امام صاحب نے اس کو رخصت کیا اور سائل کو بلایا کہ اب تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری امانت واپس کر دے گا۔ چنانچہ یہ شخص پھر اس کے پاس گیا اور اس سے امانت واپس کرنے کے لئے کہا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ کہیں میری بد دیانتی کی شہرت نہ ہو جائے اور یہ عہدہ میرے ہاتھ سے چلا جائے فوراً امانت واپس کر دی۔ بعد میں وہ امام صاحب ؒ کے پاس آیا کہ عہدے کے بارے میں معلوم کر سکے تو امام صاحب ؒ نے اس سے کہا کہ یہ عہدہ تمہارے مرتبہ سے کم ہے میں اس سے بڑے عہدے کو خیال میں رکھوں گا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری: ص ۴۰)

5.37 ۔ دفن خزانہ مل گیا

امام ابو یوسف ؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص امام ابو حنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کچھ مال گھر میں دفن کیا تھا۔ اب وہ جگہ بھول گیا ہوں کہ کہاں دفن کیا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس کے گھر چلو۔ وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر پر آ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم سوتے کہاں ہو اور کپڑے کہاں رکھتے ہو۔ وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا۔

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور آپ کو کچھ دفن کرنا ہوتا تو آپ کہاں دفن کرتے۔ ایک نے کہا یہاں، دوسرے نے کہا وہاں اس طرح پانچ جگہوں کی نشاندہی ہو گئی۔ امام صاحب نے ان جگہ پر کھودنے کا حکم دیا۔ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا۔ امام صاحب ؒ نے اس شخص سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارا مال لوٹا دیا۔ (عقود الجمان: ص ۲۵۷)

5.38 ۔ طلاق سے بچنے کی ترکیب

امام ابوحنیفہ ؒ نے اپنے بیٹے حماد کی ماں کے علاوہ ایک اور عورت سے نکاح کرلیا۔ جب حماد کی ماں کو پتہ چلا تو انہوں نے اصرار کیا کہ دوسری بیوی کو طلاق دے دو اور خود امام صاحب سے الگ ہوگئیں۔ امام صاحب ؒ نے ایسی ترکیب کی کہ حماد کی ماں کو یقین ہوگیا کہ نئی بیوی کو طلاق پڑ گئی اور انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ امام صاحب نے دوسری بیوی سے کہا کہ تم میرے گھر ام حماد کے پاس آنا۔ میں وہاں ہی ہوں گا اور آ کر یہ مسئلہ پوچھنا کہ جب کسی شخص نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو پہلی عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے۔ ام حماد اپنی سوکن کو پہچانتی نہیں تھیں۔

امام صاحب ؒ کے کہنے کے مطابق وہ آئیں اور یہی سوال کیا۔ امام صاحب ؒ نے جواب دیا کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کو چھوڑے۔ حماد کی ماں یہ باتیں سن رہیں تھیں۔ کہنے لگیں کہ جب تک اپنی نئی بیوی کو طلاق نہیں دو گے میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ میری ہر وہ بیوی جو اس گھر کے باہر ہے اسے تین طلاق۔ بس پھر کیا تھا ام حماد خوش ہوگئیں اور امام صاحب ؒ سے معافی مانگنے لگیں۔ امام صاحب ؒ نے اپنی نئی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی کیونکہ وہ اس وقت ان کے گھر میں موجود تھیں۔ (تذکرۃ النعمان: ص ۲۵۱)

5.39 ۔ رومی وزیر سے مناظرہ

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا کہ خلیفہ وہاں کے علماء وفضلاء کو جمع کر کے اس کے تین سوالات کا تسلی بخش جواب دیں ورنہ وہ ان پر خراج لگا دیا جائے گا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہ ؒ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کئے۔ مختلف علماء نے ان کے جوابات دئے لیکن وہ تسلی بخش نہیں تھے۔ آخر میں امام ابوحنیفہ ؒ نے جواب دینے کی اجازت چاہی۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے رومی وزیر سے کہا کہ تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) ہوں۔ اس لئے منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ بات

مناسب ہے۔

اس پر وزیر منبر سے اتر آیا اور امام صاحب ؒ اس کی جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت حال سے مجلس کا ماحول بدل گیا۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے رومی وزیر سے کہا کہ سوال پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہ ؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ: تو پھر محض حسابی عدد ''ایک'' کا یہ حال ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہوسکتی ہے۔

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ ؒ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا رخ کس طرف ہے۔

رومی وزیر: چاروں طرف

امام ابوحنیفہ ؒ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کی کوئی خاص سمت معین نہیں کی جاسکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لئے کوئی خاص رخ کیسے معین ہوسکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہ ؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہوگیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور علماء کا مجمع امام ابوحنیفہ ؒ کی حاضر جوابی اور دلائل پر خوش ہوئے اور حیران رہ گئے۔

(گلہائے رنگارنگ: ص ۹۷، بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از منشی محبوب عالم)

5.40 ۔ امام اعمشؒ اوران کی بیوی کا قصہ

سعید بن یحییٰؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں امام اعمشؒ اوران کی بیوی کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی۔ اس عورت نے قسم کھائی کہ وہ اپنے خاوند سے بات نہیں کرے گی۔ امام اعمشؒ کو بھی غصہ آ گیا اورانہوں نے بھی قسم کھائی کہ اگر آج اس نے مجھ سے بات نہیں کی تو اسے طلاق ہے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو امام اعمشؒ نادم ہوئے اور اس قسم سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ رات کو ہی اپنے شاگرد امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر ہوئے اور رات کو بے وقت ان کے پاس آنے کی معذرت کرنے لگے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ معذرت کو چھوڑیں حکم کریں کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور تمام معاملہ کی تفصیل سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ ان کو اس مشکل سے نکلنے کے لئے کوئی حل بتائیں۔ امام صاحبؒ نے گھر کے قریب والی مسجد کے مؤذن کو بلایا اوراس سے کہا کہ آج صبح فجر کی اذان سحر ہونے سے پہلے دے دینا۔ حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ اذان سحر ہونے سے پہلے نہیں دینی چاہئے۔ لیکن امام صاحب نے امام اعمشؒ کو طلاق سے بچانے کے لئے یہ طریقہ اپنایا۔ جب مؤذن نے قبل از وقت فجر کی اذان دی تو امام اعمشؒ کی بیوی یہ سمجھیں کہ صبح ہوگئی اور طلاق واقع ہوگئی ہے کیونکہ رات ختم ہوگئی ہے اوراگلا دن شروع ہوگیا ہے۔ بیوی نے کہا!

'' الحمد للّٰہ الذی اراحنی منک یا سیئی الاخلاق ''

تمام تعریفیں محض اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے تم جیسے سخت مزاج شخص سے راحت بخشی۔

امام اعمشؒ نے کہا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے انہوں نے بہت عمدہ حیلہ پر دلالت فرمائی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہؒ)

امام اعمشؒ بہت بڑے محدث تھے اور حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے استاد تھے۔ ان کا شمار نامی گرامی محدثین میں ہوتا تھا۔ لیکن مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک فقیہہ کے دروازے پر حاضر ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ پورے دین پر عمل کرنے کے لئے فقہ کی بہت ضرورت ہے۔ یہ مقولہ کہا گیا ہے کہ

'' محدثین قول شناس رسول ﷺ ہیں اور فقہاء مزاج شناس رسول ﷺ ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین کسی نہ کسی امام مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔

5.41 ۔ امام ابو یوسفؒ کے مسئلہ کا حل

عبید بن اسحاقؒ نے روایت کہ ہے کہ ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ اوران کی بیوی کے درمیان کچھ نا چاقی ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں ان کی بیوی ناراض ہوگئیں اوران سے بات کرنا چھوڑ دی۔ امام یوسفؒ بھی غصہ میں تھے انہوں نے کہہ دیا کہ اگر میرے ساتھ بات نہیں کی تو تین طلاق۔ اب امام یوسفؒ کو فکر ہوئی اور کوشش کرنے لگے کہ ان کی بیوی ان سے بات کرے۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھی۔ امام یوسفؒ بہت مغموم تھے وہ اٹھ کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس چلے گئے۔ جا کے ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا رات کا وقت تھا۔ امام صاحب سوچنے لگے کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جب امام یوسفؒ کو دیکھا تو امام یوسفؒ صفائیاں پیش کرنے لگے۔

امام اعظم ؒ نے کہا کہ اس کو چھوڑو مسئلہ بتاؤ کیا ہے۔ انہوں نے تمام قصہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اس کا آسان حل ہے۔ امام صاحب چراغ اٹھا کر لائے اور ایک بہت خوبصورت لباس لائے جو خوشبو سے معطر تھا۔ وہ لباس امام ابو یوسفؒ کو پہنایا، ان کے بدن پر خوشبو لگائی اور کہا کہ اب گھر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ اگر تم مجھ سے بات نہیں کرتی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے علاوہ مجھے کوئی اور بیوی نہیں ملے گی۔

جب امام ابو یوسفؒ کی بیوی نے ان کا زرق برق لباس دیکھا اوران کے پاس سے خوشبوئیں مہک رہیں تھیں تو سمجھیں کہ یہ دوسرا نکاح کرنے کی تیاری کر کے آئے ہیں تو فوراً بول اٹھیں اور کہا کہ اے سرتاج! فلاں بات اس طرح ہے کہ۔۔۔ (یعنی آپ سے بات کرنے لگیں)۔ اس طرح امام ابو یوسفؒ اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کی فراست سے اپنی قسم سے بری ہو گئے۔ (مناقب ابی حنیفہؒ)

5.42 ۔ حقدار کی وصیت

عبید بن اسحاقؒ بیان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک آدمی جو مرنے کے قریب تھا۔ اس نے وصیت کرنا چاہی اور ایک جان پہچان کے شخص کو بلایا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی اس کو دی اور اس سے کہا کہ اسے محفوظ رکھنا اور جب میرا بچہ جوان ہو جائے تو جو تو پسند کرے اس کو اس تھیلی میں سے دے دینا۔ جب بچہ جوان ہوا تو اس کو اس شخص نے خالی تھیلی دے دی اور دینار خود رکھ لئے اور کہا کہ تیرے والد نے ایسے ہی وصیت کی تھی کہ جب میرا

بچہ جوان ہو جائے تو تجھے اس تھیلی سے جو پسند ہو اسے دے دینا۔ لہٰذا میں تیرے لئے یہ تھیلی پسند کرتا ہوں تو وہ بچہ اس شخص کی چالاکی پر حیران ہو گیا اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے علماء سے مسئلہ کا حل پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے والد کی وصیت کے مطابق وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس دوران وہ نوجوان امام ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا قصہ بیان کیا۔

امام صاحب نے فرمایا! تمہارے باپ نے ایک لطیف طریقہ سے وصیت کی ہے تمہارا باپ بڑی حکمت والا ہے۔ امام صاحب ؒ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ مرنے والے نے یوں کہا تھا کہ جو تجھے اس میں سے پسند ہو وہ میرے بیٹے کو دے دینا۔ اس نے کہا ہاں! اسی طرح مجھے اس نے حکم دیا تھا۔

امام صاحب ؒ نے فرمایا! اب تو دینار پسند کرتا ہے اور خالی تھیلی پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا جو چیز تجھے پسند ہے وصیت کے مطابق وہ اس کے بیٹے کو دینی ہوگی۔ اس لئے کہ تھیلی تجھے پسند نہیں اور دینار تجھے پسند ہیں۔ اس لئے اسے دینار دو اور تھیلی اپنے پاس رکھو۔ وہ شخص وصیت کے مطابق دینار دینے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح امام صاحب نے اس نوجوان کو اس کا حق (دینار) دلا دئے۔ (مناقب ابی حنیفہ ؒ)

5.43 ۔ جواب کی حکمت

ایک دن امام ابوحنیفہ ؒ اپنے احباب کے ہمراہ کوفہ سے باہر جا رہے تھے کہ راستہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ مل گئے۔ انہوں نے سلام کیا اور امام ابوحنیفہ ؒ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ جب یہ لوگ ایک باغ میں پہنچے تو وہاں کچھ گانے والی عورتوں کے گانے کی آواز آئی، یہ عورتیں بدنام سمجھی جاتی تھیں۔ عورتوں نے انہیں دیکھا تو خاموش ہو گئیں۔ حضرت ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! '' احسنتن '' (تم نے خوش کر دیا)۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب کے یہ الفاظ یاد رکھے تاکہ کبھی کسی محفل میں انہیں شرمسار کرنے کے لئے بیان کئے جائیں۔ ایک دن عدالت میں کسی گواہی کے لئے امام ابوحنیفہ ؒ کو بلایا گیا۔ امام صاحب ؒ نے تحریری گواہی عدالت میں داخل کی جسے قاضی ابن ابی لیلیٰ نے مسترد کر دی اور کہا کہ آپ نے گانے بجانے والی عورتوں کو '' احسنتن '' (تم نے خوش کر دیا) کہا تھا اور ان فاحشہ عورتوں کو داد دی تھی۔

امام صاحبؒ نے دریافت کیا! میں نے انہیں کب'' احسنتن '' کہا تھا، جب وہ گا رہی تھیں یا جب انہوں نے گانا بند کر دیا تھا اور خاموش ہو گئیں تھیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جب وہ خاموش ہو گئیں تھیں۔

آپؒ نے فرمایا! اللہ اکبر! میں نے تو انہیں'' احسنتن'' ان کے خاموش ہونے اور گانا بند کر دینے پر کہا تھا نہ کے ان کے گانا گانے پر۔ یہ بات سنتے ہی قاضی ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی خاموشی سے قبول کر لی۔

5.44 ۔ امام ابوحنیفہؒ کا والدہ کے لئے احترام اور محبت

امام ابوحنیفہؒ کے والد آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ والدہ مدت تک حیات رہیں اور امام صاحب کو ان کی خدمت گزاری کا کافی موقع ملا۔ وہ مزاج کی شکی تھیں جیسا کہ عورتوں کا مزاج ہوتا ہے۔ واعظوں اور قصہ گویوں کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتیں تھیں۔ کوفہ میں'' عمرو بن زرقہ '' ایک مشہور واعظ تھے۔ آپ کی والدہ کو ان کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن زرقہ سے پوچھ کر آؤ۔ امام صاحب ان کے حکم کی تعمیل میں ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھتے۔ وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب فرماتے کہ والدہ کا یہی حکم ہے۔ اکثر ایسا ہوتا عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا۔ وہ امام صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ مجھ کو بتا دیں میں اسی کو آپ کے سامنے دہرا دوں گا۔

کبھی کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھوں گی۔ والدہ خچر پر سوار ہوتیں اور امام صاحب ساتھ ساتھ پیدل چلتے۔ وہ خود مسئلہ بیان کرتیں اور اپنے کانوں سے جواب سنتیں تب انہیں تسلی ہوتی۔ ایک دفعہ انہوں نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا تو امام صاحب نے بتا دیا۔ وہ بولیں ''تمہاری سند نہیں ہے۔'' زرقہ واعظ تصدیق کریں گے تو مجھے اعتبار آ جائے گا۔ امام صاحب ان کو لے کر زرقہ کے پاس گئے اور صورتِ حال بیان کی۔ زرقہ نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ کیوں نہیں بتا دیتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ بتایا ہے۔ زرقہ نے کہا! بالکل صحیح ہے۔ یہ سن کر ان کو تسکین ہوئی اور گھر واپس آ ئیں۔

(سیرۃ النعمان ص ۶۳)

جب امام اعظمؒ کو عباسی خلیفہ نے چیف جسٹس مقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جلاد روزآنہ آپ کو جیل سے نکال کر لوگوں کے سامنے کوڑے مارتا اور آپ کو مجبور کرتا کہ آپ اس عہدے کو قبول کر لیں۔ آپ کوڑے کھاتے اور انکار کرتے رہتے۔ ایک دن کوڑے کھاتے کھاتے رو پڑے۔ جب آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا! میں اپنی تکلیف کی وجہ سے نہیں رویا مجھے اپنی والدہ یاد آ گئیں کہ وہ میری جدائی میں کس قدر غمگین ہوں گی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میری والدہ میرا خون آلود چہرا دیکھیں گی تو ان کو کتنا دکھ ہوگا۔

آپؒ فرماتے تھے کہ میں والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے ہر جمعہ کے دن بیس درہم خیرات کرتا ہوں اور اس بات کی میں نے منت مانی ہوئی ہے۔ دس درہم والد کے اور دس درہم والدہ کے لئے۔ ان مقررہ درہموں کے علاوہ آپ اپنے والدین کے لئے فقراء اور مساکین میں اور بھی چیزیں صدقہ کرتے رہتے تھے۔ (مناقب للموفق)

5.45 ۔ امام اعظمؒ کا پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ حدیثوں کا انتخاب

امام اعظمؒ ابوحنیفہ نے اپنے صاحبزادے حمادؒ کو بہت سی وصیتیں کی تھیں جن میں ایک وصیت یہ تھی۔
اے میرے پیارے بیٹے! پانچ حدیثوں پر عمل کرنا جنہیں میں نے پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

۱۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔
۲۔ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا و آخرت میں) کے فائدے مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔
۳۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیر پسند کرے جو وہ وپنے لئے پسند کرتا ہے۔
۴۔ بلاشبہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے دونوں کے درمیاں مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے سو جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین و آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔ جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑھ کے قریب چرائے

گا تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ خبردار! ہر بادشاہ نے باڑھ لگا دی ہے اور اپنی رعایا کے لئے حد بندی کر دی ہے۔ بلاشبہ اللہ کی حد بندی کی ہوئی چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ خبردار! انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوگا اور جو وہ بگڑ جائے گا تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔ خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

۵۔ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(مجموعہ وصایا امام اعظمؒ از مولا عاشق الہیؒ)

5.46 ۔ عہدہ قضاء سے بچنے کے لئے حیلہ

محمد بن یحییٰ القصری فرماتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، مسعر بن کدامؒ اور شریک نخعیؒ کو بلایا کہ ان کو قاضی القضاء کا عہدہ سپرد کرے۔

امام ابوحنیفہؒ بولے میں بتاؤں کہ کیا معاملہ ہوگا۔ فرمایا! کہ میرا معاملہ تو یہ ہے کہ میں حیلہ کر کے بچ جاؤں گا۔ اور مسعرؒ وہ تو ایسی حالت بنائے گا کہ خلیفہ سمجھے گا کہ یہ مجنون ہے، وہ بھی بچ جائے گا۔ اور سفیانؒ تو وہ بھاگ جائے گا۔ البتہ شریکؒ اس میں مبتلا ہو جائے گا۔ پس جب یہ سب خلیفہ منصور کے پاس پیش ہوئے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے عرض کیا۔ میں تو عرب کی پیروی کرنے والا ہوں اور عرب میں سے نہیں ہوں۔ عرب اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ ان پر ایک غیر عرب قاضی مقرر ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں ہے۔ پس اگر میں اپنے قول میں سچا ہوں تو پھر میں اس عہدے کا اہل نہیں ہوں۔ اور اگر جھوٹا ہوں تو آپ کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ آپ ایک جھوٹے انسان کو مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر حاکم مقرر کریں۔

امام سفیان ثوریؒ کے پاس جب خلیفہ کا آدمی پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہاں ٹھہرو میں ایک کام سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ امام سفیان ثوریؒ باہر نکلے اور دریا پر پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور ملاح سے کہا کہ مجھے کشتی میں سوار کر کے پار پہنچا دے ورنہ میں ذبح کر دیا جاؤں گا۔ آپؒ نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے استدلال کیا!

" من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین "

جس کو عہدہ قضاء پر فائز کیا گیا اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا

ملاح نے آپؒ کو ایک بوری کے نیچے چھپا دیا اور پار لے گیا۔

امام مسعرؒ جب خلیفہ کے پاس پیش ہوئے تو انہوں نے اس سے کہا، اپنا ہاتھ دکھاؤ کہ میں دیکھوں کہ تمہارا، تمہاری اولاد اور تمہارے جانوروں کا کیا حال ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اس کو نکال دو یہ تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ شریکؒ کوئی بہانہ نہ بنا سکے اور ان کو قاضی کے عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

5.47 ۔ امام ابوحنیفہؒ حوضِ کوثر پر

نوفل بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ حساب کتاب میں مشغول ہیں۔ حوض کوثر پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور ان کے اطراف میں بہت سے بزرگ کھڑے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ بھی وہاں موجود ہیں اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی کو پانی نہیں دے سکتا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو پانی دے دو۔

امام صاحب نے مجھے ایک گلاس پانی دے دیا اور سیراب ہو کر پینے کے بعد بھی پانی میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی۔ پھر میں نے امام صاحب سے تمام بزرگوں کے نام پوچھے! انہوں نے فرمایا کہ دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) ہیں اور بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اس طرح آپ نے سترہ افراد کے نام بتائے۔ جن کو میں انگلیوں کی پوروں پر شمار کرتا رہا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو انگلیوں کے سترہ پور پورے بندھے ہوئے تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء)(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۷۰)

5.48 ۔ امام اعظم ؒ کی ایک خارجی سے گفتگو

ایک دفعہ ضحاک خارجی، جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنوامیہ کے زمانے میں کوفہ پر قابض ہو گیا تھا۔ امام صاحب کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا کہ ''توبہ کرو'' انہوں نے پوچھا کہ کس بات سے؟ ضحاک نے کہا! تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے معاویہ ؓ کے جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی۔ حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے کے کیا معنی ہیں۔

امام صاحب نے کہا! اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے اگر حق منظور ہے تو مجھے بات کرنے کی اجازت دو۔

ضحاک نے کہا کہ ٹھیک ہے میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

امام صاحب نے فرمایا! اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج ہے۔

ضحاک نے کہا! ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔

چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو منتخب کیا گیا کہ وہ دونوں فریقوں کی صحیح اور غلط کا فیصلہ کرے۔ امام صاحب نے فرمایا! یہی تو حضرت علی ؓ نے کیا تھا۔ پھر ان پر کیوں الزام ہے۔

ضحاک دم بخود رہ گیا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔ (سیرۃ النعمان ص ۷۰)

5.49 ۔ امام ابوحنیفہ ؒ اور حضرت قتادہ کا کالمہ

حضرت قتادہ بن دعامہ ؒ مادر زاد نابینا تھے لیکن آپ کا سینہ علم کا خزانہ تھا۔ آپ بہت بلند پایہ عالم، علم حدیث اور علم تفسیر کے ماہر تھے۔ ایک مرتبہ وہ کوفہ تشریف لائے تو ان کی زیارت کے لئے عوام و خواص کا جم غفیر آ گیا۔ انہوں نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ حاضرین پر آپ کی جلالت کا رعب بیٹھا ہوا تھا۔ لوگوں کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ان سے کیا سوال کریں۔ کچھ لوگوں نے سوال کئے جس کا انہوں نے جواب دے دیا۔ وہ بار بار لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ سوال پوچھو۔

امام ابوحنیفہ ؒ اس وقت کم عمر تھے وہ بھی اس محفل میں موجود تھے لیکن ان کے ادب کی وجہ سے خاموش تھے۔ جب حضرت قتادہ ؒ نے بار بار اصرار کیا اور کوئی شخص سوال نہیں کر رہا تھا تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے سوال کیا کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام جب وادی نمل سے گزرے تو انہوں نے چیونٹیوں کے سردار سے بات چیت کی تھی جس کی بات سن کر حضرت سلیمان مسکرا اٹھے تھے۔ یہ بتایئے کی وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ ؒ سٹ پٹا گئے اور لاجواب ہوکر خاموش ہوگئے۔ پھر لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ ہی بتایئے کہ وہ کیا تھی۔

آپ نے جواب دیا کہ وہ مادہ تھی۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اس کے لئے آیا ہے کہ ''**قالت نملہ**'' قالت کا صیغہ مونث کے لئے بولا جاتا ہے۔ حضرت قتادہ ؒ ان کی قرآن فہمی پر حیران ہوگئے اور انہوں نے اس دلیل کو تسلیم کیا۔ (روح البیان: ج۶ص۳۴۳)

5.50 ۔ ہم اس قابل کہاں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک ملازم نے آپ کے سامنے کپڑے کا تھان رکھتے ہوئے کلمہ خیر کے طور پر کہا! اللہ تعالیٰ آپ کو جنت نصیب کرے۔ یہ جملہ سن کر امام صاحب پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ اس قدر روئے کہ آپ کا دامن تر ہوگیا۔ ملازموں سے کہا کہ دوکان بند کردو۔ اور چہرے پر رومال ڈال کے ایک طرف کو نکل گئے۔ جب دوسرے دن دوکان پر گئے تو اس ملازم سے فرمایا!

بھائی! ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں۔ ہمارے لئے تو یہی غنیمت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

5.51 ۔ مرنے کے بعد مسکرانا

ربیع بن خراش ؒ اور ربعی بن خراش دونوں بھائی مشہور محدث اور تابعی تھے۔ دونوں بھائیوں نے قسم کھائی تھی کہ اس وقت تک نہیں مسکرائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ ہم جنتی ہیں۔ چنانچہ دونوں بھائی زندگی میں نہیں ہنسے۔ جب دونوں کا انتقال ہوگیا تو دونوں کو غسل دینے والوں نے بتایا کہ جب ان کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا تو دونوں برابر مسکراتے رہے۔ (تہذیب التہذیب)

5.52 ۔ تابعین کے دور کی ایک حیرت انگیز مثال

تابعین کے زمانے میں ایک صاحب نے زمین خریدی۔ کھیتی باڑی کے لئے وہ اس زمین پر ہل چلانے لگا تو اس دوران اسے زمین میں دبا ہوا ایک صندوق ملا۔ اس نے اسے کھول کے دیکھا تو اس میں سونے چاندی کے زیورات بھرے ہوئے تھے۔ یہ آدمی حیران ہوگیا اس نے سوچا کہ میں نے تو اس سے زمین خریدی ہے یہ خزانہ تو اسی کا ہے اس لئے مجھے یہ صندوق اسے لوٹا دینا چاہئے۔

اگلے دن وہ اس شخص کے پاس گیا جس سے زمین خریدی تھی اور اس سے کہا کہ تمہاری زمین میں سے مجھے یہ خزانہ ملا ہے۔ یہ آپ کا ہے آپ اسے لے لیجئے۔ اس شخص نے وہ خزانہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا! میں تمہیں زمین بیچ دی اب اس میں سے جو بھی فائدہ ہوگا وہ تمہارا حق ہے میرا نہیں، لہٰذا یہ میں نہیں لے سکتا۔ اب ان دونوں میں اختلاف رائے ہو گیا۔ یہ دونوں اپنے تنازعہ کے حل کے لئے جج کے پاس پہنچے۔ حیران ہونے کی بات نہیں جب ہم سچے مسلمان تھے تو اس قسم کے مقدمات عدالت میں آتے رہتے تھے۔ وہ اپنے بھائی کے حق کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ جج نے ان دونوں کی باتیں سنیں۔ اس نے باری باری دونوں سے کہا کہ یہ صندوق آپ لے لیں لیکن وہ کسی طرح اسے لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔

جج نے ان دونوں سے ان کے گھریلو حالات پوچھے اور ان کی اولاد کے بارے میں پوچھا۔ اسے معلوم ہوا کہ ایک کا لڑکا جوان ہے اور دوسرے کی لڑکی۔ جج نے ان دونوں سے کہا کہ اپنے لڑکے اور لڑکی کی آپس میں شادی کر دیں اور یہ خزانہ ان کو دے دیں۔ اس بات پر دونوں راضی ہو گئے۔ (شرح الاربعین النوویہ عطیہ بن سالم)

5.53 ۔ حضرت حسن بصریؒ کا عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام خط

حضرت ابراہیم عبداللہ بن ابی اسودؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط لکھا جس کا مضمون درج ذیل ہے:

جان لو! غور وفکر نیکی اور اس پر عمل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ برائی پر اظہارِ ندامت اس کو چھوڑنے کا سبب بنتا ہے۔ جو فنا ہو جائے وہ باقی ماندہ کے برابر نہیں ہوسکتا اگرچہ فانی شے کثیر ہی کیوں نہ ہو اور اس کی طلب بھی

زیادہ ہو۔ منقطع ہونے والی سختی جس کے بعد طویل راحت و آرام میسر آئے اس کا برداشت کرنا بہتر ہے اس راحت سے جو جلدی ملنے والی ہے لیکن کسی بھی گھڑی منقطع ہو سکتی ہے اور اس کے بعد ہمیشہ کی سختی اور مشقت ہے۔ آخرت اس دھوکے باز، فریبی اور بچھڑ جانے والی دنیا سے بہتر ہے۔ یہ دنیا دھوکہ دینے کے واسطے آراستہ ہوتی ہے اور خوب دھوکہ دیتی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والے کو امیدوں پر امیدیں دلا کر ہلاک کر دیتی ہے۔ پیغامِ نکاح دیتی ہے اور ایک دلہن کی طرح آراستہ ہو جاتی ہے۔ آنکھیں اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے اوپر اٹھتی ہیں، لوگ اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، دلوں میں اس کا والہانہ لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے حسن و جمال کے سبب دماغوں کو چھو جاتی ہے۔ پھر وہ نکاح کے بعد اپنے شوہر کو دردناک انداز میں قتل کر دیتی ہے۔

ماضی پر کچھ اعتبار نہیں، مستقبل ہاتھ میں نہیں۔ دوسرا پہلے کے انجام سے عبرت نہیں پکڑتا۔ عقل مند تجربوں کی کثرت سے نفع نہیں اٹھاتا۔ عارف باللہ اس سے نصیحت نہیں پکڑتا۔ دلوں میں دنیا کی محبت گھٹی کی مانند پڑی ہوئی ہے۔ لوگوں کے نفس ہیں کہ اس دنیا پر مرے جاتے ہیں، ہم ہیں کہ اس سے عشق میں کم پر راضی نہیں۔ جو مرضِ عشق میں مبتلا ہوا اس کو سوائے عشق کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی کی طلب میں لگا رہتا ہے۔ دنیا اور اس کے طلبگار دونوں ایک دوسرے کے عاشق و مطلوب ہیں۔ اس کا عاشق اپنے خیال میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ دھوکہ کھا جاتا ہے۔ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی آخرت بھول جاتا ہے۔ اس کی عقل اسی میں مشغول رہتی ہے۔ اس میں پڑے پڑے اس کی عقل غفلت کا شکار ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کے اس کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس کی تمنا کا شر اس کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس کی پشیمانی اور پچھتاوہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کی حسرتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی سختیوں میں شدت آ جاتی ہے۔ اس پر سکراتِ موت کے درد و الم کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ موت کی آمد اسے غصہ دلاتی ہے۔ جس کرب و مصیبت میں وہ گرفتار ہوتا ہے وہ ناقابلِ بیان ہوتی ہے۔ بالآخر وہ فتح مند ہونے سے پہلے موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا دنیاوی غم اور اس کی الجھنیں بھی ختم ہو جاتی ہیں لیکن وہ اپنے مطلوب کو نہیں پا سکتا۔ اس کا نفس مشقت اور تھکاوٹ سے آرام نہیں پا سکتا۔ اس کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے کوئی زادِ راہ کے بغیر سفر پر نکل پڑے۔

سو اس دنیا سے خوب ڈرو، یہ سانپ کی طرح ہے جس کا جسم چھوٹا اور نرم ہے لیکن اس کا زہر قاتل ہے۔

لہٰذا جو تمہیں اس دنیا میں بھلا لگے اس سے بچو، اس کے غم کو اپنے سے اتار پھینکو چونکہ تم اس کے دکھ و درد کا معائنہ کر چکے ہو۔ اس کی جدائی کا تمہیں سو فیصدی یقین ہے تو اس سے ڈرنے والے ہو جاؤ۔ چونکہ دنیا کا عاشق جب بھی اس سے لطف اندوز ہو کر اطمینان پاتا ہے تو وہ بڑے برے طریقے سے اسے اپنی محبت میں بے قرار کر دیتی ہے۔ جب بھی وہ اس دنیا کی کسی چیز کو پانے میں کامیاب ہوتا ہے اور کسی سے اس کی تعریف بیان کرتا ہے تو دنیا اس پر پلٹ آتی ہے۔ اس سے سرور پانے والا دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سے نفع اٹھانے والا نقصان اٹھاتا ہے۔ اس کی نرمی سے بچنے کے لئے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس میں بقاء فنا ہے اور اس کے سرور میں غم و حزن کی ملاوٹ ہے۔ اس میں زندگی کا انجام ضعف اور کمزوری ہے۔ اس کی طرف نظر ایک زاہد کی طرح کرو، مر مٹ جانے والے عاشق کی نظر سے اس کو ہرگز مت دیکھو۔ جان لو کہ یہ اپنے پانے والے کو ضائع کر دیتی ہے۔ اس میں دھوکہ کھانے والا بداعتماد اور پریشان ہو جاتا ہے۔ جو یہاں سے گیا واپس نہیں پلٹا، یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا کس کے پاس آئے گا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔

اس دنیا سے ڈرو کیونکہ اس کی امیدیں جھوٹی اور باطل ہیں، اس میں زندگی محض تنگی ہے، اس کا خالص گدلا ہے، تم اس میں خطرہ پر ہو یا زائل ہونے والی نعمت یا سر پڑنے والی مصیبت یا فیصلہ کن تمنا، پس اگر سمجھو تو حقیقت یہ ہے کہ معیشت تنگ پڑ جاتی ہے، نعمتوں کا معاملہ میں بھی خطرہ ہے، تم اللہ کی آزمائش میں ہو اور موت یقینی ہے۔ اگر خالق باری تعالیٰ نے اس دنیا کی خبر نہ دی ہوتی، اس کی مثال بیان نہ کی ہوتی اور اس میں زہد کا حکم نہ دیا ہوتا تو یہ دنیا سونے والے کو کب کی جگا چکی ہوتی۔ غافل کو بیدار کر چکی ہوتی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی وعیدیں آ چکی ہیں۔ اس میں وعظ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ اس کے انتہائیے وقعت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کچھ وزن نہیں۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک کنکری سے بھی زیادہ وزن نہیں رکھتی۔ اہل اللہ کے ہاں دنیا مغبوض ترین شے ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اس کی طرف بطور سزا کے دیکھا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو یہ دنیا بمعہ فیہا پیش کی گئی اور اس کے خزانوں کی چابیاں آپ کو دی گئیں مگر آپ ﷺ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آپ کو اسے قبول کرنے سے باز نہیں رکھا گیا تھا اور نہ اس کی وجہ سے

آپ کے مرتبہ میں کوئی کمی واقع ہونے والی تھی۔ مگر صرف آپ ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ بھی اس کو ناپسند کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حقیر کر دیا تو وہ آپ ﷺ کے ہاں بھی حقیر ہوگئی۔ اگر آپ اسے قبول کر لیتے تو فقط آپ ﷺ کے قبول کرنے سے ہی اس کی محبت پر دلیل ہو جاتی۔ لیکن خالق باری تعالیٰ جس چیز سے بغض رکھتے ہیں اس کو آپ ﷺ بھی ناپسند کرتے ہیں۔

اگر یہ دنیا حقیر نہ ہوتی اور کسی قدر بھی اس کی وقعت ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کے لئے اس کا حصول باعث ثواب بنا دیتے اور نافرمانوں کے لئے اسے باعث عذاب قرار دیتے، لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ پس طاعت کا ثواب اس سے نکال دیا معصیت پر دنیاوی سزا روک دی۔ تمہاری راہ نمائی کے لئے اس دنیا کے شریروں کو انبیاء اور اپنے دوستوں سے دور رکھا۔ دنیا سے دھوکہ کھانے والا یا اس میں مبتلا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا تو دنیا کے ساتھ اکرام کیا جاتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ محمد ﷺ اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔ محمد عربی ﷺ شدید بھوک کی حالت میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتہائی کمزوری کی وجہ سے پیٹ کی جھلی میں پڑی ترکاری کا سبز رنگ نظر آتا تھا۔ جس دن انہوں نے سائے میں ٹھکانہ بنایا تو اللہ تعالیٰ سے صرف اتنا کھانا مانگا جس سے بھوک بند ہو جائے۔

روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جب فقر و فاقہ کو اپنی طرف آتے دیکھو تو صالحین کے شعار کو خوش آمد کہو، اور غنا اور مالداری کو اپنی طرف آتے دیکھو تو کہو! کوئی گناہ ہے جس کی جلد سزا ملنے والی ہے۔ اگر چاہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مماثلت کرو۔ ان کا معاملہ عجیب ترین ہے۔ وہ کہا کرتے تھے: میرا نمونہ بھوک اور میرا اشعار خوف ہے، میرا لباس اون اور میری سواری پاؤں ہیں۔ چاند اندھیرے میں میرا چراغ ہے۔ سردیوں میں گرمائش حاصل کرنے کا ذریعہ دھوپ ہے۔ میرے پھل وخوشبو وہ نباتات ہیں جو درندوں اور چوپایوں کے لئے زمین میں اگتے ہیں۔ میں رات ایسی گزارتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا اور مجھ سے بڑھ کر کوئی غنی نہیں۔ اگر چاہو تو میں حضرت سلیمان علیہا السلام کا ذکر کروں ان کا معاملہ بھی عجیب تھا وہ اپنے خواص میں جوُ کی روٹی کھاتے تھے اپنے اہل کو بھوسی اور لوگوں کو عمدہ کھانے کھلاتے تھے۔ جب رات چھا جاتی تو ٹاٹ کا لباس پہنتے اور ہاتھوں کو گردن سے لگا کر روتے تھے۔ اسی طرح رات گزارتے تھے حتیٰ کہ اسی عالم میں

صبح کرتے تھے، کھر درا کھانا کھاتے تھے اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے۔

انہی کے نقش قدم پر نیک لوگ چلے۔ اس کے طریقہ کار کو لازم پکڑا اور غور و فکر سے لطف اندوز ہوئے۔ تھوڑی مدت انہوں نے صبر کیا، اس دھوکے سے جو فنا کی طرف لے جانے والا تھا۔ انہوں نے دنیا کی آخر کی طرف نظر کی اول کی طرف نہیں۔ اس کی دائمی کڑواہٹ پر نظر رکھی اور وقتی حلاوت کو خاطر میں نہیں لائے۔ پھر انہوں نے اپنے نفسوں پر صبر کو لازم کیا اور دنیا کو اپنے لئے صرف اتنا حلال سمجھا جتنا ضرورت کے لئے تھا۔ اس سے اتنا کھایا جس سے نفس کو حرکت اور روح میں کسی قدر بقا رہے۔

انہوں نے دنیا کو اس مردار کی طرح سمجھا جس کے قریب سے ہر گزرنے والا اس کی بدبو کی وجہ سے ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ پاس سے گزرنے والے کو مردار کی بدبو بری لگتی ہے۔ یہ ان کا نفسیاتی مرتبہ تھا وہ اس مردار سے سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ کیا تم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو جو سیر ہو کر کھانے سے ڈرتے نہیں۔ اس سے لذت اٹھاتے ہوئے کوئی عار نہیں محسوس کرتے۔ کیا انہیں بدبو نہیں آتی۔ واللہ! یہ دنیا آخرت میں مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوگی، ہاں کچھ لوگ جلدی کرتے ہیں اور بدبو نہیں پاتے۔ عقلمند کو اتنی بات کافی ہے کہ جو بھی دنیا سے مرا اور اپنے پیچھے مالِ کثیر چھوڑا، وہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں فقیر ہوتا یا کوئی شرافت والا آدمی ہوتا کہ وہ کمتر ہوتا۔ آسائش مند آدمی تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں مصیبتوں میں گرفتار ہوتا یا اگر صاحب اقتدار تھا تو تمنا کرے گا کہ وہ معمولی آدمی ہوتا۔ کیا یہ بات بطور دلیل کافی نہیں ہے کہ دنیا ذلت کا منارہ ہے۔

واللہ! اگر کوئی آدمی دنیا سے کوئی چیز حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور پھر اسے کچھ نہ کچھ مل جائے تو لامحالہ حقوق اللہ اس پر واجب ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد اس کے بارے میں سوال ہوگا اور حساب لیا جائے گا۔ لہٰذا عقلمند آدمی کے لئے مناسب یہ ہے کہ دنیا سے صرف بقدر کفایت لے جس سے اس کی بھوک روکی جائے۔ لہٰذا اپنے آپ کو بچاؤ اور اپنے آپ کو عذاب کی شدت سے بچاؤ۔

جب تم دنیا کے بارے میں غور و فکر کرو گے تو تمہارے سامنے تین طرح کے دن ہوں گے۔ ایک وہ دن جو گزر چکا ایک وہ دن جس میں تم آج موجود ہو، تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم اس دن کو غنیمت سمجھو اور ایک دن جو آئندہ آنے والا ہے جس کے متعلق تمہیں نہیں پتہ کل تم اہل دنیا میں ہو گے یا نہیں۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ کل کا دن تمہاری

زندگی میں آئے گا بھی یا نہیں۔ اگر تم گزشتہ دن اچھا گزار چکے تو بہتر ہے ورنہ ایک دن اور آیا اس کو بہتر بنانے کے لئے سوچ لو۔ پس عمل پر اعتماد کرو امید کے دھوکے میں نہ رہو، اس سے مصروفیت بڑھے گی اور دل غمگین ہوگا، تھکاوٹ بڑھے گی اور اس طرح بندہ امید کے بل پر عمل ضائع کر دیتا ہے۔

اگر آج کے دن تمہارے دل سے لالچ نکل چکی تو آج تم عمل کرنے میں بہتر رہے۔ ان کے لئے اپنے دل کی خواہشات کو چھوٹا کرو چونکہ لالچ تمہیں نقصان کی طرف لے جائے گی اور تمہاری طلب میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر چاہو تو توکل کرلو۔ آج کا دن تمہارا مہمان ہے اگر تم نے اس کی اچھی میزبانی کی اور اس کا رہن سہن اچھا رکھا تو تمہاری تعریف کرے گا۔ اگر تم نے اس کی مہمانی اچھی نہیں کی تو یہ تمہاری آنکھوں میں چکر لگاتا رہے گا۔ یہ دو دن بمنزلہ دو بھائیوں کی طرح ہیں۔ ایک دن تمہارے پاس آ چکا ہے اگر اس کا برتاؤ اچھا نہ کیا تو اس دن کے بعد دوسرا دن آنے والا ہے۔ یہ دن کہتا ہے کہ میں گزشتہ دن کا بھائی ہوں اگر تم نے میرے بھائی کے ساتھ اچھائی کی تو کل کے ساتھ کی گئی برائی مٹ جائے گی، جو کچھ تم نے کیا وہ اس کی مغفرت ہوگی۔

قبر میں سب کا ایک ہی حال ہوتا ہے۔ جو کچھ مال تم نے کمایا تھا اب وہ تمہارے عیال اور بیٹوں کا ہے وہ تمہارے بعد عیش وعشرت کریں گے۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے لئے عمل کرو۔ موت کے وقت حسرت کرنے سے ڈرو اور یہ نہ سمجھو کہ اس وقت تمہاری بات حجت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں وعظ ونصیحت سے نفع بخشے اور بہتر انجام سے نوازے۔ آمین		والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ		(حلیۃ الاولیاء)

5.54 ۔ حضرت حسن بصریؒ کا بلیغ خطبہ

حضرت عبدالمومن بن عبیداللہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

اے ابن آدم! تیرا عمل علم ہے، وہ نفس الامر میں تیرا گوشت اور خون ہے۔ یہ دیکھ کہ تو کس حال میں اپنے عمل کو پاتا ہے۔ بے شک اہل تقویٰ کی علامتیں ہوتی ہیں جن سے انہیں پہچان لیا جاتا ہے۔

وہ علامتیں یہ ہیں: سچی بات، عہد ووفا، صلہ رحمی، کمزوروں پر شفقت ومہربانی، فخر وتکبر سے قطعاً

دوری، بھلائی کے کرنے کی عادت، لوگوں کے سامنے نہ اترانا، حسن خلق، ایسی عادات جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

اے ابن آدم! بے شک تو عمل کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ اس کی بھلائی اور اچھائی کا وزن کیا جائے گا۔ معمولی نیکی کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھو، بے شک جب تو نیکی کو اپنے اعمال نامہ میں دیکھے گا تو تجھے خوشی ہوگی۔ چھوٹی سی چھوٹی برائی کو بھی ہرگز معمولی نہ سمجھو چونکہ اعمال نامہ میں اسے دیکھ کر تجھے پریشانی ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ اس آدمی کو غریقِ رحمت کرے جو حلال کمائے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کر کے اپنے فقر و فاقہ کے دن کے لئے ذخیرہ کر لے۔

افسوس افسوس یہ دنیا اسی حالت کے ساتھ انجام کار کے طور پر ختم ہو چکی اور اعمال گردنوں میں ہار بن کر اٹک گئے۔ تم لوگوں کو ہانک رہے ہو گے اور قیامت تمہیں ہانک رہی ہو گی۔ تمہارے اچھوں کو جلد بازی کا سامنا کرنا چاہئے۔ بھلا تم کس انتظار میں ہو۔ معائنہ و مشاہدہ ہو چکا ہے۔ تمہاری کتاب کے بعد اور کوئی کتاب نہیں اور تمہارے نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔

اے ابن آدم! اپنی دنیا کو آخرت کے بدلے میں بیچ دو۔ اس طرح دونوں سے نفع کماؤ گے، آخرت کو دنیا کے بدلے میں ہرگز مت بیچو اس طرح دونوں میں خسارہ ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء)

5.55 ۔ حضرت سعید بن مسیّب ؒ کی بیٹی کی شادی

ابن ابی وداعہ ؒ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیّب ؒ کی مجالس میں پابندی سے جایا کرتا تھا۔ میں چند دن ان کی مجالس سے غیر حاضر رہا اس کے بعد میں ان کی مجلس میں گیا تو انہوں نے میری غیر حاضری کی وجہ معلوم کی۔ میں نے کہا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے میں آپ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکا۔

آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا! مجھے کیوں نہیں اطلاع کی میں بھی تجہیز و تکفین میں شریک ہو جاتا۔ میں نے ان سے معذرت کر لی اور جب میں تھوڑی دیر بعد ان کے پاس سے اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا! کیا تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟ میں نے جواب دیا! میں غریب و نادار آدمی ہوں، دو چار پیسوں کی میری حیثیت ہے

میرے ساتھ کون شادی کرے گا۔

آپ ؒ نے فرمایا! تم تیار رہو، میں تمہاری شادی کرواتا ہوں۔ میں نے کہا! بہت خوب۔ حضرت سعید بن مسیّب ؒ نے اسی وقت حمد وصلوٰۃ اور مختصر سا خطبہ ٔ نکاح پڑھا اور اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے تین درہم مہر کے عوض کر دیا۔ میں وہاں سے اٹھا تو خوشی سے میرا دل قابو میں نہیں آ رہا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ گھر پہنچ کر رخصتی کے لئے قرض لینے کی فکر میں پڑ گیا۔

شام کے وقت حضرت سعید بن مسیّب ؒ نے اپنے لڑکی کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پہلے دو رکعت خود پڑھیں اور لڑکی سے بھی پڑھنے کو کہا۔ اس کے بعد لڑکی کو لئے ہوئے میرے گھر تشریف لائے۔ میں مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے جا رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اندر سے ہی پوچھا! کون؟ جواب ملا! سعید۔ میں نے سعید نام کے جتنے بھی حضرات مدینہ منورہ میں موجود تھے سب کا سوچنے لگا لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سعید بن مسیّب ؒ کی طرف تو میرا وہم وگمان ہی نہیں جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں بھی نہیں جاتے تھے۔ اسی تذبذب میں میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا تو سامنے حضرت سعید بن مسیّب کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں حیران و پریشان ہوگیا اور میں نے عرض کیا حضرت! آپ نے کیوں زحمت کی مجھے بلوا لیا ہوتا۔ انہوں نے فرمایا! نہیں۔ مجھے تمہارے پاس آنا چاہیئے تھا۔ میں نے عرض کیا فرمایئے کیا حکم ہے۔

انہوں نے فرمایا! تم تنہا آدمی ہو اور تمہاری بیوی موجود ہے۔ میں نے خیال کیا کہ تنہا تم رات کیوں بسر کرو۔ اس لئے تمہاری بیوی کو تمہارے پاس لے آیا ہوں۔ وہ ان کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی جس پر میری نظر نہیں گئی تھی۔ انہوں نے اس کو دروازے سے اندر کر کے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ میری بیوی شرم کے مارے زمین پر گر پڑی۔ میں نے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو اعلان کیا کہ آج حضرت سعید بن مسیّب ؒ نے اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کر دیا ہے اور اسے میرے گھر پہنچا گئے ہیں۔ میری ماں نے تین دن تک اسے خوب سنوار، اس کے سنورنے کے بعد جب میں نے اسے دیکھا تو وہ اتنی حسین وجمیل تھی کہ میں حیران رہ گیا۔ کتاب اللہ کی حافظہ، سنتِ رسول ﷺ کی عالمہ اور حقوقِ شوہر سے باخوبی واقف عورت تھی۔

ابن ابی وداعہؒ فرماتے ہیں! اس کے بعد تقریباً ایک مہینے تک میں سعید بن مسیّبؒ کے پاس گیا اور نہ ہی وہ میرے پاس آئے۔ بالآخر میں نے ہی ان کے پاس جانے کی جسارت کی، جب میں ان کے پاس گیا تو وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے انہیں درس دے رہے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اس سے زیادہ انہوں نے مجھ سے اور کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ مجلس منتشر ہوگئی۔ جب میرے علاوہ ان کے پاس اور کوئی نہ رہا تو انہوں نے فرمایا! اِس انسان کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا! اے ابو محمد! خیریت ہے، دیگر احوال یہ ہیں کہ دوست خوش ہوں اور دشمن رنجیدہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا! تمہیں کسی قسم کا خدشہ ہو تو یہ عصاء لیتے جاؤ۔ (یعنی اگر میری بیٹی تمہاری فرمانبرداری میں کوئی کمی کرے تو اس لکڑی سے اس کی خبر لینا) اس کے بعد میں اپنے گھر واپس لوٹ آیا اور دوسرے دن حضرت سعید بن مسیّبؓ نے میرے پاس بیس ہزار درہم بھجوادئے۔

عبداللہ بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیّبؓ کی بیٹی کو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنی بہو بنانا چاہا۔ اس نے اپنے ولی عہد ولید بن عبدالملک کے لئے آپ کے پاس رشتہ بھیجا۔ حضرت سعید بن مسیّبؓ نے دوٹوک الفاظ میں اسے منع کردیا۔ عبدالملک بن مروان نے ان پر بہت دباؤ ڈالا اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کیں لیکن آپ برابر انکار کرتے رہے۔ حتیٰ کے عبدالملک نے ناامید ہو کر آپ کو کوڑے بھی لگوائے، سخت سردیوں کے موسم میں آپ کے اوپر ٹھنڈے پانی کے مٹکے بہائے اور آپ کی تذلیل کرنے کے لئے آپ کو اون کا جبہ پہنایا لیکن آپ کے انکار کو اقرار میں نہیں بدل سکا۔　　(حلیۃ الاولیاء)

5.56 ۔ حضرت سلیمان بن یسارؒ یوسفِ ثانی

ابو حازمؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن یسارؒ مدینہ منورہ سے عمرہ کے سفر کے لئے مکہ مکرمہ جا رہے تھے، ان کے ساتھ ان کا ایک رفیقِ سفر بھی تھا۔ انہوں نے دوران سفر مقام ابواء پر پڑاؤ کیا۔ حضرت سلیمان بن یسارؒ بہت خوبصورت انسان تھے اور بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو کچھ کھانا لینے کے لئے بھیجا۔ وہ کپڑا لے کر چل پڑا تاکہ بازار سے کھانا لے آئے۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی لڑکی کی نظر آپ پر پڑی جو ایک

پہاڑی کے اوپر کھڑی تھی۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی آپ پر عاشق ہوگئی۔ وہ آہستہ آہستہ پہاڑی سے اتری اور آپ کے خیمہ میں داخل ہوگئی۔ اس نے نقاب اوڑھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کے سامنے آ کر اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹا دی۔ وہ اتنی خوبصورت تھی جیسے چاند کا کوئی ٹکڑا ہو۔

وہ حضرت سلیمان بن یسارؒ سے کہنے لگی! کیا آپ مجھے ہبہ کرتے ہیں؟ حضرت سلیمان بن یسارؒ یہ سمجھے کہ وہ بچا ہوا کھانا مانگ رہی ہے۔ اس غرض سے وہ دستر خوان کی طرف بڑھے تا کہ اس پر سے اٹھا کر اسے کھانا دے دیں۔ وہ کہنے لگی مجھے اس کی خواہش نہیں میں تو آپ سے اس بات کی خواہاں ہوں جس کی خواہاں ہر عورت ایک مرد سے ہوتی ہے۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ نے فرمایا! تجھے شیطان نے تیار کر کے بھیجا ہے۔ پھر انہوں نے اپنا سر اپنی آستین میں رکھا اور زار و قطار رونے لگے۔ جب اس عورت نے یہ عالم دیکھا تو اپنے چہرے پر نقاب ڈھکا اور خیمہ سے باہر چلی گئی۔ اتنے میں ان کا ساتھی واپس آ گیا اور مطلوبہ سامان اپنے ساتھ خرید کر لایا۔ جب اس نے دیکھا کہ رونے کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کا برا حال ہے تو اس نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟

کیا آپ کو اپنے بچے یاد آ رہے ہیں۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ نے فرمایا! نہیں۔ ساتھی نے پوچھا کہ پھر کیا بات ہے؟ بچوں سے آپ کو جدا ہوئے لگ بھگ تین دن ہوئے ہیں۔ جب ان کے ساتھی نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ ان کے رفیق سفر نے بھی رونا شروع کر دیا۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ تمہاری بہ نسبت مجھے زیادہ رونا چاہئے۔ آپ نے پوچھا وہ کیوں؟ وہ کہنے لگا اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو میرا صبر کا دامن چھوٹ جاتا، پس دونوں برابر روتے رہے۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ جب مکہ مکرمہ پہنچے، طواف وسعی سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی کہ اچانک خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک انتہائی خوبصورت، حسن وجمیل، قد آور خوشبوؤں میں مہکتا ہوا شخص ان کے پاس آیا اور آپؒ نے ان سے پوچھا! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا! میں یوسف بن یعقوب (علیہ السلام) ہوں۔ پوچھا! کیا یوسف صدیق؟ جواب دیا! ہاں۔ میں نے کہا کہ آپ کی عزیز مصر کی عورت کے معاملہ میں عجیب شان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! آپ کی شان ابواء کی عورت کے ساتھ تو اس سے بھی عجیب ہے۔

(تاریخ الکبیر، طبقات ابن سعد)

5.57 ۔ چغل خور کی سزا

حضرت بکر بن عبداللہؒ روایت کرتے ہیں کہ پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک دربان تھا جسے بادشاہ بہت محبوب رکھتا تھا اور اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ وہ دربان بادشاہ سے کہا کرتا تھا!

اے بادشاہ سلامت! نیکوکار کے ساتھ اچھائی کے ساتھ پیش آئیں اور برے کو چھوڑ دیں چونکہ اس کی برائی نے آپ کو اس کے ساتھ اچھائی کرنے سے روک دیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں ایک اور شخص ملازم تھا جو اس دربان سے بہت حسد کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بادشاہ کی نظروں سے گر جائے۔ اس نے بادشاہ کے سامنے اس دربان کی چغلی کی اور کہا! بادشاہ سلامت! اس دربان نے لوگوں کے سامنے یہ بات پھیلا دی ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ مجھے اس کی اس حرکت کا علم کیسے ہوسکتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس طرح کہ جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ اس کو قریب بلا کر اس سے کوئی بات کریں تو دیکھیں کہ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے گا۔

چنانچہ اس چغل خور نے اس دربان کی دعوت کی اور اس کے کھانے میں لہسن کی مقدار بڑھا دی جس کی وجہ سے کھانا کھانے کے بعد بھی اس کے منہ سے لہسن کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ اس دوران بادشاہ نے اس دربان کو اپنے پاس بلایا اور اس کو قریب کر کے اس سے کوئی بات کرنے لگا تو دربان نے فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تا کہ اس کے منہ کی بدبو بادشاہ کو محسوس نہ ہو۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ جس شخص نے اس کی شکایت کی تھی وہ سچا تھا۔ اس نے اسے پیچھے ہٹا دیا اور کاتب سے کہا کہ قلم دوات لاؤ۔

اس نے ایک خط لکھا اور اس کو مہر بند کر کے اس دربان کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ اس کو فلاں آدمی کے پاس لے جاؤ اس میں تمہارے لئے انعام مقرر کیا ہے۔ وہ دربان جوں ہی باہر نکلا تو اس (چغل خور) نے اس سے

پوچھا کہ بادشاہ نے کیا کہا۔ اس نے کہا کہ یہ ایک لاکھ کا انعام کا رقعہ دیا ہے۔ اس چغل خور نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس سے کہا کہ اس کا میں تم سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ چغل خور وہ خط لے کر اس شخص کے پاس چلا گیا جس کو خط دینے اور انعام لینے کے لئے کہا گیا تھا۔

اس شخص نے خط کو پڑھا اور جلاد کو بلایا۔ یہ شخص ڈر گیا اور اس سے کہا! اللہ سے ڈرو یہ غلط حکم ہے جس کا وبال مجھ پر پڑ گیا۔ تم اپنے امیر کی بات نہ مانو اور اس بادشاہ کے پاس واپس جاؤ۔ اس نے کہا کہ جب بادشاہ کوئی حکم دیتا ہے تو ہمارا کام اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ جو شخص یہ خط تمہارے پاس لے کر آئے تو اسے ذبح کر دو اور اس کی کھال میں بھوسہ بھر دو اور میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ انہوں نے اس چغل خور کو ذبح کر کے اس کی کھال میں بھوسہ بھر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے جب اس آدمی کو دیکھا تو بہت حیران ہوا اور اسے بہت تعجب ہوا کہ یہ دوسرا شخص کیسے قتل ہو گیا۔ بادشاہ نے فوراً دربان کو بلایا۔ وہ حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے دربان سے کہا کہ سچ سچ بتاؤ جب میں نے تمہیں اپنے پاس بلایا تھا تو تم نے میرے بات کرنے پر اپنے منہ پر ہاتھ کیوں رکھا تھا۔

دربان نے کہا! اس شخص نے میری دعوت کی تھی اور اس نے سالن میں بہت مقدار میں لہسن ڈالا تھا جس کی وجہ سے میرے منہ میں سے کھانا کھانے کے بعد بھی لہسن کی بدبو آ رہی تھی۔ اسی دوران آپ نے مجھے بلا لیا اور جب آپ نے مجھے اپنے قریب کیا تو میں نے اس لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں وہ ناگوار بدبو آپ کو محسوس نہ ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ برائی کرنے والا اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ تم اپنے عہدے پر بحال ہو اور اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے اسے انعام سے بھی نوازا۔ (حلیۃ الاولیاء)

5.58 ۔ جنت کے بالا خانے

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں جنت کے بالا خانوں کے متعلق خبر نہ دوں؟ ہم نے جواب دیا! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جنت کے بالا خانے ہر ایک رنگوں میں رنگے ہوئے ہوں گے۔ ان کا ظاہر

باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہوگا۔ ان بالا خانوں میں ہر طرح کا سامانِ تعیش، اجر وثواب اور عزت و کرامت ہے۔ جن کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔

ہم نے کہا! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یارسول اللہ ﷺ! اس میں کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ لوگ جنہوں نے اسلام کو رواج دیا، دن میں روزہ رکھا اور مسکینوں کو کھانا کھلایا، اس وقت نماز پڑھی جب سب سو رہے ہوں۔ میں نے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، ان سب کاموں کی طاقت کون رکھتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں جو اس کی طاقت رکھتے ہیں ان کے بارے میں عنقریب خبر دوں گا۔ پھر فرمایا! جو آدمی اپنے مسلمان بھائی سے ملا اور اسے سلام کیا اور اس نے جواب دیا تو بے شک اس نے اسلام پھیلایا۔ جس نے اپنے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا گویا اس نے دوسروں کو کھانا کھلایا۔ جس نے رمضان المبارک کے پورے روزے رکھے گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔ جس نے عشاء اور فجر کی باجماعت نماز پڑھیں تو اس نے ساری رات نماز پڑھی حالانکہ لوگ یعنی یہودی، نصرانی اور مجوسی سوئے ہوئے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء)

5.59 ۔ دعائے کرب

خلیفہ ولید بن عبد الملک نے حضرت امام حسنؓ کے بیٹے حضرت حسن مثنیٰؒ سے کسی وجہ سے ناراض ہو کر انہیں جیل میں قید کر دیا۔ پھر ایک دن مدینہ منورہ کے گورنر صالح بن عبد اللہ کو لکھا کہ انہیں مسجد نبوی میں پانچ سو کوڑے مارے جائیں۔ چنانچہ گورنر آپ کو مسجد نبوی میں کوڑے مارنے کے لئے لایا اور خود منبر پر جا کر ولید کا پیغام پڑھنے لگا۔ اس دوران حضرت زین العابدینؒ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ ان کو دیکھ کر مجمع پیچھے ہٹ گیا۔ آپ حضرت حسن مثنیٰؒ کے قریب آئے اور فرمایا کہ بھائی آپ دعائے کرب کیوں نہیں پڑھتے۔

دعائے کرب یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ • لَا اِلٰهَ اِلَا لِلّٰهُ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ •

سُبۡحَانَ اللّٰهُ رَبِ السَّمٰوٰتِ السُّبُحُ وَ رَبِ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمَ •

الۡحَمۡدُ للّٰهِ رَبِ الۡعٰلَمِیۡنَ •

حضرت حسن مثنیٰؒ نے چند بار اس دعا کا ورد کیا تو گورنر صالح بن عبداللہ کا دل بدل گیا اور اس نے منبر سے اتر کر کہا! میرا خیال ہے کہ حسن مثنیٰؒ بے قصور ہیں لہٰذا ان کے کوڑوں کی سزا ابھی ملتوی کی جاتی ہے۔ میں خلیفہ ولید کو ان کے بارے میں خط لکھوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد خلیفہ کو خط میں لکھا کہ حسن مثنیٰ کو رہا کر دیا جائے اور ان کی سزا منسوخ کر دی جائے کیونکہ وہ بے قصور ہیں۔ (مستطرف)

5.60 ۔ حضرت مالک بن دینارؒ

آپ کا نام مالک اور کنیت ابو یحییٰ تھی۔ آپ کے والد کا نام دینار تھا جو ایک غلام تھے۔ آپ غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ (مراۃ الاسرار)

آپ کی نام دینار ہونے کی ایک اور وجہ بھی کتابوں میں لکھی ہے۔ ایک دفعہ آپ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ جب کشتی دریا کے بیچ میں پہنچ گئی تو ملاح نے آپ سے کرایہ طلب کیا۔ آپ نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے آپ کو مارنا شروع کر دیا۔ جس سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ ہوش میں آئے تو انہوں نے پھر کرایہ کا مطالبہ کیا۔ آپ نے پھر کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ٹانگ سے پکڑ کر دریا میں ڈال دیں گے۔ انہوں نے یہ کہا ہی تھا کہ اللہ کے حکم سے دریا کی مچھلیاں ایک ایک دینار منہ میں لے کر باہر نکل آئیں۔ آپ نے ایک مچھلی سے دینار لے کر ملاح کو دے دیا۔ جب ملاح نے یہ حال دیکھا تو وہ آپ کے پاؤں پر گر گیا۔ آپ کشتی سے باہر اترے اور پانی پر چلتے ہوئے دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام مالک بن دینار پڑ گیا۔ (مراۃ الاسرار)

مالک بن دینارؒ پہلے تابعی ہیں جو کیرالہ میں تبلیغ کے لئے تشریف لائے۔ آپ ایک محدث ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت کے بھی امام تھے۔ آپ کے شیخ حضرت خواجہ حسن بصریؒ تھے۔

ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ ایک تاجر کا موتی کشتی میں گم ہوگیا۔ اس نے کشتی میں سوار آپ کی فقیرانہ حالت دیکھ کر آپ پر چوری کا الزام لگا دیا۔ وہ تاجر اور کشتی میں سوار لوگ آپ پر تشدد کرنے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور اللہ کی بارگاہ میں التجا کی۔ اسی لمحہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی دبائے دریا کی سطح پر ابھر آئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر تاجر کو دے دیا اور خود دریا میں اتر گئے اور پانی پر سے گزر کر کنارے پر پہنچ گئے۔ (کشف المحجوب)

آپ نہایت خوبصورت تھے۔ آپ دمشق میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو یہ خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے مسجد میں نماز اور اعتکاف کثرت سے کرنے شروع کر دئے۔ لوگ آپ کو ہر وقت نماز میں مشغول دیکھتے لیکن کوئی بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ ایک سال بعد جب آپ مسجد کے برامدے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک ندا آئی کہ اے مالک! تجھے اب توبہ کر لینی چاہئے۔ آپ کو اپنی ایک سال کی خود انفرادی عبادت پر بہت شرمندگی اور افسوس ہوا۔ آپ نے اپنے قلب کو ریا کاری سے خالی کر کے خلوص نیت سے اس رات اللہ کی عبادت کی۔

صبح کے وقت دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک مجمع ہے جو آپس میں کہہ رہا ہے کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہٰذا اسی شخص کو مسجد کا متولی بنا دیا جائے اور تمام انتظامی امور ان کے سپرد کر دئے جائیں۔ اس کے بعد لوگ متفق ہو کر آپؒ کے پاس آئے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے عرض کیا کہ ہم متفقہ طور کر آپ کو اس مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا! یا اللہ! میں ایک سال تک ریا کارانہ عبادت میں مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ اب جب میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آ پہنچے ہیں اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں نہ تو اب میں یہ تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ایک دفعہ بصرہ میں ایک امیر آدمی فوت ہو گیا اس کی ایک بہت خوبصورت بیٹی تھی اور اس نے بہت دولت چھوڑی تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے ثابت بنانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نکاح کرنا چاہتی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ میرا نکاح مالک بن دینارؒ کے ساتھ ہوتا کہ وہ ذکر الٰہی اور دنیاوی کاموں میں میری مدد کر سکیں۔ چنانچہ ثابت بنانیؒ نے اس کا پیغام مالک بن دینارؒ کو پہنچا دیا۔ آپؒ نے پیغام سن کر فرمایا! میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا ہی میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آپ کی وفات ۷۴۸ء میں ہوئی۔

5.61 ۔ حضرت مالک بن دینارؒ اور غلام

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال بصرہ میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور شدید قحط کا عالم ہو گیا۔ کئی بار لوگ نماز استسقاء بھی پڑھ چکے تھے۔ لیکن دعا کی قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ ایک دن میں، عطاء سلمیؒ، ثابت بنانیؒ، یحییٰ بکاءؒ، محمد بن واسعؒ، ابو محمد سختیانیؒ اور بہت سے صالحین اور مکتب کے بچے عید گاہ میں نکلے اور نماز استسقاء پڑھی اور دعائیں مانگیں۔ ہم عید گاہ سے نکلے لیکن دوپہر تک بارش کے کوئی آثار نمودار نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صرف میں اور ثابت بنانی عید گاہ میں رہ گئے۔ رات کا اندھرا پھیلنے لگا۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام جس نے اون کا جبہ پہنا ہوا ہے عید گاہ میں داخل ہوا۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر اس طرح دعا مانگی۔ یا الٰہی! تو کب تک اپنے بندوں کو اپنے در سے نامراد واپس کرتا رہے گا؟ کیا تیرے خزانوں میں کچھ کمی آ گئی ہے؟ یا اللہ! میں تجھ کو اس محبت کی قسم دلاتا ہوں جو تجھ کو میرے ذات سے ہے کہ تو ابھی ابھی فوراً بارش بھیج دے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ گویا آسمان نے اپنی مشکوں کے منہ کھول دئے۔ میں فوراً ہی اس غلام کے پاس پہنچا اور اس کے کہا کہ تجھے ان کلمات کے کہتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ تجھے کیا معلوم ہے کہ اللہ کو تیری ذات سے محبت ہے۔

اس غلام نے مجھ سے کہا کہ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو وہ مجھے پیدا کیوں کرتا۔ بلاشبہ! اس کو مجھ سے محبت ہے لیکن میری محبت ایسی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے الفاظ اور کرامت سے متاثر ہو کر اس سے اس کے مالک کے بارے میں پوچھا اور اس کے پاس جا کر اس غلام کو بیس دینار میں خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا! اس نے بتایا کہ اس کا نام میمون ہے۔ پھر وہ غلام مجھ سے کہنے لگا اے میرے مولیٰ! آپ نے کس لئے مجھے خریدا ہے۔ میں تو کسی مخلوق کی خدمت کے لائق بھی نہیں۔

میں نے کہا! اے میرے آقا! میں نے آپ کو اس لئے نہیں خریدا کہ آپ میری خدمت کریں۔ بلکہ میں نے تو آپ کو اس لئے خریدا ہے کہ میں آپ کی خدمت کرسکوں۔ اس نے کہا کہ وہ کس لئے؟ میں نے اس سے کہا کہ کیا کل آپ سے میری عیدگاہ میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

غلام نے چونک کر کے کہا! کیا آپ نے مجھے نماز پڑھتے اور دعا مانگتے ہوئے دیکھا تھا؟ میں نے کہا! جی ہاں۔ اور میں نے ہی آپ سے سوال جواب کئے تھے۔

یہ سن کر وہ غلام ایک دم مسجد کی جانب چل پڑا۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہنے لگا کہ یاالٰہی! میرے اور تیرے درمیان ایک راز تھا جس کو تو نے غیر پر ظاہر کر دیا۔ میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں کہ اب زندگی میں میرے لئے کوئی لطف اور مزا نہیں ہے۔ لہٰذا تو ابھی ابھی اسی وقت اپنے پاس بلا لے۔ یہ کہہ کر وہ سجدہ میں گر گیا اور پھر سر نہیں اٹھایا۔ جب میں نے اس کے بدن کو چھو کر دیکھا تو وہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

اس کا سیاہ چہرا اتنا روشن اور منور ہو گیا تھا کہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر دیکھا کہ ایک نوجوان کفن لئے دروازے پر کھڑا ہے۔ اس نے ہمیں سلام کیا اور اس غلام کی تعزیت کے چند کلمات کہے اور کفن ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم نے اس غلام کو غسل دیا اس کو کفنا کر دفن کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی بھی ایسا اچھا کفن کبھی نہیں دیکھا۔

(روحانی حکایات)

5.62 ۔ مالک بن دینارؒ اور نوجوان کا واقعہ

جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دیناؒ کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں چل رہا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بہت عالیشان گھر جس کی تعمیر ہورہی تھی اور ایک نوجوان بیٹھا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا وہاں اس طرح بنے گا۔ حضرت مالک بن دینارؒ اس نوجون کو دیکھ کر فرمانے لگے! یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے۔ یہ اس مکان کی تعمیر میں کس قدر منہمک ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ جل شانہ سے اس کے لئے دعا کروں کہ وہ اس کو اس دنیاوی چکروں سے نکال کر اپنا بندہ بنالے۔ کیسا اچھا ہوگا کہ یہ جنت کے نوجوانوں میں سے ہوجائے۔

مالک بن دینارؒ نے کہا! جعفر! چلو ہم اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے۔ اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے مالک بن دینارؒ کا نام سنا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ پہچان گیا اور احتراماً کھڑا ہوگیا۔ کہنے لگا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی؟

مالکؒ نے کہا! تم نے اس مکان میں کس قدر رقم لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا! ایک لاکھ درہم۔ مالکؒ نے کہا! اگر تم یہ ایک لاکھ درہم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہوگا اور اس میں اس سے کہیں بڑھ کر خوبیاں ہوں گی۔ اس میں خیمے اور قبے سرخ یاقوت کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہوگی۔ اس کا گارا مشک سے بنا ہوا ہوگا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی۔ وہ کبھی نہ پرانا ہوگا اور نہ ٹوٹے گا۔ اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے امر کن سے تیار ہوگا۔ اس نوجوان نے کہا کہ مجھے سوچنے کے لئے ایک رات کی مہلت دیجئے۔

کل صبح آپ تشریف لائیں تو میں اس کے متعلق اپنی رائے عرض کردوں گا۔ حضرت مالکؒ واپس آگئے۔ وہ نوجوان رات بھر اس مسئلہ پر غور وفکر کرتا رہا۔ آخر شب میں اس نے بڑی عاجزی سے دعا کی۔ جب صبح ہوئی اور ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازے پر ہی ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ جب اس نے حضرت مالک بن دینارؒ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

حضرت مالکؒ نے فرمایا! تمہاری کل کی بات کے متعلق کیا رائے ہے۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ اس

چیز کو پورا کریں گے جو آپ نے کل مجھ سے کہیں تھیں۔

حضرت مالک نے فرمایا! ضرور۔ اس نوجوان نے درہم سے بھرے تھیلے ان کے سامنے لاکر رکھ دئے اور ایک کاغذ قلم اور دوات لاکر رکھ دی۔

حضرت مالکؒ نے اس کاغذ پر لکھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس مکان کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو ایک ایسا محل جس کی وہ تمام صفات جو انہوں نے بیان کی تھیں لکھ دیں ملے گا۔ اس سے بھی کہیں بہتر، زیادہ عمدہ اور حق تعالیٰ شانہ کے قرب میں ملے گا۔ یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیا اور ایک لاکھ درہم اس سے لے کر چلے آئے۔ جعفر فرماتے ہیں کہ وہ تمام رقم آپ نے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی یہاں تک کہ شام کو حضرت مالکؒ کے پاس اتنی رقم بھی باقی نہیں تھی کہ ایک وقت کا کھانا آسکے۔

اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالکؒ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو محراب میں ایک پرچہ پڑا ہوا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالکؒ نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا اور اس کی پشت پر بغیر روشنائی سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مالک بن دینارؒ کے ذمہ کی برأت ہے۔ جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گنا زیادہ دے دیا۔

حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھ کر حیران ہو گئے۔ اس کے بعد ہم اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا۔ یعنی سوگ کے طور پر لگایا گیا تھا۔ مکان سے رونے کی آوزیں آرہیں تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا گذشتہ کل انتقال ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ اس کو غسل میت کس نے دیا۔ اس کو بلایا گیا۔ ہم نے اس سے اس نوجوان کے نہلانے اور دفنانے کی کیفیت معلوم کی۔

اس نے کہا کہ اس نوجوان نے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور کہا تھا کہ جب تم مجھے نہلا کر کفن پہناؤ تو یہ پرچہ کفن کے اندر میرے سینہ پر رکھ دینا۔ میں نے ان کو نہلایا، کفنایا اور وہ پرچہ اس کے کفن کے اندر اس کے بدن پر رکھ دیا۔ حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا یہ وہی پرچہ ہے۔ قسم اس ذات کی جس نے اس کو موت دی۔ یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کے دوسرا

نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالکؒ ! آپ مجھ سے دو لاکھ درہم لے لیں اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیں۔

حضرت مالکؒ نے فرمایا! وہ بات اب دور چلی گئی۔ اب نہیں ہوسکتا۔ اللہ جل شانہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالک بن دینارؒ اس نوجوان کا ذکر کرتے تو رونے لگتے تھے اور اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

5.63 ۔ حضرت مالک بن دینارؒ اور ایک معذور عاشق

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں! گرمیوں کا موسم تھا، اتنی گرمی کہ پرندے بھی درختوں کے سایہ میں چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہو کا عالم تھا سورج آگ برسا رہا تھا۔ باہر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی ضروری کام سے باہر نکلنا پڑا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو دونوں ٹانگوں سے معذور تھا اور زمین پر گھسٹتا ہوا آ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ جب وہ قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ گرمی کی وجہ سے سرخ ہو چکا ہے اور وہ پسینہ سے شرابور ہے۔

میں نے اسے سلام کیا جس کا اس نے جواب دیا۔

میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس سے پوچھا کہ اس گرمی میں تم کہاں جا رہے ہو۔

اس نے جواب دیا کہ حج کے لئے جا رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے گھر چل کر کچھ دیر آرام کرلو عصر کے وقت جب گرمی کچھ کم ہو جائے گی تو چلے جانا۔

وہ کہنے لگا مالک بن دینار! آپ تو پاؤں پر چل سکتے ہیں اور سفر جلدی طے کر سکتے ہیں۔ میں تو سیرین کے بل گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہوں مجھے زیادہ وقت لگتا ہے۔ سفر لمبا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے زیادہ وقت لگ جائے اور حج کے ایام نکل جائیں۔ اس لئے میں راستے میں نہیں رک سکتا۔

مالک بن دینارؒ نے کہا! اے اللہ کے بندے! تم رک جاؤ۔ ہم سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں تم پیدل جانے کے بجائے سواری پر جاؤ۔ یہ بات سن کر اس نے مالک بن دینار کی طرف غصہ بھری نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگا! مالک بن دینار! میں تمہیں عقلمند آدمی سمجھتا تھا تم تو عقل سے بالکل عاری ہو۔

میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا! تم بتاؤ اگر کسی غلام نے اپنے مالک کا جرم کیا ہو، نافرمانی کی ہو، پھر وہ سوچے کہ میں اپنے مالک کو منانے کے لئے جاؤں۔ اب مجھے بتاؤ کہ اس غلام کو سوار ہو کر جانا چاہئے یا پیدل چل کر؟ اپنے مالک کی خدمت میں تو عاجزی کے ساتھ پیش ہونا اچھا لگتا ہے۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اس نوجوان کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ خیر پھر وہ چلا گیا اور میں یہ بات بھول بھی گیا۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اسی سال میں بھی حج پر گیا۔ حج کے ارکان پورے کرتے ہوئے میں شیطان کو کنکریاں مار کر واپس لوٹ رہا تھا تو دیکھا کہ ایک جگہ مجمع لگا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ ایک نوجون انتہائی رقت سے دعائیں مانگ رہا ہے جس کو سننے کے لئے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔

میں نے کہا ذرا مجھے بھی دیکھنے دو۔ میں مجمع میں سے راستہ بناتا ہوا اس نوجوان کے قریب تک پہنچ گیا۔ میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا!

اے اللہ! تیری مہربانیاں شامل حال رہیں۔ میں نے تیرے گھر کا طواف کیا، حجرا سود کو بھی بوسہ دیا،
میں نے مقام ابراہیمؑ پر بھی سجدے کئے، غلاف کعبہ کو پکڑ کر بھی دعائیں مانگیں،
اے اللہ! میں وقوف عرفات میں بھی حاضر ہوا، مزدلفہ میں بھی حاضری دی،
اے مالک! میں نے شیطان کو کنکریاں مار کر اپنی دشمنی اور نفرت کا اظہار بھی کر دیا۔
اے اللہ! اب قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ یہ سب میرے اردگرد کے لوگ جائیں گے اور قربانیاں کریں گے۔ اے مالک! تو تو جانتا ہے کہ میرے پاس اس احرام کے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔
اے اللہ! آج میں اپنے جان آپ پر قربان کرنا چاہتا ہوں۔
میرے مالک! میری یہ قربانی قبول فرمالے۔

یہ کہتے ہوئے مجمع نے دیکھا کہ اس نے باآواز بلند کلمہ پڑھا اور اس کے بعد اس کی روح پرواز کر گئی۔

میں اس کے قریب گیا اور اس کو غور سے دیکھا تو یہ وہی معذور نوجون تھا جس سے میری بصرہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اللہ اکبر کبیراً (تمنائے دل)

(قولِ زریں)

جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ ہو اس کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں

(حضرت مالک بن دینارؒ)

باب ششم

(دور تبع تابعین کرامؒ)

6.1 ۔ امام ابوزرعہؒ کا مرض الموت میں حدیث معہ سند پڑھنا

امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریمؒ (متوفی ۲۶۴ھ) علم الحدیث کے مشہور امام تھے۔ اس فن میں آپ امام بخاری ؒ کے ہمسر مانے جاتے تھے۔ آپؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ کے استاد تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے اوران کو چھ لاکھ احادیث حفظ تھیں۔

امام ابوزرعہؒ خود کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو ''قل ھواللہ'' یاد ہوتی ہے۔ تاریخ میں آپ کی وفات کا عجیب وقعہ لکھا ہے۔ امام ابوجعفر تستریؒ فرماتے ہیں کہ ہم ان کی جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتمؒ، محمد بن مسلمؒ، منذر بن شاذؒ اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اپنے مرنے والوں کو **لا الہ الا اللّٰہ** کہنے کی تلقین کرو۔

مگر امام ابوزرعہ سےؒ شرمارہے تھے اوران کو تلقین کرنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلمؒ نے ابتدا کی '' **حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر عن صالح** '' اتنا کہہ کر رک گئے، پھر امام ابوحاتم رازیؒ نے سند پڑھی '' **حدثنا بندار ، حدثنا ابو عاصم عن عبد الحمید بن جعفر عن صالح** '' اتنا کہہ کر رک گئے اور باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔ اس پر امام ابوزرعہؒ نے اسی جان کنی کے عالم میں اپنی سند سے ساتھ روایت پڑھنا شروع کی:

حدثنا بندار، حدثنا ابو عاصم، حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن عریب عن کثیر بن مرة الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰہ ﷺ

من کان آخر کلامه لا اله الا اللّٰہ

اتنا کہہ پائے تھے کہ آپ کی روح پرواز کرگئی۔ پوری حدیث یوں ہے:

'' **من کان آخر کلامه لا اله الا اللّٰہ دخل جنة** ''

یعنی جس کی زبان سے آخری لفظ **لا الہ الا اللّٰہ** نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

سبحان اللہ! کیا خوش نصیب تھے اور حدیث شریف میں ان سعید روحوں کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ آخری دم تک علم و عمل کا ساتھ رہا۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۰ص ۲۳۴)

6.2 ۔ بہلولؒ اور خوفِ خدا

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں قبرستان سے گزرا تو دیکھا کہ بہلولؒ وہاں ایک قبر میں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں اور مٹی سے کھیل رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور ان سے پوچھا! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا! میں ان لوگوں کے پاس ہوں جو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔

6.3 ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور باندی کا خواب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک کنیز تھی۔ ایک دن وہ سو کر اٹھی تو اس نے آپؒ سے کہا!

اے امیر المومنین! میں نے آج ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا! جلدی جلدی بیان کرو۔ وہ کہنے لگی! میں نے دوزخ کو دیکھا بھڑک رہی ہے اس پر پل صراط رکھا گیا ہے اور خلفاء کو فرشتے لے کر آئے۔ پہلے عبدالملک بن مروان کو دیکھا کہ انہیں فرشتے لائے اور حکم دیا کہ اس پر چلو وہ تھوڑی دور چلے اور گر پڑے۔ آپؒ نے فرمایا! جلدی بیان کرو۔ وہ کہنے لگی! پھر اس کے بعد ان کے بیٹے ولید کو لایا گیا اور ان سے بھی وہی کچھ کہا! وہ بھی تھوڑی دور چل کر گر گئے۔ پھر دوسرے بیٹے سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا اور وہ بھی اسی انجام سے دوچار ہوئے۔ پھر آپؒ کو لایا گیا۔ کنیز نے اتنا کہا تو آپ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ کنیز چیخنے لگی کہ حضور واللہ! میں نے دیکھا کہ آپ سلامتی کے ساتھ پار اتر گئے۔ وہ شور مچاتی رہی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا برا حال ہو رہا تھا۔

(خوفِ خدا کے سچے واقعات)

6.4 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کی کرامت

روایت ہے کہ حبیب عجمیؒ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ یوم الترویہ کو بصرہ میں دیکھے جاتے اورنویں تاریخ یوم العرفہ کوعرفات میں ہوتے۔

ایک دفعہ بصرہ میں لوگوں کو فاقہ کشی کی نوبت آگئی۔ حبیب عجمیؒ نے کچھ کھانا ادھار خریدا اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اپنی تھیلی لے کر اپنے سر کے نیچے رکھ لی۔ جب کچھ قرضدار تقاضے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنی تھیلی کو کھولا تو وہ درہموں سے بھری ہوئی تھی اس سے انہوں نے لوگوں کے قرض ادا کئے۔

6.5 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کی توبہ کا قصہ

حضرت حبیب عجمیؒ بہت مالدار شخص تھے آپ کا ذریعہ معاش سودخوری تھا۔ آپ لوگوں کو قرضہ دے کر اس پر سود وصول کر کے اس سے گزر بسر کرتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کی بیوی نے کہا آج گھر میں کچھ پکنے کے لئے نہیں ہے کچھ خوراک کا انتظام کیجئے۔ حبیب عجمیؒ گھر سے نکلے اور اپنے ایک مقروض کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اتفاق سے گھر کا مالک گھر پر نہ تھا اس کی بیوی نے بتایا کہ اس کا شوہر گھر پر نہیں ہے۔ حبیب عجمیؒ نے کہا کہ مجھے تمہارا شوہر نہیں اپنی رقم کی قسط چاہئے۔ اس پر اس عورت نے جواب دیا کہ جب شوہر گھر پر نہیں ہے تو سودی رقم کہاں سے ملے گی۔ اس پر حبیب عجمیؒ نے پھر سے کہا کہ مجھے تمہاری کسی بات سے سروکار نہیں۔ اگر تم مجھے قسط نہیں دو گی تو میں وقت ضائع کرنے کا ہرجانہ بھی وصول کروں گا۔ قرضدار شخص کی بیوی نے کہا جب ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے تو سودی قسط کہاں سے دیں اور پھر ہرجانہ کہاں سے دیں گے۔ حبیب عجمی نے دروازے کو ٹھوکر مار کر کہا! میں خالی ہاتھ تو نہیں جاؤں گا کچھ نہ کچھ تو لے کر ہی جاؤں گا۔

قرضدار کی بیوی کو بڑا غصہ آیا، اس نے سوچا عجیب خسیس قسم کا آدمی ہے جب میں اپنی مجبوری اور معذوری بیان کر رہی ہوں پھر بھی یہ تقاضے کئے جا رہا ہے۔ اس نے جان چھڑانے کے لئے کہا کہ کل ہم نے ایک بکری ذبح کی تھی اس کا گوشت وغیرہ تو ختم ہو چکا ہے اس کی سری باقی ہے اگر وہ لینا چاہو تو لے جاؤ۔ حبیب نے کہا کہ وہی دے دو۔ اس عورت نے وہ سری ان کو دے دی وہ اسے لے کر گھر آ گئے اور بیوی سے کہا کہ ہرجانے کے طور پر یہ سری ملی

ہے اس کو ہی آج پکاؤ۔

حبیب عجمیؒ کی بیوی نے کہا خالی سری سے تو کام نہیں چل سکتا۔ اس کے لئے ایندھن لکڑی، مرچ مصالحہ اور دیگر اشیاء بھی چاہئیں اور یہ چیزیں بھی نہیں ہیں۔ حبیب عجمیؒ نے کہا کہ فکرمت کرو میں یہ چیزیں بھی سود میں لے کر آتا ہوں۔ آپ دوبارہ باہر گئے اور تمام چیزیں بھی سود میں لے آئے۔ بیوی نے سالن پکانے کے لئے ہانڈی چولہے پر رکھ دی اور اس میں سری کا گوشت پکنے کے لئے رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد سالن تیار ہو گیا اور بیوی نے کہا۔ سالن پک گیا ہے لہٰذا کھانا کھالیں۔ عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک فقیر کھڑا بھیک کا طالب تھا۔ فقیر کو دیکھ کر حبیب عجمیؒ سخت برہم ہوئے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ایک وصول کرنے والے کا گھر ہے۔ میں خود سارا دن لوگوں سے رقمیں وصول کرتا ہوں تو مجھ سے وصول کرنے آ گیا ہے۔ کچھ شرم کر اور اپنا راستہ لے۔ فقیر نے عاجزانہ انداز میں التجا کی کہ جناب مجھے بھوک لگی ہے خدا کے لئے مجھے کچھ کھانا کھلائیں۔ حبیب عجمیؒ نے کہا کہ جاؤ ایک بار کہہ دیا کہ کھانا نہیں ملے گا۔

اس پر فقیر نے کہا کہ اے حبیب! میں بھی تمہارا شاگرد ہوں جس طرح تو لوگوں کے دروازے پر اکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کچھ لئے بغیر وہاں سے نہیں ٹلتا، میں بھی یہاں سے کچھ لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اس پر حبیب عجمی دوبارہ کہنے لگے کہ میں نے لوگوں کو قرض دیا ہوتا ہے اور اس کا سود طلب کرتا ہوں۔ تو نے مجھے کیا دیا ہے جو لینے آیا ہے۔ فقیر کہنے لگا مالدار کے مال وزر میں غریب ومحتاج کا بھی حصہ ہوتا ہے اور میں اپنا حصہ وصول کرنے آیا ہوں اور وصول کر کے ہی جاؤں گا۔ حبیب غصہ سے بولے! یہاں سے چلا جا میں اب بھی تیرا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ کوئی اور ہوتا تو اس سے کاغذ پر دستخط کروا کر اپنے وقت کے زیاں کی قیمت وصول کرتا۔ فقیر کہنے لگا! حبیب! تمہارا دم کنجوسی سے ویسے نکلا جا رہا ہے۔ میں نے تم سے کوئی مال وزر تو نہیں مانگا میں تو فقط کھانے کے لئے کچھ مانگ رہا ہوں۔

حبیب عجمیؒ نے سخت لہجہ سے کہا اے ناہنجار فقیر! میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا اور اگر میں تمہیں مال دے بھی دوں تو تم اس سے امیر نہیں ہو سکتے مگر میں غریب ضرور ہو جاؤں گا۔ اگر میں تمہیں کچھ کھانے کے لئے دوں تو اس سے تمہارا پیٹ نہیں بھرے گا اور میں خواہ مخواہ بھوکا رہ جاؤں گا۔

اس پر فقیر کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اے حبیب! اگر تو مجھے کھانا دینے سے بھوکا رہ جائے گا تو مجھے کھانا مت

دے، مگر ایک بات یاد رکھ جب اللہ کسی کو بھوکا رکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ شخص کبھی پیٹ نہیں بھر سکتا اور آج تو خدا کے حکم سے بھوکا رہے گا۔

فقیر کی بات سن کر بھی حبیب عجمیؒ کو کوئی اثر نہیں ہوا لیکن ان کی بیوی کا دل پسیج گیا اور اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ اس کو کھانا دے دیا جائے مگر وہ اپنے شوہر کی ضد کے سامنے بے بس ہوگئی۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ حبیب عجمیؒ کچھ کھانا فقیر کو دے دیں مگر حبیب عجمی پر حرص وتمع کا غلبہ تھا۔ انہوں نے بیوی کو بھی لعن طعن کیا اور فقیر کو بھگا دیا۔ فقیر تو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا جو انسانی روپ میں آیا تھا۔ اس نے جب یہ بددعا دی کہ اگر تو مجھے کھانا نہیں دے گا تو خود بھی نہیں کھا سکے گا۔

اس کی اس بات کو جھٹلانے کے لئے حبیب عجمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ لاؤ کھانا میں ابھی فقیر کو کھانا کھا کر دکھاتا ہوں۔ بیوی نے سالن نکالنے کے لئے جب دیگچی کا ڈھکنا کھولا تو حیران رہ گئی کہ دیگچی میں شوربے اور سالن کی جگہ خون بھرا ہوا ہے اس نے حبیب عجمی کو بلا کر دیگچی دکھائی۔ پہلے تو حبیب عجمی نے سالن کے رنگ و بو پر غور کیا اور جب ان کو یہ اطمینان ہو گیا کہ یہ واقعی خون ہے تو پھر ان کو بھی احساس ہوا۔ اب بیوی کو بولنے کا موقع مل گیا اس نے کہا کہ تم نے ہمیشہ بخیلی سے کام لیا۔ اپنی ہوس کے لئے لوگوں کا خون چوسا۔ قرض کی تہوں پر تہیں چڑھا کر لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن کر دیا اور آج اس سائل کو جو غالباً اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔ اس سے نہایت بُرا رویہ اختیار کیا اور خدا نے اس خون سے جو تم نے لوگوں کا چوسا ہے ہمارا سالن بدل دیا۔

حبیب عجمیؒ کی حالت تو پہلے ہی پریشان کن تھی، اوپر سے بیوی کی جلی کٹی باتوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور وہ فقیر کو ڈھونڈنے کے لئے بھاگے مگر وہ تو نامعلوم کہاں غائب ہو گیا تھا۔ اس پریشانی میں گھر واپس آئے تو بیوی نے کہا کہ اب میرا مشورہ مان لو۔ پوچھا جلدی بتاؤ میں سخت بے چین و بے قرار ہوں مجھے معلوم نہیں کون سی سزا ملنے والی ہے۔ اس پر بیوی نے کہا کہ سارا قرضہ جو تم نے لوگوں سے لینا ہے ایک دم معاف کر دو۔ تمہاری اس سخاوت اور دریا دلی کی خبر سن کر فقیر خود دوڑا دوڑا ہوا آئے گا۔

حبیب عجمیؒ کہنے لگے مگر میں پھر ساری زندگی روپے پیسے کے بغیر کیسے گزارا کروں گا۔ اس پر بیوی نے جواب دیا کہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ اتنے دن تم نے عیش سے زندگی بسر کی ہے اب باقی زندگی میں محنت مشقت

کرو، تجارت کر لینا پیسہ کسی طرح بھی کمایا جا سکتا ہے۔ اب حبیب عجمیؒ سوچوں میں غرق ہو گئے، گھناؤنا کاروبار، دولت، عیش وعشرت چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جوں جوں کاروبار چھوڑنے کا سوچتے دماغ میں الجھن بڑھتی جاتی مگر پھر اچانک حبیب عجمیؒ کے دل میں سودی کاروبار سے نفرت اور کراہیت پیدا ہوگئی۔ اسی وقت پاک وصاف ہو کر مصلیٰ پر آ گئے نماز ادا کر کے سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

اے باری تعالیٰ! میں گناہ گار وسیاہ کار ہوں، زندگی بھر غلطیوں اور بداعمالیوں کا شکار رہا ہوں۔ ان سے لاتعلق ہونا چاہتا ہوں۔ میری مدد فرما کیونکہ میری عقل کمزور ہے مجھے عقل کے حوالے کرنے کے بجائے تو خود میری دستگیری اور راہنمائی فرما۔ میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنا تمام سودی کاروبار ختم کر دوں گا اور اپنے ساری قرضے لوگوں کو معاف کر دوں گا۔

جب دعا ختم ہوئی تو حبیب عجمیؒ کے دل ودماغ کو سکون واطمینان حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے فیصلے پر قائم رہنے کا حوصلہ دیا اور گناہ گاری کی زندگی ترک کر کے ہدایت دی۔ آپ نے فوراً اپنی بیوی کو بتایا کہ میں تمہارے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو کر نیکی کی زندگی اختیار کروں گا تم اس پر گواہ رہنا۔ بیوی بہت خوش ہوئی اور بولی کہ آپ نے زندگی کی حقیقت کو پالیا ہے۔ میں آپ کی قیامت تک گواہ رہوں گی۔ یہ سن کر حبیب عجمیؒ کا چہرا تسلی وتشفی کے نور سے چمک اٹھا۔ وہ فوراً گھر سے باہر نکلے اور بلند آواز سے لوگوں کو بتاتے جاتے تھے کہ میں نے جس کسی سے قرض لینا ہے وہ مجھ سے قرض کی واپسی کی معافی لکھوا لے۔ جب لوگوں نے سنا کہ حبیب عجمیؒ اپنی فطرت اور عادت کے برخلاف اعلان کر رہے ہیں تو اکثر نے یہ سمجھا کہ حبیب عجمیؒ لوگوں کے خون نچوڑنے کے نئے طریقے کا اعلان کر رہے ہیں۔ گلی کے لڑکوں نے آپ کو دیکھا تو ایک دوسرے کو خبردار کرنے لگے کہ قریب مت جانا کیونکہ اس کے قریب جانا جہنم کی آگ کو چھونے کے برابر ہے۔

یہ باتیں سن کر حبیب عجمیؒ کو بڑا دکھ ہوا مگر کسی کو کیا کہتے یہ سب ان کی اپنی بداعمالیاں تھیں۔ وہ روتے روتے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس کی طرف چلے۔ وہاں پر موضوع بھی آپ ہی کے حسب حال تھا۔ جس نے آپ کے ذہن کے بند دریچوں کو کھول دیا اور بعد میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی روح پرور تقریر اور نصیحتوں نے ان کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے سامنے بھی توبہ کی اور ان کو گواہ بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ

سے وعدہ کیا کہ وہ سود جیسے مکروہ کاروبار کا خیال بھی دل میں نہیں لائیں گے اور لوگوں کے سارے قرضوں کو معاف کر دیں گے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے آپ کے فیصلے اور استغفار کو بڑا سراہا اور آپ کے حق میں دعا کی۔ حبیب عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ کی دعا لیتے ہوئے گھر واپس لوٹے۔ راستے میں آپ کو ایک شخص ملا جو آپ کا قرضدار تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ چلو میرے ساتھ میرے گھر میں کاغذ پر تمہیں تمہارے قرضے سے معافی لکھ دوں۔ لیکن قرضدار بولا! اگر میں آپ کے گھر گیا تو وہاں آپ میرے ساتھ برا سلوک کریں گے۔ میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپ نے کہا! اگر تم میرے ساتھ میرے گھر نہیں جانا چاہتے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں وہاں جا کر میں تمہیں تحریر لکھ دوں گا۔ مگر وہ شخص بالکل نہ مانا اور بولا کہ آپ میرے گھر جا کر شور شرابہ کریں گے اور محلے میں مجھے رسوا کریں گے۔

آپ رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اے خدا! میں اتنا بے اعتبار ہو چکا ہوں کہ میری نیکی پر بھی لوگ یقین نہیں کرتے۔ آپ نے پھر اس قرضدار سے کہا اچھا تو جا، کاغذ یہاں لے آ میں یہاں ہی قرضے کا معافی نامہ لکھ دیتا ہوں۔ اب اس شخص کو تھوڑا اعتماد پیدا ہوا اور وہ اپنے گھر چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ راستے میں پھر گلی کے لڑکوں سے حبیب عجمیؒ کا سامنا ہوا لڑکے آپ کو دیکھ کر بولے ہٹ جاؤ کہیں ہماری اڑائی ہوئی گرد حبیب عجمیؒ پر نہ پڑ جائے اور ہم گناہ گار ہو جائیں۔ یہ سن کر قرضدار بہت متعجب ہوا۔ حبیب عجمی اسی وقت سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا یا مولا کریم! تیری قدرت کے بھی عجیب تماشے ہیں۔ ادھر میں نے توبہ کی ادھر تو نے میری نیک نامی کا اعلان کروانا شروع کر دیا۔

اسی وقت سے آپ نے اپنے تمام قرضداروں کو قرضے کے معافی نامے لکھ لکھ کر دینا شروع کر دئے اور اعلان کروا دیا کہ میرا کوئی بھی مقروض جہاں کہیں بھی ہے وہ مجھ سے معافی نامہ لے لے۔ تمام قرضداروں کو معافی نامے دینے کے بعد آپ نے اپنا تمام اثاثہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ سب کچھ بانٹ چکے تو ایک سائل آ گیا اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ رہا تھا تو آپ نے اس کو اپنا کرتہ اتار کر دے دیا۔ ابھی وہ سائل موجود ہی تھا کہ ایک اور آ گیا۔ آپ نے اپنی بیوی کی چادر اسے دے دی اور اپنا دامن دنیاوی دولت سے جھاڑ دیا۔

اس کے بعد دونوں میاں بیوی نے فرات کے کنارے ایک کوٹھری تعمیر کر کے اسے عبادت کے لئے مخصوص کر لیا۔ انہوں نے اپنا معمول بنا لیا تھا کہ دن میں حضرت حسن بصریؒ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے۔ حبیب عجمیؒ قرآن کریم کا تلفظ صحیح طرح سے ادا نہیں کر پاتے تھے اس لئے عجمی کہلائے۔

ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے کہا کہ کھانے پینے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آپ کو کچھ کام کرنا چاہیئے تو آپ مزدوری کے لئے گھر سے نکلے۔ لیکن آپ مزدوری کرنے کے بجائے ایک مسجد میں چلے گئے اور دن بھر اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ جب شام کو گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا کما کر لائے۔ آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کر رہا تھا وہ بہت رحم دل اور کرم کرنے والا ہے اس لئے مجھے اس سے مزدوری طلب کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا کہ دس دن کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو میں پوری اجرت دے دوں گا۔ آپ اسی طرح روز آنہ گھر سے مزدوری کے لئے نکلتے اور مسجد میں جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ پھر جب دس دن گزر گئے تو آپ کو خیال آیا کہ آج گھر جا کر کیا جواب دوں گا۔ آپ اسی سوچ میں غرق گھر کی طرف جا رہے تھے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک غیبی شخص کے ذریعے ایک بوری آٹا، ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درہم آپ کے گھر پہنچا دئے اور یہ پیغام بھی پہنچایا کہ حبیب سے کہہ دینا اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اسے اور بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔ چنانچہ جب آپ اپنے خیالوں میں گم گھر پہنچے تو گھر میں سے کھانوں کی خوشبوئیں آ رہیں تھیں۔ آپ نے اندر جا کر بیوی سے صورت حال معلوم کی تو بیوی نے پوری بات بتا دی اور آپ کے لئے جو پیغام تھا وہ بھی پہنچا دیا۔ آپ کو خیال آیا کہ صرف دس دن کی عبادت جس میں مکمل توجہ بھی نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے اتنا اچھا نعم البدل عطا کر دیا۔ اگر میں دل جمعی سے اس کی عبادت کروں تو نہ جانے کیا کیا انعامات حاصل ہوں گے۔ اسی دن سے آپ دنیا کو چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غرق ہو گئے اور مستجاب الدعوات کے درجہ کو پہنچے۔ آپ کی دعاؤں سے نہ صرف آپ کو بلکہ عوام الناس کو بھی بہت فائدہ ہو۔

(اولیاء کرامؒ، تذکرۃ الاولیاء)

6.6 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کا روحانی تصرف

ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو حجاج بن یوسف کے سپاہی گرفتار کرنے کے لئے ڈھونڈ رہے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمیؒ کے عبادت کرنے کی جگہ پہنچ گئے اور کہا حبیب مجھے چھپا لو حجاج کے سپاہی مجھے گرفتار کرنے کے لئے ڈھونڈ رہے ہیں۔ حبیب عجمیؒ نے کہا کہ آپ اندر جا کر چھپ جائیں۔ تھوڑی دیر میں حجاج کے سپاہی ڈھونڈتے ہوئے ادھر آئے دروازے پر حبیب عجمی کھڑے ہوئے تھے۔ سپاہیوں نے ان سے پوچھا کہ حسن بصریؒ تو یہاں نہیں آئے انہوں نے کہا! ہاں! آئے تھے اور وہ اندر ہیں۔ سپاہی حجرے کے اندر چلے گئے سب جگہ کی تلاشی لی لیکن حضرت حسن بصریؒ نظر نہیں آئے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمیؒ سے کہا کہ تم نے حجاج کے سپاہیوں سے جھوٹ بولا ہے حجاج تم کو اس کی سزا دے گا۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ آئے تو تھے۔ چنانچہ سپاہیوں نے دوبارہ تلاشی لی لیکن حضرت حسن بصریؒ کو نہ پا سکے اور حبیب کو دیوانہ سمجھ کر واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد حضرت حسن بصریؒ باہر نکلے اور کہا کہ تم نے تو میرے استاد ہونے کا بھی پاس نہیں کیا اور ان کو صاف صاف میرے متعلق بتا دیا۔ حبیب عجمیؒ نے کہا کہ انہوں نے آپ کو دیکھا تو نہیں۔ میں نے سچ سے کام لیا تو آپؒ محفوظ رہے اور اگر میں جھوٹ بولتا تو یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔

یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا کہ تم نے کیا پڑھ کر کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ دو مرتبہ آیت الکرسی، دو مرتبہ سورۃ اخلاص اور دو مرتبہ آمن الرسول ۔۔۔ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

6.7 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کا توکل

حضرت حبیب عجمیؒ بصرہ میں رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنی چادر اور جیکٹ اتار کر چوک پر رکھ دی اور نہانے کے لئے حمام میں چلے گئے۔ اتفاق سے آپ کے مرشد حضرت حسن بصریؒ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو حبیب عجمی کے کپڑے ہیں۔ وہ آس پاس دیکھنے لگے کہ حبیب کہیں قریب ہوں گے لیکن وہ نظر نہیں آئے تو ان کپڑوں کے پاس ان کی حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے ایک طرف سے

حبیب عجمی کو آتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ قریب آئے تو انہوں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہاں تمہارے کپڑے پڑے ہوئے دیکھے اور تم نہیں تھے۔ تم یہ کپڑے کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چلے گئے تھے اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟ حبیبؒ نے فرمایا! اسی کے بھروسے پر چھوڑ کر گیا تھا جس نے آپ کو اس کی حفاظت کے لئے یہاں پہنچا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت حبیب عجمیؒ کے شیخ حضرت حسن بصریؒ آپ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ہاں جو کی ایک روٹی اور نمک موجود تھا۔ آپ نے تواضع کے طور پر اپنے شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو باہر سے ایک سائل کی آواز آئی۔ حبیب عجمیؒ نے اپنے شیخ کے سامنے سے وہ روٹی اٹھا کہ اس سائل کو دے دی۔ اس پر حضرت حسن بصریؒ کو برا محسوس ہوا اور انہوں نے حبیب عجمیؒ سے کہا تم میں شائستگی ہونے چاہئے۔ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح روٹی اٹھا کر کسی اور کو نہیں دینی چاہئے۔ اگر دینا ہی چاہ رہے تھے تو اس میں سے ایک ٹکڑا توڑ کر اسے دے دیتے۔ یہ سن کر حبیبؒ خاموش رہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص سر پر ایک خوان رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں مختلف اقسام کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ساتھ پانچ سو درہم تھے۔ آپ نے وہ خوان حضرت حسن بصریؒ کے سامنے رکھ دیا اور ان سے کھانے کو کہا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانے بیٹھ گئے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے تمام درہم غرباء میں تقسیم کر دئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے ان سے فرمایا! تمہارا شمار نیک لوگوں میں ہوتا ہے لیکن ابھی یقین کی تھوڑی کمی ہے۔

6.8 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کا پانی پر چلنا

ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ دریائے دجلہ پر پہنچے تو ان کی ملاقات حضرت حبیب عجمیؒ سے ہوگئی۔ حبیبؒ نے حسن بصریؒ سے پوچھا! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ دریا پار جانا چاہتا ہوں کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیبؒ نے کہا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر خود پانی پر چلتے ہوئے دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن بصریؒ پر غشی طاری ہوگئی، جب انہیں ہوش آیا تو لوگوں نے ان سے اس

غشی کی کیفیت دریافت کی۔

انہوں نے فرمایا! حبیب کو علم میں نے سکھایا۔ لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے پانی پر چل کر دریا کے پار چلے گئے۔ اس دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہوگئی کہ جب پل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہوگی۔ جب آپ کی حبیبؒ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا۔

حبیبؒ نے فرمایا! میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا! افسوس ہے کہ دوسروں نے تو میرے علم سے فائدہ اٹھایا لیکن مجھے کچھ نہ مل سکا۔

حضرت فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہے کہ حبیب عجمیؒ کا مقام حسن بصریؒ سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شے پر فضیلت دی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا! '' قل رب ذدنی علما '' (اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما)

مشائخ کا قول ہے کہ طریقت کا چودھواں درجہ کرامت ہے اور اٹھارھواں درجہ اسرار و رموز ہے۔ کرامت کا حصول عبادت سے متعلق ہے اور اسرار و رموز کا عقل و فکر سے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

6.9 ۔ حضرت حبیب عجمیؒ کا فقہ پر عبور

حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کسی جگہ تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے حضرت حبیب عجمیؒ وہاں پہنچ گئے۔ امام شافعیؒ سے امام احمدؒ نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا؟

امام شافعیؒ نے انہیں منع کیا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے۔ ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے۔ لیکن منع کرنے کے باوجود انہیں نے سوال کر ہی دیا۔

امام احمدؒ نے حبیب عجمیؒ سے پوچھا! جس شخص کی پانچ نمازوں میں ایک نماز قضا ہوگئی ہو اور وہ یہ بھی بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا! اس کو پانچوں نمازوں کی قضاء کرنی ہوگی۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوکر بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ سن کر امام شافعیؒ نے کہا! میں نے اس لئے منع کیا تھا کہ ان سے فقہی سوال مت کرو۔

6.10 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی کرامت

حضرت سہیلؒ اکثر و بیشتر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چلتے ہوئے کہنے لگے کہ اب میں کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا اس لئے کہ آج چھت پر سے آپ کی کنیزیں مجھے اے سہیل! اے سہیل! کہہ کر آواز دے رہیں تھیں اور یہ بات مجھے بہت نا گوار لگی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ آؤ سہیل کا نماز جنازہ ادا کریں۔ چنانچہ اسی دن ان کا انتقال ہوگیا اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے سوال کیا کہ موت سے پہلے ہی آپ کو ان کی موت کا علم کیسے ہوگیا۔

آپؒ نے فرمایا! انہوں نے یہ کہا کہ تمہاری چھت پر سے کنیزیں مجھے اے سہیل! کہہ کر آواز دے رہی تھیں حالانکہ میرے یہاں کوئی لونڈی یا کنیز نہیں ہے۔ وہ یقیناً جنت کی حوریں تھیں جو ان کو آوازیں دے رہی تھیں۔ اسی وجہ سے میں نے ان کی موت کا یقین کرلیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

6.11 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی سخاوت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مرو میں رہتے تھے۔ مرو خراسان کے شمال مغرب میں واقع ہے جو شام سے بہت دور ہے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے وطن شام گئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب نہ راستے اچھے تھے اور نہ تیز گاڑیاں چلتی تھیں۔ سفر کرنا اسان نہیں ہوتا تھا۔ آپ تاجر تھے اس کے ساتھ ساتھ باعمل عالم بھی تھے۔ راتیں عبادت میں جاگ کر گزارتے تھے اور دن میں لوگوں کی خدمت بھی کرتے تھے۔ جب کبھی جہاد کا اعلان ہوتا تو تلوار سونت کر میدان جنگ میں کود پڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا۔ آپ اپنی دولت لوگوں کی ضروریات پورا کرنے میں صرف کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانیوں کا اظہار کیا اور کہا کہ آجکل میں مقروض ہوگیا ہوں۔ ادائیگی مشکل ہوگئی ہے اور قرض بڑھتا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا! کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور روزگار کی تلاش میں رہو۔ اس کے ساتھ انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر انہیں دیا اور کہا کہ یہ پرچہ منشی صاحب کو دے دینا۔ وہ صاحب پرچہ لے کر منشی صاحب کے پاس پہنچے۔ اس نے پرچہ کھول کر دیکھا تو اس میں سات ہزار کی رقم لکھی ہوئی تھی جوان صاحب کو دینے کی ہدایت کی گئی تھی۔

منشی نے ان صاحب سے پوچھا! جناب! آپ کو کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا! میرے اوپر سات سو درہم کا قرض ہے جس کا ذکر میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کیا تھا تو انہوں نے یہ پرچہ لکھ کر آپ کو دینے کے لئے کہا ہے اور کہا تھا کہ تمہیں رقم مل جائے گی۔

منشی وہ پرچہ لے کر پھر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس پہنچا اور ان سے پوچھا کہ یہ شخص سات سو درہم کا مقروض ہے آپ نے اسے سات ہزار درہم دینے کے لئے لکھا ہے۔ کیا لکھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت بڑے محدث تھے اور ان کے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک بات رہتی تھی۔ انہیں منشی کی یہ باریک بینی اچھی نہیں لگی۔ انہوں نے منشی سے وہ پرچہ لیا اور اس رقم کو کاٹ کر چودہ ہزار کر دیا اور کہا کہ یہ رقم جلدی سے دے دو انتظار مت کرو۔

آپؒ نے فرمایا! میں نے سات ہزار درہم پیش کئے تھے اس ظالم نے میری لذتِ ایمانی مول تول کی نذر کر دی۔ اسے سات سو کی جگہ جب سات ہزار ملتے تو اسے اچانک خوشی ملتی کیونکہ یہ رقم اس کے لئے غیر متوقع ہوتی۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی مسلمان کو اچانک خوشی دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اس سے کہیں بڑھ کر دے گا اور اس میں ذرا بھی کمی نہیں ہوگی۔ اب اس کو معلوم ہوگیا کہ سات ہزار مل رہے ہیں اس لئے میں نے اسے چودہ ہزار کر دئے کہ یہ رقم اس کی توقع کے خلاف ہوگی تو اسے اچانک بہت خوشی ملے گی۔

(انوکھے واقعات)

6.12 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ابتدائی حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ آپ ایک عورت پر اس درجہ عاشق و فریفتہ تھے کہ کسی پہلو چین نہیں آتا تھا۔ سردی کا موسم تھا ایک رات محبوب کے مکان کی دیوار کے ساتھ صبح تک لگے کھڑے رہے۔ جب صبح اذان ہوئی تو آپؒ نے خیال کیا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے، لیکن فوراً ہی آدمیوں کی آمد ورفت اور روشنی نمودار ہونے پر معلوم ہوا کہ میں ساری رات محبوبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کھڑا رہا اور مفت میں ایک مخلوق کا اس قدر انتظار کرتا رہا۔ پھر اپنے آپ سے کہنے لگے۔ مبارک کے بیٹے! شرم کر ہوائے نفسانی کی خاطر تو نے ساری رات گزار دی۔ اگر نماز میں ساری رات کھڑا رہتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ آپؒ نے فوراً توبہ کی اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک درجہ حاصل کر لیا کہ ایک روز آپ کی والدہ نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لئے آپ کو پنکھا جھل رہا ہے۔ (کشف المحجوب)

6.13 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور حج کی قبولیت

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ میں سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے باتیں کر رہے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اس سال چھ لاکھ لوگوں نے حج کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ مگر دمشق کا ایک موچی جو حج میں شریک نہیں ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل تمام لوگوں کا حج قبول کر لیا۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد جب آنکھ کھلی تو آپ نے اس موچی سے ملاقات کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ دمشق پہنچے اور اس موچی کی تلاش شروع کر دی۔ بالآخر آپ کو اس کا نام حسب ونسب معلوم ہو گیا اور آپ اس شخص تک پہنچ گئے۔ آپ نے اس سے ملاقات کی اور حج کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے اپنا نام اور پیشہ بتانے کے بعد آپ کا نام پوچھا؟ آپ نے بتایا کہ میں عبداللہ بن مبارک ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔

جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے بتایا کہ بہت عرصے سے میرے دل میں حج کرنے کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لئے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے گھر سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ ان کے ہاں سے تم بھی تھوڑا سا کھانا مانگ لاؤ تا کہ ہم بھی کھالیں۔ چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ بھی پکایا ہے اس میں سے ہمیں بھی عنایت کر دیں۔ لیکن اس نے کہا کہ وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے۔ کیونکہ سات دن سے میں اور میرے اہل خانہ فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے ایک جگہ ایک گدھا مرا ہوا دیکھا تو اس میں سے گوشت کاٹ کر لے آیا ہوں اور اسے پکا لیا ہے۔ یہ سن کر میں خوف خدا سے لرز گیا اور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر دی۔ میں نے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی مدد میرے حج کے برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے خواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور اللہ تعالیٰ حقیقتاً قضا وقدر کا مالک ہے۔

6.14 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی سیدزادے سے ملاقات

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بڑی وجاہت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک نادار سید ملا۔ اس نے کہا کہ میں سید ہونے کے باوجود بھی آپ کے مرتبے سے کم کیوں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے جد امجد کا اطاعت گزار ہوں لیکن تم نے ان کے اقوال واعمال پر عمل نہیں کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تمہارے جد اعلیٰ خاتم الانبیاء تھے اور میرا باپ گمراہ۔ لیکن تمہارے جد اعلیٰ نے جو ترکہ چھوڑا اس کو میں نے حاصل کیا جس کی وجہ سے مجھے یہ مرتبہ عطا ہوا اور میرے باپ کی گمراہی تم نے حاصل کر لی اس لئے تم رسوا ہو گئے۔

لیکن اسی شب آپ نے خواب میں دیکھا حضور اکرم ﷺ غصے کی حالت میں ہیں۔ جب غصہ کی وجہ معلوم کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے میری آل کے عیب کی پردہ دری کیوں نہیں کی۔ آپ نیند سے بیدار ہو گئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ آپ اس سیدزادے کی تلاش میں نکل گئے۔

دوسری طرف اس سیدزادے نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر تیرے اعمال

وافعال بہتر ہوتے تو عبداللہ تیری توہین کیوں کرتا۔ وہ جب بیدار ہوا تو عبداللہ بن مبارک کی تلاش میں نکل پڑا۔ دونوں کی راستے میں ملاقات ہوگئی، دونوں نے اپنا اپنا خواب ایک دوسرے کو سنایا اور پھر دونوں نے سچے دل سے توبہ کی۔

6.15 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور گناہوں سے توبہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ روم میں میں ایک جگہ دیکھا جہاں کچھ لوگ ایک شخص کو شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں اور اسے زدوکوب کررہے ہیں۔ ایک شخص دور کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسے خوب مارو ورنہ بڑا بت ناراض ہوجائے گا۔ جب میں نے پٹنے والے سے پوچھا کہ یہ لوگ تجھے کیوں مار رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہوئے بغیر بڑے بت کا نام زبان پر نہیں لا سکتے۔ اس کے ڈر سے یہ گریہ زاری بھی نہیں کرسکتے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں وہ دین عطا فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہی بندہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ جب اس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو سکوت اختیار کرلیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شناخت کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔

6.16 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور ایفائے عہد

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جہاد میں ایک کافر سے مقابلہ کررہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے اس کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کی اور جب اس کی عبادت کا وقت آیا تو وہ بھی آپ سے اجازت طلب کرکے اپنے بت کے سامنے متوجہ ہوگیا۔ اس دوران آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس کو قتل کردوں۔

اسی وقت ندا آئی کہ ہماری اس آیت کے مطابق

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً ﴾

(سورۃ الاسراء ۔ ۳۴)

یعنی تم سے قیامت کے دن عہد شکنی کی باز پرس ہوگی۔ لہٰذا اپنے (غلط) ارادوں سے باز آجاؤ۔

یہ ندا سنتے ہی آپ رو پڑے جب اس کافر نے آپ کے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے پورا واقعہ اسے سنا دیا۔ یہ سن کر اس کافر کو خیال آیا کہ جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو اس کی اطاعت نہ کرنا بزدلی ہے اور اس خیال سے ہی وہ سچے دل سے کفر سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

6.17 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور دوست کا دشمن

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ ایک شخص خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن وہ لرز کر بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس سے بیہوش ہونے کی وجہ پوچھی گئی؟ اس نے بتایا کہ میں آتش پرست ہوں اور بھیس بدل کر کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کی نیت سے آیا تھا۔ لیکن جیسے ہی میں نے داخلے کا ارادہ کیا تو ندا آئی کہ دوست کا دشمن بن کر دوست کے مکان میں کیسے داخل ہوسکتا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں بے ہوش ہوا اور سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

6.18 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور مجبور غلام

ایک دفعہ سخت سردی کے موسم میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک غلام کو سردی میں سکڑتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تم اپنے آقا سے گرم کمبل کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا کیا اس کو نظر نہیں آتا کہ جو میرے کہنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس جملے سے آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ طریقت تو اس غلام سے سیکھنی چاہیئے۔

6.19 ۔ غیبت کی معصیت

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے عرض کیا کہ میں ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں کہ ندامت کی وجہ سے میں آپ کے سامنے بیان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن اصرار کے بعد اس نے کہا کہ میں زنا کا مرتکب ہو گیا

ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس خیال میں تھا کہ تو نے کسی کی غیبت کرنے کا گناہ کیا ہے۔ کیونکہ کہ زنا کا تعلق تو اللہ کے گناہوں سے ہے جو توبہ کے بعد معاف بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن غیبت تو بندے کا گناہ ہے جس کو اگر بندہ معاف نہ کرے تو اللہ بھی معاف نہیں کرتا۔

6.20 ۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا نافرمان بیوی کو طلاق دینا

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے گھر کوئی مہمان آ گیا اس وقت آپ کے ہاں کوئی بھی خادم موجود نہیں تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ مہمان اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے لہٰذا اس کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ مگر اس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی چنانچہ ایک شرعی حکم کے مطابق کہ جو عورت اپنے شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہئے۔ آپ نے مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

انہی دنوں ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی وعظ کی مجلس میں ایک امیرزادی شریک ہوئی۔ وہ آپ کے وعظ سے قدر متاثر ہوئی کہ اس نے اپنے والدین سے کہا کہ میری شادی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کر دی جائے۔ والدین نے اپنی بیٹی کی بات مان کر اس کی شادی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کر دی۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دئے۔ نکاح کے بعد ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے ہماری خوشنودی میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی اس لئے ہم نے اس سے بہتر بیوی تم کو عطا کر دی۔

6.21 ۔ عبداللہ بن مبارکؒ کی مجلس کا رنگ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت بڑے محدث اور فقیہہ ہیں۔ آپ کے پاس علم حاصل کرنے والوں کا اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد کو گنا گیا تو وہ چالیس ہزار سے زائد تھیں۔ اس دور میں لاؤڈ اسپیکر تو ہوتے نہیں تھے۔ جب وہ درس حدیث دیتے تو نماز کی طرح مکبر مقرر کئے ہوئے تھے جو ان کے الفاظ کو دوہراتے تھے۔ قریب والے کی آواز سن کر اس سے تھوڑی دور والا زور سے وہ الفاظ دوہراتا تھا اسی طرح آخیر تک آواز چلی جاتی تھی۔ آپ کی مجلس میں ان مکبروں کی تعداد بارہ سو ہوا کرتی تھی۔

6.22 ۔ عبداللہ بن مبارکؒ اور ایک نیک خاتون کا قصہ

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں گھر سے حج کے لئے نکلا۔ میں نے پہلے روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابھی میں راستے میں ہی تھا کہ مجھے ایک جگہ جس کا نام ''سواد'' تھا ایک بوڑھی عورت ملی۔ وہ اون کی اوڑھنی پہنے ہوئی تھی میں نے انہیں **السلام علیک و رحمة اللہ و برکاته** کہا۔

اس نے جواب دیا! **سلام قولاً من رب الرحیم** (سورۃ یٰس ۔ ۵۸)

مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔

میں نے پوچھا! اللہ آپ پر رحم کرے آپ اس جگہ کیا کر رہی ہیں۔

اس نے جواب دیا! **من یضلل اللہ فلا ھادی له و یدرھم فی طغیانھم یعمھون**

جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ ان کو چھوڑ دیتا ہے ان کی سرکشی میں کہ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ یہ راستہ بھٹک گئی ہے۔ اور اس کو کوئی راستہ بتانے والا نہیں مل رہا۔ میں نے پوچھا! کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے جواب دیا!

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنی بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہاں کب سے ہو؟ اس نے کہا!

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ط قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا O

(سورۃ مریم ۔ ۱۰)

کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا! نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہوکر تین رات (دن) لوگوں سے باتیں نہ کرسکو گے۔

پھر میں نے پوچھا! آپ کس چیز کے ساتھ وضو کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ط وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○

(سورۃ النساء ۔ ۴۳)

مومنو! جب تم نشے کی حالت ہو میں نماز کے قریب مت جاؤ، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم منہ سے کیا کہتے ہو اور نہ ناپاکی کی حالت میں سوائے اس کے کہ تم سفر میں ہو، یہاں تک کہ غسل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کرکے آئے یا تم نے عورت سے قربت کی ہو، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی لے کر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو، بے شک اللہ درگزر کرنے والا، مغفرت کرنے والا ہے۔

پھر میں نے کہا! میرے پاس کھانا ہے آپ کھانا کھالیں۔ اس نے کہا!

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ج فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ص وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِى الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۸۷)

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں سے بے تکلف ہونا حلال کر دیا ہے، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا، اور تم سے درگزر کیا، پس تم (رات میں) ان سے جسمانی میل جول کر لیا کرو اور اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ مقدر کر دیا ہے اس کو حاصل کرو اور جب تک صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ داری سے ممتاز نہ ہو، اس وقت تک (صبح صادق تک) کھاؤ پیو پھر تم رات تک روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو اپنی بیویوں سے اختلاط نہ کیا کرو، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، سو تم اس کے نزدیک بھی نہ جاؤ، اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ پرہیز گار ہو جائیں۔

میں سمجھ گیا کہ بڑھیا کا روزہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ اس نے کہا!

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ
أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۸)

بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو ان پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص اپنے خوشی سے نیکی کرے گا تو اللہ قدر کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

میں سمجھ گیا ان کا نفلی روزہ ہے۔ میں نے کہا! سفر میں تو فرض روزہ بھی نہ رکھنا جائز ہے، یہ تو پھر نفلی ہے۔ اس نے جواب دیا!

أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ
وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ

وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۸۴)

گنتی کے چندروز، پھر اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں (مگر روزہ نہ رکھیں) تو اس کے بدلے میں ایک محتاج کو کھانا کھلانا ہے۔ پھر جو کوئی اپنے شوق سے مزید نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اور تمہارے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اگر چہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اور نیکی ہے۔

آخر میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ وہ اس طرح بات کیوں کرتی ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا!

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً O

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۳۶)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تجھے علم نہ ہو بے شک کان اور آنکھ اور دل میں سے ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔

میں نے کہا! آپ مجھ سے ناراض ہوگئیں مجھے معاف فرمائیں۔ انہوں نے کہا!

قَالَ لاَ تَثْرَيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ O

(سورۃ یوسف ۔ ۹۲)

اس نے کہا آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

میں نے کہا کہ اگر آپ کو ضرورت ہے تو میں اپنی اونٹنی پر سوار کر کے آپ کے قافلے تک پہنچا دوں۔ انہوں نے کہا!

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۹۷)

حج کے چند معلوم مہینے ہیں پس جو کوئی ان میں حج کا پختہ ارادہ کر لے تو اس کو دوران حج نہ تو عورتوں سے بے تکلفی کرنی چاہئے نہ گناہ کا کام اور نہ لڑائی جھگڑا، اور تم جو نیک کام کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا، اور زادراہ بھی لے لیا کرو پھر بہترین زادراہ تو تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

میں نے اپنی اونٹنی بٹھا دی تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں۔ پھر انہوں نے کہا!

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ O

(سورۃ النور ۔ ۳۰)

آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس سے باخبر ہے۔

میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور ان سے سوار ہونے کے لئے کہا۔ لیکن جب وہ سوار ہونے لگیں تو اونٹنی بدک گئی اور ان کے کپڑے پھٹ گئے۔ وہ کہنے لگیں!

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ O

(سورۃ الشوریٰ ۔ ۳۰)

اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے (گناہوں کو) اللہ معاف کر دیتا ہے۔

میں نے کہا! صبر کرو میں اونٹنی کی ٹانگ باندھ دیتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا!

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلّاً آتَيْنَا حُكْماً وَعِلْماً وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ O

(سورۃ الانبیاء ۔ ۷۹)

پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم دے رکھا ہے اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو تسبیح کرتے تھے، اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔

پھر میں نے اونٹنی کے پاؤں باندھ دئے اور ان سے کہا کہ اب آپ سوار ہو جائیں۔ وہ اونٹنی پر سوار ہو گئیں تو انہوں نے کہا!

لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ Oوَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ O

(سورۃ الزخرف: ۱۴۔۱۳)

تا کہ تم اس کی پشت کر جم کر بیٹھو اور جب تم اس پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور تیز تیز چلنے لگا اور تیز آواز میں ہدی گا تا رہا۔ تو اس پر انہوں نے کہا!

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ O

(سورۃ لقمان ۔ ۱۹)

اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو کیونکہ آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

یہ سن کر میں لگام تھام کر آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اشعار گنگنانے لگا۔ تو پھر انہوں نے کہا!

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِيْ الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (20)

(سورۃ المزمل ۔ ۲۰)

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت دو تہائی رات (نماز تہجد میں) کھڑی رہتی ہے اور رات اور دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے اس لئے اس نے تم پر مہربانی فرمائی، سو تم جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہیں۔ اور بعض روزی کی تلاش میں ملک میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو جتنا آسانی سے پڑھ سکو تو اس میں سے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اس کو قرض حسنہ دو اور جو تم بھلائی اپنے آگے بھیجو گے، اللہ کے پاس اس کو بہتر اور اجر کے اعتبار سے بڑھا ہوا پاؤ گے اور اللہ سے معافی مانگتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس خاتون کا مطلب تھا کہ اشعار پڑھنے سے بہتر ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے۔ میں نے کہا! کیونکہ اس میں خیر و برکت رکھی گئی ہے۔

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً
وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُواْ الأَلْبَابِ ○

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۶۹)

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے اور جس کو دانائی دی گئی تو اس کو بڑی بھلائی مل گئی
اور یہ بات عقل مند لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

میں تھوڑی دور تک خاموشی سے سفر کرتا رہا پھر میں نے ان سے پوچھا! آپ کے شوہر ہیں؟ تو انہوں نے کہا!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَسْأَلُواْ عَنْ أَشْيَاء إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْأَلُواْ عَنْهَا
حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ○

(سورۃ المائدہ ۔ ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں اور اگر تم قرآن کے نازل ہوتے وقت ان کو پوچھو گے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔ (گزشتہ سوالات) اللہ نے معاف کردئے اور اللہ بخشنے والا بڑے حلم والا ہے۔

پھر میں خاموشی سے چلتا رہا یہاں تک کہ میں ان کے قافلے والوں سے مل گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس قافلے میں تمہارا کون ہے۔ انہوں نے کہا!

اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِیْنَۃُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِندَ رَبِّکَ ثَوَاباً وَخَیْرٌ أَمَلاً ○

(سورۃ الکہف ۔ ۴۶)

مال اور اولاد تو دنیا کہ رونق ہیں اور باقی رہ جانے والی نیکیاں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے اور امید کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ اس قافلے میں اس کے بیٹے ہیں۔ میں نے ان کی پہچان پوچھی؟ تو انہوں نے کہا!

وَعَلامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ○

(سورۃ النحل ۔ ۱۶)

اور بہت سی نشانیاں اور وہ ستاروں سے راستہ معلوم کرتے ہیں

میں سمجھ گیا کہ وہ قافلے کو راستہ بتانے والے ہوں گے۔ اس لئے میں قافلے کے سب سے آگے والے اونٹ کے پاس پہنچ گیا اور اس بوڑھی عورت سے پوچھا کہ ان میں سے کون سا تمہارا بیٹا ہے۔

انہوں نے جواب دیا!

وَاتَّخَذَاللّٰہُ اِبْرَاهِیمَ خَلِیْلاً　　وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسیٰ تَکْلِیمًا

یَا یَحْییٰ خُذِالْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ

اور ابراہیم اللہ نے اپنا دوست بنالیا، اور موسیٰ سے اللہ نے باتیں کیں، اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام

تو میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ میں نے اے ابراہیم، اے موسیٰ اور اے یحییٰ کہہ کر آواز دی۔ تو تینوں خوبصورت نوجوان سامنے آ گئے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھا تو اس بڑھیا نے کہا!

وَ كَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَاماً فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَداً O

(سورۃ الکہف ۔ ۱۹)

اور اس طرح ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھیں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا دن کا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے اور کہنے لگے کہ تمہارا رب ہی جانتا ہے کہ تم کتنی دیر ٹھہرے، اب تم اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ پھر وہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے سو اس میں سے کچھ کھانا تمہارے پاس لے آئے اور چاہئے کہ وہ چپکے سے آ جائے اور کسی کو خبر نہ ہونے دے۔

ان بھائیوں میں سے ایک اٹھا اور کھانا خریدنے چلا گیا۔ انہوں نے وہ کھانا میرے سامنے رکھ دیا تو بڑھیا نے کہا!

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئاً بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ O (سورۃ الحاقہ ۔ ۲۴)

مزے سے کھاؤ پیو ان کاموں کے صلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کئے ہیں۔

میں نے کہا کہ مجھ پر تمہارا کھانا حرام ہے یہاں تک کہ تم مجھے اس بڑھیا کے متعلق بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے چالیس سال سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہیں بولتی ہے۔ ان کو خوف ہے کہ کہیں زبان سے کوئی لغزش نہ ہو جائے اور اس پر رحمان کی ناراضگی کا سبب بنے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ پھر میں نے کہا!

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ O

(سورۃ جمعہ ۔ ۴)

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

(بحوالہ اسلاف کی یادیں)

6.23 ۔ حضرت امیر معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیز میں افضل کون؟

مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے سوال کیا! کیا حضرت امیر معاویہ کا درجہ بڑا ہے یا اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا؟ کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں مسلمانوں میں آپس میں بہت لڑائیاں ہوئیں اور ان میں ہزاروں صحابہ کرام اور تابعین شہید ہوئے تھے۔ ان کے مقابلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور مسلمانوں کے لئے اتنا اچھا اور ترقی کا دور تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت یاد آ گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا کہ تم دونوں کے درمیان نسبت کا مقابلہ کرتے ہو تو سنو جب حضرت امیر معاویہؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے اور ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو راستے کی دھول جاتی تھی وہ دھول کی مٹی کا رتبہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی۔ جو نعمتیں اور برکتیں صحبت سے ملتی ہیں وہ اس کے بغیر انسان کو حاصل ہو ہی نہیں سکتیں۔ (مختصر تاریخ دمشق)

6.24 ۔ اخلاص کا نمونہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے والد جن کا نام مبارک تھا۔ وہ ایک شخص کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو اپنے باغ کی نگرانی کے لئے رکھا تھا۔ ایک دن باغ کا مالک باغ پہنچا اور مبارکؒ سے کہا کہ مجھے انار کھلاؤ۔ آپ درخت سے ایک بہت پکا ہوا انار توڑ کر لائے اور کاٹ کر مالک کو کھلایا۔ وہ کھٹا تھا۔ مالک نے کہا کہ یہ تو کھٹا ہے دوسرا لاؤ۔ آپ ایک اور انار توڑ کر لے آئے اس کاٹ کر دیا تو وہ بھی کھٹا نکلا۔ تیسری دفعہ بھی جو انار لائے وہ بھی کھٹا تھا تو مالک نے ناراض ہو کر کہا! تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے تین سال گزر گئے ہیں لیکن تمہیں آج تک یہ نہیں معلوم ہوا یہ کون سا پھل میٹھا ہے اور کون سا کھٹا۔

حضرت مبارکؒ نے کہا کہ آپ نے مجھے اس باغ کی دیکھ بھال کے لئے رکھا ہے پھل کھانے کے لئے نہیں میں نے تین سال میں کبھی اس باغ کا پھل نہیں کھایا۔ اس لئے مجھے یہ معلوم نہیں کہ کس درخت کا پھل میٹھا ہے اور کس درخت کا پھل کھٹا ہے۔ باغ کا مالک ان کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور اس کے دل میں آپ کا احترام اور عزت اتنی بڑھی کہ اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔ پھر اس نے آپ کی شادی اپنی بیٹی سے کر کے آپ کو اس باغ کا مالک

بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا دیا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ جو بڑے ہو کر بہت بڑے محدث، فقیہہ اور اللہ کے ولی بنے۔ (خطباتِ ذوالفقار)

6.25 ۔ باا خلاق پڑوس کی قیمت

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کی پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا کسی وجہ سے اسے اپنا مکان بیچنا پڑا۔ اس نے مکان کی قیمت دو ہزار دینار لگائی۔ ایک خریدار آیا اس نے کہا کہ اس جگہ اس معیار کے مکان کی قیمت تو ایک ہزار ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں ایک ہزار اس بات کے ہیں کہ اس مکان کے پڑوس میں عبداللہ بن مبارک ؒ رہتے ہیں۔ سبحان اللہ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

6.26 ۔ چار باتیں

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ ایک جگہ سے گزر رہے تھے تو ایک لڑکے پر نظر پڑی جس کے چہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ آپ ؒ نے اس سے پوچھا! بیٹا! کچھ پڑھا بھی ہے یا یوں ہی اپنا وقت اور عمر برباد کر رہے ہو؟

اس نے کہا! کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا، بس چار باتیں سیکھی ہیں۔

آپ ؒ نے پوچھا! کون سی؟

کہنے لگا! مجھے سر کا علم، کانوں کا علم، زبان کا علم اور دل کا علم حاصل ہے۔

آپ نے فرمایا! مجھے بھی کچھ بتاؤ۔

اس نے کہا! سر اللہ کے سامنے جھکانے کے لئے ہے، کان اس کا کلام سننے کے لئے ہے، زبان اس کا ذکر کرنے کے لئے اور دل اس کی یاد بسانے کے لئے ہے۔

حضرت ابن مبارک ؒ اس کے اس حکمت آمیز کلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس سے کچھ نصیحت کرنے کو فرمایا۔ اس لڑکے نے کہا! آپ مجھے شکل وصورت سے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ اگر علم اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھنا۔ (انوکھے واقعات)

6.27 ۔ حضرت بشر حافیؒ کی کرامت

حیات الصوفیہ میں حضرت بشر حافیؒ کے حالات وکرامت اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ بشر حافیؒ کے متعلق خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ کوئی چوپایہ بغداد کی گلیوں میں پیشاب و پاخانہ نہ کرتا تھا کہ کہیں بشرؒ کا پاؤں اس پر نہ پڑ جائے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں رہتے تھے۔ ایک دن ایک مرد صالح نے گوبر دیکھا تو آہ وزاری کرنے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو بولے بشر حافیؒ رحلت فرما گئے۔

لوگوں نے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ بازار میں گوبر پڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اسی وقت بشرؒ نے رحلت فرمائی تھی۔

6.28 ۔ حضرت بشر حافیؒ کی توبہ

حضرت بشر حافیؒ اپنی توبہ سے پہلے بہت بڑے شرابی تھے۔ آپ ایک مرتبہ شراب کے نشہ اور مستی کے عالم میں کہیں جا رہے تھے راستے میں آپ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر '' **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** '' لکھا ہوا تھا۔ حضرت بشر حافی نے اس کاغذ کے ٹکڑے پر اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھا تو تعظیماً اسے اٹھالیا اور عطر خرید کر اسے معطر کیا اور پھر اسے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا۔

اسی رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ جاؤ بشر حافیؒ سے کہہ دو کہ تم نے میرے نام کو معطر کیا اور اس کی تعظیم کی اور اسے بلند جگہ پر رکھا، ہم بھی تجھ کو پاک کر دیں گے اور دنیا اور آخرت میں تجھے بزرگی عطا فرمائیں گے اور بلند مقام عطا کریں گے۔ ان بزرگ نے دل میں سوچا کہ بشر تو ایک شرابی اور فاسق ہے۔ شاید میں نے خواب غلط دیکھا ہے چنانچہ انہوں نے وضو کیا، نفل پڑھے اور پھر سو گئے۔ دوسری بار پھر انہوں نے پھر وہی خواب دیکھا اس طرح تین مرتبہ یہی خواب نظر آیا اور یہی آواز سنی کہ ہمارا پیغام بشر ہی کے لئے ہے۔ جاؤ اسے ہمارا پیغام پہنچا دو۔

صبح ہوئی تو وہ بزرگ بشر حافیؒ کی تلاش میں نکلے۔ ان کو پتہ چلا کہ وہ شراب کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ یہ وہیں پہنچے اور ان کو آواز دی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ شراب کے نشہ میں بے ہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم

لوگ کسی طرح سے جا کر یہ بات سنا دو کہ تمہارے نام ایک ضروری پیغام آیا ہے اور پیغام لانے والا باہر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اندر گئے اور بشر حافیؒ سے کہا کہ اٹھو باہر چلو تمہارے نام کوئی پیغام لایا ہے۔

بشر حافی نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ وہ کس کا پیغام لائے ہیں۔ پوچھنے پر بزرگ نے فرمایا! میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے انہوں نے سوچا! کیا خبر میرے لئے پیغام عتاب آیا ہے یا عذاب! وہ باہر آ گئے اور پیغام سنا۔ پیغام سن کر ان کی حالت بدل گئی اور انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ ہر گناہ و برائی سے تائب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئے اور اس بلند مقام پر جا پہنچے کہ مشاہدہ حق کے معرفت سے زمین پر ننگے پاؤں رہنے لگے۔ جوتا پہننا چھوڑ دیا۔ اسی لئے آپ حافی کے نام سے مشہور ہوئے۔ "حافی" ننگے پاؤں والے کو کہتے ہیں۔

لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ جوتا کیوں نہیں پہنتے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا ہے۔ پس بادشاہ کے بچھائے ہوئے بچھونے پر جوتی پہن کر جانا بے ادبی ہے۔

(مرأۃ الاسراء ، تذکرۃ الاولیاء)

6.29 ۔ حضرت بشر حافیؒ کا مقام

کسی عورت نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ راستے میں سے شاہی روشنی کا گزر ہوا اس روشنی میں میں نے تھوڑا سا سوت کات لیا۔ آپ فرمائیے کہ وہ سوت میرے لئے جائز ہے یا ناجائز۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا! تم کون ہو اور اس قسم کا سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟

اس عورت نے جواب دیا کہ میں بشر حافیؒ کی ہمشیرہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا! تمہارے لئے وہ سوت جائز نہیں کیونکہ تم اہل تقویٰ کے خاندان سے ہو۔ تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے جو مشتبہ کھانے کو اگر ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا۔

6.30 ۔ حضرت بشر حافیؒ اور معرفتِ الٰہی

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اکثر و بیشتر حضرت بشر حافیؒ کی معیت میں رہتے تھے۔ ایک دن آپ کے عقیدت مندوں نے آپ سے پوچھا! محدث اور فقیہہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی شخص کو اپنے ہمراہ کیوں رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اپنے علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل ہے۔لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔

حضرت بشر حافیؒ نے محدث ہونے کے بعد باقی تمام علوم کی کتابیں زیر زمین دفن کر دیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے حدیث کبھی بیان نہیں کی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں حدیث اس لئے بیان نہیں کرتا کہ میرے اندر حصول شہرت کا جذبہ ہے۔ اگر یہ خامی نہ ہوتی تو میں حدیث ضرور بیان کرتا۔

حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا! فقراء کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ جو نہ تو مخلوق سے طلب کرتے ہیں اور نہ کسی کے کچھ دینے کے باوجود ان سے کچھ لیتے ہیں۔ ان کا شمار ایسے روحانی بندوں میں ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں ان کو مل جاتا ہے۔

۲۔ وہ جو خود تو کسی سے طلب نہیں کرتے، لیکن اگر کوئی دے دے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ یہ متوسط قسم کے متوکل ہیں۔ انہیں جنت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں گی۔

۳۔ وہ جو نفس کشی کرتے ہوئے صبر وضبط سے کام لے کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا!

جو دنیا میں عزت چاہتا ہے تو اسے تین چیزوں سے کنارہ کش رہنا چاہئے:

۱۔ مخلوق سے اظہار حاجت کرنا۔

۲۔ دوسرے لوگوں میں عیب نکالنا۔

۳۔ بغیر مدعو ہوئے کسی مہمان کے ہمراہ جانا۔

۴۔ جب تک بندہ نفس کے سامنے فولادی دیوار قائم نہیں کر لیتا اس وقت تک عبادت میں لذت اور حلاوت حاصل نہیں کر سکتا۔

۵۔ اہل معرفت وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ جانتا ہے اور نہ عزت کرتا ہے۔ جو شخص حلاوت

آزادی کے ساتھ ہمکنار ہونا چاہے اس کو اپنے خیالات پاکیزہ بنانے چاہئیں۔ جو صدق دل کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ لوگوں سے وحشت زدہ رہتا ہے۔

6.31 ۔ بشر حافیؒ کا خوفِ خدا

مشہور عالم اور صوفی بزرگ بشر حافیؒ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے۔ لوگوں نے کہا کہ اپنا قارورہ کسی طبیب کو دیکھا دیں۔ انہوں نے منع فرما دیا اور کہا کہ میرا طبیب مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کی جو مرضی ہوگی وہ کرے گا۔ لیکن جب ان کی بیماری بڑھتی گئی اور لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ کی بہن آپ کا قارورہ لے کے ایک عیسائی طبیب کے پاس گئیں۔ وہ طبیب ان کا قارورہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ قارورہ کسی عیسائی کا ہے تو وہ بہت بڑا راہب ہے۔ کیونکہ یہ جس شخص کا قارورہ ہے اس شخص کا جگر خوف الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ قارورہ کسی مسلمان کا ہے تو یقیناً بشر حافی کا ہے۔ جب لوگوں نے بتایا کہ ہاں یہ انہی کا قارورہ ہے تو وہ عیسائی قارورہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

لوگ جب طبیب کے پاس سے واپس آئے تو بشر حافیؒ نے کہا کہ تم لوگوں کا طبیب مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا! میں نے ایک ندا کہنے والے کی غیبی ندا سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے بشر! تمہارا قارورہ دیکھ کر عیسائی طبیب مسلمان ہو گیا ہے۔

آپ کا انتقال ۲۲۷ھ میں ہوا۔ (مستطرف: ا ص ۱۴۴)

6.32 ۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ

حضرت فضیل بن عیاضؒ مرو کے اطراف کے رہنے والے تھے اور خراسانی تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سمرقند (ذوالقرنین کا آباد کردہ ماوراء النہر کا ایک مشہور شہر) میں پیدا ہوئے اور پرورش ابیورد (خراساں میں سرخس اور نسا کے درمیانی علاقہ) میں پائی۔ وہاں سے آپ کے آباؤ اجداد کوفہ تشریف لے آئے تھے۔ ابوعلی اور ابوالفیض آپ کی کنیت تھی۔ آپؒ نے خرقہ خلافت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ سے حاصل کیا۔ حضرت شیخ المشائخ ابی عیاض

بن منصور بن محمد کوفی سے بھی خلافت ملی۔

فضیل بن موسیٰ کہتے ہیں کہ فضیل بن عیاضؒ پہلے ڈاکو تھے۔ سرخس اور ابیورد کے علاقوں میں ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ توبہ کی وجہ یہ بنی کہ آپ ایک لڑکی سے عشق کرنے لگے۔ ایک مرتبہ دیوار پھاند کر جب اس کے پاس جا رہے تھے تو کسی کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا!

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ O

(سورۃ الحدید ۔ ۱۶)

کیا مومنین کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کا دل اللہ کی یاد میں رقّت کے ساتھ جھک جائیں۔ اور اس حق کے لئے بھی جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک مدت دراز گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

آپ کہنے لگے: اے اللہ! اب وقت آ گیا۔ رات ایک ویران کھنڈر میں گزاری وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے۔ کچھ کہنے لگے کہ یہاں سے کوچ کر چلتے ہیں اور کچھ کہنے لگے کہ صبح تک یہاں ہی رہا جائے۔ کیونکہ راستے میں فضیل ہے وہ ہم پر ڈاکہ ڈال دے گا۔ فضیل نے توبہ کر لی اور انہیں امان دی۔ آپ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں!

- جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے غم کو زیادہ کر دیتا ہے اور جب کسی کو پسند نہیں کرتا تو اس کے لئے دنیا کشادہ کر دیتا ہے۔
- اگر ساری دنیا مجھ پر پیش کر دی جائے اور مجھ سے اس کا حساب بھی نہ لیا جائے تو میں اس سے اس طرح بچوں گا جس طرح مردار کے پاس سے گزرتے ہوئے بچتے ہیں کہ وہ کہیں کپڑوں کے ساتھ نہ لگ جائے۔

• اگر میں قسم کھاؤں کہ میں ریاکار ہوں تو مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں یہ قسم کھاؤں کہ میں ریاکار نہیں ہوں۔
• لوگوں کے لئے کوئی کام چھوڑنا ریاکاری اور لوگوں کے لئے کوئی کام کرنا شرک ہے۔

ابوعلی رازی فرماتے ہیں! میں تیس سال تک فضیل ؒ کی صحبت میں رہا میں نے کبھی انہیں ہنستے اور مسکراتے نہیں دیکھا۔ سوائے اس دن کے جس دن ان کا بیٹا فوت ہوا۔ اس دن میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا! اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو پسند کیا تو میں نے بھی اسے پسند کرلیا۔

فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو اس کے اثرات میں اپنے گدھے اور خادم کے اخلاق میں بھی پاتا ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاض ؒ کے پانچ خلفاء تھے۔

۱۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم ؒ
۲۔ حضرت خواجہ محمد شیرازی ؒ
۳۔ حضرت خواجہ بشر حافی ؒ
۴۔ حضرت شیخ ابی رجا عطاری ؒ
۵۔ حضرت خواجہ عبدالباری ؒ

آپ ؒ کا وصال محرم ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ آپ کی قبر مبارک مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی میں حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے قریب ہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر (۸۶) چھیاسی سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کہتے ہیں کہ فضیل کی موت نے اس کے غم وحزن کو ختم کردیا۔

6.33 ۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کی کرامت

کہا جاتا ہے کہ فضیلؒ کسی پہاڑ پر تھے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کا کوئی ولی پہاڑ کو کہے کہ حرکت میں آ جا تو وہ ضرور حرکت میں آ جائے گا۔ بس یہ کہنا تھا کہ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جا۔ میری یہ مراد نہ تھی تو پہاڑ ساکن ہو گیا۔

6.34 ۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ اور ندامتِ جرم

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک دفعہ کسی سے کہا کہ میں نے بہت جرائم کئے ہیں مجھے امیر وقت کے پاس لے چلو تا کہ وہ مجھ پر شرعی حد نافذ کرے۔ وہ شخص آپ کو لے کر امیر کے پاس لے گیا۔ امیر ان کے ساتھ بہت عزت واحترام سے پیش آیا اور ان کو گھر واپس بھیج دیا۔

آپ نے گھر کے دروازے پر آ کر آواز دی تو بیوی نے ضعف بھری آواز سن کر یہ سمجھا کہ آپ زخمی ہو گئے ہیں۔ بیوی نے دروازہ کھولا اور بے قرار ہو کر پوچھا! زخم کہاں لگا ہے۔ آپ نے فرمایا! آج زخم میرے دل پر لگا ہے پھر کہا کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں۔ تم چاہو تو میں تمہیں طلاق دے دوں کیونکہ اس راستے ہیں بہت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ لیکن بیوی نے کہا کہ میں آپ کی خادمہ بن کر آپ سفر میں ساتھ رہوں گی کیونکہ میرے لئے آپ کی جدائی نا قابل برداشت ہے۔ چنانچہ حضرت فضیلؒ نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے راستے کی مشکلات آسان فرما دیں۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور ہر وقت خانہ کعبہ کے قریب رہنے لگے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا! بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بد باطن حج یا زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں۔

6.35 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی چھت پر اونٹ کی تلاش

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ بلخ کے سلطان اور عظیم المرتبت حکمران تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ سنی۔ آپ کی آنکھ کھل گئی ۔ آپ نے آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے۔ جواب ملا کہ میں آپ کا ایک جاننے والا ہوں اور اپنے اونٹ کو تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا! چھت پر اونٹ کیسے آسکتا ہے؟ جواب ملا کہ تخت وتاج میں خدا کیسے مل سکتا ہے۔ یہ سن کر آپ پر ایک ہیبت طاری ہوگئی۔

6.36 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا محل یا سرائے

دوسرے دن جس وقت آپ کا دربار لگا ہوا تھا تو ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ اس کی شخصیت اتنی پُراثر تھی کہ حاضرین میں سے کسی کو اس سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس شخص نے تخت شاہی کے قریب پہنچ کر چاروں طرف دیکھا۔

ابراہیم بن ادھمؒ نے اس سے سوال کیا؟ تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو؟

اس نے کہا کہ میں یہاں قیام کرنے آیا ہوں کیونکہ یہ جگہ سرائے معلوم ہوتی ہے۔

ابراہیم ادھم نے کہا! یہ سرائے نہیں ہے میرا محل ہے۔

اجنبی شخص نے کہا کہ آپ سے پہلے یہاں کون مقیم تھا۔ آپ نے فرمایا! میرے باپ اور دادا۔ اس نے کئی پشتوں تک پوچھنے کے بعد کہا! آپ کے بعد یہاں کون رہے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ میری اولادیں۔ اس شخص نے کہا کہ ذرا تصور کیجئے کہ جس جگہ اتنے لوگ آکر جا چکے ہیں اور کوئی یہاں ایک مخصوص وقت سے زیادہ نہیں ٹھہر سکا تو یہ جگہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص اچانک غائب ہوگیا۔

ابراہیم بن ادھمؒ رات کے واقعہ سے ہی بہت بے چین تھے، اس واقعہ نے تو انہیں اور بھی مضطرب کر دیا۔ آپ اس شخص کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ بہت تلاش کے بعد آخر ایک جگہ ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں خضر ہوں۔

6.37 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اور حق کی پکار

ابراہیمؒ حضرت خضرؑ سے ملاقات کر کے شکار پر نکل گئے ۔ لیکن ایک جگہ اپنے ساتھیوں اور خدام سے بچھڑ گئے ۔ جب آپ تنہا رہ گئے تو آپ کو ایک ندا آئی کہ اے ابراہیم! موت سے قبل بیدار ہو جاؤ۔ یہ آواز مسلسل آپ کے کانوں میں آتی رہی۔ اسی دوران ایک ہرن آپ کے سامنے آ گیا۔ آپ نے اسے شکار کرنا چاہا تو وہ بول پڑا! اگر آپ میرا شکار کریں گے تو خود شکار ہو جائیں گے، کیا آپ کی تخلیق کا یہ مقصد ہے کہ آپ سیر وشکار کرتے پھریں۔ آپ گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا قلب نورِ باطنی سے منور ہو گیا۔

آپ نے تخت وتاج کو خیر آباد کہہ کر صحرا میں گریہ زاری کرتے ہوئے نیشا پور کے قریب ایک تاریک اور بھیانک غار میں نو سال تک عبادت میں مشغول رہے۔ آپ ہر جمعہ کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اسے فروخت کرتے۔ آدھی رقم خیرات کرتے اور آدھی سے روٹیاں خرید کر نماز جمعہ ادا کر کے پورے ہفتہ کے لئے غار میں چلے جاتے۔ ایک مرتبہ شیخ ابوسعیدؒ نے اس غار کی زیارت کی۔ آپ نے واپس آ کر فرمایا! اگر یہ غار مشک وعنبر سے لبریز کر دیا جاتا تو اس میں اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ کی اس میں قیام کرنے کی وجہ سے موجود ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

6.38 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی کرامات

محمد بن مبارک صوریؒ سے مروی ہے کہ بیت المقدس جاتے ہوئے میں ابراہیم بن ادھمؒ کے ساتھ تھا۔ ہم نے قیلولہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے قیام کیا اور چند رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد انار کی جڑ سے مجھے ایک آواز سنائی دی: اے ابواسحاق! مہربانی فرما کہ میرا کچھ پھل کھالو۔ یہ سن کر ابراہیمؒ نے اپنا سر نیچے کر لیا۔ اس آواز نے یہی بات تین مرتبہ کہی، پھر کہا اے محمد! میری سفارش کروتا کہ یہ تھوڑا سا میرا پھل کھالیں۔

اس پر میں نے کہا! اے ابواسحاق! آپ سن رہے ہیں چنانچہ آپ نے اٹھ کر دو انار لئے۔ ایک خود کھایا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو وہ انار کھٹا تھا اور یہ درخت چھوٹے قد کا تھا۔ واپسی پر جب ہم وہاں سے گزرے تو وہ ایک بلند درخت ہو چکا تھا اور اس کے انار میٹھے تھے اور وہ سال میں دو بار پھل دیتا تھا۔ لوگ اسے

''رمان العابدین'' کہتے تھے۔ (دو عابدوں کا انار کہتے اور عابد لوگ اس کے سائے میں پناہ لیتے تھے)۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اپنے رفیقوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہیں راستے میں ایک شیر ملا۔ ساتھیوں نے کہا ! اے ابواسحاق! اس شیر نے ہمارا راستہ روک لیا ہے۔ ابراہیمؒ شیر کے پاس گئے اور کہا اے شیر! اگر تجھے ہمارے متعلق کوئی حکم دیا گیا ہے تو تو کر گزر ورنہ واپس چلا جا۔ یہ سن کر شیر واپس چلا گیا اور آپ وہاں سے گزر گئے۔

ایک دفعہ ابراہیم بن ادھمؒ کشتی میں سوار ہونا چاہتے تھے تو کشتی والوں نے کہا کہ ہم ایک دینار لئے بغیر سوار نہیں ہونے دیں گے۔ اس پر انہوں نے کنارے پر دو رکعت نماز ادا کی اور کہا! اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے ایک دینار مانگ رہے ہیں اور وہ میرے پاس نہیں ہے۔ پھر اچانک دیکھا کہ ریت دینار ہی دینار بن گئی۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی قبر حضرت لوطؑ کی قبر کے پاس ہے۔ آپ کا انتقال ۱۶۱ھ میں شام میں ہوا۔ خواجہ شفیق بلخیؒ اور خواجہ حذیفہ مرعشیؒ آپؒ کے خلفاء تھے۔

6.39 ۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی سلطنتِ عظمٰی

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ جب اپنی سلطنت چھوڑ کر کہیں چلے گئے تو حکومت کے لوگ اور وزیران کو واپس لانے کے لئے ان کی تلاش میں گئے۔ ایک وزیر آپ کے پاس گئے تو دیکھا کہ آپ ایک کمبل اوڑھے دریا کے کنارے بیٹھے ہیں۔ وزیر نے عرض کیا کہ سلطنت کا نظام درہم برہم ہو رہا ہے آپ تشریف لے چلیں۔ شیخ اس وقت اپنی گدڑی (کمبل) سی رہے تھے آپ نے سوئی دریا میں پھینک دی اور وزیر سے کہا کہ میری سوئی دریا سے نکالو۔ وزیر نے بہت سے لوگ لگا دئے کہ سوئی ڈھونڈ کے نکالیں لیکن سب ناکام واپس ہو گئے اور سوئی کا پتہ نہ چل سکا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اب میری سلطنت دیکھو یہ کہہ کے مچھلیوں کو خطاب کیا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ۔ بہت ساری مچھلیاں اپنے منہ میں سوئیاں لے آئیں ان میں کوئی سونے کی تھی کوئی چاندی کی۔ آپ نے کہا کہ وہی سوئی لاؤ جو لوہے کی تھی تو ایک مچھلی وہ سوئی لے آئی۔ آپ نے وہ سوئی وزیر کے سامنے ڈال دی اور فرمایا! دیکھی میری سلطنت۔ تمہیں اپنی سلطنت پر ناز ہے ہمیں اپنی سلطنت پر بڑا ناز ہے۔

(از مولانا اشرف علی تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص۲۶)

6.40 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اور رضائے الٰہی

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے جب بلخ کی سلطنت کو خیر آباد کہہ دیا تو اس وقت آپ کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ جب بڑا ہوا اور جوانی میں ایک دن اس نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ وہ اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔

اس کے بعد اس کے بیٹے نے پورے شہر میں منادی کروادی کہ جو جو لوگ میرے ہمراہ حج کے سفر پر جانا چاہیں تو میں ان کے تمام اخراجات برداشت کروں گا۔ یہ منادی سن کر تقریباً چار ہزار لوگ آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جن کو اپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا لئے کعبۃ اللہ پہنچ گیا۔

حرم میں پہنچنے کے بعد انہوں نے وہاں مشائخ حرم سے اپنے والد کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے مرشد ہیں اور وہ اس وقت جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں کہ ان کو بیچ کر اپنے اور ہمارے لئے کھانے کا انتظام کریں گے۔ یہ سنتے ہی لڑکا جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا، وہ فرط محبت سے بے تاب ہو گیا لیکن سعادت مندی اور ناواقفیت کی وجہ سے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے بازار پہنچ گیا اور جب وہاں جا کر حضرت ابراہیمؒ نے آواز لگائی کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے بدلے میں لکڑیاں خرید لیں۔ ان روٹیوں کو آپ نے اپنے عقید تمندوں کے سامنے لے جا کر رکھ دیں اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔

آپ اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں۔ تمام افراد اس ہدایت کے پابند رہتے تھے اور آپ کے ہمراہ طواف میں شریک رہتے لیکن ایک مرتبہ حالت طواف میں آپ کا لڑکا آپ کے سامنے آ گیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے عقید تمندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے اوپر رحم فرمائے۔ آپ نے جس چیز سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہوئے۔ کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تمہارے علم میں ہی نہیں کہ جب میں نے بلخ کو خیر آباد کہا تھا تو اس وقت میرا ایک چھوٹا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے۔

اگلے دن آپ کا ایک مرید بلخ کے قافلے کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور دیکھا کہ وہی لڑکا ایک قیمتی خیمہ میں بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ مرید ان کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے والد کون ہیں؟

یہ سنتے ہی لڑکے نے روتے ہوئے کہا میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شاید یہ میرے والد ہیں۔ اگر میں ان سے پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ کہیں غائب ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار ہیں۔ ان کا نام ابراہیم بن ادھمؒ ہے۔

یہ سن کر مرید نے کہا کہ چلئے میں ان سے آپ کی ملاقات کروا دیتا ہوں۔ وہ اپنے ساتھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو لے کر مطاف میں داخل ہو گیا۔ جس وقت آپ کی نظر بیوی اور بچے پر پڑی تو بے ساختہ وہ آپ سے لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد جب حضرت ابراہیمؒ نے بیٹے سے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اسلام۔ پھر سوال کیا کہ تم نے قرآن پڑھا ہے۔ لڑکے نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے۔ لڑکے نے جواب دیا! جی ہاں۔

یہ سن کر فرمایا! الحمدللہ! اس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب چہرا اٹھا کر کہا! الٰہی اغثنی! یہ کہتے ہی آپ کے صاحبزادے زمین پر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ جب ارادت مندوں نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا! جب میں بچے سے ہم آغوش ہو کر فرط محبت اور جذبات میں بے تاب ہو گیا تو اسی وقت یہ ندا آئی کہ ہم سے دوستی کے دعوے کے بعد دوسروں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یا اللہ! یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دے دے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا قبول ہو گئی۔ (تذکرۃ المشائخ ص ۳۳)

6.41 ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی کرامت

ایک دفعہ موسم سرما میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے غسل کرنا چاہا۔ پانی دیکھا تو وہ سردی کی وجہ سے جم کر برف بن گیا تھا۔ آپ نے وہ برف توڑ کر اس پانی سے غسل کیا اور تمام رات عبادت میں مشغول رہے۔ آپ کو جب بہت زیادہ سردی محسوس ہوئی تو آپ کو آگ جلانے کا خیال آیا۔ آپ اسی خیال میں تھے کہ ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے آپ کی پشت پر گرم گرم کمبل ڈال دیا ہو۔ اس کی وجہ سے آپ کو سکون سے نیند آ گئی۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو

دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑا اژدھا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ خوف زدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا! تو نے اس کو میرے لئے وجہ سکون بنایا لیکن اب یہ قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے۔ یہ کہتے ہی وہ اژدھا اپنا پھن زمین پر مارتا ہوا غائب ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اپنے کچھ مصاحبین کے ساتھ جنگل میں ایک جگہ ٹھہرے اور آگ روشن کرنے لگے۔ آپ کے ایک ساتھی نے کہا کہ اس جگہ آگ اور پانی دونوں کا انتظام ہے۔ اگر کہیں سے حلال گوشت مل جائے تو اسے بھون کر کھایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی قدرت ہے۔ یہ کہہ کر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت کہیں سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی اور تمام بزرگوں نے دیکھا کہ شیر ایک زیبرہ کو ان کی طرف گھیر کر لا رہا ہے۔ وہ آپ لوگوں کے قریب آیا تو اسے ساتھیوں نے زیبرے کو پکڑ لیا۔ اس کو ذبح کیا اور پکایا۔ جب تک سارے لوگ کھانا کھاتے رہے شیر ان کی نگرانی کرتا رہا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

6.42 ۔ ابراہیم بن ادھمؒ کی نصیحتیں

☆ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے کسی نے سوال کیا کہ دلوں پر پردے کیوں پڑے ہوئے ہوتے ہیں؟
آپ نے فرمایا! خدا کے دشمن کو اپنا دوست سمجھنے پر اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ بوسیدہ لباس میں حمام میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے آپ کو روک لیا۔
آپ نے عالم جذب میں فرمایا! جب غریب کو ابلیس کے گھر میں داخلہ کی اجازت نہیں تو پھر بغیر بندگی کے کوئی اللہ کے گھر میں کیوں داخل ہوتا ہے۔

6.43 ۔ گناہ کا شوق اور عذاب کا ڈر

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس آیا۔ وہ نوجوان تھا، وہ کہتا تھا کہ مجھ سے گناہ نہیں چھوڑے جاتے اور اللہ کے عذاب کا ڈر بھی لگتا ہے۔ کوئی ایسا طریقہ بتائیے کہ میں عذاب سے بھی بچ جاؤں اور گناہ بھی

کرتا رہوں۔

اللہ والے بڑے دانا اور حکمت والے ہوتے ہیں ایک دم سے دھکے دے کے باہر نہیں نکالتے۔ وہ بڑے پیار ومحبت سے سمجھاتے ہیں کہ بات دل میں اتر جائے۔ حضرت نے فرمایا! ہاں میں تمہیں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔ وہ نوجوان بہت خوش ہوا۔ وہ آپ کی بات غور سے سننے کے لئے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس چند تجاویز ہیں اگر تم ان پر عمل کر سکو تو میں بتاؤں۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ مجھے بتایئے اگر عمل کرنے کے قابل ہوئیں تو میں ضرور عمل کروں گا۔ آپ نے فرمایا!

پہلی تجویز: اگر گناہ کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے چھپ کر کرو۔ وہ سوچنے لگا اور کہنے لگا! ایسا تو ناممکن ہے میں اللہ رب العزت کی نظروں سے کیسے چھپ سکتا ہوں۔

دوسری تجویز! تم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھانا چھوڑ دو۔ کہہ دینا کہ نہ میں تمہارا رزق کھاتا ہوں اور نہ تمہاری کوئی بات مانتا ہوں۔ اس نے کہا! حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں، پھر میں زندہ کیسے رہوں گا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔

تیسری تجویز: یہ کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے، اس میں اسی کی حکومت اور بادشاہت ہے اسی کے ملک میں رہ کر اسی کی نافرمانی کرنا ٹھیک نہیں ہے تو ایسا کرو کہ اس کی حکومت سے باہر جا کر جو چاہے کرو تم سے کوئی کچھ نہیں پوچھے گا۔ اس نے کہا! حضرت یہ نہیں ہوسکتا۔

چوتھی تجویز: جب ملک الموت تمہارے پاس تمہاری روح قبض کرنے آئے تو اسے منع کر دینا کہ میں اپنی روح نہیں دیتا یا ابھی میں مصروف ہوں دو دن بعد آنا۔ نوجوان نے کہا! یہ ناممکن ہے۔

پانچویں تجویز: جب تمہیں قبر میں دفن کیا جائے اور قبر میں تمہارے پاس منکر ونکیر آئیں تو ان کو قبر میں مت آنے دینا اور اگر وہ پھر بھی آ جائیں تو ان کو بھگا دینا کہ تم بغیر اجازت قبر میں داخل کیسے ہوئے۔ اس نے کہا! حضرت یہ نہیں ہوسکتا۔

چھٹی تجویز: جب قیامت کے دن تمہارا اعمال نامہ کھولا جائے اور تمہارے گناہوں کے وجہ سے اللہ تعالیٰ حکم دیں کہ اسے گھسیٹ کر لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو تو تم ضد میں اڑ جانا کہ میں جہنم نہیں جاؤں گا۔ اس نوجوان نے

کہا کہ میری کیا مجال کہ میں فرشتوں کے سامنے اپنی چلاسکوں میری ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا! جب تمہاری اتنی حیثیت نہیں کہ کسی فرشتے کو انکار کرسکوتو اتنی بڑے پروردگار کی نافرمانی کر کے اس کی پکڑ اور سزا سے کیسے بچ سکتے ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء)

6.44 ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات

حضرت بایزید بسطامیؒ کے دادا آتش پرست تھے اور آپ کے والد کا شمار بسطام کے عظیم بزرگوں میں ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ پیدائشی طور پر اللہ کے ولی تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید میرے شکم میں تھے تو اگر کوئی مشکوک غذا میرے پیٹ میں چلی جاتی تھی تو مجھ پر بے چینی اور بے کلی طاری ہو جاتی تھی۔ میں اپنے حلق میں انگلی ڈال کر وہ شے قے کر دیتی تھی تو مجھے سکون ملتا تھا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادرزاد ہو، اس کے بعد آنکھوں دیکھی اور اس کے بعد کانوں سنی ہو۔ اگر یہ تینوں چیزیں حاصل نہ ہوں تو اچانک مرجانا بہتر ہے۔

جب آپ مکتب میں داخل ہوئے تو آپ نے سورۃ لقمان میں یہ آیت پڑھی کہ

”ان اشکرلی ولوالدیک“ یعنی میرا شکرادا کرو اور اپنے والدین کا۔

آپ نے گھر آ کر اپنی والدہ سے کہا! مجھ سے دو ہستیوں کا شکرادا نہیں ہوسکتا، لہٰذا آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں تاکہ میں آپ کا شکرادا کرتا رہوں یا پھر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ ماں نے اپنا شکر معاف کر دیا۔ چنانچہ آپ گھر سے نکل کر (ملک) شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں جا کر ذکر الٰہی اور عبادت کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ آپ نے وہاں تین سال گزارے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ نے یاد الٰہی میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ وہاں آپ نے ایک سو ستر مشائخ سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا۔ ان سے سیراب ہو کر آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی ادارت میں داخل ہوگئے۔

ایک مرتبہ آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید! فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھالاؤ۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے۔

امام جعفرؒ نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ آپ نے عرض کیا کہ طاق تو کیا میں نے تو کبھی آپ کے سامنے اپنا سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اب تم مکمل ہو چکے ہو لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ۔

ایک دفعہ آپ نے کسی بزرگ کی بہت تعریف سنی۔ آپ کو بھی ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ آپ ان سے ملنے کے لئے اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کئے بغیر ہی واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا تو شریعت کے منافی کوئی کام نہ کرتا۔ آپ کا اپنا یہ حال تھا کہ کبھی مسجد کی طرف جاتے ہوئے بھی راستے میں نہیں تھوکتے تھے۔

6.45 ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کی والدہ کی برکت

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے ہیں وہ سب میری والدہ کی اطاعت کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا۔ لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں بالکل پانی نہیں تھا۔ چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر پر گیا اور وہاں سے پانی بھر کر لایا۔ میرے واپس آنے تک میری والدہ سو چکی تھیں۔ میں پوری رات پانی لئے کھڑا رہا حتیٰ کے شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں اور میں نے پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا۔ اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کہا کہ محض اس خوف سے کہ آپ کو بیدار ہو کر پانی نہ پینے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے بہت دعائیں دیں۔

اس طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں رہا کہ نہ معلوم داہنا کھولوں یا بایاں۔ کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھول دیا تو حکم عدولی ہو گی۔ انہی خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے ہیں۔

6.46 ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اور کتا

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ راستے میں جارہے تھے کہ ایک کتا ملا، آپ نے اپنا دامن سمیٹ لیا کہ کہیں اس سے مس ہوکر ناپاک نہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے کتے کو زبان دی اور اس نے کہا کہ آپ نے دامن کیوں بچایا کیونکہ اگر میں بھیگا ہوانہیں ہوں تو مجھ سے ناپاکی کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کرسکتے تھے۔ لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ کیا ہے سات سمندروں کے پانی سے بھی صاف نہیں ہوگا۔

آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے اس لئے کہ تیرا تو ظاہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لٰہذا ہم دونوں کو ساتھ رہنا چاہیئے تاکہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہوجائے۔ لیکن کتے نے کہا کہ ہم دونوں کا ساتھ رہنا ممکن نہیں کیونکہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ۔ دوسرے یہ کہ میں دوسرے دن کے لئے ہڈی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کرلیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا! افسوس ہے مجھ پر کہ میں ایک کتے کے ساتھ رہنے کے بھی قابل نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ کا قرب کیسے حاصل کرسکتا ہوں۔ اور پاک ہے وہ ذات (اللہ) جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دیتا ہے۔

6.47 ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اور یہودی

حضرت بایزید بسطامیؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کہیں سفر پر گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کرسکتی تھی۔ تاریکی میں اس کا بچہ روتا رہتا تھا۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ ہر رات کو اس کے گھر کے پاس ایک چراغ رکھ دیتے تھے۔ جب وہ یہودی واپس آیا تو اس کی بیوی نے اسے تمام بات سنائی۔ اس یہودی نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارے پڑوس میں رہتا ہے اور ہم گمراہی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے مسلمان ہوگئے۔

6.48 ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو بڑھیا کی نصیحت

حضرت بایزید بسطامیؒ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا کہ ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور مجھ سے کہنے لگی کہ یہ میرے مکان تک پہنچا دو۔ اس دوران مجھے ایک شیر نظر آیا۔ میں نے آٹا اس شیر کی کمر پر رکھا اور کہا کہ یہ شیر اسے تمہارے گھر تک پہنچا دے گا۔ لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ تم شہر میں جا کر لوگوں سے کیا کہو گی۔

بڑھیا نے کہا کہ میں یہ کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک خودنما ظالم سے ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے مجھے خودنما ظالم کیوں کہا۔ بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مکلّف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلّف کی پشت پر اپنا بوجھ لاد رہے ہو۔ یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے۔ دوسرا عیب تمہارے اندر یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں کی نظروں میں صاحب کرامت ثابت کرنا چاہتے ہو۔ اسی کا نام خودنمائی ہے۔ میں نے بڑھیا کی بات سے ایسی عبرت اور نصیحت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لئے ایسی چیزوں سے توبہ کی۔ اسی وجہ سے میں اس بڑھیا کو اپنا مرشد مانتا ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا! جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ناممکن ہے۔ بندے کو ایسا وقت ضرور نکالنا چاہئے جس میں اپنے مالک کے سوا کسی پر نظر نہ اٹھے۔

6.49 ۔ حضرت بایزیدؒ کو ابدال کا مقام کیسے ملا

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شہر کے لوگوں نے کہا کہ کافی دنوں سے بارش نہیں ہو رہی لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گناہ گار ہے جس کی نحوست سے اللہ تعالیٰ نے بارش روک لی ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ بہت دیر تک سوچتے رہے پھر انہیں احساس ہوا کہ وہ گناہ گار میں ہی ہوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کو روکا ہوا ہے اور بارش نہیں ہو رہی اس لئے میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں۔ آپ اپنے آپ کو شہر میں سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گئے۔ ان کی اس عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ابدال کا مرتبہ عطا فرما دیا۔ اللہ اکبر کبیراً

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

6.50 ۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا نذرانہ قبول نہ کرنا

حضرت سفیان ثوریؒ کو کسی نے اشرفیوں کی دو تھیلیاں ارسال کرتے ہوئے یہ پیغام بھیجا کہ میرے والد آپ کے دوست تھے وہ فوت ہوگئے ہیں لیکن ان کی پاکیزہ کمائی میں سے یہ رقم آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اسے قبول فرمائیے۔ آپ نے وہ تھیلیاں واپس کرتے ہوئے اسے پیغام بھیجا کہ تمہارے والد سے میرے تعلقات صرف دین کے حوالے سے تھے نہ کہ دنیا کے لئے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے صاحبزادے کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نادار اور عیال دار ہوں اگر یہ رقم آپ مجھے دے دیتے تو میرے بہت سے کام نکل جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دینی تعلقات کو دنیاوی معاوضوں میں فروخت نہیں کرسکتا۔ البتہ اگر وہ شخص خود وہ رقم تم کو دے دے تو تم اسے خرچ کر سکتے ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ ایک شخص نے جب آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ جب اس شخص نے عرض کیا کہ آپ نے تو کبھی مجھے کوئی نصیحت نہیں کی جو یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ اس کا معاوضہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے دوسرے مسلمان بھائیوں کو سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ اگر میں تم سے یہ تحفہ قبول کرلوں تو ہوسکتا ہے کہ میرے دل میں یہ رغبت ہو جائے کہ دوسروں سے بھی تحفے کی امید رکھوں، اور اسی کا نام دنیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے سوا کسی اور جانب نہیں جانا چاہتا۔

6.51 ۔ حضرت سفیان ثوریؒ کو گناہوں پر ندامت

حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ گریہ وزاری کرتے ہوحج کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت لوگوں نے سمجھا کہ شاید گناہوں کے خوف کی وجہ سے آپ کی یہ حالت ہورہی ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو اس لئے رورہا ہوں کہ نہ جانے میرے ایمان میں کچھ صداقت ہے بھی یا نہیں اور گناہوں کی فکر تو اس لئے نہیں کہ اللہ کی رحمت کے آگے میرے گناہوں کی کیا حیثیت ہے۔

6.52 ۔ حضرت سفیان ثوری ؒ کے ارشادات

حضرت سفیان ثوری ؒ نے فرمایا! عارفین کو معرفت، عابدین کو قربت اور حکماء کو حکمت اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گریہ وزاری کی دس قسمیں ہیں۔ جن میں سے نو حصے ریا سے بھرپور ہیں اور ایک حصہ خشیت سے لبریز ہوتا ہے۔ اگر خوف الٰہی سے ایک قطرہ بھی آنسو کا نکل پڑے تو وہ عمر بھر کے اس رونے سے بہتر ہے جس میں خوف الٰہی شامل نہ ہو۔ نیک اعمال کرنے والوں کے اعمال کو فرشتے نیک عمل کے دفتر میں درج کرتے ہیں اور جب کوئی ان اعمال پر فخر کرنے لگتا ہے تو وہ اعمال وہاں سے نکال کر ریا کے دفتر میں منتقل کر دیتے ہیں۔ امراء و سلاطین سے منسلک رہنے والا عابد بھی ریا کار ہوتا ہے۔ زاہد کی شناخت یہ ہے کہ نیک کام انجام دے کر نہ تو ان پر فخر کرے اور نہ اپنے زہد کا ڈھنڈورا پیٹے۔ زہد کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ موٹا اناج اور بوسیدہ لباس استعمال کرتا رہے اور دنیا سے نہ دل لگائے اور نہ امیدوں میں اضافہ کرے۔

کسی نے حضرت سفیان ثوری ؒ سے یقین کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا! قلبی آواز کا نام یقین ہے اور اہل یقین معرفت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ یقین کا یہ مقصود ہے کہ ہر مصیبت کو منجانب اللہ تصور کرے۔

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ زیادہ گوشت خوروں کو اللہ اپنا دشمن تصور کرتا ہے۔ آخر اس میں کیا بھید ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہاں گوشت سے مراد غیبت ہے کیونکہ کسی مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے مردار کا گوشت کھا لیا ہو اور اہل غیبت کو اللہ تعالیٰ دشمن تصور کرتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری ؒ نے حضرت حاتم ؒ سے فرمایا! میں تمہیں ان چار چیزوں سے آگاہ کرتا ہوں جن کو عوام نے غفلت کی وجہ سے فراموش کر دیا ہے۔

۱۔ لوگوں پر تہمت لگا کر ان کو برا بھلا کہنا احکام خداوندی سے غافل کر دیتا ہے۔

۲۔ کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا ناشکری کا پیش خیمہ ہے۔

۳۔ ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی وعید پر خوف زدہ نہ ہونے اور اس کے وعدوں پر اظہار مایوسی کرنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے اور یہ سب چیزیں نہایت ہی بری ہیں۔

6.53 ۔ حضرت ایوب سختیانیؒ کی کرامت

ایک دفعہ کچھ لوگ ایوب سختیانیؒ کے ساتھ سفر میں تھے، راستے میں پانی کی ضرورت پیش آئی اور انہیں کہیں پانی نہ ملا۔ ایوبؒ نے کہا! کیا تم زندگی بھر میری بات پوشیدہ رکھو گے تو لوگوں نے کہا! ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دائرہ کھینچا تو اس میں سے پانی پھوٹ پڑا اور ان سب نے پانی پیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں بصرہ پہنچا اور حماد بن زید نے اس کا ذکر کر دیا تو عبد الواحد بن زید نے کہا کہ میں بھی اس دن وہاں موجود تھا۔

6.54 ۔ حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ کے حالات

حضرت ابو علی شفیق بلخی نے فرمایا کہ میں نے ایک ہزار سات سو اساتذہ سے شریعت اور طریقت کے علوم سیکھے ہیں۔ لیکن نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا صرف چار چیزوں پر منحصر ہے:

۱۔ روزی کی جانب سے سکون حاصل ہونا۔

۲۔ لوگوں سے خلوص سے پیش آنا۔

۳۔ ابلیس کو اپنا دشمن تصور کرنا۔

۴۔ توشہ آخرت جمع کرنا۔

6.55 ۔ حضرت ابو علی شفیق بلخیؒ کا استغناء

حضرت شفیق بلخیؒ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مزدوری کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی رئیس نے آپ سے کہا کہ محنت و مزدوری کی وجہ سے لوگ آپ کو کمتر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے اخراجات کے لئے مجھ سے رقم لے لیا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزوں کا خوف ہے ورنہ میں آپ کی درخواست کو قبول کر لیتا۔

۱۔ مجھے رقم دینے سے تمہاری رقم میں کمی واقع ہو جائے گی۔

۲۔ میرے پاس سے رقم چوری ہونے کا خطرہ بھی ہے۔
۳۔ ممکن ہے تمہیں میرے اوپر رقم خرچ کرنے کا غم ہو جائے۔
۴۔ ممکن ہے میرے اندر کوئی عیب پیدا ہو جائے تو آپ اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کر دو۔
۵۔ تمہاری موت کے بعد میں بھکاری ہو جاؤں گا۔

6.56 ۔ حضرت شفیق بلخیؒ کی توبہ

آپ کا نام ابو علی حضرت شفیق بن ابراہیم بلخیؒ تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا تعلق ایک امیر گھرانے سے تھا۔ تجارت کی غرض سے آپ ترکستان گئے، آپ نوجوان تھے۔ ایک بت خانہ میں جا پہنچے۔ ایک خادم کو دیکھا جس کی سر اور داڑھی منڈھی ہوئی تھی، سرخ لباس پہنے ہوا تھا۔

آپؒ نے اس خادم سے کہا! تمہیں بنانے والا زندہ ہے، علم والا ہے اور قدرت رکھتا ہے تو تم اس سے مانگو۔ ان بتوں کو پوجنا بند کر دو جو نہ فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ وہ کہنے لگا کہ اگر تم سچے ہو تو وہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے شہر میں تمہیں روزی دے دے۔ یہاں تجارت کی غرض سے مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بات سنتے ہی حضرت شفیق بلخیؒ چونک گئے اور آپ کی دنیا بدل گئی، زہد و عبادت کی راہ اپنالی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے قحط کے زمانے میں ایک غلام کو اچھلتے کودتے دیکھا حالانکہ لوگ قحط سے پریشان تھے۔ حضرت شفیقؒ نے غلام سے پوچھا کہ تم خوشیاں کیوں منا رہے ہو؟ کیا تمہیں قحط میں مبتلا لوگ پریشان نہیں نظر آ رہے؟

غلام کہنے لگا: مجھے اس سے کیا غم! میرے مالک کے پاس ایک گاؤں موجود ہے جس سے ہماری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ سن کے حضرت شفیق بلخیؒ چونک پڑے اور کہنے لگے اگر اس کے آقا کے پاس ایک گاؤں موجود ہے اور یہ اس کا محتاج ہے اور پھر بھی اسے روزی کی فکر نہیں تو ایک مسلمان کو روزی کی فکر کیوں لاحق ہو جبکہ اس کا آقا غنی اور خزانوں کا مالک ہے۔

(رسالہ قشیریہ ص ۶۸)

6.57 ۔ اصلی زادراہ

کسی شخص نے حضرت شفیق بلخیؒ سے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ زادراہ کے طور پر تمہارے پاس کیا ہے؟

اس نے عرض کیا! میرے پاس چار چیزیں ہیں:

۱۔ میں اپنی روزی کو دوسروں کی نسبت سے زیادہ قریب پاتا ہوں۔

۲۔ اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ میرے رزق میں کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا۔

۳۔ یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔

۴۔ اللہ میری اچھی اور بری حالت سے بخوبی واقف ہے۔

یہ سن کر آپؒ نے فرمایا! اس سے بہتر کوئی اور زادِراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے۔

6.58 ۔ حضرت شفیق بلخیؒ کی نصیحتیں

حضرت شفیق بلخیؒ ایک مرتبہ حج کے سفر کے دوران بغداد پہنچے تو خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدعو کیا اور آپ کے ساتھ بہت عزت واحترام سے پیش آیا اور آپ کی بہت خاطر مدارت کی۔ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحتیں کیجئے:

آپ نے فرمایا! یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کے تم خلفاء راشدین کے نائب ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے علم وحیا اور صدق وعدل کی باز پرس کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شمشیر وتازیانہ اور دولت اس لئے عطا کئے ہیں کہ اہل حاجت میں دولت تقسیم کرو، تازیانے سے شریعت پر عمل نہ کرنے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے ناحق خون کرنے والے کا خون بہاؤ۔ اگر تم نے اس کا غلط استعمال کیا تو روز محشر تمہیں اہل جہنم کا سردار بنا دیا جائے گا۔ تمہاری مثال ایک دریا جیسی ہے، اعمال واحکام اس سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا اثر حکام اور حکومت کے کارندوں پر بھی ہو۔ کیونکہ نہریں دریا کے تابع ہوتی ہیں۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے ہارون رشید سے سوال کیا کہ اگر تم ریگستان میں پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے بدلے تمہیں پانی کا ایک گلاس دینا چاہے تو کیا تم قبول کرلو گے۔

خلیفہ نے کہا! یقیناً! میں قبول کرلوں گا۔ پھر آپ نے پوچھا! اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور شدید تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے معاوضہ کے طور پر تم سے تمہاری آدھی سلطنت مانگے تو کیا تم اسے دے دو گے؟ ہارون رشید نے ہاں میں جواب دیا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا! وہ سلطنت باعث افتخار ہو ہی نہیں سکتی جو صرف پانی کے ایک گلاس پر فروخت ہو جائے۔ یہ سن کر ہارون رشید دیر تک روتا رہا اور آپ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

6.59 ۔ حضرت شفیق بلخیؒ کا زہد

حضرت شفیق بلخیؒ جب حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ خانہِ خدا میں رزق کی تلاش مناسب نہیں ہے۔ آپ کی وہاں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے حصولِ رزق کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور نہ ملے تو صبر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی حال کتوں کا بھی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے سوال کیا کہ آپ حصول معاش کے لئے کیا کرتے ہیں؟ فرمایا! کچھ مل جاتا ہے تو خیرات کر دیتا ہوں اور نہ ملے تو شکر سے کام لیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؒ نے کہا کہ واقعی آپ عظیم بزرگ ہیں۔

حضرت شفیق بلخیؒ حج کے بعد بغداد واپس آ گئے اور وہاں لوگوں کو وعظ کرنے کا معمول بنا لیا۔ ایک مرتبہ دوران وعظ آپ نے فرمایا! جس وقت میں نے سفر شروع کیا تو میرے پاس چار درہم چاندی تھی وہ آج تک اسی طرح میری جیب میں پڑی ہے۔

اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ جس وقت آپ نے چاندی جیب میں رکھی تو کیا اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں تھا یا اس کا وجود نہیں تھا۔ یہ سن کر آپ خاموشی سے منبر سے نیچے اتر گئے۔

6.60 ۔ حضرت شفیق بلخیؒ اور توکل

حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ متوکلین کے رزق اور خوش اخلاقی میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ وہ فراخ دل ہوتے ہیں اور عبادت کے وقت ان کے قلوب وسوسوں سے پاک ہوتے ہیں۔ عبادت کی بنیاد خوف ورجا اور حب الٰہی پر قائم ہے۔ خوف کی نشانی منکرات سے پرہیز ہے اور امید کی نشانی عبادت میں استقامت ہے۔ محبت کی نشانی توبہ کا شوق اور رجوع الی اللہ ہے۔ جس کے اندر خوف واضطراب نہ ہو وہ جہنمی ہے۔

تین چیزیں انسان کے لئے مہلک ہیں:

۱۔ توبہ کی امید پر معصیت کا ارتکاب۔

۲۔ زندگی کی امید پر توبہ کو ٹالنا۔

۳۔ رحمت سے مایوسی۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ عابدین و اہل ریاضت کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور معصیت کاروں کو زندگی میں مردہ بنا دیتا ہے۔

فقر سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ جسمانی غم، مشغلۂ قلب اور دشواریِ حساب۔

آپ نے فرمایا کہ موت آ کر واپس نہیں ہوتی، لہٰذا ہر وقت اس کے لئے کمر بستہ رہو۔

فرمایا! میرے نزدیک مہمان ہر شے سے زیادہ عزیز ہے کیونکہ مہمان نوازی کا صلہ اللہ ہی جانتا ہے۔

لوگوں نے حضرت شفیق بلخیؒ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرنے والا کون ہے؟

آپ نے فرمایا! جو دنیاوی شے کے فوت ہو جانے کو غنیمت تصور کرے۔ جو اللہ کے وعدوں کو انسانوں کے وعدوں سے زیادہ اطمینان بخش سمجھے۔

آپ نے فرمایا! تین چیزیں تقویٰ کی پہچان ہیں:

۱۔ فرستادن　　۲۔ منع کردن　　۳۔ سخن گفتن

فرستادن کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو اس لئے اس کے بتائے ہوئے کام انجام دو۔

تم نے جس قدر نیک کام انجام دئے وہ دین کی بھلائی کے لئے ہوں۔

منع کردن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو۔ جن کاموں سے کنارہ کشی اختیار کی وہ دین کی بھلائی کے لئے ہوں۔

سخن گفتن کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کرو جو دین و دنیا میں نفع بخش ہو۔ کیونکہ انسان زبان سے دین و دنیا دونوں کی باتیں کرسکتا ہے۔

6.61 ۔ شفیق بلخیؒ کے شاگرد کا قصہ

حضرت حاتم اصمؒ حضرت شفیق بلخیؒ کے شاگرد تھے۔ ان کی خدمت میں رہتے ہوئے انہیں تینتیس (۳۳) سال گزر گئے تھے۔ ایک دن ان کے استاد حضرت شفیق بلخیؒ نے حضرت حاتمؒ سے پوچھا؟ تم اتنے عرصہ سے میرے پاس ہو تم نے اب تک کتنے مسئلے سیکھے۔ انہوں نے کہا! آٹھ۔

شفیق بلخیؒ نے فرمایا! انا للہ و انا الیہ راجعون اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنی عمر ضائع کردی۔

حضرت حاتم اصمؒ نے کہا! حضرت میں آپؒ سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اس لئے میں نے آپ کو سچ سچ بتا دیا۔ حضرت شفیق بلخیؒ نے کہا! اچھا بتاؤ وہ کون سے آٹھ مسئلے ہیں جو تم نے مجھ سے سیکھے ہیں؟

حضرت حاتمؒ نے عرض کیا!

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک شخص کسی خاص شے کو محبوب رکھتا ہے جو مرتے دم تک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ جب وہ مرجاتا ہے تو وہ شے اس سے جدا ہوجاتی ہے۔ میں نے اپنے حسنات کو محبوب بنالیا ہے جو مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ رہیں گے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے آیت:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى O فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى O

(سورۃ النازعات: ۴۱۔۴۰)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہشات اور شہوت سے باز رکھا۔ تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا،

میں نے اس آیت پر غور کیا اور اپنے نفس کو خواہشات پر قابو پانے کی عادت ڈال دی یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کی اطاعت پر راسخ ہوگیا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر حسد کرتے ہیں۔ میں نے اس بارے میں حق تعالیٰ سے راہنمائی چاہی تو اس کے کلام میں یہ پایا:

﴿ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِىۡ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا ﴾

(سورۃ الزخرف ۔ ۳۲)

(ہم نے تقسیم کیا ہے لوگوں میں ان کی ضروریات معاش کو)

اس حکم الٰہی کو میں نے ذہن نشین کرلیا اور حسد سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلی۔ جب قسمت اللہ کے ہاں سے ہے تو پھر خلق سے عداوت کیسی۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ہر شخص کو دیکھا کہ وہ کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ کرتا ہے۔ کوئی مال پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی زمین پر، کوئی تجارت پر، کوئی ہنر پر، کوئی بدنی صحت پر۔ لیکن میں نے اللہ کے کلام میں دیکھا تو اس میں یہ پایا۔

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُه ﴾ (سورۃ الطلاق ۔ ۳)

(جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے)

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حسب ونسب، مال ومرتبہ اور جاہ ومنصب پر نازاں ہے۔ میں نے ان چیزوں پر غور کیا تو مجھے یہ سب بیکار نظر آئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ اللّٰهِ أَتۡقَاكُم ﴾ (سورۃ الحجرات ۔ ۱۳)

(اللہ کے نزدیک وہ سب سے بہتر ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے)

چنانچہ میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہتر قرار پاؤں۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا ہر شخص روٹی کے ایک ٹکڑے کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے۔ ایسے کام کرتا ہے جو ناجائز ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِيْ الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ (سورۃ ھود ۔ ٦)

(کوئی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو)

میں نے یہ یقین کر کے کہ اس مخلوق میں میں بھی شامل ہوں جس کا رزق اللہ تعالی کے ذمہ ہے، میں نے حصول رزق کے لئے ادھر ادھر دوڑنا بھاگنا ترک کر دیا اور حق تعالی کے حقوق ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی قیمتی چیز ہو تو وہ اس کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے اور حتیٰ الامکان اس کی حفاظت کرتا ہے۔ جب میں نے کلام اللہ کو دیکھا تو اس میں پایا:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ (سورۃ النحل ۔ ٩٦)

(تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا)

پس اپنی دانست میں جس چیز کو میں نے قیمتی پایا اس کو اللہ کی طرف پھیر دیا تا کہ اس کے پاس موجود رہے۔

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ میں نے کلام الٰہی کی طرف رجوع کیا تو اس میں یہ پایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوّاً إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ
لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ O (سورۃ الفاطر ۔ ٦)

(شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ کو اس کی طرف بلاتا ہے تا کہ دوزخی ہو جائے)

چنانچہ میں نے صرف شیطان کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور باقی سب مخلوق کو ترک کر دیا۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے یہ سن کر فرمایا! اے حاتمؒ اللہ تم پر فضل کرے میں نے تمام کتب سماوی میں غور کیا تو ان سب کی اصل یہی آٹھ مسئلے ہیں۔ باقی تمام مسائل انہی آٹھ مسئلوں کی شاخیں ہیں۔

(حکایاتِ صوفیہ از طالب ہاشمی)

6.62 ۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کے اقوال

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا کہ پیٹ بھر کر کھانے سے خواہشات نفسانی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ حلال رزق سے محرومی خلوت نشینی کے لئے سودمند نہیں ہوسکتی۔ حلال رزق اسی کوملتا ہے جسے اللہ دینا چاہے۔

آپ نے فرمایا کہ علماء کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ وہ عالم جو اپنے علوم ظاہری کولوگوں کے سامنے پیش کردے۔

۲۔ وہ عالم جوعلوم باطنی کو اہل باطن کے سامنے پیش کردے۔

۳۔ وہ عالم جس کے علم کواس کے اور اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو۔

۴۔ سب سے بڑی معصیت جہالت ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا! فقراء کوتحقیر کی نظر سے مت دیکھو۔ کیونکہ وہ اکثر نائب اور وارث انبیاء ہوتے ہیں۔ اہل بدعت سے تعلق قائم کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اتباع سنت سلب کرلیتا ہے اور جو بدعتی کے افعال پر اظہار مسرت کرتا ہے اس سے ایمان سلب کرلیا جاتا ہے۔ جس کے ظاہر اور باطن میں یگانیت نہ ہو اس کو صدق کی ہوا تک نہیں لگی۔ اللہ کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ وہ قلب کو اپنے ذکر سے سرفراز فرمادے اور سب سے عظیم معصیت اللہ تعالیٰ کوفراموش کردینا ہے۔

6.63 ۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کا زہد

ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ میں بہت بڑا خائف ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تو نے انقطاع باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کونہیں پہچانا۔ پھر بھلا خوف سے تجھ کو کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا! زہد کے تین مدارج ہیں:

پہلا یہ کہ لباس اور طعام میں زہد اختیار کرے کیونکہ طعام کا انجام غلاظت اور لباس کا انجام پھٹنا اور بوسیدہ ہونا ہے۔ دوسرا یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ میل ملاپ کا انجام فراق ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کو فانی تصور کرتا رہے۔

6.64 ۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کی کرامت

روایت ہے کہ سہل بن عبداللہؒ ستر دن تک بغیر کھائے رہ سکتے تھے اوران کی یہ حالت تھی کہ جب کھانا کھا لیتے تو کمزور ہو جاتے اور جب بھوکے رہتے تو طاقتور ہو جاتے۔

ابوعلی بن وصیف مودبؒ سے مروی ہے کہ ایک دن سہل بن عبداللہؒ نے ذکر الٰہی پر وعظ فرمایا کہ حقیقی ذکر اگر مردوں کو زندہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس وقت ان کے سامنے ایک بیمار تھا آپ نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا اور وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔

6.65 ۔ حضرت احمد حماد سرخسیؒ کی کرامت

حضرت علی ہجویریؒ صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضرت احمد حماد سرخسیؒ سے ان کے ابتدائی حالات دریافت کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ میں سرخس سے روانہ ہوا تو اونٹوں کا گلہ لے کر بیابان میں آیا مدت تک وہاں اس بات پر قائم رہا کہ اپنا حصہ دوسروں کو دوں گا اور خود بھوکا رہوں گا اور ہمیشہ یہ فرمان الٰہی میرے پیش نظر رہتا!

﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

(سورۃ الحشر ۔ ۹)

اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں چاہے خود کتنے ضرورت مند کیوں نہ ہوں

ایک دن شیر جنگل میں آیا اور میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ مار ڈالا اسے ٹیلے پر لے گیا اور دھاڑا۔ جنگل کے مختلف درندے اکٹھے ہوئے شیر اونٹ کو پھاڑ کر خود دور چلا گیا اور کچھ نہ کھایا سب جانوروں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے پھر شیر آیا اور کھانے لگا تو ایک لومڑی دور سے ظاہر ہوئی جب اسے شیر نے دیکھا تو واپس چلا گیا جب لومڑی کھا چکی تو وہ آیا اور اس میں سے کچھ کھایا۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ جاتے ہوئے شیر نے فصیح اور صاف زبان میں مجھ سے کہا! احمد لقمے کا ایثار کرنا کتوں کا کام ہے اور دین کے مَردوں کا کام جان قربان کرنا ہے۔

پس جب میں نے یہ روشن دلیل دیکھی تو تمام مشغلوں اور کاروبار سے ہاتھ ہٹا لیا اور میری توجہ الیٰ اللہ کی ابتداء ہوئی۔ (طریق السلوک فی آداب الشیوخ)

6.66 ۔ حضرت شیبان راعیؒ کی کرامت

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں محمد بن عبد اللہ شیبان راعیؒ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک شیر نے ہمارا راستہ روک لیا۔ میں نے کہا کہ شیر کو دیکھ رہے ہو۔ شیبانؒ نے کہا کہ ڈرو نہیں۔ شیبان نے شیر کا کان پکڑ کر مروڑا تو شیر دم ہلانے لگا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا! یہ کیا شہرت طلبی ہے؟ شیبانؒ نے کہا! اگر شہرت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس کی پیٹھ پر زادِ راہ رکھ کر مکہ تک لے جاتا۔ (بحوالہ امام شافعیؒ)

6.67 ۔ محدث ابوزرعہؒ کا حافظہ

محدث ابوزرعہؒ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا۔ اس کی نئی نئی شادی ہوئی۔ ایک دن درسِ حدیث کی محفل کچھ لمبی ہوگئی اور اس نوجوان کو گھر جانے میں کچھ دیر ہوگئی۔ جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو ان کی بیوی ان سے الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی اور تم نے آنے میں اتنی دیر لگا دی۔ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا، میں تو حضرت صاحب کے پاس تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی غصہ میں تھی۔ غصہ میں کہہ بیٹھی کہ تمہارے حضرت کو کچھ نہیں آتا۔ وہ تمہیں کیا سکھائے گا۔ استاد کے خلاف بات سن کر وہ نوجوان آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے بھی غصہ میں کہا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث زبانی یاد نہ ہوں تو تجھ پر تین طلاق۔ جب دونوں کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو دونوں فکرمند ہو گئے کیونکہ اب ان کے درمیان مشروط طلاق ہوگئی تھی۔ بیوی نے شوہر سے پوچھا کہ کیا میرے اوپر طلاق ہوگئی ہے؟ شوہر نے کہا کہ یہ بات تو اب استاد سے پوچھنا پڑے گی۔ بیوی نے کہا کہ جائیں ان سے پوچھ کر آئیں۔ چنانچہ وہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ رات ہمارے ساتھ یہ واقعہ ہوگیا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ ہمارا نکاح سلامت ہے یا طلاق واقعہ ہوگئی ہے۔ اس نوجون کی بات سن کہ استاد مسکرانے لگے اور فرمایا! جاؤ تم میاں بیوی کی زندگی گزارو۔ الحمدللہ! مجھے ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۃ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ (خطباتِ ذوالفقار)

6.68 ۔ میں کب مروں گا

حضرت داؤد طائیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بہت ہونہار شاگرد تھے۔ استاد نے فرمایا تھا کہ تم عبادت کے ہی ہو کر رہ جاؤ گے۔ چنانچہ آپ نے واقعی عبادت اور ریاضت میں اپنی تمام عمر گزار دی۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اور قاضی القضاء امام ابو یوسفؒ آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آئے۔ انہوں نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ کی گفتگو سے خلیفہ بہت متاثر ہوا اور خوش ہو کر اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر ان کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ یہ حلال مال ہے آپ اسے اپنے ضروریات کے لئے قبول فرمالیجئے۔

حضرت داؤد طائیؒ نے فرمایا! میں تمام زندگی بادشاہوں اور امیروں کے نذرانوں سے پرہیز کرتا رہا ہوں اور ابھی میرے پاس اخراجات کے لئے اتنی رقم ہے کہ میری زندگی بھر کے لئے کافی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کہ یااللہ! جس دن میری یہ رقم ختم ہو جائے اس دن مجھے موت دے دینا۔

اس لئے اے امیر المومنین! میں آپ کی نذرانہ قبول کرنے سے معذور ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کے اوپر سکتا طاری ہو گیا۔ امام ابو یوسف نے حضرت داؤد طائیؒ کے خادم سے پوچھا کہ ان کے پاس کتنی رقم ہے۔ اس نے بتایا کہ دس اشرفیاں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ ان کا روزآنہ کا خرچ کتنا ہے۔ خادم نے بتایا ایک وانق (یعنی ایک پیسہ)۔

خلیفہ اور امام ابو یوسفؒ واپس چلے گئے۔ چند دن بعد امام ابو یوسف کہنے لگے کہ آج حضرت داؤد طائیؒ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد طائیؒ انتقال کر گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائیؒ کی دعا کی قبولیت کا یقین تھا۔ میں نے ان کے خادم سے ان کے پاس رقم کا پوچھا تھا۔ میں اس کو ان کے خرچ کے حساب سے گن رہا تھا۔ آج میرے حساب سے وہ رقم ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے معلوم کروایا تو خبر ملی کہ حضرت داؤد طائیؒ کا انتقال ہو گیا۔ (روحانی حکایات)

6.69 ۔ حضرت حاتم اصمؒ

حضرت حاتم اصمؒ حضرت شفیق بلخیؒ کے مرید اور حضرت احمد حضرویہؒ کے مرشد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اصمؒ کا ہمارے دور کے صدیقین میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کے اقوال نفس شناسی اور فریب نفس

سے بچنے کے لئے بہت فائدہ مند ہوتے تھے۔ آپ کا ایک قول ہے کہ اگر اہل دنیا تم سے پوچھیں کہ حاتم اصمؒ سے کیا حاصل کیا تو کبھی یہ نہ کہنا کہ ہم نے اس سے علم وحکمت کی باتیں حاصل کی ہیں بلکہ یہ کہنا کہ ہم نے صرف دو باتیں سیکھی ہیں۔ اول یہ کہ جو شے اپنے قبضہ میں ہو اس پر خوش رہو دوم اس چیز کی توقع کبھی مت رکھو جو تمہارے قبضہ میں نہ ہو۔

ایک عورت آپؒ کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہوگئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی۔ لیکن آپ نے اس سے کہا کہ زور سے بولو میں اونچا سنتا ہوں۔ اس عورت پر یہ ظاہر کیا کہ آپ نے کوئی آواز نہیں سنی۔ آپ بہرے نہیں تھے لیکن اس عورت کو شرمندگی سے بچانے کے لئے بہرے بن گئے اور جب تک وہ عورت زندہ رہی آپ بہرے بنے رہے اسی مناسبت سے آپ کو اصم کہا جانے لگا۔

ایک مرتبہ بلخ میں آپ نے وعظ کے دوران فرمایا! اے اللہ! اس مجلس میں جو سب سے زیادہ گناہ گار ہو اس کی مغفرت فرمادے۔ اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا۔ آنے والی رات کو جب اس نے کفن چرانے کے لئے قبر کھودی تو اس کو ایک ندا آئی کہ آج ہی حاتم کے صدقہ تیری مغفرت ہوئی ہے اور آج پھر سے تو اس معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یہ آواز سن پر وہ ہمیشہ کے لئے اپنے اس گناہ سے تائب ہوگیا۔

حضرت محمد رازیؒ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو کبھی غصہ ہوتے نہیں دیکھا۔ البتہ ایک بار آپ بازار میں جا رہے تھے کہ آپ کے کسی شاگرد سے کسی دوکاندار نے سختی سے اپنا قرض طلب کیا۔ اس وقت آپ نے غضبناک ہوکر اپنی چادر زمین پر پھینک دی۔ چادر کے پھینکتے ہی اس میں سے سونا نکل کر زمین پر پھیل گیا۔ آپؒ نے غصہ سے اس دوکاندار سے کہا! اپنے قرض کے مطابق سونا اٹھا لے لیکن اگر ایک ذرّا بھی زیادہ اٹھایا تو تیرا ہاتھ شل ہو جائے گا۔ لیکن اس نے لالچ میں آکر زیادہ سونا اٹھا لیا تو اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ شل ہوگئے۔

ایک دفعہ حضرت حاتم اصمؒ کو کسی نے دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری دعوت کو قبول کرتا ہوں لیکن میری تین شرائط ہیں:

۱۔ میں جس جگہ چاہوں بیٹھوں گا۔

۲۔ میں جو چاہوں کھاؤں گا۔

۳۔ میرے کہنے پر تمہیں عمل کرنا ہوگا۔

اس نے آپ کی تینوں شرطیں مان لیں۔ دعوت میں آپ جوتوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور اپنے پاس سے دو روٹیاں نکال کر کھانے لگے۔ پھر آپ نے مہمان سے کہا کہ ایک خوب گرم توا لے کر آؤ۔ جب توا آ گیا تو آپ اس پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے صرف دو روٹیاں کھائی ہیں۔ پھر توے سے اتر کر اہل مجلس سے کہا! اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت میں ہر شے کا محاسبہ ہوگا تو اس جلتے توے پر کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جب تم اس عمل سے اس وقت کا حساب نہیں دے سکتے تو آگ سے بنی ہوئی محشر کی زمین پر کھڑے ہو کر تمام عمر کا حساب کیسے دو گے۔ اس کے بعد آپؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

''ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ''

(سورۃ التکاثر ۔ ۸)

(قیامت کے دن تم سے تمام نعمتوں کی باز پرس ہوگی)

یہ سن کر تمام اہل مجلس پر گریہ طاری ہو گیا۔

6.70 ۔ حضرت حاتم اصمؒ کے اخلاق کریمہ

حضرت حاتم اصمؒ نے ایک دفعہ حضرت احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا کہ کیا آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا! یقیناً تلاش کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ قبل از وقت یا بعد از وقت یا بروقت تلاش کرتے ہو۔

یہ سن کے امام صاحب سکتہ میں آ گئے اور سوچنے لگے اگر میں یہ کہوں کہ قبل از وقت تلاش کرتا ہوں تو آپ فرمائیں گے کہ وقت برباد کرتے ہو۔ اگر میں کہوں کہ بعد از وقت تو آپ کہیں گے کہ گذشتہ شے کی جستجو لا حاصل ہے۔ اگر میں کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں کہ موجود شے کی تلاش لا حاصل ہے۔

تلاش رزق نہ فرض ہے نہ سنت اس لئے اس کی جستجو بے سود ہے کیونکہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے کہ رزق تو خود ہمارے پاس پہنچتا ہے تمہیں جستجو کی کیا ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ آپ جہاد پر تشریف لے جانے لگے تو اپنی بیوی سے پوچھا کہ چار ماہ کے اخراجات کے لئے کتنی رقم کی ضرورت ہے۔ بیوی نے عرض کیا کہ جتنی میری زندگی ہو اتنی رقم دے دو۔

آپ نے فرمایا کہ زندگی کا حساب تو میری قدرت سے باہر ہے۔ بیوی نے کہا کہ میرا رزق آپ کے ہاتھ میں کیسے ہوسکتا ہے۔

6.71 ۔ حضرت حاتم اصمؒ کی نماز

حضرت حاتم اصمؒ سے کسی نے پوچھا! آپ نماز کیسے ادا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا! پہلے ظاہری وضو کرتا ہوں پھر باطنی، یعنی توبہ کر کے مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر مسجد حرام اور مقام ابراہیم نظروں کے سامنے لاتا ہوں۔ دائیں بائیں فردوس اور جہنم، قدموں کے نیچے پل صراط ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو سامنے اور پیچھے موت کو تصور کرتے ہوئے قلب کو رجوع الی اللہ کر لیتا ہوں۔ پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہہ کر احترام کے ساتھ قیام اور ہیبت لئے قرأت قرآن کرتا ہوں، عجز کے ساتھ رکوع و سجود کر کے علم کے ساتھ قعدہ کرتا ہوں اور شکر ادا کرتے ہوئے سلام پھیر لیتا ہوں۔

☆ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا باہمی ربط قائم کیا ہوا ہے۔
فراغت کا عبادت سے، اخلاص کا مخلوق سے اور مایوسی سے نجات کے لئے احکامات پر عمل کرنے سے۔

☆ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا! قلب کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ قلب مردہ جو کفار کا ہوتا ہے۔
۲۔ مریض قلب جو گناہ گار کا ہوتا ہے۔
۳۔ غافل قلب جو پیٹ کے گدھوں کا ہے۔
۴۔ غلاف چڑھا ہوا قلب۔ یہ یہودیوں کا قلب ہے۔
۵۔ صحیح قلب۔ یہ اہل دل کا قلب ہوتا ہے۔

☆ حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا! شہوت کی بھی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ کھانے کی شہوت

۲۔ بولنے کی شہوت

۳۔ دیکھنے کی شہوت

لہٰذا کھانے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔ بات ہمیشہ سچ بولو، دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اعمال صالحہ کو ریا سے دور رکھو۔ گفتگو میں حرص کو خیر آباد کہو۔ سخاوت اور احسان کر کے کبھی نہ جتلاؤ۔ جو شے تمہارے پاس ہے اس میں بخل نہ کرو۔

آپ نے فرمایا کہ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے لیکن چار کام میں جلدی کرنی چاہئے۔ مہمان کے سامنے کھانا رکھنے میں، مردے کو کفنانے اور دفنانے میں، لڑکی کے بالغ ہوتے ہی اس کا نکاح کرنے میں اور توبہ کرنے میں۔

6.72 ۔ حضرت حاتم اصمؒ کی کرامت

حضرت حاتم اصمؒ بہت بڑے عابد، متقی عالمِ دین تھے۔ آپ کثیر العیال تھے اور نہایت مفلسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حج کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ کی بیوی، بچوں اور پڑوسیوں نے منع کیا کہ اس فاقہ مستی میں سب گھر والوں کو چھوڑ کر حج پر جانا مناسب نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ایک چھوٹی بیٹی نے کہا کہ ابا جان! آپ ضرور حج پر جائیں۔ اپنی ماں سے کہا کہ آپ کیوں ان کو نیکی سے روک رہیں ہیں۔ یہ ہمارے ابا ہیں۔ ہمارے رزاق نہیں ہیں۔ رزق دینے والی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بچی کی باتیں سن کر سب نے انہیں حج پر جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت حاتم اصمؒ بغیر توشہ کے اور اہل و عیال کو کچھ دئے حج پر روانہ ہو گئے۔ گھر والے اور پڑوسی اس بچی کو ملامت کرتے رہے۔

کچھ دن بعد شہر کا حاکم شکار پر نکلا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ اس کو سخت پیاس لگی وہ پانی کو تلاش کرتے کرتے حضرت حاتم اصمؒ کی بستی کی طرف آ گیا۔ اس نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا یا کہ پانی مل سکے۔ اتفاق سے

وہ گھر حضرت حاتم اصمؒ کا تھا۔ اندر سے حاتمؒ کی بیوی نے پوچھا کہ کون ہے؟ باہر سے اس شخص نے کہا کہ میں شہر کا امیر ہوں مجھے پانی پلا دو۔

حاتم اصمؒ کی بیوی نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا! یا الٰہی! تیری شان کا کیا کہنا، رات بھر تو ہم بھوکے رہے اور صبح کو ہمارے دروازے پر شہر کا حاکم کھڑا سوال کر رہا ہے۔ اس عورت نے مٹی کا نیا پیالہ نکال کر اس میں حاکم کو پانی پیش کیا اور کہا کہ اس سے اچھا برتن ہمارے پاس نہیں ہے۔ حاکم کو پانی پینے میں بہت مزا آیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کسی رئیس کا گھر ہے۔

اس کے ساتھی نے کہا! نہیں! یہ عالم دین حاتم اصمؒ کا گھر ہے۔ حاکم شہر نے کہا کہ یہ وہی مفلس عالم کا گھر ہے جو بغیر توشہ لئے حج پر چلے گئے ہیں۔

ساتھی نے کہا! جی ہاں۔ حاکم شہر نے کہا کہ یہ جوان مردی کی بات نہیں کہ ہم کسی غریب کے اوپر بوجھ بنیں۔ اس نے اپنا کمر کا پٹکا کھولا اور اس مکان کے اندر پھینک دیا اور کہا! اے گھر والو! صبح کو یہ پٹکا لے کر میرے دفتر آ جانا میں یہ پٹکا آپ سے خرید لوں گا۔ اس طرح حضرت حاتم اصمؒ کے گھر والوں نے ویسا ہی کیا اور دولت مند ہو گئے۔

ادھر حضرت حاتم اصمؒ کا حال یہ ہوا کہ آپ جس قافلے میں سفر کر رہے تھے اتفاق سے اس قافلہ کا امیر بیمار پڑ گیا۔ لوگوں نے طبیب کو تلاش کیا لیکن کوئی علاج کرنے والا نہ ملا۔ امیر قافلہ نے حکم دیا کہ کسی مرد صالح کو بلاؤ۔ شاید اس کی دعا سے مجھے شفاء ہو جائے۔ لوگوں نے حضرت حاتم اصمؒ کو بلا لیا۔ آپ نے امیر کے لئے دعا کی جس کی برکت سے وہ شفایاب ہو گیا۔ امیر قافلہ نے خوش ہو کر حاتمؒ کو سواری، کھانے پینے کا سامان اور سفر خرچ بھی دیا۔

حضرت حاتم اصمؒ خوش ہو گئے لیکن ان کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا تو بندوبست اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ معلوم نہیں گھر والوں کا کیا حال ہو گا۔ آپ اسی فکر میں سو گئے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے حاتم! جو اپنا معاملہ ہمارے ساتھ اچھا رکھتا ہے ہم بھی اپنا معاملہ اس کے ساتھ اچھا رکھتے ہیں۔ تم اہل وعیال کی فکر مت کرو۔

جب آپ حج سے واپس آئے تو آپ نے اپنے بیٹی کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑی عمر دیکھ کر عنایت نہیں کرتا بلکہ جس کی معرفت بڑی ہوتی ہے اس پر نظر کرم عنایت فرماتا ہے چاہے عمر چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

(روحانی حکایات)

6.73 ۔ یہودی کا قرآن کی وجہ سے مسلمان ہونا

حضرت یحییٰ بن اکثم ؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ مامون رشید کے پاس ایک یہودی آیا۔ یہودی نے بہت اچھی گفتگو کی۔ مامون نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ایک سال گزر گیا تو یہی یہودی دوبارہ مامون رشید کے پاس آیا اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے اسلامی فقہ پر بہت شاندار گفتگو کی۔ خلیفہ مامون رشید نے اس یہودی سے پوچھا کہ تمہارے اسلام لانے کا کیا سبب ہوا؟

اس یہودی نے کہا! جب میں آپ کے پاس سے گیا تو میں نے چاہا کہ تمام ادیان کا امتحان لوں۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے توریت سے شروع کیا۔ میں نے توریت کے تین نسخے لئے اور ان میں مختلف جگہ ردوبدل کی اور وہ نسخے میں کنیسہ میں لے جا کر دے دئے۔ انہوں نے نسخوں کو دیکھا اور ان کی بہت تعریف کی اور میرا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد میں انجیل کی طرف متوجہ ہوا اس کے بھی تین نسخے خریدے اور اس میں بھی کمی وبیشی کر کے گرجے میں پادری کے پاس لے گیا اس نے وہ نسخے دیکھے اور مجھ سے خرید لئے۔ پھر میں نے قرآن کر تین نسخے لئے اور اس میں کمی بیشی کی اور ان نسخوں کو لے کے ایک مسلمان عالم کے پاس گیا۔ اس نے ان نسخوں کو غور سے دیکھا اور پھینک کر میرے منہ پر مار دئے اور اس نے کہا کہ یہ قرآن نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ واقعی یہ کتاب سچی کتاب ہے اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں اسلام کے لئے قدر پیدا ہو گئی اور میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت یحییٰ بن اکثم ؒ فرماتے ہیں کہ اسی سال میں حج پر گیا وہاں میں حضرت سفیان بن عیینہ ؒ سے ملا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا! اس واقعہ کی صداقت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔

میں نے پوچھا! وہ کس جگہ ہے۔

انہوں نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ اللّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَاء فَلاَ تَخْشَوُاْ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَناً قَلِيلاً وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ O

(سورۃ المائدہ ۔ 44)

بے شک ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار (بندے) تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے اور اللہ والے (یعنی ان کے اولیاء) اور علماء (بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے) اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ نگہبان (وگواہ) تھے پس تم (اقامتِ دین اور احکام الٰہی کے نفاذ کے معاملہ میں) لوگوں سے مت ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرا کرو اور میری آیات (یعنی احکامات) کے بدلے (دنیا کی) حقیر قیمت نہ لیا کرو اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ کافر ہیں۔

لیکن قرآن کے بارے میں فرمایا!

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ O

(سورۃ الحجر ۔ ۹)

بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری ہمارے ذمہ نہیں رکھی بلکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے تاکہ یہ کتاب ضائع نہ ہو۔

(بیہقی)

6.74 ۔ امام ابو یوسفؒ کی آخری گفتگو

امام ابو یوسفؒ کے قاضی القضاء ہونے کے دوران انہوں نے ایسی دیانت داری سے کام انجان دیا کہ آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد بھی آپ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔

آپ اپنے آخری وقت میں فرماتے تھے کہ کاش! میں فقر و فاقہ کی حالت میں دنیا سے چلا جاتا اور عہدہ قضاء نہ قبول کرتا۔ پھر بھی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا اور نہ کسی فریق کی ناجائز پاسداری کی۔ اور نہ میں نے یہ خواہش کی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔

انتقال کے وقت آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے:

یا باری تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے بندوں کے درمیان کسی معاملہ کے فیصلہ کرنے میں کوئی خودرائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلافِ واقعہ کوئی فیصلہ کیا میں نے ہمیشہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی سنت کی موافق فیصلہ کرنے کی کوشش کی۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام نہیں کمایا۔

آپ کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا۔ وہ ایک شاگرد کو کسی مسئلہ کی تفصیل سمجھا رہے تھے کہ بات کرتے ہوئے خاموش ہو گئے اور چند منٹ کے بعد ہمیشہ کے لئے آپ کی آواز بند ہو گئی اور آپ انتقال کر گئے۔

(خوفِ خدا کے سچے واقعات)

باب ہفتم

(قرنِ ثلاثہ کے بعد کا دور)

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا!

فقراء کو تحقیر کی نظر سے مت دیکھو۔ کیونکہ وہ اکثر نائب اور وارث انبیاء ہوتے ہیں۔ اہل بدعت سے تعلق قائم کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اتباع سنت سلب کر لیتا ہے اور جو بدعتی کے افعال پر اظہار مسرت کرتا ہے اس سے ایمان سلب کر لیا جاتا ہے۔

7.1 ۔ امام شافعیؒ کا خواب

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے لڑکے! تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی امت کا ایک فرد ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے قریب بلا کر اپنے لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا! جا اللہ تجھے برکت عطا کرے گا۔ پھر اسی شب خواب میں حضرت علیؓ نے اپنی انگلی میں سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنا دی۔

(تذکرۃ الاولیاء)

7.2 ۔ امام شافعیؒ کی حاضر دماغی

امام شافعیؒ کی والدہ بہت بزرگ تھیں۔ اکثر لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھوا دیتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوایا۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور وہ صندوق لے گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوسرا شخص آیا اور صندوق کا مطالبہ کیا۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ میں تمہارے دوسرے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں۔ اس نے کہا کہ جب ہم دونوں نے صندوق ساتھ رکھوایا تھا تو تم نے اس اکیلے کو صندوق کیسے دے دیا۔ اس جملے پر امام شافعیؒ کی والدہ بہت افسردہ ہوئیں۔

اتفاق سے اسی وقت امام شافعیؒ گھر آ گئے۔ آپ نے والدہ کی کیفیت دیکھی اور ان سے معاملہ کی تفصیل پوچھی؟ امام شافعیؒ پورے معاملے کو سمجھ گئے انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارا صندوق موجود ہے تم اپنے ساتھی کو لے آؤ اور صندوق لے جاؤ۔ یہ جواب سن کر وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔

7.3 ۔ جنتی یا جہنمی

عباسی خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیوی میں ایک مرتبہ کچھ تکرار ہو گئی، ملکہ زبیدہ نے ہارون رشید سے غصہ میں کہا کہ تم جہنمی ہو۔ اس پر ہارون رشید نے بھی میں کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تم پر طلاق ہے۔ یہ کہہ کر اس نے

بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن شدید محبت کی وجہ سے اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکا۔ اس نے علماء کو بلا کر پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ میں جنتی ہوں یا جہنمی؟ لیکن کسی کے پاس اس بات کا جواب نہیں تھا۔

امام شافعیؒ کا شمار بھی علماء میں ہوتا تھا لیکن وہ ابھی کم سن تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو میں کچھ بات کروں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی تو آپ نے فرمایا! کیا آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی؟ بادشاہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ نیچے آئیں اور میں تخت پر بیٹھوں گا کیونکہ علماء کا مرتبہ غیر عالم سے بلند ہے۔ بادشاہ نیچے آ گیا اور آپ اوپر چلے گئے۔

پھر آپ نے بادشاہ سے پوچھا کہ کیا کبھی ایسا موقعہ آیا ہے کہ تم گناہ کرنے پر قادر تھے اور تم اس گناہ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے باز رہے؟ اس نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ایسے مواقع کئی بار آئے۔

اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا! تم جنتی ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گناہ کا ارادہ کر لینے کے بعد جو شخص محض اللہ کے خوف سے گناہ سے باز رہے اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ یہ جواب سن کر وہاں موجود تمام علماء نے آپ کو داد تحسین دی اور کہا کہ جس شخص کا کمسنی میں یہ عالم ہے تو اللہ جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے۔

7.4 ۔ امام شافعیؒ کا انکسار

کسی رئیس نے کچھ رقم اہل تقویٰ میں تقسیم کرنے کے لئے مکہ مکرمہ ارسال کی۔ اس میں سے کچھ رقم لوگوں نے امام شافعیؒ کو بھی پیش کی۔ آپ نے سوال کیا کہ یہ رقم کس کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اہل تقویٰ اور درویشوں میں تقسیم کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اہل تقویٰ میں نہیں ہوں اس لئے یہ رقم میرے لئے حرام ہے۔

7.5 ۔ امام شافعیؒ کا حافظہ

امام شافعیؒ حافظ نہیں تھے۔ کچھ لوگوں نے خلیفہ سے یہ شکایت کی کہ امام شافعیؒ حافظ نہیں ہیں۔ اس نے آپ کا امتحان لینے کے لئے رمضان میں مسجد کا امام بنا دیا تا کہ تراویح میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حافظ ہیں یا نہیں۔ چنانچہ آپؒ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے تھے۔ اس طرح آپ نے ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔

7.6 ۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ارشادات

امام احمد بن حنبلؒ شرعی مسائل تو خود بتا دیا کرتے تھے لیکن مسائل طریقت کے لئے لوگوں کو بشر حافیؒ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا خوف طلب کیا تو اس نے اتنا خوف عطا کر دیا کہ مجھے اپنی عقل کے ختم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں میرا قرب قرآن کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اعمال کی مشقتوں سے چھٹکارے کا نام اخلاص ہے اور اللہ پر اعتماد کو توکل کہتے ہیں اور تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دینے کا نام رضا ہے۔

لوگوں نے محبت کا مفہوم پوچھا تو فرمایا! جب تک بشر حافیؒ زندہ ہیں یہ سوال ان سے پوچھو۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ زہد کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا!

- عوام کا زہد تو حرام اشیاء کا ترک کر دینا ہے۔
- خواص کا زہد حلال چیزوں میں زیادتی کی طمع نہ کرنا ہے
- عارفین کا زہد یہ ہے کہ اللہ کے سوا وہ کسی کو نہیں جانتا۔

7.7 ۔ امام احمد بن حنبلؒ کی امام شافعیؒ سے ملاقات

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے۔ آپ مصر میں رہتے تھے۔ امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ کو خط لکھ کر انہیں اپنے پاس ملنے کے لئے بلایا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قیام بغداد میں تھا۔ آپ نے فوراً جوابی خط ارسال کیا اور اپنے آنے کی پوری تفصیل لکھ دی۔ امام شافعیؒ نے اپنے گھر والوں، ملنے جلنے والوں، دوست احباب اور دوسرے علماء کو ان کے آنے کی اطلاع کر دی۔ ان کے استقبال اور دعوت کا خصوصی اہتمام کیا۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اگرچہ وہ میرے شاگرد ہیں لیکن بہت بڑے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا مرتبہ عطا کیا ہے۔

جس دن ان کو پہنچنا تھا امام شافعیؒ اپنے شاگردوں اور دوسر علماء کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لے آئے۔ اس وقت مصر کا حکمران بھی امام شافعیؒ کے عقیدت مندوں میں تھا۔ وہ بھی امام احمد بن حنبلؒ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آ گیا۔ بادشاہ کے ساتھ اس کے وزراء اور امراء بھی استقبال کے لئے آ گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔

امام شافعیؒ نے ان کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا۔ ان کو نہایت عزت و اکرام سے اپنے گھر لے گئے جہاں ان کے لئے بہترین کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ اس زمانے میں عام طور پر اولیاء کرام اور بزرگوں کی یہ عادت ہوتی تھی کہ وہ بہت کم کھانا کھایا کرتے تھے اور رات بھر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت احمد بن حنبلؒ جب کھانے پر بیٹھے تو بہت دیر تک کھانا کھاتے رہے۔ دوسرے لوگ کھا کر فارغ بھی ہو گئے تب بھی یہ کھانا کھاتے رہے جیسے کئی دن کے بھوکے ہوں۔ لوگ تعجب سے ان کو دیکھ رہے تھے کہ امام شافعیؒ تو ان کی بہت تعریف کر رہے تھے کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں مگر یہ تو خوب ڈٹ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ گھر میں خواتین میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

کھانے کے بعد ان کے لئے رات کو آرام کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کمرے میں امام شافعیؒ کی بچیوں نے ایک مصلیٰ بچھا دیا تھا، مسواک رکھ دی، استنجے اور وضو کے لئے پانی اور وضو کا لوٹا رکھ دیا تھا کہ آپ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھیں تو ان کو مشکل نہ ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ نے رات کو اس کمرے میں آرام کیا اور صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنے چلے گئے۔ جب وہ

مسجد چلے گئے تو امام شافعیؒ کی بیٹیاں کمرے میں آئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ وضو کا پانی ویسے ہی بھرا رکھا ہے، نہ مسواک استعمال ہوئی۔ سب کچھ ویسے ہی ہے جیسے رکھ کر گئیں تھیں۔ ان کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ شاید رات کو انہوں نے بہت زیادہ کھالیا تھا اس لئے ان کی تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلی۔

بیٹیوں نے اپنے والد امام شافعیؒ سے کہا کہ ابا جان! آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہ بہت اللہ والے اور بڑے بزرگ ہیں۔ لیکن انہوں نے رات کو خوب ڈٹ کر کھانا کھایا اور رات کو تہجد کے لئے بھی نہیں اٹھے اور صبح کو بغیر وضو اور مسواک کئے مسجد چلے گئے۔ امام شافعیؒ بھی فکرمند ہو گئے۔ انہوں نے اشراق کی نماز کے بعد ان کو بلایا اور تنہائی میں لے جا کر ان سے پوچھا کہ اس طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ کیا بات ہے آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔ یہاں سے جانے کے بعد آپ کے مزاج میں کچھ تبدیلی آگئی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا! حضرت! میرے بارے میں جو باتیں ہورہی ہیں وہ درست نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں جس وقت کھانا کھانے کے لئے آپ کے دسترخوان پر پہنچا اور میں نے اس کمرے میں قدم رکھا تو میں نے دیکھا کہ اس کھانے کے حلال اور طیب ہونے کی وجہ سے کمرہ نور سے چکا چوند ہورہا ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ آسمان سے لے کر دسترخوان تک انوارات کی بارش ہورہی ہے۔

جب میں نے یہ صورتحال دیکھی تو میں نے سوچا کہ شاید اس سے زیادہ حلال وطیب کھانا مجھے زندگی میں پھر کبھی نہ ملے۔ لہٰذا جتنا بھی زیادہ سے زیادہ کھا سکوں کھالوں۔ اس لئے کہ کھانے کا ذرا ذرا ایمان اور دل کو روشن کرنے والا ہے۔ اس لئے مجھ سے جتنا زیادہ سے زیادہ کھایا جاسکا میں نے کھالیا۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ کون میرے بارے میں کیا کہے گا۔ اس حلال کھانے سے نہ مجھے بدہضمی ہوئی نہ اور کوئی تکلیف۔

پھر کھانے کے بعد عشاء کی نماز کے بعد جب میں کمرے میں گیا جہاں آپ نے میرے لئے آرام کا بندوبست کیا تھا۔ وہاں جا کر تو میری حالت ہی بدل گئی۔ سونے اور آرام کرنے کو طبیعت نہیں چاہ رہی تھی۔ اگرچہ میں لمبا سفر کر کے آیا تھا لیکن کھانے میں اتنی غذائیت اور توانائی تھی کہ مجھے بالکل تکان نہیں محسوس ہوئی اور نہ سستی ہوئی۔ میں اپنے آپ کو بالکل تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔

جب میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے نیند نہیں آئی۔ لہٰذا میں لیٹے لیٹے قرآن وحدیث کے مسائل پر غور کرتا

رہا۔ حتیٰ کہ پوری رات گزر گئی اور میں نے سو سے زیادہ مسائل کا استنباط کیا۔ یہ وہ مسائل تھے جو میرے ذہن میں پہلے کبھی نہیں آئے تھے۔ اس رات میں نے غور کیا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ قرآن وحدیث کے علوم اور اسرار میرے سامنے کھلتے جا رہے ہیں۔ تمام مسائل کی تفصیل اور جوابات میرے ذہن میں آتے چلے گئے اور صبح تک میں ان مسائل کا استنباط کرتا رہا۔ مجھے احساس بھی نہیں ہوا کہ پوری رات گزر گئی اور صبح ہوگئی۔ یہ سب کچھ اس کھانے کی برکت واثر سے تھا۔ اس لئے تہجد کے وقت نہ تو لوٹا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی نہ مسواک کی ضرورت پیش آئی۔ وہی عشاء کا وضو میری فجر کی نماز میں کام آیا۔ یہ باتیں سن کر امام شافعیؒ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بعد میں یہ تمام باتیں اپنے گھر والوں کو بھی بتائیں جس سے ان کی غلط فہمی دور ہوئی۔ (بحوالہ خطبات حکیم الاسلام)

7.8 ۔ امام احمد بن حنبلؒ کے پڑوسی کی توبہ

امام احمد بن حنبلؒ کا ایک پڑوسی بہت گناہ کے کام کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ امام صاحب کے پاس آیا اور سلام کر کے آپ کے پاس آپ کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے اسے عام سا جواب دیا اور اس سے کوئی بات بھی نہیں کی۔ اس نے کہا! اے ابوعبداللہ! کیا آپ میرے یہاں آنے کو اچھا نہیں سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میری حالت بدل گئی ہے۔

امام صاحبؒ نے پوچھا! تم نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے کہا! رات میں رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ ایک اونچی جگہ تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ آپؐ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شخص باری باری اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ ان کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ سب لوگوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اسی طرح عرض کیا اور اب صرف میں باقی رہ گیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی کھڑے ہو کر عرض کروں مگر میں اپنے گناہوں کی وجہ سے شرمسار ہو کر خاموش رہا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا! تم مجھ سے دعا کے لئے کیوں نہیں کہتے؟

میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! اپنے برے اعمال کی وجہ سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپؐ سے دعا

کے لئے کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم اپنے گناہوں پر شرمسار ہو تو تم مجھے سے دعا کے لئے کہو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ بشرطیکہ میرے صحابہ میں سے کسی کو آئندہ گالی دینا یا برا بھلا نہیں کہنا۔

آپ کے فرمان کے بعد میں نے کھڑے ہو کر دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے میرے لئے بھی دعا کی۔ جب میں بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں تمام گناہوں سے نفرت پیدا کر دی جن کا میں ارتکاب کیا کرتا تھا۔ (کتاب التوابین)

7.9 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی توبہ

حضرت ذوالنون مصریؒ (ثوبان بن ابراہیمؒ) کے تائب ہونے کا واقعہ عجیب وغریب ہے۔ وہ یہ کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع دی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد رہتا ہے۔ آپ اس سے ملنے اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر الٹا لٹکا ہوا ہے اور اپنے نفس سے مسلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادتِ الٰہی میں میرا ساتھ نہیں دے گا، میں تجھے یوں ہی اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔

یہ واقعہ دیکھ کر آپ کو اس پر بہت ترس آیا اور آپ کے آنسو نکل آئے۔ آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور اس کی مزاج پرسی کی۔ اس سے ایسا کرنے سے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ بدن عبادتِ الٰہی پر آمادہ نہیں ہے اس لئے اس کو سزا دے رہا ہوں۔

آپ نے کہا کہ مجھے تو گمان ہوتا ہے کہ شاید تم نے کوئی قتل کر دیا ہے یا تم سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو گیا ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے میں مخلوق سے راہ ورسم بڑھانا بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو۔ اس نے کہا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے کے پہاڑ پر جا کر دیکھو۔

چنانچہ آپ وہاں پہنچے اور ایک نوجوان کو دیکھا جس کا پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا۔ جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ عبادت میں مصروف تھا کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں شیطان کے فریب میں مبتلا ہو گیا اور اس کے نزدیک پہنچ

گیا۔ اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت واطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پیر کاٹ دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پیر سے اٹھایا تھا۔

بتایئے کہ آپ مجھ گناہ گار کے پاس کیوں آئے ہیں اور کیا واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جایئے۔ لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ نے اس سے ملنے سے معذوری ظاہر کی تو اس نوجوان نے خود ہی ان بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔

اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہوگا وہ میں استعمال نہیں کروں گا۔ جب بغیر کھائے کچھ دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا کہ ان کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں۔ چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون ؒ نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہوگئے۔

(خزینۃ الاصفیاء ج۵ص۴۸)

7.10 ۔ حضرت ذوالنون مصری ؒ کی نامحرم پر نظر

حضرت ذوالنون مصری ؒ نے فرمایا کہ ایک دن میں دریا کے کنارے وضو کر رہا تھا کہ سامنے محل پر ایک بہت خوبصورت عورت نظر آئی۔ جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کو کہا تو اس نے کہا! میں دور سے تم کو دیوانہ سمجھ رہی تھی اور جب تم میرے قریب آئے تو میں نے سمجھا کہ آپ عالم ہیں۔ آپ جب مجھ سے اور قریب ہوئے تو میں نے آپ کو اہل معرفت میں سے سمجھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کوئی بھی نہیں ہو۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا! عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے، دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت اللہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وہ عورت غائب ہوگئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ غیب کی جانب سے میرے لئے ایک تنبیہ تھی۔

7.11 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی ذوالنون ہونے کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ کسی بیوپاری کا قیمتی موتی گم ہو گیا۔ اس نے آپ کو مشکوک سمجھ کر مارنا شروع کر دیا کہ تم نے میرا موتی چرایا ہے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔

یہ دعا کرتے ہی دریا میں سے سینکڑوں مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی لے کے نمودار ہوئیں۔ آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک موتی لے کر اس بیوپاری کو دے دیا۔ آپ کی یہ کرامت جب لوگوں نے دیکھی تو آپ سے معافی مانگنے لگے۔ جب سے آپ کا خطاب ذوالنون پڑ گیا۔

7.12 ۔ جنت اور دنیا کی تقسیم

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پہاڑ میں بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا۔ ان سے یہاں جمع ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہاں ایک عبادت گزار سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر بیماروں پر کچھ دم کرتا ہے جس کے بعد وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں نے بھی ان بزرگ کا انتظار کیا۔ جب وہ نکلے تو ان کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے اور بہت کمزور وضعیف تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر مریضوں پر دم کیا۔ وہ تمام فوراً صحت یاب ہو گئے۔ جب دم کرنے کے بعد وہ واپس اپنی عبادت گاہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان سے عرض کیا کہ ظاہری امراض والوں کو تو شفا ہو گئی لیکن میرا باطنی مرض بھی دور کیجئے۔

یہ سن کر انہوں نے فرمایا! ذوالنون! میرا بازو چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہا ہے۔ تو نے اس کا دست کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔

یہ سن کر حضرت ذوالنون مصریؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اسی حالت میں مجھے نیند آ گئی اور خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرما رہے ہیں کہ میں نے مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے سامنے جنت اور دنیا دونوں پیش کیں تو نو حصے جنت کو چھوڑ کر دنیا پر فریفتہ ہو گئے۔ لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا۔ پھر اسی ایک حصے کے بھی دس

حصے کر دئے۔ جب میں نے ان سے سوال کیا کہ نہ تم جنت کے طلب گار بنے اور نہ جہنم سے خوف زدہ ہوئے پھر آخر تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں آپ اس سے خوب واقف ہیں۔

7.13 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا زہد

ایک دفعہ ایک بچے نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے عرض کیا کہ مجھے وراثت میں ایک لاکھ دینار ملے ہیں اور میری تمنا ہے کہ وہ سب میں آپ پر خرچ کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ بلوغت تک پہنچنے سے پہلے اسے اس طرح خرچ کرنا تمہارے لئے جائز نہیں۔

جب وہ بچہ بالغ ہوگیا تو اس نے تمام دولت غریبوں میں تقسیم کر دی اور آپ کے حلقہ ادارت میں شامل ہو گیا۔ یہ نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ آپ کچھ ضرورت مند ہیں۔ اس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کاش! میرے پاس آج اگر دولت ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آپ نے اس کی نیت بھانپ کر یقین کرلیا کہ یہ ابھی فقر کے مفہوم سے نا آشنا ہے۔ آپ نے اس نوجوان سے کہا کہ فلاں دواخانے سے یہ دوا لاؤ اور اسے پیس کر روغن میں ملا کر تین گولیاں بنا کر ان گولیوں کے بیچ میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لاؤ۔

اس نوجوان نے گولیاں تیار کیں اور آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوگیا۔ آپ نے اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا تو وہ یاقوت کے موتی بن گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کسی جوہری کے پاس لے جا کر ان کی قیمت معلوم کر کے آؤ۔ جوہری نے ان موتیوں کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی۔ اس نوجوان نے واپس آ کر آپ کو ان کی قیمت بتائی جو وہ جوہری سے پوچھ کر آیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب ان گولیوں کو پانی میں گھول دو۔ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ فقراء کو مال وزر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ تمام ماجرہ دیکھ کر وہ نوجوان ہمیشہ کے لئے دنیا سے الگ ہوگیا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

7.14 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی شہزادے کو نصیحت

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا! میری تیس برس کی ہدایت کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہوسکا۔ وہ بھی اس طرح کہ میں ایک دفعہ مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس وقت میں یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقت ور سے جنگ کرنا نہایت ہی احمقانہ فعل ہے۔ یہ سن کر اس شہزادے نے کہا کہ میں آپ کے اس جملے کا مفہوم نہیں سمجھا۔

میں نے فرمایا کہ اس شخص سے زیادہ کون احمق ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آ کر مجھ سے پوچھنے لگا۔ واصل خداوندی کے لئے کون سی راہ اختیار کی جائے۔

میں نے کہا! دو راہیں ہیں، ایک چھوٹی اور ایک طویل۔

چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس و دنیا اور معصیت کو چھوڑ دے۔ اور طویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے کنارہ کش ہو جائے۔ اس نے عرض کیا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کروں گا۔ اس کے بعد وہ نوجوان شہزادہ عبادات اور ریاضات سے ابدالوں کر مقام تک پہنچ گیا۔

7.15 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ (ثوبان بن ابراہیم) اور چور کا قصہ

احمد بن محمد سلمیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن میں ذوالنونؒ کے پاس آیا تو دیکھا کہ سامنے سونے کا طشت ہے اور اس کے گرد دھونی دی جارہی ہے۔ ذوالنونؒ نے مجھ سے فرمایا! تو بادشاہوں کی خوشی کے وقت ان کے پاس جاتا ہے پھر انہوں نے ایک درہم مجھے دیا جسے میں بلخ پہنچنے تک تمام راستے خرچ کرتا رہا۔

ذوالنون مصریؒ سے مروی ہے کہ ایک بار میں کشتی میں تھا تو کسی کا کمبل چرالیا گیا۔ لوگوں نے ایک شخص پر چوری کا الزام لگایا۔ میں نے کہا کہ مجھے اس سے نرمی سے بات کر لینے دو۔ وہ نوجوان چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ اس نے اپنا سر چادر سے باہر نکالا۔

حضرت ذوالنونؒ نے اس سے چوری سے متعلق بات کی۔ اس نے کہا! کیا تو دیکھتا ہے کہ چوری میں نے کی ہے۔ یاالٰہی! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جس قدر مچھلیاں ہیں سب جواہرات لے کر آجائیں۔

ذوالنونؒ نے فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ سمندر کی سطح پر سب مچھلیاں ہی مچھلیاں تھیں اوران کے منہ میں جواہر تھے۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا اور ساحل تک جا پہنچا۔

ابوجعفرالاعور حکایت کرتے ہیں کہ میں ذوالنون مصریؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ کے لئے چیزوں کی اطاعت کا ذکر چھڑ گیا۔ ذوالنونؒ نے کہا کہ اگر میں اس چار پائی کو کہوں کہ اس کمرے کے چاروں کونوں میں گھومے اور اپنی جگہ لوٹ آئے تو وہ ایسا کرے گی۔ چنانچہ چار پائی کمرے کے چاروں کونوں میں گھومی اور پھر واپس اپنی جگہ آ گئی۔ یہ دیکھ کر وہاں ایک نوجوان رونا شروع کر دیا اور وہیں مر گیا۔

بکر بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ہم جنگل میں حضرت ذولنون مصریؒ کے ساتھ تھے تو ہم ببول کے درخت کے نیچے اترے۔ ہم نے کہا کہ کیا اچھی جگہ ہے۔ اگر یہاں تازہ کھجوریں ہوتیں۔ یہ سن کر ذوالنونؒ مسکرائے اور فرمایا! کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو۔ آپ نے درخت کو ہلا کر کہا! تمہیں قسم ہے اس خدا کی جس نے تمہیں درخت بنایا کہ تو ہم پر کھجوریں بکھیر دے۔ اس کے بعد آپؒ نے جو ہلایا تو تازہ کھجوریں گریں۔ ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں۔ پھر جب اٹھے اور درخت کو ہلایا تو کانٹے گرے۔

7.16 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا مقام

جس وقت حضرت ذوالنون مصریؒ روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہو گئے تھے تو کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر آپ کو زندیق کہہ کر خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت کی۔ سپاہی آئے اور آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جانے لگے تو ایک بوڑھی عورت نے کہا! خوفزدہ نہ ہونا وہ بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہے۔ اس وقت ایک بہشتی نے پانی کی مشک سے آپ کو ٹھنڈا پانی پلایا۔ آپ نے اسے ایک دینار دینا چاہو تو اس نے کہا کہ قیدیوں سے کچھ لینا بزدلی کی علامت ہے۔ آپ کو امیر نے چالیس دن کی قید کی سزا دی۔ اس عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ روزآنہ ایک روٹی آپ کو لا کر دے جاتی تھیں۔ لیکن رہائی کے بعد دیکھا تو تمام روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں۔ آپ کی ہمشیرہ نے آپ سے کہا کہ یہ تو جائز کمائی کی تھیں آپ نے کیوں نہیں کھائیں۔

آپ نے فرمایا! چونکہ داروغہ جیل بدباطن شخص ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے بھجوائی ہوئی روٹیوں سے مجھے

کراہیت محسوس ہوئی۔ رہا ہو کر جب آپ چلنے لگے تو گر پڑے اور سر پر شدید چوٹ آئی۔ لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ آپ کے خون کی کوئی بوند آپ کے لباس پر نہیں پڑی اور زمین پر جو خون گرا تھا وہ بھی غائب ہو گیا۔ جب آپ کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے سوالوں کا بڑی جرأت سے جواب دیا۔ اہل دربار بھی ان کی شجاعت پر حیران ہو گئے۔ خلیفہ آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر اس نے بیعت کر لی۔ اس نے آپ کو اعزاز و احترام کے ساتھ مصر روانہ کیا۔

7.17 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی آزمائش

حضرت ذوالنون مصریؒ کے ایک مرید نے چالیس چلے کئے، چالیس حج کئے اور چالیس سال رات کو جاگ کر عبادت اور مراقبے کرتا رہا۔ اس نے ایک دن آپ سے عرض کیا کہ اتنی عبادت اور ریاضت کے بعد بھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ مجھ سے ہم کلام نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی کوئی اسرار و رموز مجھ پر ظاہر ہوئے۔ لیکن نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں ہے بلکہ اپنی بدنصیبی کا اظہار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھانا کھاؤ اور عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاؤ۔ اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ لیکن عشاء کی نماز ترک کرنے کو اس کا دل نہیں مانا۔ اس لئے نماز پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کے بعد فرماتا ہے کہ ہماری بارگاہ میں ناامید لوٹنے والا نامراد ہے۔ میں تمہاری چالیس سال کی ریاضت کا ضرور صلہ دوں گا۔ لیکن ذوالنون کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہم تجھے شہر بھر میں اس لئے ذلیل کریں گے کہ تو پھر کبھی ہمارے دوستوں کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے۔ اس شخص نے جب اپنا خواب ذوالنون مصریؒ کو سنایا تو خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

اگر کوئی اس بات پر اعتراز کرے کہ کوئی مرشد نماز نہ پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرشد طبیب کی طرح ہوتا ہے۔ ان کو اندازہ تھا کہ یہ میرے کہنے سے بھی نماز ترک نہیں کرے گا اس لئے آپ نے ایسا حکم دیا۔ اس کے علاوہ راہ طریقت میں بعض ایسے احوال بھی پیش آتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتے ہیں۔

7.18 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ اور قربِ الٰہی

حضرت ذوالنون مصریؒ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک بہت ہی کمزور بدو کو طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے قریب جا کر اس سے فرمایا! کیا اللہ تم کو محبوب ہو؟ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ پھر پوچھا کہ وہ محبوب تم سے دور ہے یا قریب؟ اس نے جواب دیا کہ قریب ہے۔

پھر سوال کیا کہ وہ تم سے موافقت کرتا ہے یا ناموافقت؟ اس نے کہا کہ موافقت کرتا ہے۔ یہ سن کر فرمایا کہ جب تم اللہ کے محبوب بھی ہو، وہ تمہارے قریب بھی ہے اور تم سے موافق بھی ہے تو تم اس قدر کمزور کیوں ہو؟

اس نے جواب دیا کہ دور رہنے والوں کے عذاب کی نسبت وہ لوگ زیادہ حیران اور فکرمند ہوتے ہیں جنہیں قرب نصیب ہوتا ہے۔

7.19 ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کی حکیمانہ باتیں

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا! ہر ہر عضو کی توبہ کا جداگانہ طریقہ ہے۔ مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کردے، آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام کی گئی چیزوں کو نہ دیکھے، کان کی توبہ یہ ہے کہ غیبت اور بدگوئی سننے کی نیت نہ کرے، ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ غیر شرعی چیزوں کی جانب نہ اٹھیں اور شرم گاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے۔

پھر فرمایا! وہ فقر جس میں کدورت اور غبار ہو، میرے نزدیک نخوت اور تکبر سے بہتر ہے، ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد سزا کا خوف باقی رہے، تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا تصور قائم رکھے۔ یعنی ہر لمحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم ہر وقت اس کے سامنے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے خائف رہنے والے کے قلب میں اللہ کی محبت اس طرح گھر کر جاتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دیتی ہے۔ جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے۔ جو بے سود چیزوں کے حصول کی کوشش کرتا ہے وہ اس شے کو کھو دیتا ہے جس سے اس کو فائدہ

پہنچ سکتا ہے۔

فرمایا اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا بھی رنج ہوتا ہے تو یہ چیز اس بات کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔ فرمایا کہ جس کا ظاہر باطن کا آئینہ دار نہ ہو اس کی صحبت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یاد الٰہی کرنے والا اللہ کے سوا ہر شے کو خود بخود بھولتا چلا جاتا ہے۔

اہل اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال میں تمہارے شریک رہیں۔ تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں تبدیلی رونما نہ ہو۔ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو جائے:

۱۔ ٹھوس استقامت

۲۔ ٹھوس اجتہاد

۳۔ ظاہر اور باطن دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ

۴۔ موت کے انتظار میں توشہ آخرت کے حصول میں مصروف رہنا۔

۵۔ قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

7.20 ۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا سبق آموز واقعہ

دوسری صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک بہت بڑے بزرگ ، عابد ، زاہد ، تفسیر و حدیث کے عالم حضرت ابوعبداللہ اندلسیؒ عراق کے شہر بغداد میں رہتے تھے۔ ان کو تیس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ وہاں ان کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ ان میں حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت ابوبکر شبلیؒ بھی شامل تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا بہت سے مریدین اور شاگرد بھی آپ کے ساتھ سفر میں جانے کے لئے تیار ہو گئے حضرت ابوبکر شبلیؒ بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا قافلہ نہایت امن وسکون اور آرام و اطمینان سے منزل مقصود کی طرف جا رہا تھا۔ ہمارا گزر عیسائیوں کی ایک بستی سے ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا لیکن پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہم اب تک نماز ادا نہیں کر سکے تھے۔ ہم نے بستی میں پہنچ کر پانی تلاش کیا، پوری بستی میں چکر لگایا اس دوران ہم چند مندروں اور گرجا گھروں میں پہنچے جن میں سورج کو پوجنے والے، یہودی اور عیسائیوں

کا مجمع تھا۔ کوئی سورج کو پوجتا تھا، کوئی آگ کو پوجتا تھا اور کوئی صلیب کو۔ ہم نے جب یہ دیکھا تو حیران ہو گئے اور ان کی گمراہی پر افسوس کرنے لگے۔

ہم چلتے چلتے بستی کے کنارے ایک کنویں پر پہنچے اس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں اور لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد حضرت ابوعبداللہ اندلسی ؒ کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو کہ بے انتہا خوبصورت تھی اور بہت خوبصورت لباس اور زیور پہنے ہوئے تھی۔ شیخ کی نظر جب اس سے ملیں تو شیخ کی حالت بدلنے لگی اور چہرا بدلنے لگا۔ اسی کیفیت میں شیخ نے دوسری لڑکیوں سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے۔ لڑکیوں نے جواب دیا کہ یہ یہاں کے سردار کی بیٹی ہے۔ شیخ نے کہا کہ پھر اس کو اتنا ذلیل کیوں بنایا ہوا ہے کہ یہ کنویں پر آ کر خود پانی بھرتی ہے۔ اس کا باپ اس کے لئے کوئی نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کے لئے پانی بھرے اور اس لڑکی کی خدمت کرے۔ لڑکیوں نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن اس کا باپ ایک نہایت عقلمند اور سمجھدار آدمی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ لڑکی اپنے باپ کی دولت اور حکومت و اقتدار کی وجہ سے غرور و تکبر کا شکار نہ ہو جائے اور اس کے اخلاق خراب نہ ہو جائیں کہ شادی کے بعد شوہر کی خدمت نہ کرے۔

حضرت شبلی ؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسی ؒ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ پورے تین دن تک نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ کسی سے بات کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو نماز ادا کر لیتے تھے۔ شاگردوں اور مریدوں کی کثیر تعداد جو ان کے ساتھ تھی سخت پریشان تھی ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

حضرت شبلی ؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن یہ حالت دیکھ کر میں نے آگے قدم بڑھایا اور پریشانی کی حالت میں ان سے پوچھا کہ حضرت کچھ تو بتائیں کیا ہوا ہے۔ شیخ نے سب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپا سکوں گا۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا تھا اس کی محبت میرے دل پر اتنی غالب ہو چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے اور اب یہ ناممکن ہے کہ میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں۔

میں نے کہا! اے میرے آقا! آپ اہل عراق کے پیر و مرشد ہیں۔ علم و فضل اور زہد و عبادت میں مشہور ہیں۔ آپ کے مریدین کی ایک کثیر تعداد ہے۔ بہت ہو چکا قرآن مجید کے صدقے سے ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ نے فرمایا! میرے عزیزو! میرا اور تمہارا فیصلہ تقدیر خداوندی سے ہو چکا ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس صلب کر لیا گیا ہے اور مجھ سے ہدایت کی علامت اٹھالی گئی ہے۔ شیخ نے یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا اور فرمایا!

اے میری قوم! فیصلہ قدرت کی طرف سے ہو چکا ہے اب یہ کام میرے بس کا نہیں۔

حضرت شبلیؒ مزید فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی بہت تعجب ہوا اور ہم بھی رونے لگے۔ شیخ سمیت ہم سب رو رہے تھے۔ شیخ نے ہمیں چلے جانے کو کہا اور ہم سب واپس بغداد لوٹ آئے۔ قافلہ کے آنے کی خبر سن کر لوگ شہر سے باہر نکل کر اپنے شیخ کا استقبال کرنے آ گئے۔ جب لوگوں نے شیخ کو ہمارے درمیان نہیں پایا تو پوچھا کہ شیخ کیوں نہیں آئے اور وہ کہاں ہیں۔ ہم نے سارا قصہ ان کو سنا دیا تو وہاں ایک کہرام مچ گیا کچھ لوگوں کی اس غم کی وجہ سے حرکت قلب بند ہو گئی۔ لوگ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

اے مقلب القلوب! ہمارے شیخ کو ہدایت دے اور پھر سے اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔

شیخ کے جانے کی وجہ سے خانقاہیں بند ہو گئیں اور اسی طرح ایک سال کا عرصہ بیت گیا۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ جا کر دیکھا جائے کہ شیخ کس حال میں ہیں تو حضرت شبلیؒ اور کچھ ساتھیوں نے پھر اس بستی کی طرف سفر کیا اس بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے اپنے شیخ کا حال معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ جنگل میں سُور چرا رہے ہیں۔ انہوں نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کہ خدا کی پناہ! یہ کیا ہو گیا۔ گاؤں والوں نے بتایا کہ شیخ نے سردار کی لڑکی سے منگنی کرنی چاہی تو اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ جنگل میں اس کے سور چرایا کرے گا۔ شیخ نے ہاں کر دی چنانچہ شیخ سور چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

لوگوں کے کلیجے غم سے پھٹنے لگے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ دل کو مضبوط کر کے جنگل کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ عیسائیوں کی سی ٹوپی پہنے ہوئے کمر میں عیسائیوں کا مخصوص نشان زنار بندھی ہوئی ہے۔ وہ اس لاٹھی کی ٹیک لگائے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں، جس لاٹھی سے شیخ وعظ و خطبہ کے وقت ٹیک لگایا کرتے تھے۔ شیخ کی یہ حالت ان کے زخموں پر اور نمک چھڑک رہی تھی۔ شیخ کے قریب جا کر ان کو السلام علیکم کہا! انہوں نے بہت دھیمی آواز میں وعلیکم السلام کہا۔

حضرت شبلیؒ نے کہا! اے شیخ! اس علم و فضل اور حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے بھی آج یہ حال ہے۔

شیخ اندلسیؒ نے فرمایا! میرے بھائیو! یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور پھینک دیا۔ اس کے فیصلوں کو کون ٹال سکتا ہے۔

اے میرے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو۔ اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو (اس کے بعد شیخ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا) اے میرے مولیٰ! میرا گمان تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھے ذلیل وخوار کر کے دروازے سے نکال دے گا اور رونا شروع کر دیا۔

شیخ نے آواز دے کر کہا کہ اے شبلی! دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کیا کرو یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو نیکی کی نصیحت کرے۔

حضرت شبلیؒ نے روتے ہوئے نہایت دردناک لہجہ میں دعا کی! اے پروردگار! ہم تجھ سے ہی طلب کرتے ہیں اور تجھ سے ہی درخواست کرتے ہیں، ہر کام میں ہم تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں ہم سے اس مصیبت کو دور فرما، اس مصیبت کو تیرے سوا اور کوئی دور کرنے والا نہیں، تمام خنزیر بھی ان کا رونا دھونا دیکھ کر ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ تمام لوگ شیخ سمیت زار وقطار رو رہے تھے۔

شیخ نے فرمایا! اے عزیزو! مجھے قرآن کی دو آیات کے سوا کچھ بھی نہیں یاد رہا۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا! وہ آیات کون سی ہیں۔ شیخ نے فرمایا!

﴿ وَمَن يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاء ﴾
(سورۃ الحج ۔ ۱۸)

جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

اور دوسری

﴿ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاء السَّبِيْلِ ﴾
(سورۃ البقرہ ۔ ۱۰۸)

جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا

حضرت شبلیؒ نے فرمایا! اے شیخ! آپ کو تیس ہزار احادیث بمعہ اسناد کے زبانی یاد تھیں، اب بھی ان میں سے کوئی حدیث یاد ہے۔ شیخ نے فرمایا! ایک حدیث یاد ہے۔

﴿ من بد ل دینه فاقتلو ه ﴾ جو شخص دین بدل دے اسے قتل کر ڈالو۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ کا یہ حال دیکھ کر حسرت و غم سے شیخ کو وہاں ہی چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی ہم تین منزل طے نہیں کر پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور با آواز بلند شہادتیں پڑھتے جا رہے ہیں۔

اشهد ان لا اله الا اللّٰه و اشهد ان محمداً رسول اللّٰه

اس وقت ہماری خوشی کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے پہلے مصیبت میں ہماری حسرت و غم کو دیکھا ہو۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ نے قریب پہنچ کر کہا پاک کپڑے دو۔ اور وہ کپڑے لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی اور ہم منتظر رہے کہ شیخ نماز سے فارغ ہو کر ہمیں تمام قصہ بتائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس خدائے قدیر و علیم کا ہزار بار شکر ادا کرتے ہیں جس نے آپ کو ہم سے جدا کر کے پھر سے ملایا۔ ہماری جماعت کی رونق بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمائی۔ آپ ذرا بیان فرمائیں کہ شدید انکار کے باوجود آپ کا پھر کیسے آنا ہوا۔

شیخ نے فرمایا! میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے تو میں نے خدا کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت سے نجات دے، میں تیرا خطا کار بندہ ہوں۔ خدا نے میری التجا سن لی اور میرے گناہ معاف کر دئے۔

حضرت شبلیؒ نے عرض کی کہ کیا آپؒ کی اس آزمائش کا کوئی سبب تھا۔ حضرت شیخؒ نے کہا کہ ہاں۔ جب ہم گاؤں میں اترے تھے۔ بت خانوں اور گرجا گھروں سے ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر و بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن اور موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔

مجھے اس وقت ایک غیبی آواز آئی کہ یہ ایمان اور توحید جو کچھ بھی ہے یہ تمہارا ذاتی کمال نہیں ہے یہ سب ہماری توفیق سے ہے۔ کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھ رہے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تم کو ابھی بتلا دیتے ہیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو کہ درحقیقت ایمان تھا۔

یہ قافلہ اپنے شیخ کو ساتھ لے کر خوشی خوشی بغداد پہنچا سب مریدین نے اپنے شیخ کی زیارت کی اور ان کے دوبارہ اسلام قبول کرنے پر خوشیاں منائیں۔ خانقاہیں اور حجرے کھل گئے۔ بادشاہ وقت بھی شیخ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا اور ان کو ہدایہ پیش کئے۔ شیخ پھر سے اپنی پرانی مصروفیات میں مشغول ہو گئے۔ تفسیر وحدیث کے درس شروع ہو گئے تعلیم وتربیت کا کام اپنی معمول پر آ گیا تھا۔ شیخ کو جو چیزیں بھول گئیں تھیں پھر سے سب یاد آ گئیں تھیں۔ طالب علموں کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی۔

اسی طرح سے ایک عرصہ گزر گیا کہ ایک روز شیخ صبح کی نماز پڑھ کے اپنے طالب علموں اور مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت شبلیؒ دروازے پر گئے تو دیکھا ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ آنے والے نے کہا کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو وہ فلاں گاؤں میں چھوڑ کر آئے تھے آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے منہ موڑتا ہے تو ہر چیز اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کے پاس گیا اور ان کو لڑکی کے آنے کے بارے میں بتایا۔ حضرت شیخ یہ سنتے ہی زرد ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے۔ اس کے بعد لڑکی کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زاروقطار رونے لگی۔ اس رقت کی وجہ سے اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

شیخ نے لڑکی سے پوچھا کہ تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا اور کس نے تمہیں یہاں پہنچایا۔

لڑکی نے کہا اے میرے سردار! جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میں اس حد تک بے چین و بیقرار ہوئی کہ میری نہ بھوک رہی اور نہ پیاس اور نہ نیند آتی تھی۔ رات بھر کروٹیں بدلتے گزر جاتی تھی

کہ ایک رات میں تھوڑی دیر کے لئے سو گئی اس حالت میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کی اتباع کر۔ اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔ لڑکی نے کہا کہ میں نے خواب میں اس شخص سے کہا کہ شیخ کا دین کیا ہے۔ اس شخص نے بتایا کہ شیخ کا دین اسلام ہے۔ میں نے کہا کہ اسلام کیا چیز ہے۔ اس نے کہا کہ اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے برحق رسول و پیغمبر ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں۔

اس شخص نے کہا کہ آنکھیں بند کر واور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ اس لڑکی نے کہا کہ ٹھیک ہے اور کھڑی ہو گئی۔ اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ (شخص) میرا ہاتھ تھامے تھوڑی دور چل کر بولے بس اب آنکھیں کھول دو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ کے کنارے بغداد میں پایا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس شخص نے حجرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا! وہیں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی (حضرت خضر علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارے کے مطابق یہاں پہنچ گئی اب آپ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے اپنے پڑوس کے حجرے میں ٹھہرا لیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔ لڑکی وہاں رہنے لگی اور عبادت میں مشغول ہو گئی۔ زہد و عبادت میں دوسروں پر سبقت لے گئی۔ دن بھر روزے رکھتی اور رات بھی اللہ کی عبادت کرتی۔ اس سخت محنت سے وہ انتہائی کمزور ہو گئی اور پھر بیمار ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آ گیا۔ جب سے لڑکی یہاں آئی تھی نہ شیخ نے اسے دیکھا تھا اور نہ اس نے شیخ کو دیکھا تھا۔ اس نے شیخ سے کہلوا بھیجا کہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ شیخ کی زیارت کرنا چاہتی ہے۔ شیخ اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے تو اس نے شیخ کو لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے سلام کیا۔ شیخ نے جواب دیا اور کہا کہ گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ عنقریب جنت میں ملاقات ہو گی۔ شیخ کی بات سن کر لڑکی خاموش ہو گئی۔ اور وہ ایسی خاموش ہوئی کہ صبح کو اس نے اس دنیا کو خیر آباد کہہ دیا۔ (**انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**)

شیخ اس لڑکی کی وفات پر غم زدہ ہو گئے لیکن اس کے بعد شیخ بھی زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکے اور اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ کی وفات کے چند دنوں بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ اندلسیؒ جنت کے ایک پر فضا باغ میں مقیم ہیں اور ستر (۷۰) حوروں سے ان کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہی عورت ہے اور اب دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کی قیمتی نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔

(اکابر کا سلوک واحسان ص۶۷ تا۶۷)

7.21 ۔ رسول کریم ﷺ کے جسد مبارک کو چوری کرنے کی کوشش

تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چند صدیوں بعد دو شخص (یہودی جن کا تعلق مراکش سے تھا) مدینہ میں حضور اقدس ﷺ کا جسد مبارک نکالنے آئے۔ (یہ واقعہ ۵۵۸ھ بمطابق ۱۱۴۲ء میں پیش آیا) مسجد نبوی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لیا اور وہ دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ لوگ ان کے معتقد ہو گئے تھے وہ رات بھر اس مکان سے روضہ اطہر تک سرنگ بنانے کے لئے کھدائی کرتے تھے اور اس کی مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور اس جگہ کو لکڑی کا تختہ رکھ کر بند کر دیتے تھے تا کہ لوگوں کو نظر نہ آئے اور کسی کو شبہ بھی نہ ہونے پائے۔ کئی ہفتوں تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے۔ جب ان لوگوں نے کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے ولی صفت حکمران سلطان نور الدین زنگیؒ کو بذریعہ خواب اس کی اطلاع دے دی۔

سلطان نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرا اطہر پر غم اور حزن کے آثار ہیں۔ آپ ﷺ ان (بادشاہ) کا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت اذیت دے رکھی ہے جلد از جلد مجھے ان سے نجات دو۔ اور خواب میں ان دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھائی خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ وزیر نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے لہٰذا آپ فوراً مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ بادشاہ فوراً اپنے ساتھ فوج لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کے مدینہ پہنچنے تک وہ لوگ کافی حد تک سرنگ کھود چکے تھے اور جسم اطہر کے کافی

قریب تک پہنچ چکے تھے۔ اگر بادشاہ تھوڑی سی بھی مزید دیر کرتا تو وہ لوگ اپنا کام پورا کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

بادشاہ نے مدینہ سے باہر ایک بہت بڑی دعوت کا بندوبست کیا اور اعلان کر دیا کہ مدینہ کے تمام لوگ اس دعوت میں شرکت کریں۔ سب کو ایک خاص دروازے سے نکلنے کا حکم دیا گیا۔ بادشاہ خود ایک طرف کھڑے ہو کر تمام نکلنے والوں کو غور سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ مدینہ کے تمام مرد باہر نکل گئے ان میں وہ دو لوگ نہیں تھے جن کو بادشاہ نے خواب میں دیکھا تھا۔ بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور اس نے لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ چکے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ابھی کچھ لوگ اندر ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں دو متقی و پرہیزگار اندر رہ گئے ہیں جو نہ کسی سے کچھ لیتے ہیں، نہ کسی کی دعوت میں جاتے ہیں اور نہ کسی سے ملتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ مجھے انہی سے تو کام ہے، چنانچہ جب انہیں پکڑ کر لایا گیا تو وہ وہی دو صورتیں تھیں جو خواب میں بادشاہ کو دکھائی گئیں تھیں۔ بادشاہ نے انہیں فوراً پہچان لیا اور ان کو قید کر لیا۔ ان سے پوچھ گچھ کی گئی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی اذیت پہنچائی ہے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے ان کے گھر کی تلاشی لی تو وہاں اسے ایک سرنگ کا سراغ ملا۔ انہوں نے اقرار کر لیا اور اپنے ارادے کی تفصیل بتائی۔ بادشاہ نے اس سرنگ کا معائنہ کیا وہ آپ ﷺ کے قدموں تک پہنچ چکی تھی۔ بادشاہ نے آپ ﷺ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور سرنگ بند کروا دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے قبر مبارک کے چاروں طرف زمین کو پانی تک کھدوا کر اس میں سیسہ پگھلا کر بھر دیا تاکہ آئندہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ ان دونوں مجرموں کو قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ مدینہ)

نوٹ: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مخالفین کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر سلامت و محفوظ ہے کہ کئی سو برس گزر جانے کے بعد بھی یہ گھناؤنی اور ناپاک کوشش کی گئی۔ یہ لوگ اہل کتاب میں سے تھے اس لئے انہیں معلوم تھا کہ انبیاء کے اجسام مٹی نہیں کھاتی ہے اور آپ ﷺ برحق نبی ہیں لیکن بغض و عناد کی وجہ سے اقرار نہیں کرتے۔

7.22 ۔ حضرت جنید بغدادیؒ کی ہار کر جیت

حضرت جنید بغدادیؒ کے ولی اللہ بننے کا واقعہ " مواعظ درمحبت " جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ جس وقت ولی اللہ نہیں بنے تھے وہ پہلوانی کرتے تھے اوراس سے اپنے گزر بسر کے لئے کماتے تھے۔ یہ شاہی پہلوان تھے جب کشتی لڑتے تو جیتنے پر خزانے سے لاکھوں روپے انعام ملتا تھا۔ جب پیسے ختم ہونے لگتے تو پھر کشتی لڑتے اور پیسے کماتے تھے۔

ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سیّد صاحب آئے اور کہا کہ میں جنید سے کشتی لڑوں گا۔ سب ہنسنے لگے کہ تم بوڑھے اور کمزور ہوان سے مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ انہوں نے کہا کہ میں اسے ایسا داؤ ماروں گا کہ اسے پچھاڑ دوں گا اور جنید بھی کیا یاد کرے گا۔ بادشاہ کے سامنے ان کے چیلنج کی بات کی گئی، بادشاہ نے منظور کرلیا۔ مقابلے کے دن دونوں میدان میں آئے سیّد صاحب کمزوری کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ کشتی شروع ہونے سے پہلے سید صاحب نے جنید بغدادیؒ کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں اور بہت غریب ہوں میرے گھر میں فاقے ہورہے ہیں۔ اگر میں کشتی جیت گیا تو مجھے انعام ملے گا اور میرے گھر کے فاقے دور ہوجائیں گے۔ تم نبی کریم ﷺ کے صدقے میں مجھ سے ہار جاؤ۔ سرور دوعالم ﷺ کی محبت میں اپنی بے عزتی کروالو اور رسول اللہ ﷺ کو خوش کردو بس اتنا سننے کی دیر تھی یہ سودے بازی کام کرگئی۔

بس انہوں نے زور دکھانے کی ایکٹنگ کی جس کو نورا کشتی کہتے ہیں اور پھر جنید بغدادیؒ نیچے گر گئے اور سید صاحب اوپر چڑھ گئے اوران کو مکے مارنے لگے اور حضرت جنید بغدادیؒ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت میں برداشت کرتے رہے۔

سید صاحب سارا انعام لے گئے۔ اسی رات حضرت جنید بغدادیؒ نے حضور انور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور کہا اے جنید! تو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے میں تیری عزت کا ڈنکا سارے عالم میں بجواؤں گا اوراسی وقت سے حضرت جنید بغدادیؒ کا نام اولیاء اللہ میں شمار ہونے لگا۔

(مواعظ درمحبت ج۱ص ۴۳۸ بحوالہ زادآخرت حصہ سوم ص ۲۳۱)

7.23 ۔ حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سری سقطیؒ کے بھانجے اور مرید تھے۔ آپ کو سید الطائفہ، لسان القوم، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے القابات سے نوازا گیا۔ کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ سے عرض کیا کہ آجکل دینی بھائیوں کی قلت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں دینی بھائی صرف وہ ہیں جو تمہاری مشکلات کو حل کر سکیں تب تو وہ نایاب ہیں۔ اگر تم حقیقی دینی بھائیوں کے فقدان کا تصور کرتے ہو تو تم جھوٹے ہو۔ اس لئے کہ دینی بھائی ہونے کا اصل مطلب یہ ہے کہ جس کی دشواریوں کا حل تمہارے پاس ہے اور ان امور میں تمہاری مدد شامل ہے تو ایسے دینی بھائیوں کی کمی نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ بہت زیادہ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا! تا حیات میں مصائب و بلا کی جستجو میں رہا کہ وہ اژدھا بن کر میرے سامنے آجائے تو میں سب سے پہلے اس کا لقمہ بن جاؤں لیکن آج تک یہی حکم ملتا رہا کہ ابھی تیری ریاضت کسی بلا کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں کسی نے پانچ سو دینار پیش کئے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس اور رقم بھی ہے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پھر پوچھا کہ تمہیں مزید مال کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے اس سے کہا کہ اپنے پانچ سو دینار واپس لے جاؤ کیونکہ اس کے لئے مجھ سے زیادہ حاجت مند تم ہو۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں لیکن مجھے ان کی حاجت نہیں اور تمہارے پاس ان کے علاوہ اور رقم بھی موجود ہے پھر بھی تم محتاج ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا! اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مکہ مکرمہ میں اپنے قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند شخص کی حجامت بنا رہا تھا تو میں نے کہا کہ اللہ کے لئے میری حجامت بنا دیجئے۔ اس نے فوراً دولت مند کو چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دئے اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ ریز گاری تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اس کو اپنے خرچ میں لے آئیں۔ وہ پڑیا لے کر میں نے یہ نیت کر لی کہ اب مجھے کہیں سے جو کچھ بھی دستیاب ہو گا وہ میں اس حجام کو لا کر دے دوں گا۔ کچھ عرصہ بعد بصرہ میں ایک شخص نے اشرفیوں سے بھری تھیلی مجھ کو پیش کی۔

وہ تھیلی لے کر میں مکہ مکرمہ اس حجام کے پاس پہنچا اور اسے وہ تھیلی پیش کی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میری خدمت صرف اللہ کے لئے تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے یہ تھیلی پیش کرنے آ گئے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے واسطے کام کرنے والا کسی اور سے کچھ معاوضہ نہیں لیتا۔

ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت جنید بغدادیؒ سے اپنے گم شدہ بیٹے کے مل جانے کے لئے دعا کرنے کو کہا۔ آپ نے فرمایا صبر سے کام لو۔ یہ سن کر وہ چلی گئی اور کچھ روز گزرنے کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے پھر صبر کرنے کی تلقین کی۔ وہ واپس چلی گئی لیکن کچھ دن کے بعد پھر حاضر ہوگئی اور اس نے کہا کہ اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا قول سچا ہے تو تمہارا بیٹا تمہیں مل گیا۔ وہ عورت جب گھر پہنچی تو گھر میں اس کا بیٹا موجود تھا۔

☆ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ نفس کے وساوس اس لئے شدید ہوتے ہیں کہ وساوسِ شیطانی تو لاحول پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کو دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

☆ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا! جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی علامت ہے۔ یقین نام ہے علم کا قلب میں اس طرح جاگزیں ہو جانے کا جس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے اور ترکِ تکبر کر کے دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔

☆ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا! صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے خلیل اللہ ہونے کا درس حاصل کرے، حضرت اسماعیلؑ سے تسلیم کا درس حاصل کرے، حضرت داؤدؑ سے غم کا درس حاصل کرے، حضرت ایوبؑ سے صبر کا درس حاصل کرے، حضرت موسیٰؑ سے شوق کا درس حاصل کرے اور حضور اکرم ﷺ سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔

7.24 ۔ حضرت جنید بغدادیؒ کی کرامت

ابوعمر زجاجیؒ سے مروی ہے کہ میں جنیدؒ کے پاس گیا اور میرا ارادہ حج کو جانے کا تھا۔ آپؒ نے مجھے ایک درہم دیا۔ میں نے اسے اپنے تہبند میں باندھ لیا اس کے بعد میں جس منزل پر پہنچتا وہاں مجھے رفیق مل جاتے اور مجھے ایک درہم بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ میں حج پورا کر کے جب واپس بغداد آیا تو حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؒ نے ہاتھ بڑھا کر کہا! لاؤ اس پر میں نے آپ کو وہ درہم دے دیا۔ آپؒ نے پوچھا! کیسی گزری؟ میں نے عرض کیا! اللہ کا حکم ہو کر رہا۔

7.25 ۔ حضرت جنید بغدادیؒ کی فراست

حضرت جنید بغدادیؒ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا جس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اس کا چہرا بظاہر نورانی لگ رہا تھا، گورا چٹا اور خوبصورت آدمی تھا۔ وہ آ کر کہنے لگا مجھے ایک حدیث کا مطلب بتا دیجئے۔ آپ نے پوچھا! کون سی حدیث۔ اس نے کہا! حدیث یہ ہے:

اتقوا فراسةالمومن فانه ینظر بنور اللّٰه

مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

حضرت جنید بغدادیؒ نے اس کا چہرہ دیکھا اور فرمایا! او نصرانی کے بیٹے! اس کا مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جا۔ یہ سن کر اس کے پسینے چھوٹ گئے کیونکہ وہ واقعی نصرانی تھا۔

اس نے کہا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ میں اس کا مطلب پوچھوں گا اور پھر آپ لوگوں کو رسوا کروں گا کہ آپ اتنے بڑے شیخ بنے پھرتے ہیں اور آپ کو یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ میں مسلمان ہوں یا نہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ واقعی یہ ایک نعمت ہے جو مومن کے دل کو عطا ہوتی ہے۔ لہٰذا اب میں کلمہ پڑھتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ (رسالۃ القشیر یہ)

7.26 ۔ ذکر الٰہی کا فیض

حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں ایک بڑا متکبر شخص تھا۔ اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت اور خوبصورت کنیزیں تھیں۔ اسے اپنے شراب و شباب کے کاموں سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ کسی نے اس کے سامنے جنید بغدادی کی نیکیوں کا ذکر کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں اس کی نیکیوں کو آزماتا ہوں۔ اس نے اپنی باندیوں میں سے سب سے زیادہ خوبصورت باندی کو بلایا۔ اس سے کہا کہ تم خوب بن سنور کر نقاب پہن کر جنید بغدادی کے پاس جاؤ اور ان سے ایک مسئلہ پوچھو اور مسئلہ پوچھتے ہوئے اپنا نقاب ہٹا دینا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری خوبصورتی دیکھ کر گناہ سے بچتا ہے یا نہیں۔

باندی بن ٹھن کر حضرت جنید بغدادی کے پاس پہنچی اور ان کے بالکل سامنے بیٹھ کر ان سے مسئلہ پوچھنے لگی۔ مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دی۔ اپنے پورے حسن و جمال کے ساتھ آپؒ کے سامنے آ گئی اور مسکرائی۔

حضرت جنید بغدادی کی اچانک اس پر نظر پڑی تو آپ کی زبان سے کسی قدر زور سے **اللّٰہ** نکلا۔ اس لفظ کی اور حضرت جنید بغدادی کی زبان کی تاثیر کی وجہ سے باندی کے دل پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ اس نے شرم کی وجہ سے دوبارہ نقاب اوڑھ لیا اور واپس آ گئی۔

اب اس کے دل کی کیفیت بالکل بدل چکی تھی۔ وہ مالک سے جا کر کہنے لگی کہ اب میرا آپ کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے اللہ کا لفظ سنا ہے اور اس لفظ کی وجہ سے میرے دل میں اللہ کی محبت ایسی سما گئی ہے کہ اب میں اسی کی عبادت میں زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ وہ دن میں روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھے۔

وہ متکبر شخص جو حضرت جنید بغدادیؒ کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنا چاہتا تھا کہتا تھا کہ میں نے جنید کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری سب سے خوبصورت باندی کو کچھ کر دیا اب وہ میرے کام کی نہیں رہی۔

7.27 ۔ حضرت شمس تبریزؒ اور مولانا رومؒ کی ملاقات

مولانا رومؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے جاہ وجلال کی ہیبت سارے علماء وفضلاء پر تھی۔ بادشاہ خود آپ کا احترام کرتے تھے۔ عالیشان مکان، دروازے پر پہرے دار، راحت وآسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ آپ کی شایانِ شان آپ کی ایک لائبریری تھی جس میں نادر ونایاب کتب کا ایک ذخیرہ موجود تھا۔

ایک دن حضرت شمس تبریزؒ آپ کے پاس پہنچے تو آپ لائبریری میں موجود تھے۔ مولانا رومؒ نے انہیں وہیں لائبریری میں بلوالیا۔ مولانا فلسفے کی ایک ایسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے جس کا نسخہ صرف انہی کی لائبریری میں تھا۔ مطالعہ کی محویت اور دلچسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آنے والے مہمان کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بعد مولانا رومؒ پھر مطالعہ میں محو ہو گئے۔

حضرت شمس تبریزؒ نے مولانا سے پوچھا! " ایں چیست " (یہ کیا ہے) تو مولانا رومیؒ نے علمیت کے فخر میں برجستہ کہا! " ایں علمے است کہ تو نمی دانی " (یہ وہ علم ہے جو تم نہیں جانتے)

حضرت شمس تبریزؒ نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی۔ اس دوران مولانا رومیؒ کسی کام سے کمرے سے باہر تشریف لے گئے تو حضرت شمس تبریزؒ نے فلسفہ کی وہی کتاب اٹھائی اور لائبریری کے اندر وضو کرنے کے حوض میں ڈال دی۔

مولانا جب واپس تشریف لے کر آئے اس کتاب کو تلاش کرتے رہے وہ ان کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ مولانا رومیؒ کی پریشانی بڑھتی گئی تو حضرت شمس تبریزؒ نے پوچھا کہ مولانا کیا پریشانی ہے تو مولانا نے کتاب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو میں نے پانی کے حوض میں ڈال دی ہے۔

مولانا رومیؒ سخت غصہ میں آ گئے اور ان کو کتاب سے متعلق سخت باتیں کیں۔ حضرت شمس تبریزؒ نے فرمایا کہ خفا ہونے اور افسوس کرنے کی کیا بات ہے کیا وہ کتاب تمہیں بہت پسند ہے۔ مولانا غصہ میں ان پر برس پڑے تو انہوں نے کہا کہ لاؤ میں تمہاری کتاب نکال دیتا ہوں اور حوض میں ہاتھ ڈال کر کتاب باہر نکال لی تو وہ بالکل خشک تھی یہاں تک کہ انہوں نے اس پر ہاتھ مارا تو تھوڑی سے دھول اس میں سے نکلی۔

مولانا روم ؒ سکتے میں آ گئے اور اس منظر نے ان کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔
ان سے پوچھا! " ایں چیست " (یہ کیا ہے) تو حضرت شمس تبریز ؒ نے برجستہ کہا!
" ایں علمے است کہ تو نمی دانی " (یہ وہ علم ہے جو تم نہیں جانتے)
اس کے بعد مولانا روم ؒ حضرت شمس تبریز ؒ کے مرید ہو گئے۔ (قصص الاولیاء)

7.28 ۔ مولانا روم کو معرفت کی دولت

کسی شخص نے حضرت مولانا روم سے پوچھا کہ آپ نے مثنوی لکھی اس میں بہت معرفت کی باتیں لکھی ہیں۔ یہ معرفت آپ نے کہاں سے سیکھیں۔ آپ ؒ نے فرمایا! ایک کتے کی وجہ سے۔ اس شخص نے پوچھا کہ وہ کیسے؟

آپ نے فرمایا! ایک دفعہ میں ایک پگڈنڈی پر جا رہا تھا کہ اس راستے پر ایک کتا سویا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں اس کے پاس سے گزرا تو اس کی نیند خراب ہو گی میں رک گیا اور راستہ بدل کے دوسری طرف سے ہو کر گزر گیا۔ میں آگے چلا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات القاء کی کہ تو نے کتے کے آرام کا خیال کیا ہے۔ ہم تمہیں اپنی معرفت عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ معرفت کی باتیں میری زبان سے کہلوا دیں۔ (مخزنِ اخلاق)

7.29 ۔ شیخ ابوالحسن خرقانی ؒ اور سلطان محمود غزنوی

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ؒ سلطان محمود غزنوی کے ہم عصر تھے ان کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سلطان محمود غزنوی کو جب ان کی شہرت کا معلوم ہوا تو اس کے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ غزنی سے خرقان پہنچا اور ایک خادم کے ہاتھ شیخ کو پیغام بھیجا کہ میں زیارت کے لئے غزنی سے یہاں آیا ہوں۔ آپ یہاں میرے خیمہ میں تشریف لے آئیں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے قاصد کو ہدایت کی کہ اگر شیخ یہاں آنے سے انکار کریں تو ان کو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ کر سنانا۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّٰهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ ﴾

(سورۃ النساء ۔ ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور
اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی۔

قاصد نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا! مجھے معذور رکھو۔ اس نے مذکورہ آیت پڑھی: آپ نے فرمایا!

﴿ در اطیعو اللہ چناں مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول خجالت ہا دارم
تا بہ اولو الامر چہ رسد ﴾

(یعنی ابھی میں **اطیعو اللہ** میں ایسا مستغرق ہوں کہ **اطیعوا الرسول** کے معاملہ میں نادم
وشرمسار ہوں۔ پھر **اولی الامر منکم** کی جانب کیونکر متوجہ ہو سکتا ہوں)۔

قاصد نے واپس جا کر سلطان کو جواب سنا دیا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور وہ شیخ ابوالحسنؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات واقوال سنایئے۔

انہوں نے کہا! شیخ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس سے بدبختی دور ہو گئی (یعنی کفر وشرک سے محفوظ ہو گیا)۔ سلطان محمود نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ابولہب، ابوجہل اور کتنے ہی دوسرے منکروں نے دیکھا لیکن یہ بدبخت (یعنی کافر) ہی رہے۔ کیا بایزید کا درجہ (نعوذ باللہ) حضور ﷺ سے بھی بلند ہے۔

یہ سن کر شیخ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے جلال کے عالم میں فرمایا! محمود! حدِ ادب سے قدم باہر نہ رکھ۔ ابولہب، ابوجہل اور دوسرے کفار نے فی الحقیقت حضور ﷺ کو دیکھا ہی نہیں۔ کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

﴿ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴾

(سورۃ اعراف ۔ ۱۹۸)

(اے رسول!) آپ ان کی طرف دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ تم کو نہیں دیکھتے۔

سلطان محمود شیخ کے ارشادات سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

شیخ نے فرمایا! چار باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو۔

۱۔ ایسی چیز سے پرہیز کر جن سے منع کیا گیا ہے۔

۲۔ نماز باجماعت

۳۔ سخاوت

۴۔ خدا کے بندوں پر شفقت

سلطان نے کہا کہ میرے لئے دعائے خیر کیجئے۔

شیخ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا!

اللّٰھم اغفر للمو منین و المومنات

اے اللہ! سب مومنین اور مومنات کو بخش دے

سلطان نے عرض کیا کہ میرے لئے خاص دعا کیجئے۔ شیخ نے فرمایا! اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تیری عاقبت محمود ہو۔

اس کے بعد سلطان محمود نے اشرفیوں کی ایک تھیلی شیخ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہ نذر قبول فرمایئے۔

شیخ نے تعجب سے سلطان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے سامنے جو کی روٹی رکھ دی۔ اور فرمایا کہ یہ تمہاری دعوت ہے اس کو کھاؤ۔ سلطان نے بسم اللہ پڑھ کر جو کی روٹی کھانی شروع کی تو پہلا نوالہ ہی حلق میں اٹک گیا۔

شیخ نے فرمایا! شاید نوالہ حلق میں اٹک گیا۔ سلطان نے ہاں میں سر ہلایا۔

تو شیخ نے فرمایا! تو یہ اشرفیوں کی تھیلی بھی میرے حلق میں اٹک جائے گی اس کو فوراً اٹھا لو۔ یہ اشرفیاں بادشاہ کی خوراک ہیں فقیر کے لئے جو کی روٹی ہی نعمت عظمیٰ ہے۔

سلطان محمود نے عرض کیا کہ حضرت! سب نہیں تو ان میں سے کچھ اشرفیاں ہی قبول فرما لیجئے۔

شیخ جلال میں آ گئے اور فرمایا! میں دنیا کو طلاق دے چکا ہوں۔ میرے لئے یہ اشرفیاں حرام ہیں۔ اس لئے اپنی بات پر اصرار نہ کرو۔

یاد رکھ ان اشرفیوں پر نہ تیرا حق ہے اور نہ میرا۔ ان کو قوم کی امانت سمجھو۔ اگر یہ قوم کی مرضی کے بغیر تقسیم کرے گا تو قوم کے مال میں خیانت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا گناہ گار بھی ہوگا۔ اگر تو ان اشرفیوں کو خیرات ہی کرنا چاہتا ہے تو تیرے ملک میں بہت مسکین ہیں۔ جب تو سوچا تا ہے تو وہ اس لئے جاگتے ہیں کہ ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں۔ اور تیرے ملک میں ایسے شریف اور سفید پوش لوگ بھی موجود ہیں جو بظاہر آسودہ حال نظر آتے ہیں لیکن خودداری کی وجہ سے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو تیری قوم کے یہ لوگ تیرا گریبان پکڑیں گے کہ تو غیر مستحق لوگوں میں مال بانٹتا رہا اور ہم تیری نظروں سے اوجھل رہے۔ اس وقت تجھ کو ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی باتیں سن کے سلطان لرز گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے کچھ قبول نہیں فرما رہے تو مجھے ہی کوئی تبرک عنایت فرما دیجئے۔ شیخ نے اپنا پیراہن اتار کے سلطان کو عطا کر دیا۔

اس پر سلطان خوش ہو گیا اور جب سلطان نے جانے کی اجازت مانگی تو شیخ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ سلطان کو شیخ کے اس رویہ پر حیرت ہوئی اس نے عرض کیا کہ حضرت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے میری طرف توجہ فرمانا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ لیکن اب جو آپ میری اس طرح سے عزت افزائی کر رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔

شیخ نے فرمایا! جب تم فقیر کے حجرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہارے دل و دماغ میں بادشاہت کی بو تھی اور تم اپنے شاہانہ جاہ وجلال کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے میں نے بادشاہ محمود کی پرواہ نہیں کی۔ اب تم جا رہے ہو تو تمہارا رنگ اور ہے۔ اب تم ایک درویش اور منکسر المزاج انسان کی حیثیت سے رخصت ہو رہے ہو۔ اس لئے میں نے اپنا فرض سمجھا کہ تمہاری تعظیم کروں۔ ایسے انسان کی تعظیم نہ کرنا مسلمانوں کا شیوا نہیں ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

7.30 ۔ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کا احترام

سلطان محمود غزنوی ؒ کے خادم خاص کا نام محمد تھا۔ بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا۔ ایک روز سلطان محمود غزنوی نے اس کو تاج الدین کہہ کر آواز دی۔ خادم نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں اس تبدیلی کے بارے میں سوچتا ہوا اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ سلطان محمود نے اس خادم کو طلب کیا اور غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ خادم نے جواب دیا کہ آپ ہمیشہ میرے نام محمد سے مجھے پکارتے تھے لیکن اُس دن آپ نے خلاف معمول تاج الدین کہہ کر پکارا۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہوگئی ہے اس وجہ سے میں تین دن تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوا۔ یہ سارا وقت میں نے انتہائی بے چینی اور پریشانی کے عالم میں بسر کیا۔

بادشاہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں تم سے بدگمان نہیں ہوں۔ میں نے اس وقت تم کو تاج الدین کہہ کر اس لئے پکارا تھا کیونکہ میں اس وقت وضو سے نہیں تھا۔ مجھے یہ مناسب نہیں لگا کہ میں محمد (ﷺ) کا مقدس نام بغیر وضو کے اپنی زبان پر لاؤں۔ (تاریخ فرشتہ: ج ا ص ۲۷۶)

7.31 ۔ سلطان محمود غزنوی اور ایاز

سلطان محمود غزنوی کے مصاحبین اور ایاز کے حاسدین نے یہ شکایت لگائی کہ ایاز کی ایک خفیہ الماری ہے وہ لوگوں کی نظروں سے بچ کر اس کو کھول کر دیکھتا ہے اور پھر بند کر دیتا ہے۔ ہمارے خیال میں اس نے قیمتی ہیرے و جواہرات چوری کر کے اس میں چھپائے ہوئے ہیں۔

بادشاہ نے ایاز کو بلایا کہ تمہاری کوئی خفیہ الماری ہے جسے تم تالا لگا کر رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضور الماری تو ہے اور میں اس میں تالا بھی لگا کر رکھتا ہوں لیکن خفیہ نہیں ہے۔

بادشاہ نے ایاز سے کہا! کیا تم روزانہ اسے کھول کر دیکھتے ہو اور پھر تالا لگا دیتے ہو۔

ایاز نے کہا! جی ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ تمام چیزیں جو الماری میں ہیں یہاں لے کر آؤ تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ وہ کیا ہیں۔

بادشاہ نے ایاز کے ساتھ آدمی بھیجے کہ الماری کا تمام سامان ہمارے سامنے لاکر پیش کیا جائے۔ حاسدین بہت خوش ہوئے کہ اب اس ایاز کی حقیقت کھل جائے گی اور جب چوری کا سامان بادشاہ کے سامنے آئے گا تو جتنا یہ آج بادشاہ کے قریب ہے اتنا دور ہو جائے گا اور ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اسے دھکے دے کر محل سے نکال دے یا جان سے مار دے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ جب وہ لوگ سامان لے کر واپس آئے تو اس میں ایک پرانا جوتا، ایک پرانا تہبند اور ایک پرانا کرتا تھا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس میں اور کیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! اس کے علاوہ اس الماری میں کچھ بھی نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اس میں تو کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ پھر تم اسے تالے میں بند کر کے کیوں رکھتے تھے اور یہ ایسی چیز بھی نہیں کہ اسے روزانہ آکر دیکھا جائے۔

ایاز نے جواب دیا۔ عالی پناہ! یہ چیزیں شاید دوسروں کے لئے قیمتی نہ ہوں لیکن میرے لئے یہ بہت قیمتی ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا! وہ کیسے۔

اس نے کہا کہ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو میرے پاس یہ تین چیزیں تھیں۔ میں نے یہ جوتے پہنے ہوئے تھے اور یہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں اپنی الماری کھول کر روزانہ دیکھتا ہوں اور اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ تیری یہ اوقات ہے اور بادشاہ نے تجھے جو عزت دے رکھی ہے اس سے اپنی اوقات نہیں بھولنا یہ تو بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے۔ تجھے جو کچھ ملا ہے وہ بادشاہ کا دیا ہوا ہے۔ ہمیشہ بادشاہ کے احسان کو اپنے سامنے رکھنا۔ اس طرح روزانہ اسے دیکھنے سے مجھے اپنی اوقات بھی یاد رہتی ہے اور آپ کی عنایات بھی۔

ایاز کی یہ بات سن کر بادشاہ کے دل میں اس کی اور قدر بڑھ گئی اور حاسدوں کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.32 ۔ وقت کا قطب

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے ایک مرید نے آپؒ سے دریافت کیا کہ اس وقت پوری دنیا کا قطب کون ہے۔ آپ نے فرمایا! قطب دوراں کی زیارت کے لئے تمہیں کوہ لبنان جانا ہوگا۔ اس نے پوچھا کہ حضرت کوہ لبنان جا کر میں کس طرح جان پاؤں گا کہ قطب فلاں شخص ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب تم کوہ لبنان پہنچو گے تو وہاں پر ایک جنازہ رکھا ہوا ہوگا اس جنازے کی نماز جو شخص پڑھانے آئے گا وہی قطب دوراں ہوگا۔

وہ شخص اسی وقت روانہ ہو گیا بڑی مشکلات اور تکلیف دہ سفر کے بعد کوہ لبنان پہنچا۔ وہاں پر اس نے دیکھا کہ واقعی ایک جنازہ رکھا ہوا ہے مگر اسے پڑھانے والا ابھی نہیں پہنچا۔ اسے لوگوں نے بتایا کہ جنازہ پڑھانے والا ابھی آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص کو دیکھا کہ کپڑے سے منہ چھپائے آئے اور جنازہ پڑھانے کے بعد واپس جانے لگے۔ اس نے جنازہ پڑھانے والے صاحب کا راستہ روکا اور عرض کیا کہ حضرت! میں بہت دور سے آیا ہوں اور حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا مرید ہوں ان کی اجازت اور راہنمائی سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اپنے چہرے سے کپڑا ہٹائیے تا کہ میں آپ کا دیدار کر سکوں۔

ان صاحب نے جب اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو یہ شخص حیران ہو گیا کہ جنازہ پڑھانے والے امام صاحب خود حضرت ابوالحسن خرقانیؒ تھے۔ وہ شخص اسی وقت بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت جا چکے ہیں۔ اس نے آپ سے متعلق لوگوں سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب خرقان سے آتے ہیں اور نماز پڑھا کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ظہر کا وقت تھا اب وہ شخص عصر کی نماز کا انتظار کرنے لگا تا کہ حضرت جب نماز پڑھانے آئیں تو ان سے گفتگو ہو سکے۔ عصر کی نماز پڑھا کر جب وہ واپس جانے لگے تو اس شخص نے لپک کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ جب میں آپ کا مرید ہوں تو آپ نے مجھے اتنی دور کیوں بھیجا۔ مجھے اپنا دیدار خرقان میں ہی کروا دیتے۔

آپ نے فرمایا! دیکھو! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے جس پر ہو جائے۔ (قصص الاولیاء)

7.33 ۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ طریقت وحقیقت کا سرچشمہ فیوض ومعرفت کا خزانہ تھے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا دستور تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مختلف بزرگوں اور شہداء کے مزارات کی زیارت پر جاتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ خرقان پہنچے تو فضا میں منہ اٹھا کر گہرے سانس کھینچنے لگے جیسے کوئی خوشبو سونگھ رہے ہوں۔ ایک مرید نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مجھے اس سرزمین سے ایک مرد حق کی خوشبو آتی ہے۔ جس کی کنیت ابوالحسن ہوگی اور نام علی ہوگا۔ وہ کاشتکاری کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا بڑا ہوگا۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا بیس سال تک یہ معمول رہا کہ آپ خرقان میں عشاء کی نماز پڑھتے اور بسطام جا کر حضرت بایزیدؒ کے مزار پر پہنچ کر دعا کرتے کہ اے اللہ! جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا ہے وہ مجھے بھی عطا فرما دے۔ اس دعا کے بعد خرقان واپس آ کر فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔

آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ آپ حضرت بایزیدؒ کے مزار سے الٹے پیر واپس آتے۔ جب آپ کو ایسا کرتے ہوئے بارہ سال گزرے تو آپ کو مزار سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن! اب تیرا بھی دور آ گیا ہے۔

آپ نے جواب دیا کہ میں تو بالکل امّی ہوں (یعنی ان پڑھ)۔ اور شریعت سے ناواقف ہوں۔ اس لئے میری حوصلہ افزائی فرمایئے۔ ندا آئی کہ مجھے جو کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف آپ کی بدولت ہے۔

آپ نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ سے اڑتالیس سال پہلے وفات پائی ہے۔

جواب آیا کہ یہ درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب میں خرقان کی سرزمین سے گزرتا تھا تو اس سرزمین پر آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا اور میں اپنی ایک ضرورت کے تحت تیس سال تک دعا کرتا رہا لیکن قبول نہیں ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ اس نور کو ہماری بارگاہ میں وسیلہ بنا کر پیش کرو تو تمہاری دعا قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ ایسا کرنے سے میری دعا قبول ہوگئی۔

اس واقعہ کے بعد جب حضرت ابوالحسن خرقانیؒ خرقان واپس آئے تو صرف چوبیس (۲۴) دنوں میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ میں زمین پر کھدائی کررہے تھے تو وہاں سے چاندی برامد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو

بند کر دیا اور دوسری جگہ کھودنا شروع کر دیا تو وہاں سے سونا برامد ہوا۔ آپ نے تیسری جگہ کھدائی کی تو وہاں سے مروارید اور چوتھی جگہ کھدائی کی تو وہاں سے جواہرات برامد ہوئے۔ لیکن آپ نے ان میں سے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کیا دنیا کی تمام دولت بھی مل جائے تو میں راہِ خدا سے انحراف نہیں کرسکتا۔ آپ زمین پر ہل چلا رہے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو اسی طرح ہل اور بیلوں کو چھوڑ دیتے اور نماز ادا کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی تھی۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی انتہائی خراب راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں کوئی دعا بتلا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مصیبت آئے تو مجھے یاد کر لینا۔ لوگوں نے آپ کی اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ راستے میں ایک جگہ ڈاکوؤں نے انہیں گھیر لیا تو ایک شخص جس کے پاس سب سے زیادہ مال واسباب تھا۔ جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دل سے آپ کا نام لیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ مال واسباب سمیت ڈاکوؤں کی نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا۔ باقی تمام لوگوں کا سامان ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جب ڈاکو چلے گئے تو یہ شخص قافلے والوں کے سامنے ظاہر ہوگیا۔ جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں غائب ہوگئے تھے تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور اللہ کی قدرت یہ ہوئی کہ میں سب کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک جماعت خرقان آئی تو انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کو صرف زبانی یاد کرتے ہو اور ابوالحسن خلوص دل سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ایک مرتبہ آپ سے ایک مرید نے عراق جا کر حدیث کا درس میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں حدیث کا درس دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے امی ہونے کے باوجود اپنے فضل وکرم سے تمام علوم سے آگاہی عطا فرمائی ہے۔ حدیث میں نے خود حضور اکرم ﷺ سے پڑھی ہے۔

آپ کی بات کا اس شخص کو یقین نہیں آیا۔ اس نے رات کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے

ہیں کہ جواں مرد سچی بات کرتے ہیں۔ اس خواب کے بعد دوسرے دن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ سے حدیث کا درس لینے لگا۔ درس کے دوران آپ کبھی کبھی یہ بھی فرما دیتے تھے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔

اس شخص نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حدیث بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے مشاہدے میں مشغول ہوتا ہوں۔ جب حدیث صحیح ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر مسرت کے آثار ہوتے ہیں اور جو حدیث صحیح نہیں ہوتی تو آپ کی پیشانی پر شکنیں آجاتی ہیں۔ جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت شیخ ابوسعیدؒ اپنے مریدین کے ہمراہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے ہاں مہمان ہوئے۔ اس وقت گھر میں چند روٹیوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان روٹیوں کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیں۔ اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے رکھتی رہو۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح سے کیا اور تمام مہمانوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب سب مہمان کھانا کھا چکے تو خادم نے کپڑا اٹھا کر دیکھا کہ کتنی روٹیاں رہ گئی ہیں تو وہاں کوئی روٹی نہیں تھی۔

ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے حضرت ابوسعیدؒ سے فرمایا! آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دعا کرتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرما دے جو میرا ہمراز بن جائے۔ اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔

حضرت ابوسعیدؒ نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے سامنے مؤدب اور خاموش رہنا باعث ثواب ہے۔ کیونکہ سمندر کے مقابلہ میں ندیوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ حضرت ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ خرقان آنے سے پہلے میں ایک پتھر کی طرح تھا لیکن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا۔

حضرت ابوسعیدؒ ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے جس میں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے صاحبزادے بھی موجود تھے۔ اس وقت حضرت ابوسعیدؒ نے فرمایا! خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہو جاتے

ہیں جیسے بچہ شکم مادر سے پاک آتا ہے۔ وہ لوگ ایسے ہوجاتے ہیں جس طرح عالم ارواح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہوتو اس صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی ان میں شامل ہیں۔

ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس ملاقات کے لئے آنے کے بعد مجھ پر ان کا اتنا رعب تھا کہ مجھ میں بات کرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ خوف ہوا کہ شاید مجھے ولایت کے مقام سے معزول کردیا گیا ہے۔

جب شیخ بوعلی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہوئے تو آپ سے ملاقات کرنے خرقان تشریف لے گئے۔ ان کے گھر جاکر ان کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں۔ تو بیوی نے کہا کہ اس زندیق اور جھوٹے کو تم شیخ کہتے ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہے؟ البتہ میرے شوہر جنگل گئے ہیں لکڑیاں کاٹنے کے لئے۔

یہ سن کر شیخ بوعلی سینا کو خیال آیا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہوگا۔ میں نے تو آپ کی بہت تعریف سنی تھی لیکن محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں۔ پھر شیخ بوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہوگئے تو دیکھا کہ ایک شیر کی کمر پر لکڑیاں رکھے آرہے ہیں۔

یہ واقعہ دیکھ کہ بوعلی سینا کو بہت حیرت ہوئی۔ آپ کے قریب پہنچنے پر آپ کے قدموں میں جھک گئے اور آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا مرتبہ عطا فرمایا کہ اور آپ کی بیوی بہت بری بری باتیں کرتی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہیں کرسکوں تو شیر کا وزن کیسے اٹھا سکتا ہوں۔ پھر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ حضرت بوعلی سینا کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور وہاں دیر تک آپ کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ پھر حضرت بوعلی سینا نے فرمایا کہ اب مجھے اجازت دیجئے۔

آپ نے بھی کہا ہاں، میں نے بھی دیوار کی تعمیر کے لئے مٹی بھگو کر رکھی ہے اور یہ کہہ کر دیوار پر جا کر بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر گر گئی تو حضرت بوعلی سینا اس کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ خود بخود زمین سے اٹھ کر ان کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر بوعلی سینا آپ کے

معتقدین میں شامل ہو گئے۔

ایک شخص نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے کہا کہ مجھے بھی خرقہ پہنا دیجئے تا کہ میں بھی آپ جیسا ہو جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے؟ اس نے کہا! ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا! پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تم میرا خرقہ پہن کر مجھ جیسے ہو جاؤ گے۔ یہ جواب سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو اپنے مریدین سمیت سات روز تک کھانا میسر نہیں آیا۔ ساتویں دن ایک شخص آٹے کی ایک بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آ کر آواز دی کہ یہ کھانے کا سامان صوفیاء کے لئے ہے۔ آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ آپ لوگ اسے پکا کر کھاؤ۔ میں صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے ایک بھائی تھے۔ آپ اور آپ کے بھائی نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں کہ ایک رات وہ ماں کی خدمت کریں گے اور آپ عبادت کریں گے اور دوسری رات آپ ماں کی خدمت کریں گے اور وہ تمام رات عبادت کریں گے۔ ایک رات آپ کے بھائی عبادت کر رہے تھے تو ان کو غیبی آواز آئی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کے ساتھ تمہیں بھی بخش دیا ہے۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنا دیا ہے۔ آپ کو جواب ملا کہ ہمیں تمہاری عبادت کی ضرورت نہیں بلکہ ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لئے باعثِ خوشنودی ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! اے لوگو! تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے جس کو آبادی اور ویرانہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہو۔ لیکن یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دل سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانہ سب منور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ مخلوق کی مغفرت کرے گا حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا تھا اور قیامت میں بھی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! نیک بندہ وہی ہے جو خود کو نیک نہ ظاہر کرے کیونکہ نیکی صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! جب تک میں نے اللہ کے سوا دوسروں پر بھروسہ کیا میرے عمل میں اخلاص پیدا نہیں ہوسکا۔ جب میں نے مخلوق کو خیر آباد کہہ کر اللہ کی بے نیازی کے مشاہدہ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک پوری مخلوق کا علم ذرا برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے مشاہدے سے معلوم ہوا کہ وہ اتنا بڑا رحیم ہے کہ پوری مخلوق کے گناہ بھی اس کی رحمت کے آگے ہیچ ہیں۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز کا طالب نہیں ہوتا تو پھر تم قبل از وقت رزق طلب کرنے سے پرہیز کرو۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم انبیاء کے جانشین ہیں۔ بلکہ درحقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں۔ کیونکہ ان کو علم باطن حاصل ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فقر وسخا، امانت ودیانت، وغیرہ اس کے علاوہ ان کو حضور اکرم ﷺ کی طرح ہمہ وقت دیدارِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! بندوں کو کم از کم اتنا ذکر الٰہی ضرور کرنا چاہئے کہ تمام احکام شریعت کی مکمل تکمیل ہوتی رہے اور اتنا عمل بھی کافی ہے کہ اوامر ونواہی سے واقفیت ہوجائے۔ اتنا یقین بھی کافی ہے کہ جس سے یہ علم ہوسکے کہ جتنا رزق مقدر ہو چکا ہے وہ ضرور ملے گا، اتنا زہد بھی کافی ہے کہ اپنے مقرر کردہ رزق پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کی تمنا باقی نہ رہے۔

☆ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے اور اس منزل سے کم ہمت افراد آگے نہیں بڑھ سکتے اور اگلی منزل سے محروم رہ جاتے ہیں۔

7.34 ۔ حضرت بہلولؒ اور ایک لڑکے کی گفتگو

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جارہا تھا، راستے میں کچھ لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا! بیٹا! میں تمہیں بھی اخروٹ اور بادام خرید دیتا ہوں تم بھی اس کے ساتھ کھیل لینا۔ اس نے میری طرف نگاہ اٹھا کے کہا!

ارے بے وقوف! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

میں نے پوچھا! پھر کس لئے پیدا کئے گئے ہیں؟

اس نے کہا! علم حاصل کرنے کے لئے اور اللہ کی عبادت کرنے کے لئے۔

میں نے کہا! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے یہ بات تم نے کہاں سے سیکھی؟

اس نے کہا! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O

(سورۃ المومنون ۔ ۱۱۵)

کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور ہمارے پاس لوٹائے نہیں جاؤ گے۔

میں نے کہا بیٹا! تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو، مجھے کچھ نصیحت کرو۔ اس نے چار شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے: میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا اس وقت چل چلاؤ میں ہے۔ دنیا ہر وقت چلنے کے لئے دامن اٹھائے ہوئے ہے۔ نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہتی ہے اور نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے باقی رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ پس اے بیوقوف! تو دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہے، ذرا غور کر اور دنیا سے اپنے لئے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔

یہ شعر پڑھ کر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور آنسوؤں کی لڑی اس کے رخساروں پر بہہ نکلی۔ اس نے پھر کہا! اے وہ ذات پاک کہ اسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جس سے کوئی امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہوسکتا۔ اس کی امید ضرور پوری ہوتی ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور آستین سے اس کی منہ پر سے مٹی صاف کرنے لگا۔ جب اس کو ہوش آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ ابھی سے تم میں اتنا خوف کیوں ہے ابھی تو تم بہت کم عمر ہو تمہارے اعمال نامہ میں کوئی گناہ کبیرہ بھی نہیں ہے۔

وہ کہنے لگا! میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا ہے کہ وہ آگ جلانے کے لئے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں پہلے آگ میں رکھتی ہیں کہ ان کو آگ پہلے پکڑتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ

دیا جاؤں۔ حضرت بہلول ؒ فرماتے ہیں کہ میں اس لڑکے کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا۔ میں نے اسے پھر کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کرو تو اس نے پھر کچھ اشعار پڑھے۔

جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہنکائے چلا آ رہا ہے۔ اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم لباس سے آراستہ کیا ہے۔ حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جا کر) گلنے اور سڑنے کے علاوہ چارہ کار نہیں۔ وہ منظر اس وقت گویا میرے سامنے ہے جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا یہ حسن و جمال سارے کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا، حتیٰ کے میری ہڈیوں پر گوشت بھی نہیں رہے گا اور کھال بھی نہیں رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جا رہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہوتیں۔ اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ تھوڑا سا بھی ساتھ نہیں ہے۔ اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا۔ اور بڑی بُری حرکتیں کیں جواب واپس بھی نہیں ہوسکتیں۔ اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرے عیب کسی پر ظاہر نہ ہوں لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اس مالک کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے اس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اس کی کریمی اور حلم پر بھروسہ کرتا رہا۔ اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے، اس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے۔ بے شک تمام تعریفیں اسی ذات پاک کے لئے ہیں۔ اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ ہوتی، تب بھی مرنے اور سڑنے میں ہی کافی تنبیہہ موجود تھی کہ لہولہب سے بچا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی، کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کاش! گناہوں کی بخشش کرنے والا میری مغفرت کردے۔ جب کسی غلام سے غلطی ہو جاتی ہے تو اس کا آقا ہی اسے معاف کرتا ہے۔ بے شک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد سے خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی تو میرا کیا حال ہو گا۔ جبکہ سخت سے سخت پتھر بھی اس آگ کو برداشت نہیں کرسکتے۔ میں موت کے وقت تن تنہا رہ جاؤں گا۔ قبر میں

بھی اکیلا جاؤں گا، قبر سے بھی اکیلا اٹھایا جاؤں گا۔ پس اے پاک ذات جو خود اکیلی ہے، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا ہے۔

بہلولؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ اشعار سن کر مجھے پر ایسا اثر ہوا کہ میں غشی کھا کر گر گیا۔ بڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ میں نے ان بچوں سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کا نام نہیں جانتے بس ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ بچہ حضرت حسین بن علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔

(فضائل صدقات)

7.35 ۔ حضرت بہلول داناؒ اور جنت کا محل

ایک دن عباسی خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیوی زبیدہ دریا کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے۔ ہارون رشید اپنے مصاحبین کے ساتھ تھا اور ملکہ زبیدہ اپنی کنیزوں کے ساتھ تھی۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک مجذوب بزرگ بہلول داناؒ دریا کے کنارے پر بیٹھے ریت کے گھروندے بنا رہے ہیں۔ جیسے ہم بچپن میں ریت میں پیر رکھ کر اوپر ریت جما کر پیر نکال لیتے تھے تو وہ ایک گھروندہ سا بن جاتا تھا۔ ہارون رشید نے جب ان کو دیکھا تو وہ ان کے قریب گیا اور پوچھا! بابا! کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جنت کے گھر بنا رہا ہوں۔ ہارون رشید دیوانہ سمجھ کے ہنستا ہوا آگے چلا گیا۔

پیچھے ملکہ زبیدہ آ رہی تھی۔ اس نے جب بہلولؒ کو دیکھا تو وہ بھی ان کے پاس چلی گئی اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جنت کے گھر بنا رہا ہوں۔ ملکہ زبیدہ نے کہا کہ کیا بیچو گے۔ انہوں نے کہا ہاں! خرید لو۔ زبیدہ نے کہا ایک گھر کتنے کا ہے۔ انہوں نے کہا! ایک دینار کا۔ ملکہ زبیدہ نے ان کو ایک دینار دیا اور ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ والا میں نے خرید لیا۔

اسی رات کو جب ہارون رشید سویا تو اس نے خواب میں ایک بہت خوبصورت محل دیکھا۔ اس میں باغات ہیں، نہریں ہیں، آبشاریں ہیں اور ایک محل سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے۔ یہ جب قریب گیا تو دیکھا کہ اس پر ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر زبیدہ بیگم لکھا ہوا ہے۔ اس کو بہت اشتیاق ہوا تو یہ آگے بڑھا کہ اندر سے دیکھتا ہوں تو دربان نے

روک لیا۔ اس نے کہا کہ آپ اس میں داخل نہیں ہو سکتے یہ محل ملکہ زبیدہ کا ہے۔ اس بات سے اس کی ایک دم آنکھ کھل گئی اور بہت پریشان ہو گیا۔ اس دوران ملکہ زبیدہ کی بھی آنکھ کھل گئے اس نے پوچھا! بادشاہ سلامت! کیا بات ہے آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں۔

بادشاہ نے پورا خواب سنایا تو ملکہ نے کہا کہ ہاں میں نے ان سے ایک دینار میں ایک گھروندہ خرید لیا تھا۔ میں نے تو مزاقاً انہیں دیوانہ سمجھ کر ایک دینار دینے کے لئے وہ گھر خریدہ تھا۔ یہ تو واقعی آپ نے دیکھ لیا۔ دوسرے دن بادشاہ قصداً پھر اس جگہ پر گیا تو دیکھا کہ آج بھی وہ اسی طرح ریت کے گھروندے بنا رہے ہیں۔ یہ بڑے اشتیاق سے ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ جنت کے محل بنا رہا ہوں۔

ہارون رشید نے کہا! کیا آپ بیچیں گے۔ انہوں نے کہا! ہاں۔ انہوں نے کہا کتنے کا ہے۔ انہوں نے کہا! تمہاری پوری سلطنت۔ بادشاہ نے کہا کہ کل تو آپ نے ایک دینار میں دیا تھا۔

اس پر بہلولؒ بولے! وہ ان دیکھے سودے تھے آج دیکھا ہوا سودا ہے۔ ان دیکھے سودے اور دیکھے بھالے سودے کی قیمت میں فرق ہوتا ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.36 ۔ حضرت معروف کرخیؒ کی کرامت

محمد بن منصور الطّوسی فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں معروف کرخیؒ کے پاس تھا انہوں نے میرے حق میں دعا کی اور جب دوسرے دن پھر ان کے پاس آیا تو ان کے چہرے پر نشان تھا۔ ایک شخص نے دریافت کیا ہم کل آپ کے پاس تھے اس وقت یہ نشان آپ کے چہرے پر نہیں تھا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے مطلب کی بات کرو۔ اس شخص نے کہا آپ کو اپنے معبود کی قسم! ضرور بتائیں۔

اس پر انہوں نے فرمایا! کل میں نے یہاں نماز پڑھی اور مجھے خواہش ہوئی کہ خانہ کعبہ کا طواف کروں لہٰذا مکہ مکرمہ چلا گیا اور وہاں کعبہ کا طواف کیا اور پھر زم زم کی طرف نکل گیا کہ پانی پیوں دروازہ پر میرا پیر پھسل گیا اور چہرے پر زخم آ گیا۔

خلیل صیاد سے مروی ہے کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہمیں اس کا بہت سخت غم ہوا۔ چنانچہ میں حضرت معروف کرخیؒ کے پاس گیا اور عرض کیا! اے ابو محفوظ! میرا بیٹا محمد گم ہو گیا ہے اور اس کی ماں کو اس کا بہت غم ہے۔ آپؒ نے فرمایا! کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ دعا کیجئے کہ اللہ اسے واپس لے آئے۔ انہوں نے دعا کی!

اللّٰھم ان السماء سمائوک والارض ارضک و ما بینھما لک انت بمحمد

اے اللہ! آسمان اور زمین دونوں آپ کے ہیں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے
وہ بھی تیرا ہے محمد کو لے آ

خلیل کہتے ہیں کہ میں باب الشام پہنچا تو بیٹا وہاں کھڑا تھا میں نے اس کا نام محمد لے کر پکارا تو اس نے کہا! ہاں ابا جی! میں انبار میں تھا۔

7.37 ۔ حضرت معروف کرخیؒ

حضرت معروف کرخیؒ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مجمع رقص و سرود اور مے نوشی میں مصروف تھا۔ آپ کے ہمراہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ان کے لئے بد دعا کریں تو آپ نے فرمایا! اے اللہ! جس طرح تو نے ان کو آج عیش میں رکھا ہوا ہے اسی طرح ان کو آئندہ بھی عیش و آرام میں رکھ۔ اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے آ گیا اور اپنے برے افعال سے توبہ و تائب ہو کر آپ سے بیعت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو شیرینی سے مر سکتا ہے اسے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا! اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے۔ حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا خالص تصوف ہے۔ لہٰذا مخلوق سے آس توڑ کر اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا چاہئے۔

7.38 ۔ حضرت سری سقطیؒ کی کرامت

جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس چار درہم تھے جنہیں میں لے کر حضرت سری سقطیؒ کے پاس گیا اور کہا کہ میں یہ چار درہم آپ کے لئے لایا ہوں آپؒ نے فرمایا! بچے تجھے خوش خبری ہو کہ تو نجات پائے گا۔ مجھے چار درہموں کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا یا الٰہی! اس شخص کے ہاتھ درہم بھیج جو تیرے ہاں نجات پانے والا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے مروی ہے کہ ایک دن سری سقطیؒ کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک چڑیا روزانہ آیا کرتی تھی۔ میں اس کے لئے روٹی کے ریزے کرتا تھا وہ میرے ہاتھ سے کھایا کرتی تھی۔ ایک بار چڑیا آئی اور میرے ہاتھ پر نہ اتری۔ میں نے اپنے دل میں یاد کیا کہ کیا سبب ہوسکتا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے نمک مسالوں کے ساتھ کھانا کھایا تھا، پھر دل میں کہا کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اس پر وہ چڑیا میرے ہاتھ پر آگئی اور روٹی کھاتی رہی۔

7.39 ۔ حضرت سری سقطیؒ

حضرت سری سقطیؒ ابتدا میں سقط فروشی کرتے تھے۔ سقط فروش اسے کہتے ہیں جو زمین پر گرے ہوئے پھل فروخت کرتا ہے۔

حضرت سری سقطیؒ کو جب معلوم ہوا کہ لوگ ان کے پاس تعلیم کے حصول کے لئے آرہے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ! تو ان کو وہ تعلیم عطا فرما جس میں میری ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ مجھے لوگ تیری عبادت سے غافل نہ کرسکیں۔

ایک شخص تیس سال سے عبادت اور ریاضت میں سرگرم عمل تھا، لوگوں نے اس سے یہ پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت سری سقطیؒ کے دروازے پر آواز دی تو انہوں نے پوچھا کہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا، یہ سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ! اس کو ایسا بنا دے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے۔ چنانچہ اس دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج میں اس درجہ پر پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ گورنر کا نائب احمد بن یزید بڑی شان وشوکت سے آپ کی مجلس میں آ پہنچا۔ اس وقت آپ کے وعظ کا موضوع تھا کہ مخلوقات میں کوئی بھی مخلوق انسان سے زیادہ کمزور نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کرتا ہے۔ اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر ہوا کہ گھر پہنچ کر بلا کھائے پیئے پوری رات عبادت میں مشغول رہا اور صبح کو فقیرانہ لباس پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس نے عرض کیا کہ آپ کے بیان سے کل جو میرے اوپر تاثر قائم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ حب دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ مجھے طریقت کی تعلیم دیں۔ آپ نے فرمایا کہ عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکام شریعت کی پابندی کرو اور سلوک کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس طرح مصروف ہو جاؤ کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو۔ اگر کوئی آپ کو کچھ دینا بھی چاہے تو اس سے نہ لو۔ یہ سن کر احمد بن یزید نا معلوم سمت پر روانہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ روتی پیٹتی آپ کے پاس آئیں اور کہا کہ میرا تو ایک ہی بچہ ہے وہ بھی آپ کی صحبت میں دیوانہ ہو کر کہیں چلا گیا۔ آپ نے انہیں تسلی دی کہ جب وہ آجائے گا تو میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کو چھوڑ کر سارا عالم بے سود ہے:

۱۔ کھانا بقائے زندگی کی حد تک
۲۔ پانی صرف رفع تشنگی کے لئے
۳۔ لباس صرف ستر پوشی کی حد تک
۴۔ مکان صرف سکونت کے لئے
۵۔ علم عمل کی حد تک

7.40 ۔ حضرت سری سقطیؒ اور درخت کی گفتگو

ایک مرتبہ حضرت سری سقطیؒ کہیں سفر پر جا رہے تھے، دوپہر کا وقت تھا۔ آپ کو نیند محسوس ہونے لگی۔ آپ قریبی ایک درخت کے نیچے قیلولہ کی نیت سے لیٹ کر سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ

کو ایک آواز آئی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ درخت میں سے آ رہی ہے۔ (اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ایسے واقعات ہو جاتے ہیں)

درخت انہیں کہہ رہا تھا: یا سری! **کن مثلی** ۔ (اے سری! میرے جیسا ہو جا) وہ یہ آواز سن کر بہت حیران ہوئے۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز درخت ہی سے آ رہی ہے:

آپ نے فرمایا! **کیف اکون مثلک** (اے درخت! میں تمہارے جیسا کیسے ہو سکتا ہوں)۔

درخت نے جواب دیا!

ان الذین یر موننی بالاحجار فارمیھم بالاثمار

(اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں انہیں پھل دیتا ہوں۔ اس لئے تو میرے جیسا بن جا)۔

وہ اس کی یہ بات سن کر اور بھی حیران ہوئے مگر اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ فراست عطا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارتے ہیں ان کو یہ پھل دیتا ہے تو اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا۔

لہٰذا انہوں نے اس سے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو

فکیف مصیرک الیٰ النار (اللہ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنایا)۔

اس پر درخت نے جواب دیا: اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت ہیں مگر اس کے ساتھ ایک بہت بڑی خامی بھی ہے۔ اس خامی نے میرے اندر کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی ناپسند ہے اس لئے مجھے آگ کی غذا بنا دیا۔

آپ نے پوچھا کہ وہ خامی کیا ہے؟ اس پر اس نے کہا!

فاملیت بالھواء ھکذا ھکذا

(جدھر کی ہوا چلتی ہے میں اسی طرف ڈول جاتا ہوں)

یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.41 ۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ

حضرت ابوبکر شبلیؒ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ امام مالکؒ کے پیرو کار تھے۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں ماہ ذوالحجہ ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔

ابتداء میں آپ نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے۔ ایک مرتبہ تمام امیروں اور سرداروں کو خلیفہ نے اپنے دربار میں طلب کیا۔ آپ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے سب امیروں کو خلعتیں عطا کیں، آپ کو بھی ایک خلعت پہنائی گئی۔ اس دوران آپ کو چھینک آ گئی اور آپ نے اس خلعت سے ناک صاف کر لی۔ خلیفہ کو یہ بات بہت بری لگی اور آپ سے وہ خلعت واپس لے لی اور آپ کو برطرف کر دیا۔ اس وقت آپ کو یہ تنبیہہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کر کے ایسی سزا کا موجب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نہ جانے کیا سزا ہوگی؟

اس کے بعد آپ نے خلیفہ سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوتے ہوئے یہ بات پسند نہیں کرتے کہ کوئی تمہاری دی ہوئی خلعت کی بے ادبی کرے۔ جبکہ تمہاری خلعت مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ لہٰذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا کی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو مخلوق کے سامنے اسے گندہ کروں۔ یہ کہہ کر آپ دربار سے نکل گئے اور حضرت خیر نساجؒ کے پاس جا کر بیعت ہو گئے۔ ان کے پاس کچھ عرصہ رہے اور سلوک کی منازل طے کیں۔ پھر ان کے حکم پر آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے آپ نے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے لہٰذا وہ آپ میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا مجھے ہدیہ کر دیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اگر میں وہ فروخت کرنا چاہوں تو تم اس کی قیمت نہیں چکا سکتے کیونکہ تمہارے اندر قوتِ خرید نہیں ہے اور اگر مفت دے دوں تو اس کی قدر و قیمت کو تم سمجھ نہیں سکو گے کیونکہ بلا قیمت و محنت کے جو شے حاصل ہوتی ہے اس کی لوگوں کی نظروں میں کوئی وقعت و قدر نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر تم وہ گوہر بایاب حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحرِ توحید میں غرق ہو کر اپنے آپ کو فنا کر لو۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر و انتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوہر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔

چنانچہ ایک سال تک شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اب ایک سال تک گندھک بیچو۔ آپ ایک سال تک شیخ کے حکم کے مطابق گندھک بیچتے رہے۔ ایک سال مکمل ہونے کے بعد پھر انہوں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ شیخ نے فرمایا! اب ایک سال تک بھیک مانگو۔ آپ ایک سال تک لوگوں سے بھیک مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ بغداد شہر کا کوئی دروازہ ایسا نہیں بچا تھا جہاں آپ نے بھیک نہ مانگی ہو لیکن بیشتر وقت آپ کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ اس بات کی شکایت آپ نے اپنے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ سے کی۔ انہوں نے مسکرا کر کہا کہ اب تمہیں اندازہ ہوا ہوگا کہ لوگوں کی نظروں میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔ لٰہذا مخلوق سے وابستگی کا خیال بھی کبھی دل میں نہ لانا اور نہ کبھی کسی معاملہ میں مخلوق کو فوقیت دینا۔

پھر حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا کہ تم نہاوند میں امیر رہ چکے ہو اس لئے وہاں جاؤ اور ایک ایک فرد سے معافی طلب کرو کہ امارت کے دوران اگر تم سے کوئی زیادتی یا غلطی ہوگئی ہو تو اسے معاف کردیں۔ آپ نے وہاں جا کر ایک ایک فرد سے یہاں تک کہ ایک ایک بچے سے معافی مانگی۔ اور اگر کوئی شخص موجود نہیں ہوتا تو آپ اس کی طرف سے صدقہ کرتے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے قلب میں خلش موجود تھی۔

آپ واپس اپنے شیخ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اب بھی میرے قلب میں حب جاہ باقی ہے۔ لٰہذا حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ ایک سال اور بھیک مانگو۔ آپ کو جو کچھ ملتا وہ آپ فقراء میں تقسیم کردیتے اور خود بھوکے رہتے۔ ایک سال گزرنے کے بعد حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اب تم میری مجلس میں بیٹھ سکتے ہو۔ بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو۔

پھر حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا! اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا! میں خود کو تمام مخلوق سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کے حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے۔ ابتدائی دور میں جو کوئی آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا تو آپ اس کا منہ شکر سے بھر دیتے تھے۔ بچوں کو محض اس نیت سے شیرینی تقسیم کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے اللہ اللہ کہتے رہیں۔ بعد میں آپ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ اپنے سامنے اللہ کا نام لینے والوں کو دینار و اشرفیاں دے دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میری پوری زندگی اسی خواہش میں گزر گئی کہ کاش ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے مجھے ایسی خلوت نصیب ہو جاتی کہ میرا وجود باقی نہ رہتا۔ چالیس سال سے یہ تمنا ہے کہ کاش میں ایک لمحہ کے لئے اللہ تعالیٰ کو جان اور پہچان سکتا۔ کاش میں پہاڑوں میں اس طرح روپوش ہو جاتا کہ نہ مخلوق مجھ کو دیکھ سکتی اور نہ میرے احوال کی خبر ہوتی۔

فرمایا کہ میں خود کو یہودیوں سے زیادہ ذلیل تصور کرتا ہوں کہ میں نفس و دنیا اور ابلیس و خواہشات کی بلاؤں میں گرفتار ہوں۔ مجھے تین مصیبتیں یہ بھی لاحق ہیں کہ میرے قلب سے اللہ تعالیٰ دور ہو گیا ہے، دوسرا میرے قلب میں باطل گھر کر گیا ہے، تیسرے یہ کہ نفس ایسا کافر بن گیا ہے کہ اس کو مصائب دور کرنے کا تصور تک نہیں آتا۔ پھر فرمایا! دنیا محبت کا اور آخرت نعمت کا مکان ہے لیکن ان دونوں سے قلب بہتر ہے کیونکہ یہ معرفتِ الٰہی کا مکان ہے۔ فرمایا کہ اگر میں بادشاہ کا خدمت گزار ہوتا تو میں بزرگوں کی خدمت نہ کرتا۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کی بیوی اپنے گھر میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھیں کہ اچانک حضرت شبلیؒ ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ جب انہوں نے پردہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جنیدؒ نے کہا کہ پردے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ جذب کی کیفیت میں ہیں۔ جماعت صوفیاء جب مست ہوں تو انہیں فردوس و جہنم کی بھی خبر نہیں ہوتی تو بھلا وہ کسی عورت پر کیا نظر ڈالیں گے۔ کچھ دیر بعد شبلیؒ نے رونا شروع کر دیا تو حضرت جنیدؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم پردہ میں چلی جاؤ۔ یہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں اور شبلیؒ کی پیشانی پر بوسہ دے رہے ہیں۔ جب حضرت شبلیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا عمل کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں مغرب کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھ کر یہ آیت تلاوت کرتا ہوں۔

لَقَدۡ جَاءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِالۡمُؤۡمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ ○ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَقُلۡ حَسۡبِيَ اللّٰهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيمِ ○ (سورۃ التوبہ: ۱۲۹ _ ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آ گیا جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے،

جوتمہاری بھلائی کا بڑا خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں پرنہایت شفیق اورنہایت مہربان ہے۔
پھربھی اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لئے تو اللہ کافی ہے،
جس کے سوا کوئی معبودنہیں۔ میں نے تو اسی پر بھروسہ کرلیاہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔
حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ تمہیں اسی کی وجہ سے ملاہے۔

ایک مرتبہ آپ کو بیماری کے دوران طبیب نے پرہیز کا مشورہ دیا۔ آپ نے طبیب سے پوچھا! کیا میں اس چیز سے پرہیز کروں جو میرا رزق ہے یا جو میرے رزق میں داخل نہیں۔ اس لئے کہ جو میرا رزق ہے وہ مجھ کو مل کر رہے گا اور جو میرا رزق نہیں ہے وہ خود بخود مجھے نہیں ملے گا۔ اس لئے جو میرا رزق ہے اس میں پرہیز کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے پانچ تکبریں کہیں۔ نماز کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز جنازہ میں تو چار تکبیریں ہوتی ہیں۔ آپ نے پانچویں تکبیر کیوں کہی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے چار تکبیریں میت پر اور ایک تکبیر دنیا اور اہل دنیا پر کہی۔

ایک مرتبہ آپ کئی دنوں تک لا پتہ رہے اور جب بہت تلاش کیا گیا تو آپ ہجڑوں کے محلّہ سے ملے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ فرمایا کہ جس طرح اس جماعت کا شمار نہ مردوں میں ہوتا ہے نہ عورتوں میں۔ اس طرح میں دنیا میں انہی جیسا ہوں اس لئے ان کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کو ذکر الٰہی میں صدق حاصل نہیں تو آپ کس طرح اس کو یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! مجازی اعتبار سے جب اس کو کثرت سے یاد کرتا ہوں تو ایک مرتبہ وہ بھی مجھے حقیقت کے ساتھ یاد کر لیتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ جملہ سن کر ایک آہ بھری اور بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی سے کبھی تو خلعت عطا کی جاتی ہے اور کبھی تازیانہ۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ دنیا ذکر شغل کے لئے ہے اور عقبیٰ احوال کے لئے ہے۔ لہٰذا راحت کس جگہ مل سکتی ہے؟ فرمایا! دنیا کے ذکر وشغل سے بے نیاز ہو جاؤ تاکہ احوالِ آخرت سے نجات مل جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر شبلیؒ نے فرمایا! عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بہار میں گرد و چمک سے برسنے کے بعد خشک ہوائیں چلتی ہیں، رنگ برنگے پھول نکلتے ہیں اور پھولوں پر بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ اسی طرح عارف بھی ابر کی طرح روتا ہے، برق کی طرح مسکراتا ہے، بادل کی گرج کی طرح نغمے گاتا ہے، ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے، اور سر کو جنبش دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح اللہ کی یاد میں نغمہ سرائی کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ درویش کے چار سو مقامات ہوتے ہیں۔ جن میں سب سے ادنیٰ مقام یہ ہے کہ دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہو جائے اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو استعمال کریں، جب بھی انہیں دن کے کھانے کی فکر نہیں ہوگی۔

ایک دن آپ کو عالم وجد میں دیکھ کر حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا کہ اگر تم اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو تو تمہیں سکون مل جائے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو اسی وقت سکون مل سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ میرے معاملات مجھ پر چھوڑ دے۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ شبلیؒ کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔

آپ نے کسی کو یارب یارب کہتے ہوئے سنا تو فرمایا! تو کب تک یہ جملہ کہتا رہے گا جبکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت عبدی عبدی کہتا رہتا ہے لہٰذا اس کی بات سن لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو عبدی عبدی ہی سن کر یارب یارب کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو تیرے لئے یہ جملہ کہنا جائز ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری گردن میں آسمان کا طوق اور پاؤں میں زمین کی بیڑی ڈال دے اور ساری دنیا بھی دشمن ہو جائے جب بھی اس سے منہ نہیں موڑ سکتا۔

7.42 ۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ کی کرامت

شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عہد کیا تھا کہ صرف حلال چیز ہی کھاؤں گا۔ میں جنگل میں گھوما کرتا تھا۔ ایک دفعہ جنگل میں میں نے انجیر کا ایک درخت دیکھا اور کھانے کے لئے میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو درخت سے آواز آئی۔ اپنے عہد پر قائم رہو مجھے نہ کھاؤ میں ایک یہودی کی ملکیت ہوں۔

7.43 ۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ کا واقعہ بیعت

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ نے حضرت خواجہ امیر کلالؒ کی عبادت اور ولایت کی شہرت سنی تو ان کی ملاقات کو گئے جب ان کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو آپؒ نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو ایک میدان کے گرد جمع ہیں۔ جب آپ قریب پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس میدان میں کشتی ہورہی ہے اور حضرت امیر کلالؒ بھی کشتی میں شریک ہیں۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ آپ ایک جلیل القدر عالم اور شریعت کے پابند تھے۔ آپ کے دل میں جب یہ بات پیدا ہوئی تو اسی وقت آپ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ حشر کا میدان برپا ہے اور ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے۔ یہ اسے پار کرنا چاہتے ہیں جب دریا میں اترتے ہیں تو جتنا زور لگاتے ہیں آگے بڑھنے کے بجائے دلدل کے اندر دھنستے جاتے ہیں۔ اسی صورت میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں کہ اس میں سے کیسے نکلا جائے۔ اتنے میں حضرت امیر کلالؒ تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو دلدل سے نکال کر دوسری طرف جنت میں لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی آنکھ کھلتی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ حضرت امیر کلالؒ سے کچھ عرض کرتے۔ وہ خود ان سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے! بہاءالدین! اگر ہم کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے کہ جس سے تمہیں دلدل سے نکالا جائے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ بہاءالدینؒ حضرت امیر کلالؒ کے قدموں میں گر گئے اور ان سے بیعت کرلی۔ (قصص الاولیاء)

7.44 ۔ بلی پر رحم کرنے کا اجر

حضرت باقی باللہؒ جس زمانے میں سمرقند میں رہتے تھے تو ایک رات انہوں نے تہجد پڑھی، سخت سردیوں کا موسم تھا۔ یہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ آپ سردی کی وجہ سے مصلیٰ سے اٹھ کر بستر پر آنے لگے تو دیکھا کہ بستر میں تو ان کی پالتو بلی گھس کر لیٹی ہوئی ہے۔ آپ نے یہ سوچا کہ بلی کی نیند خراب ہوگی یہ واپس مصلیٰ پر آ کر بیٹھ گئے اور بقیہ رات سردی میں مصلیٰ پر گزار دی۔ اس خیر خواہی کی برکت سے آپ کے شیخ حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ نے آپ کو ہندوستان جانے کو کہا اور فرمایا کہ وہاں آپ سے ایک عظیم شخصیت بیعت کرے گی۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف الثانیؒ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے سلسلہ کو ساری دنیا میں پہنچا دیا۔ (حضراتِ اقدس)

7.45 ۔ حضرت بابا فریدؒ کے گنج شکر ہونے کی وجہ

حضرت بابا فرید الدینؒ کو شیرینی بہت پسند تھی۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ ایک بار شکر کا ایک بیوپاری گدھوں پر شکر کی بوریاں لاد کے لے جا رہا تھا راستے میں حضرت بابا فرید سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت بابا فریدؒ نے اس سے پوچھا کہ ان بوریوں میں کیا لے جا رہے ہو۔ بیوپاری نے سوچا کہ یہ فقیر ہے اور اگر میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس میں شکر ہے تو کہیں یہ مانگ نہ لے اس لئے اس نے ان سے کہہ دیا کہ بابا اس میں نمک ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ نمک ہی ہوگا۔

کہتے ہیں کہ یہ بیوپاری جب اپنی منزل پر پہنچا اور بوریوں کو کھول کر دیکھا تو سب میں نمک تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کرامت ہو نہ ہو اسی بابا کی ہے۔ چنانچہ شرمندہ ہو کر واپس آیا اور حضرت بابا فرید سے معافی مانگی اور عرض کیا کہ حضرت ہم نے آپ سے جھوٹ بولا تھا اس میں شکر تھی لیکن اب وہ نمک بن گئی ہے۔ برائے مہربانی ہمارا قصور معاف کر دیں۔ آپؒ نے اس کی غلطی پر درگزر کیا اور اس کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ آپ کہہ رہے ہو کہ یہ شکر تھی تو یہ شکر ہی ہوگی اس طرح وہ نمک پھر سے شکر بن گئی۔

دوسری بات جو مشہور ہے کہ آپؒ کو بچپن سے میٹھا بہت پسند تھا۔ آپ کی والدہ نماز پڑھنے میں مصروف ہوتیں تو اس سے پہلے ہی اپنے کم سن بچہ کے لئے مصری کی ڈلیاں نکال کر جائے نماز کے نیچے رکھ لیتیں۔ ان کا بیٹا جب نماز پڑھتا تو نماز کے بعد وہاں سے مصری نکال کر کھا لیا کرتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ والدہ مصری کی ڈلیاں رکھنا بھول گئیں لیکن حضرت خواجہؒ جب بھی جائے نماز کا کونہ اٹھاتے اس میں ان کو مصری کی ڈلیاں مل جاتیں۔

ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ کی زبان سے اگر مٹی بھی چھو جاتی تو شکر بن جاتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ (جواہر فریدی)

7.46 ۔ نوجوان مجاہد کا ایمان افروز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا جو ابو قدامہ شامی کے نام سے مشہور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جہاد کی محبت ڈال دی تھی۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر وقت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ

وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ جہاد پر جاتے رہتے ہیں۔ آپ کی نظر میں کوئی بہت حیرت انگیز واقعہ ہوا ہو تو ہمیں بھی سنایئے۔

شیخ ابوقدامہ نے فرمایا کہ سنئے!

میرا ایک دفعہ رقہ (شہر) جانا ہوا تا کہ کوئی اونٹ خریدلوں جو ہمارے اسلحہ کو اٹھانے کے کام آسکے۔ میں وہاں ایک دن دریائے فرات کے قریب بیٹھا تھا کہ اچانک ایک عورت میرے سامنے آگئی اور اس نے مجھ سے کہا! اے ابوقدامہ! میں نے سنا ہے کہ تم جہاد سے متعلق وعظ کرتے ہو اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہو۔ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت لمبے بالوں سے نوازا ہے۔ میں نے اپنے وہ بال جو اکھڑ جاتے ہیں ان کو جمع کر کے ایک رسی تیار کی ہے، اس پر مٹی مل دی ہے تا کہ اس کی بے پردگی نہ ہو۔ آپ یہ رسی لے لیں اور اسے میدان جنگ میں لے جائیں۔ اس کو گھوڑے کے گلے میں ڈال کر جہاد کریں۔ اگر آپ کو خود اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے کسی مجاہد کو دے دیں جو اسے جنگ میں استعمال کرے تا کہ جنگ کا گردوغبار میرے بالوں پر بھی لگ جائے۔ اس طرح جہاد میں میری بھی شرکت ہو جائے گی۔

میں ایک بیوہ ہوں میرے شوہر ایک جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ میرے کنبے کے سب لوگ جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر مجھ پر بھی جہاد فرض ہوتا تو میں بھی جہاد میں چلی جاتی۔ میں اپنی جگہ اپنے بالوں کو جہاد میں استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے اس نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور جہاد کی ٹریننگ کر کے گھڑ سواری میں مہارت حاصل کر لی ہے۔ تیراندازی میں ماہر ہو گیا ہے، وہ رات بھر تہجد پڑھتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس وقت وہ خوب جوان ہے اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ آجکل وہ اپنی زمینوں پر کام کے لئے گیا ہوا ہے۔ جب وہ واپس آئے گا اور آپ یہاں ہوئے تو آپ اس کو اللہ کے راستے میں جہاد پر لے جایئے گا۔ میں آپ کو دین اسلام کی عظمت اور عزت کا واسطہ دیتی ہوں، آپ مجھے اس ثواب سے محروم نہیں کیجئے گا۔

میں نے اس عورت سے اس کے بالوں کی بنی ہوئی رسی لے لی۔ اس عورت نے کہا کہ اسے اپنے سامان میں محفوظ کر کے رکھ لیں تا کہ مجھے تسلی ہو جائے۔ میں نے وہ رسی کو محفوظ کر کے رکھ لیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رقہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک شہسوار کے

پکارنے کی آواز آئی!

اے ابوقدامہ! خدا کے لئے رک جایئے۔ میں رک گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے جس کا چہرہ کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ آتے ہی وہ نوجون مجھ سے گلے ملا اور پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ مجھے مل گئے۔ میں نے کہا بیٹا اپنا چہرہ تو دکھاؤ تا کہ میں دیکھوں کہ آپ کون ہیں اور آپ پر جہاد فرض ہو تو اجازت دوں ورنہ آپ کو واپس کر دوں۔ جب اس نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو چاند کی طرح ایک خوبصورت نوعمر جوان تھا۔ میں نے اس سے پوچھا؟ بیٹے! آپ کے والد زندہ ہیں۔ اس نے کہا! نہیں۔ وہ جہاد میں شہید ہو گئے ہیں، میں دشمنوں سے اسی کا بدلہ لینے جا رہا ہوں۔ شاید اللہ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ میں نے کہا! کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ اس نوجوان نے کہا! ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ اپنی والدہ سے جا کر جہاد میں شرکت کی اجازت لے کر آؤ۔ اس نوجوان نے کہا! اے ابوقدامہ! آپ مجھے نہیں جانتے۔ میں نے کہا! نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں تو اسی عورت کا بیٹا ہوں جس نے اپنے سر کے بالوں کی رسی آپ کو دی تھی۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے جہاد پر جانے سے نہ روکیں۔ میں قرآن کا حافظ ہوں اور سنتِ رسول ﷺ کا عالم ہوں۔ میں تیراندازی اور گھڑسواری کا ماہر ہوں، مجھے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔ میری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ بغیر فتح کے میں واپس نہ آؤں۔ پھر اس نوجوان نے کہا کہ میری والدہ نے کہا ہے کہ بیٹا جب کفار سے مڈبھیڑ ہو تو پشت نہ دکھانا۔ اللہ کی راہ میں جان دے دینا اور دعا کرنا کہ اپنے والد اور اللہ کا پڑوس نصیب ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کر دیں تو تم میری شفاعت کرنا کیونکہ شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی شفاعت کر سکتا ہے۔ میرے ماں نے چلتے وقت مجھے اپنے سینے سے لگا کر اللہ سے یہ دعا مانگی تھی!

اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میرے دل کا پھل اور میرے جسم کا پھول ہے، میں نے اس کو تیری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو اسے قبول کر لے۔

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس لڑکے کی گفتگو سنی تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس خوبصورت نوجون کو دیکھ کر میں اس کی ماں کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ کتنی استقامت، حوصلہ اور صبر والی خاتون ہے۔ میرے آنسو دیکھ کر لڑکا بولا! چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر آپ میری کم عمری پر رو رہے ہیں تو

اللہ تعالیٰ چھوٹوں کو بھی نافرمانی پر سزا دیتا ہے۔ میں نے کہا! میں تمہاری والدہ کی وجہ سے روتا ہوں کہ تمہاری شہادت ہوگئی تو اس کا کیا بنے گا۔

میں نے اس نوجون کو اپنے ساتھ لیا اور آگے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ سارے راستے وہ نوجوان اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ نوجوان گھڑسواری کا ماہر ہے۔ ہم جیسے جیسے دشمن کے قریب ہوتے جا رہے تھے اس نوجوان کا جوش وخروش بڑھتا جا رہا تھا۔ دوسرے دن غروب آفتاب کے وقت ہم دشمن کے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس دن ہم سب روزے سے تھے۔ اس نوجوان نے ہم سب کے لئے افطاری کا انتظام کیا۔ عشاء کے بعد سب سو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان نیند میں مسکرا رہا ہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ تم نیند میں مسکرا رہے تھے۔

اس نے کہا کہ ہاں! میں نے رات کو ایک خواب دیکھا تھا کہ میں ایک سرسبز وشاداب باغ میں ہوں۔ ابھی میں باغ کی سیر کر رہا تھا تو میں نے ایک عالیشان محل دیکھا جو چاندی، جواہرات اور موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے دروازے سونے کے تھے اور ان پر بہت خوبصورت پردے آویزاں تھے۔ اچانک ان پردوں کو کچھ لڑکیوں نے دروازے سے ہٹایا۔ ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو سب نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے کہا جلدی مت کیجئے ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے سنا وہ آپس میں کہہ رہیں تھیں کہ یہ نوجوان ''مرضیہ'' کا شوہر ہے۔

پھر انہوں نے کہا! اللہ آپ پر رحم فرمائے ذرا آگے بڑھئے۔ میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس محل میں ایک کمرہ ہے جو سب سے بلندی پر ہے اور خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔ اس پر زبرجد کا بنا ہوا ایک سبز پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کے پائے سفید اور چمکدار چاندی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے جس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ اگر اللہ میری نگاہوں کی حفاظت نہ کرتا تو میری بینائی چلی جاتی اور میری عقل سلب ہو جاتی۔

جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہا! مرحبا! مرحبا! آیئے آیئے! خوش آمدید، خوش آمدید! اے اللہ کے محبوب! آپ میرے لئے ہیں اور میں آپ کے لئے ہوں۔ میں جب اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ کہنے لگی۔

نہیں نہیں! ابھی وقت نہیں آیا۔ ہاں! کل ظہر کے وقت کا وعدہ ہے۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔

شیخ ابوقدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا! آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ رات بھر ہم اس نوجوان کے خواب پر تعجب کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ اتنے میں کسی پکارنے والے نے پکارا!

یا خیل اللّٰہ ! ارکبی و فی ال جنۃ ارغبی انفروا خفافا ا ثقالا

اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو اور اس کے دین کے مددگارو! سوار ہو کر چلو اور
جنت کی طرف بڑھو تم ہلکے ہو یا بوجھل جلدی نکلو۔

جونہی یہ آواز ختم ہوئی تو لشکر کفار نمودار ہوا۔ اللہ اس کو ذلیل کرے وہ بہت بڑا لشکر تھا جو چاروں طرف پھیل گیا۔ ہم سب سے پہلے اس نوجوان نے کفار کے لشکر پر حملہ کیا اور ان کی فوج کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ اس نے کفار کے جھمگٹے کو تتر بتر کر دیا اور بیچ میں جا کر کفار کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ کئی طاقت ور افراد کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے جب اس نوجوان کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھا تو میں فوراً اس کی مدد کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس سے کہا کہ اب تم واپس آ جاؤ۔

اس نے کہا! چچا جان! کیا آپ نے قرآن کی آیت نہیں سنی!

" يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ O "

(سورۃ الانفال ۔ ۱۵)

اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔

اے چچا جان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے مڑ کر جہنم کا حقدار ہو جاؤں۔ ہم ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر سخت تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ اس حملہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ جب جنگ رکی تو زخمیوں اور شہید کو دیکھا گیا۔ میں اپنے گھوڑے پر شہداء کے درمیان گھوم رہا تھا۔ ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

خون کا ایک دریا موجود تھا۔ شہداء کے چہرے گرد وغبار کی وجہ سے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ اسی دوران میں نے گھوڑوں کے سموں سے کچلا ہوا شدید زخمی حالت میں وہ نوجوان دیکھا جو اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ گرد وغبار کی وجہ سے پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اے مسلمانو! خدا کے لئے میرے پاس میرے چچا ابوقدامہ کو بھیج دو۔

میں نے جب اس کی آواز قریب سے سنی تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت خون میں بری طرح لت پت تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا! میں ابوقدامہ ہوں۔

اس پر اس لڑکے نے کہا! رب کعبہ کی قسم! خواب کی تعبیر سچی نکلی۔ میں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں اس کے چہرے سے مٹی اور خون صاف کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا پیارے بیٹے! مجھے اپنی شفاعت میں نہیں بھولنا۔

اس لڑکے نے کہا! میں آپ جیسے محسن کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ آپ اپنی چادر سے یہ خون کیوں صاف کرتے ہیں۔ میرا اپنا کپڑا زیادہ مناسب ہے کہ اس سے میرا خون پونچھا جائے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے کہا! چچا جان! یہ خون چھوڑ دیجئے، اب میں اپنے رب کے ساتھ اسی خون میں ملاقات کروں گا۔ خواب میں جس کو میں نے دیکھا تھا وہ سامنے کھڑی ہے۔ میری روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہے اور وہ لڑکی مجھے بلا رہی ہے۔

چچا جان! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحیح سلامت واپس لوٹا دیا تو آپ میرے یہ خون آلود کپڑے میری غمزدہ ماں تک پہنچا دیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کر دیا اور کفار کے سامنے کوئی بزدلی نہیں دکھائی۔ آپ ان کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا اور ان سے کہئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کر لی۔

اے چچا جان! میری ایک چھوٹی بہن ہے جس کی عمر دس سال ہے۔ جب بھی میں گھر سے باہر جاتا تھا تو وہ مجھے رخصت کرتی تھی اور جب میں گھر آتا تو وہ سب سے پہلے مجھ سے ملتی تھی۔ اس دفعہ جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جلدی واپس آیئے گا۔ آپ جب میری بہن سے ملیں تو اس کو میرا اسلام کہئے گا اور اس سے کہنا کہ تمہارے بھائی جان نے کہا ہے کہ ’’ اللہ حافظ! اب قیامت میں ملاقات ہوگی ‘‘

یہ کہہ کر اس نوجون نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ ہم نے اس کو وہیں دفنا دیا۔ اللہ اس سے راضی ہو۔

جب ہم جنگ ختم ہونے کے بعد رقہ واپس پہنچے تو میں اس نو جوان کی والدہ سے ملنے گیا۔ اس کی ننھی بہن نے دروازہ کھولا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا! کیا آپ نے میرے بھائی کو کہیں دیکھا؟ میں لوگوں سے پوچھتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اسے نہیں جانتے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ میں جہاد سے واپس آ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی واپس نہیں آیا۔ میں نے اس کا جواب دینے کے بجائے اس بچی سے کہا کہ اپنی والدہ کو جا کر بتاؤ کہ دروازے پر ابوقدامہ آئے ہیں۔ میری اس گفتگو کو اندر اس کی ماں نے سن لیا۔ وہ فوراً باہر آئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا! آپ خوش خبری لے کر ہمارے پاس آئے ہیں یا غم کی خبر لے کر۔

میں نے کہا کہ خوش خبری اور غم کی خبر کی وضاحت کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا صحیح سلامت واپس آ گیا ہے تو یہ غم کی خبر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے شہادت سے نوازا ہے تو یہ خوشی کی خبر ہے۔

میں نے کہا! مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانی قبول کر لی، آپ کا بیٹا دشمن سے بہادری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

وہ کہنے لگی! یا اللہ! تو نے اسے قبول فرما لیا۔ شکر الحمد للہ! یہ میرا آخرت کا سرمایہ بن گیا۔

پھر میں نے اس نو جون کا پیغام اس کی بہن کو پہنچایا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے کہ

” اللہ حافظ! قیامت میں ملاقات ہو گی “

اس لڑکی نے جب یہ پیغام سنا تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں نے جب اسے ہلا کر دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ میں نے لڑکے کے خون آلود کپڑے اس کی والدہ کے حوالے کئے اور زخمی زخمی دل سے اس کے گھر سے لوٹ آیا۔ مجھے اس عورت کے صبر اور حوصلے پر تعجب ہو رہا تھا۔

(بحوالہ دعوت جہاد)

7.47 ۔ ابن سا باط کی توبہ کا قصہ

بغداد میں ابن ساباط کے نام سے ایک مشہور چور تھا۔ لوگ خوف اور غصہ سے اس کا نام لیتے تھے۔ وہ چوری کرنے میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ بے شمار چوریاں کر چکا تھا لیکن قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔ مگر چور کتنا بھی ہوشیار کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کی گرفت میں ضرور آتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک دفعہ پکڑا گیا، سزا کے طور پر اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس نے سزا پانے اور ہاتھ کٹنے کے باوجود اپنے جرم سے توبہ نہیں کی اور جب بھی اسے موقعہ ملتا تھا یہ چوری کر کے بھاگ جاتا تھا۔ لوگ اس کو ''ہتھ کٹا شیطان'' کہتے تھے۔ جب یہ چوری سے باز نہیں آیا تو اس کو پکڑ کر عمر قید کی سزا دے دی گئی۔ اس نے عمر قید کی سزا کاٹتے ہوئے دس سال کا عرصہ گزار دیا پھر یہ جیل خانے سے بھی بھاگ نکلا۔ جیل سے بھاگنے کے بعد اس نے پھر سے اپنا پرانا پیشہ شروع کر دیا۔

ایک دفعہ رات کے پچھلے پہر وہ واردات کرنے کی غرض سے ایک گلی میں ٹہل رہا تھا لیکن اس کو کسی مکان میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں مل رہا تھا۔ آخر میں اس کو ایک بڑی حویلی نظر آئی جس کے چاروں طرف اندھیرا اور سناٹا تھا۔ یہ اس کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہے۔ وہ آہستہ سے دروازے سے اندر چلا گیا۔ احاطے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے وسط میں کمرے بنے ہوئے ہیں۔ وہ ایک بڑے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ کسی بہت ہی امیر شخص کی حویلی ہے۔ اس نے کمرے کے دروازے کو ہلکے سے دھکا دیا تو وہ بھی مقفل نہیں تھا، ایک دم سے کھل گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اسے وہاں کوئی قیمتی سامان نظر نہیں آیا۔ وہاں ایک کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر چمڑے کا ایک تکیہ اور بھیڑ کی کھال سے بنی کچھ ٹوپیاں رکھی ہوئیں تھیں۔ کمرے کے ایک کونہ میں پشمینہ کے بنے ہوئے کپڑے کے چند تھان پڑے ہوئے تھے۔

ابن ساباط یہ سامان دیکھ کر جھلاّ گیا اور مالک مکان کو گالیاں دینے لگا۔ بہر حال اس نے خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں سمجھا اس لئے وہ کپڑے کے تھان سمیٹنے لگا۔ اس نے وہ سارا سامان کی ایک گٹھڑی بنائی لیکن وہ بہت کوشش کے بعد بھی اس گٹھڑی کی گرہ نہ باندھ سکا۔ وہ ہانپ کر بیٹھ گیا۔ عین اس وقت اس نے دیکھا کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں چراغ لئے کمرے میں داخل ہوا۔ ابن ساباط خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے اس آنے والے شخص کو

غور سے دیکھا تو وہ ایک کمزور شخص جس کی کمر جھکی ہوئی تھی ایک لمبی سے قبا پہنے ہوئے تھا، سر پر بھیڑ کی کھال کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے چراغ ایک طرف رکھ دیا اور ابن ساباط سے مخاطب ہو کر بولا! اے بھائی! اللہ تم پر رحم کرے یہ کام روشنی اور کسی کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ دیکھو میں روشنی لے آیا ہوں اور میں تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔ ہم دونوں مل کر یہ کام اطمینان سے کرلیں گے۔

ابن ساباط حیرت سے اس اجنبی کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اتنے میں اس اجنبی نے اس کپڑوں کی گٹھڑی کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس میں گرہیں لگائیں۔ اس کے بعد وہ اجنبی بولا کہ مجھے اندازہ ہے کہ اس محنت طلب کام سے تم تھک گئے ہوگے اور تمہیں بھوک بھی لگ رہی ہوگی، میں تمہارے لئے دودھ گرم کرکے لاتا ہوں تاکہ تم تازہ دم ہوجاؤ۔ یہ کہہ کر وہ اجنبی کمرے سے باہر چلا گیا۔

ابن ساباط حیرت سے سوچنے لگا کہ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں یہ شخص میرا ہی کوئی ہم پیشہ ہے جو اتفاق سے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ واردات کرنے آگیا ہے۔ اس کو گھر کے بارے میں مجھ سے زیادہ معلومات ہیں۔ اسے پہلے سے معلوم ہوگا کہ اس گھر کے رہنے والے آج گھر پر نہیں ہوں گے۔ اب یہ مجھ سے آدھا حصہ مانگے گا۔ ابھی ابن ساباط یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اجنبی ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لے کر کمرے میں داخل ہوا اور یہ کہہ کر پیالہ ابن ساباط کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اسے پی لو اس سے تمہاری بھوک اور تھکن دور ہوجائے گی۔

ابن ساباط کو بہت بھوک لگ رہی تھی اس نے فوراً دودھ پی لیا اور اس اجنبی سے سپاٹ لہجے میں کہا! دیکھو میں تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا تھا اس لئے ہمارے پیشے کے اصول کے مطابق اس مال پر تمہارا کوئی حق نہیں، تاہم تم نے مال سمیٹنے جو میری مدد کی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کچھ مال تمہیں دے دوں گا۔ اب چلو یہ گٹھڑیاں اٹھائیں اور یہاں سے فوراً نکلیں۔

ابن ساباط کی بات سن کر وہ اجنبی مسکرایا اور کہا! میرے بھائی! تم میرے حصے کا خیال نہ کرو میں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کررہا۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم یہ چھوٹی والی گٹھڑی اٹھالو میں بھاری والی اٹھالیتا ہوں۔ تم جہاں کہو گے میں یہ وہاں پہنچا دوں گا۔ ابن ساباط نے کہا کہ تمہیں مجھ سے بہتر سردار کہیں اور نہیں مل سکے گا۔ دونوں اپنی اپنی گٹھڑیاں اٹھا کر وہاں سے چل پڑے۔ وہ کمزور اجنبی اپنی جھکی ہوئی کمر پر بھاری گٹھڑی اٹھا کر ابن ساباط کے

آگے آگے چل رہا تھا۔ ابن ساباط اس کو بار بار تیز چلنے کو کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ کوشش کے باوجود تیز نہیں چل پا رہا تھا تو ابن ساباط نے اس کی کمر پر لات ماری اور گالیاں دینے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ایک پرانے کھنڈر میں پہنچے جو ابن ساباط کی پناہ گاہ تھی۔ دونوں گٹھڑیاں دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دیں اور ابن ساباط دیوار سے اندر کودنے کے لئے اس کے اوپر چڑھ گیا۔ اس وقت چاند کی روشنی میں ابن ساباط نے اس اجنبی کا چہرہ غور دے دیکھا۔ وہ اجنبی بری طرح ہانپ رہا تھا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ کر نکل رہیں ہیں۔ وہ یکا یک مسکرا کر بولا بھائی تمہارا مال تمہیں مبارک ہو۔ اس مکان کا میں ہی مالک ہوں اور یہ مال تمہیں اپنی خوشی سے بخشتا ہوں۔ افسوس کہ میں تمہاری خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکا۔ بلکہ راستے میں تمہاری پریشانی کی میں وجہ بنا اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ

اجنبی یہ کہہ کر تیزی سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اجنبی کے الفاظ ابن ساباط کے سینے پر خنجر کی طرح لگے تھے۔ وہ سناٹے میں آ گیا تھا۔ اس اجنبی کے حسن سلوک نے اس عادی مجرم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس دنیا میں اس قسم کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ سوچنے لگا کہ میں نے اسے کیا سمجھا اور اس نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ یہ سوچتے سوچتے اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا، ضمیر کی خلش اسے بے چین کر رہی تھی۔ صبح کی سفیدی جیسے ہی نمودار ہوئی وہ اس اجنبی کی تلاش میں نکل گیا۔ اب اس کے دل میں کسی چیز کا خوف نہیں تھا وہ تو صرف یہ چاہتا تھا کہ اس اجنبی کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر اس سے معافی مانگ لے۔ رات والا مکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس گھر کے باہر کھڑے ہوئے ایک شخص سے اس نے پوچھا کہ یہ کس تاجر کا مکان ہے؟ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم یہاں اجنبی لگتے ہو۔ یہاں کسی تاجر کا کیا کام یہ تو شیخ جنید بغدادیؒ کی قیام گاہ ہے۔

ابن ساباط نے ان کا نام سن رکھا تھا لیکن اس نے انہیں کبھی دیکھا نہیں تھا۔ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ اس میں داخل ہو گیا۔ سامنے کمرے کا بھی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ کمرے میں چٹائی پر تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے رات والا شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے سامنے تیس چالیس لوگ باادب بیٹھے ہوئے ہیں۔

ابن ساباط ٹھٹک کر وہیں رک گیا۔ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ سب لوگ اٹھ کر مسجد کی طرف

جانے لگے۔ شیخ بھی اٹھے اور مسجد کی طرف جانے لگے تو یہ ان کے قریب جا کر ان کے قدموں میں گر گیا۔ اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ کر بلک بلک کر رونے لگا۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح روتا رہا۔ پھر شیخ جنید بغدادیؒ نے اسے کندھوں سے پکڑ کے اوپر اٹھایا اور اس سے کہا کہ تمہارے آنسوؤں نے تمہارے دل کی ساری سیاہی دھو دی ہے اور پھر شفقت سے اسے گلے لگایا۔ ابن ساباط کی تو دنیا ہی بدل گئی تھی۔ دوسرے لوگ جو ہر طرح کے اقدام اٹھا کر بھی جسے بدل نہیں سکے تھے وہ راتوں رات اتنا بدل گیا تھا کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ شیخ کے ساتھ وہ مسجد نماز پڑھنے گیا۔ شیخ نے اسے اپنے حلقۂ ادارت میں شامل کر لیا۔

ان کی حالت یہ ہوئی کہ وہ ہتھ کٹے شیطان سے شیخ احمد بن ساباطؒ بن گئے۔ ان کا شمار اولیاء کرام میں ہونے لگا۔ جس شخص کو چالیس سال تک دنیا کی ہولناک سزائیں نہ بدل سکیں، اس کو ایک مرد خدا کے حسن اخلاق اور قربانی نے چند لمحوں میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ (حکایاتِ صوفیہ از طالب ہاشمی)

7.48 ۔ حضرت داؤد طائیؒ کا واقعہ

حضرت داؤد طائیؒ نے ایک مرتبہ کسی گویئے سے یہ شعر سنا:

بای خدیک تبدی اللبلا — کون سا چہرہ خاک میں نہیں ملا

وبای عینک ما ذا سالا — اور کون سی آنکھ زمین پر نہیں بہی

یہ شعر سن کر آپ بے خودی کے عالم میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میری طبیعت اب دنیا سے اچاٹ ہو گئی ہے۔ ایک نا معلوم سی شے میرے قلب کو بے چین رکھتی ہے۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کر لو۔ آپ اسی وقت سے گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر عرصہ بعد امام صاحب نے فرمایا! اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر اور ضبط سے کام لو۔

چنانچہ ایک سال تک امام ابوحنیفہؒ کے حکم کی تعمیل میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال اور افعال سے بہرہ ور ہوئے۔ داؤد طائیؒ خود ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت حبیب رائیؒ سے بیعت ہو کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر عظیم مراتب سے ہمکنار ہوئے۔

7.49 ۔ حضرت محمد سماکؒ

حضرت محمد سماکؒ حضرت معروف کرخیؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تواضع کا مطلب ہے بندہ اپنے آپ کو کمتر سمجھے۔ آپ نے فرمایا کہ عہد گذشتہ کے لوگوں کی مثال دوا کی طرح تھی جس سے لوگ شفایاب ہوتے تھے۔ موجودہ دور کے لوگوں کی مثال درد جیسی ہے جو صحتمند کو بھی مریض بنا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دور تھا کہ جب واعظین وعظ گوئی کو اس قدر دشوار سمجھتے تھے کہ جتنا اب علم پر عمل کرنے کو مشکل سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح آج کے عہد میں متقی علماء کی قلت ہے اسی طرح گذشتہ دور میں واعظین کی کمی تھی۔

حضرت احمد حواریؒ روایت کرتے ہیں کہ جب میں حالت مرض میں آپؒ کا قارورہ لے کر طبیب کے ہاں پہنچا تو وہ اتفاق سے آتش پرست تھا۔ جب میں وہاں سے واپس آ رہا تھا تو راستے میں ایک بزرگ ملے انہوں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ میں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے انتہائی حیرت سے کہا اللہ کا محبوب اللہ کے دشمنوں سے مدد لے رہا ہے۔ تم ان سے کہہ دو کہ درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیں:

" اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم و بالحق انزلناہ و بالحق نزل "

ترجمہ: میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور ہم نے اسے سچ کے ساتھ اتارا ہے اور سچ کے ساتھ وہ نازل ہوا۔

میں نے واپس جا کر ان کو یہ واقعہ بیان کیا اور وہ دعا بتائی۔ انہوں نے اس دعا کو پڑھ کر دم کیا تو فوراً ان کو صحت نصیب ہوگئی۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ بزرگ حضرت خضرؑ تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

7.50 ۔ حضرت احمد حربؒ

حضرت احمد حربؒ کا ہمسایہ آتش پرست تھا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھا کہ اس کا سارا سامان ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو آپ اس کی دل جوئی کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ آپ سے بہت احترام کے ساتھ پیش آیا۔ مگر زمانہ قحط سالی کا تھا۔ آتش پرست کو خیال ہوا کہ شاید آپ کھانا کھانے آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے کھانے کا انتظام کرنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم کھانا کھانے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کی دل جوئی کے لئے

حاضر ہوئے ہیں۔

اس نے کہا کہ میرا مال لٹ گیا لیکن تین چیزیں شکر کرنے کے لائق ہیں۔

ایک تو میں نے کبھی کسی کا مال غصب نہیں کیا۔

دوسرا اب بھی میرے پاس نصف دولت ہے

تیسرے یہ کہ میرا مذہب محفوظ رہ گیا۔

یہ سن کر آپ ؒ نے پوچھا کہ تم آگ کو کیوں پوجتے ہو؟

اس نے کہا کہ روز محشر میں جہنم کی آگ سے محفوظ رہوں گا اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو جائے گا۔

آپ ؒ نے فرمایا کہ آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے کہ اگر ایک بچہ بھی اس پر پانی ڈال دے تو یہ بجھ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تم ستر سال سے آگ کی پوجا کر رہے ہو لیکن آج تک اس نے تمہارے ساتھ کیا حسن سلوک کیا۔ جس کی بنا پر تم قیامت میں بہتری کی توقع رکھتے ہو۔ آپ کی باتوں سے متاثر ہو کر اس نے آپ سے عرض کیا! اگر آپ میرے چار سوالات کا جواب دے دوں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

۱۔ خدا نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟

۲۔ تخلیق کے بعد رزق کیوں دیا؟

۳۔ رزق دینے کے بعد موت سے کیوں دوچار کیا؟

۴۔ مارنے کے بعد زندہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حضرت احمد حرب ؒ نے فرمایا! مخلوق کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی پہچان ہو سکے۔ رزق عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رزاقی کا اندازہ کیا جائے۔ موت کا مقصد اس کی جباری اور قہاری کا اندازہ کرنا ہے۔ موت کے بعد زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کیا جائے۔

یہ کہہ کر آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے لیکن آپ کا ہاتھ آگ سے متاثر نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ آتش پرست مسلمان ہو گیا۔

7.51 ۔ حضرت احمد حضرویہ ؒ

حضرت احمد حضرویہ ؒ خراسان کے عظیم اہل اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے اپنی غربت اور افلاس کی آپ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے پیشے ہیں تم سب کو ایک الگ الگ پرچی پر لکھ کر ایک لوٹے میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے لوٹے میں ہاتھ ڈال کر ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا۔

آپ نے اسے حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ سن کر وہ شخص پریشان ہو گیا۔ لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے وہ چوروں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔ ان چوروں نے اس سے وعدہ لیا کہ جس طرح وہ کہیں گے تمہیں کرنا ہوگا۔ چنانچہ اس گروہ نے ایک دن کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند شخص کو قیدی بنا لیا۔ سردار نے نئے چور سے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ اسے خیال ہوا کہ یہ لوگ تو اس طرح سینکڑوں بے گناہوں کو قتل کر چکے ہوں گے۔ لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ اس سردار کو ہی قتل کر دیا جائے۔

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار پر اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا۔ سردار کو قتل ہوتا دیکھ کر باقی چور ڈر کر بھاگ گئے۔ جس دولت مند شخص کو قید کیا ہوا تھا اس نے اسے رہا کر دیا۔ اس دولت مند شخص نے خوش ہو کر اسے اتنی دولت دی کہ یہ خود امیر کبیر ہو گیا اور تمام عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی۔

7.52 ۔ حضرت ابوتراب بخشی ؒ

حضرت ابوتراب بخشی ؒ خراسان کے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ نے چالیس حج کئے۔ آپ نے عرصہ دراز تک آرام نہیں کیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھی کہ حالت سجدہ میں آپ کو نیند آ گئی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ بہت سی حوریں آپ کی جانب متوجہ ہیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو ذکر الٰہی سے ہی فرصت نہیں ہے میں تمہاری طرف کیسے توجہ کر سکتا ہوں۔ لیکن حوروں نے کہا کہ جب آپ کی عدم توجہ کا علم دوسری حوروں کو ہوگا تو وہ ہمارا مذاق اڑائیں گی۔ یہ سن کر داروغہ جنت نے جواب دیا کہ یہ اس وقت قطعی متوجہ نہیں ہوں گے ان سے تو بس روز محشر جنت میں ہی ملاقات ہوگی۔

حضرت ابوتراب بخشی ؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے جنگل میں انڈا روٹی کھانے کی خواہش ہوئی۔ میں راستہ بھول کر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اہل قافلہ شوروغل مچا رہے تھے، ان کا سامان کوئی چوری کر لے گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی مجھے پکڑ لیا اور کہنے لگے اسی نے ہمارا سامان چرایا ہے۔ یہ کہہ کر مجھے بری طرح سے مارنے لگے۔ وہاں ایک بوڑھے شخص نے مجھے شناخت کر کے لوگوں سے کہا یہ چوری نہیں کر سکتے یہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔ یہ سن کر وہ سب معافی کے درخواست گزار ہوئے۔ میں نے کہا کہ مجھے تکلیف کا شکوہ نہیں اس لئے کہ میرے نفس کو خوب ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بوڑھا شخص مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور میرے سامنے انڈا روٹی رکھ کر کہنے لگا کہ کھائیے۔ میں کھانے لگا تو ایک غیبی ندا آئی کہ تجھے خواہش کی سزا مل گئی اب کھالے۔ لیکن تیرے نفس کو کوئی خواہش سزا پائے بغیر پوری نہیں ہوگی۔

7.53 ۔ حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ

حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ نے فرمایا! تین قسم کے لوگوں سے بچو:

ا۔ غافل علماء ۲۔ کاہل قاری ۳۔ جاہل صوفی

حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ نے فرمایا! مسلمان پر مسلمان کے تین حقوق ہیں:

- اگر کسی کو نفع نہ پہنچا سکے تو ضرر بھی نہ پہنچائے۔
- اگر کسی کو اچھا نہ کہے تو برا بھی نہ کہے۔
- اگر کسی کو خوش نہ کرے تو غمزدہ بھی نہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ نے فرمایا! حیرت ہے ان لوگوں پر جو بیماری کے خوف سے کھانا ترک کر دیتے ہیں لیکن آخرت کے خوف سے گناہ کرنا نہیں چھوڑتے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے تھے۔

اے اللہ! اگر چہ میں بہت ہی گناہ گار ہوں پھر بھی تجھ سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں کیونکہ میں سرتا پا معصیت اور تو مجسم عفو ہے۔

اے اللہ! تونے فرعون کے خدائی دعوے پر بھی حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جب تو **انا ربکم الاعلیٰ** کہنے والے پر رحم کرسکتا ہے تو جو بندے **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتے ہیں ان پر تیرے لطف وکرم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اے اللہ! میرے ملکیت میں ایک کمبل کے سوا کچھ نہیں لیکن اگر یہ بھی کوئی طلب کرے تو میں اسے دینے کے لئے تیار ہوں۔

اے اللہ! تیرا ارشاد ہے کہ نیکی کرنے والوں کو ان کی نیکی کی وجہ سے بہتر صلہ دیا جاتا ہے اور میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں جس سے افضل دنیا میں کوئی نیکی نہیں۔ لہٰذا اس کے صلہ میں مجھے اپنے دیدار سے نواز دے۔

اے اللہ! جس طرح تو کسی سے مشابہ نہیں اسی طرح تیرے امور بھی دوسروں سے غیر مشابہ ہیں اور جب یہ دستور ہے کہ طالب اپنے مطلوب کو راحتیں پہنچاتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تو اپنے بندے کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس لئے کہ تجھ سے زیادہ محبوب رکھنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔

اے اللہ! میرا دنیاوی حصہ کفار کو دے دے اور اخروی حصہ اہل ایمان کو عطا کردے کیونکہ میرے لئے تو دنیا میں تیری یاد اور آخرت میں تیرا دیدار ہی کافی ہے۔

اے اللہ! چونکہ تو گناہ بخشنے والا ہے اور میں گناہ گار ہوں اس لئے تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اے اللہ! تیری غفاری اور اپنی کمزوری کی بنیاد پر ارتکاب معصیت کرتا ہوں اس لئے اپنی غفاری یا میری کمزوری کے پیش نظر مجھے بخش دے۔

اے اللہ! روز محشر جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ دنیا سے کیا لایا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہو گا۔

7.54 ۔ حضرت یوسف بن حسینؒ

حضرت یوسف بن حسینؒ پر ان کی جوانی کے زمانے میں کسی قبیلے کے سردار کی بیٹی عاشق ہوگئی۔ ایک روز تنہائی میں نے آپ سے وصل کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ کے اوپر خوف الٰہی کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور ملائکہ آپ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہ آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور آپ سے فرمایا کہ جس وقت تمہارے اوپر لڑکی کی خواہشِ وصل پر خوف الٰہی کا غلبہ ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے یوسف (علیہ السلام) تم نے زلیخا کے شر سے بچنے کی دعا کی تھی لیکن یہ وہ یوسف ہے جس نے ہمارے خوف سے سردار کی بیٹی کو ٹھکرا دیا۔ آج اسی وجہ سے مجھے تم سے ملاقات کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ آئندہ چل کر تمہارا شمار عظیم بزرگوں میں ہوگا۔ لہٰذا تم اسم اعظم کی تعمیل کے لئے خدمت کرتے رہا کرو۔

آپ حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس اسم اعظم سیکھنے کے لئے حاضر ہوگئے۔ لیکن آپ ادب کی وجہ سے اپنی بات نہیں کہہ سکے۔ حضرت ذوالنونؒ نے خود ہی آپ کے آنے کا سبب دریافت کرلیا۔ حضرت یوسف بن حسینؒ نے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت گزاری اور فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ایک سال تک ان کے پاس رہے اور ان کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن آپ کو اپنا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے دوسرا سال بھی ان کے پاس گزار دیا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے پھر سے آپ کے آنے کا مقصد پوچھا تو عرض کیا کہ اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے اور ایک سال تک ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تین سال گزرنے کے بعد حضرت ذوالنونؒ نے ایک دن آپ کے ہاتھ میں ایک پیالہ دیا جس کو کپڑے سے ڈھانکا ہوا تھا۔ آپ سے فرمایا کہ یہ دریائے نیل کے پار فلاں شخص کو دے آؤ وہی شخص تم کو اسم اعظم بھی بتا دے گا۔ آپ بے یقینی کی کیفیت میں پیالہ لے کر چلے راستے میں آپ نے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو اس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کو بے حد رنج ہوا اور شرمندگی بھی۔ آپ نے خالی پیالہ اس شخص کو جا کر دے دیا۔ اس نے کہا کہ جب تم ایک

چوہے کی حفاظت نہیں کر سکتے تو اسم اعظم کو کیسے محفوظ رکھو گے۔ یہ جواب سن کر آپ مایوسی کی کیفیت میں حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس واپس آ گئے۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نے سات مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تمہیں اسم اعظم بتانے کی اجازت چاہی لیکن ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ ابھی اور آزماؤ۔ چنانچہ بطور آزمائش کے میں نے تمہیں چوہا بند کر کے دیا تھا لیکن یہ اندازہ ہوا کہ تم ابھی تک اسم اعظم کی حفاظت کے اہل نہیں ہوئے ہو۔ اب اپنے وطن واپس جا کر وقت کا انتظار کرو۔ آپ واپس وطن روانہ ہونے لگے تو آپ نے حضرت ذوالنونؒ سے کچھ نصیحت کرنے کو کہا۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے لکھا پڑھا ہے وہ سب کچھ بھلا دو تا کہ درمیان سے تمام حجابات اٹھ جائیں۔ مجھ کو بھی اسی طرح بھلا دو کہ کسی کے سامنے مجھے اپنا مرشد نہیں کہنا۔ لیکن آپ نے عرض کیا کہ دونوں شرطیں میرے لئے ناقابل قبول ہیں۔ البتہ میں مخلوق کو خدا کی جانب مدعو کرنے پر ان شاءاللہ ضرور عمل کروں گا۔

وطن آنے کے بعد آپ نے وعظ اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ علماء نے آپ کی اس درجہ مخالفت کی کہ عوام آپ سے بدظن ہو گئے۔ ایک دن جب آپ وعظ کرنے پہنچے تو ایک فرد بھی موجود نہیں تھا۔ آپ نے وعظ گوئی ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تو ایک بڑھیا نے کہا کہ آپ نے ذوالنونؒ سے مخلوق کو وعظ و نصیحت کرتے رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ پھر یہ عہد شکنی کیسی؟ اس کے بعد آپ نے یہ پرواہ کئے بغیر کہ کتنے افراد وعظ میں حاضر ہوتے ہیں مسلسل پچاس سال تک اپنے وعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی صحبت سے فیض اٹھانے والوں میں حضرت ابراہیم خواصؒ بھی شامل تھے جو بغیر سواری اور زادراہ لئے صحراؤں میں سفر کرتے تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

حضرت جنید بغدادیؒ کو آپ نے تحریر کیا کہ اللہ نے تم کو نفس کی شدت سے آشنا نہ کیا تو کوئی مرتبہ بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں امین مقرر کئے ہوئے ہیں۔ امتِ محمدی ﷺ کے امین اولیاء کرام ہیں۔ عورتوں اور لڑکوں کی صحبت صوفیاء کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔ جو شخص قلبی لگاؤ کے ساتھ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کے قلب سے خود بخود اللہ کے ماسوا کا خیال نکل جاتا ہے۔

7.55 ۔ حضرت ابو حفص حدادؒ

حضرت ابو حفص حدادؒ کا شمار قطب عالم میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کے ہم عصروں میں سے ہیں اور حضرت عثمان جبریؒ آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔

عہد شباب میں آپ کو ایک لڑکی سے عشق ہو گیا۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے نیشا پور جا کر ایک جادوگر سے ملاقات کی۔ اس نے یہ شرط لگائی کہ چالیس دن عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آؤ۔ آپ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنے شروع کر دئے مگر کوئی بھی کارآمد ثابت نہ ہو سکا۔ پھر اس نے کہا کہ ان چالیس دن میں تم نے ضرور کوئی نیک کام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہوا تھا کہ میں نے راستے میں پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ یہ سن کر جادوگر کہنے لگا کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ایک ایسے خدا کی عبادت سے گریز کر رہے ہیں جو معمولی نیکی کو بھی قبول کرتا ہے اور جس کی وجہ میرے سارے جادو ناکام ہو گئے۔ آپ نے اسی وقت اللہ سے توبہ کی اللہ تعالیٰ کی سچے دل سے عبادت میں لگ گئے، آپ کو حداد اس لئے کہتے ہیں کہ آپ لوہار تھے۔

حضرت ابو حفص حدادؒ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ جو دینار کماتے اور اسے فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ بیوہ عورتوں کے گھر میں چپکے سے دینار پھینک دیتے تھے تا کہ انہیں علم نہ ہو کہ کس نے دیا ہے۔ خود جو بھی روکھی سوکھی مل جاتی تھی کھا کر گزارا کرتے تھے۔ اسی طرح برسوں زندگی گزارتے رہے۔ ایک مرتبہ کوئی نابینا آپ کی دکان کے سامنے سے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے گزرا:

" وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ " (سورۃ الزمر ۔ ۴۷)

(اللہ کی طرف سے ان پر ہر بات ظاہر ہو گئی جس کا کسی کو علم نہیں تھا)

یہ آیت سن کر آپ پر ایسی بے خودی طاری ہوئی کہ بھٹی سے گرم لوہا ہاتھ سے پکڑ کر نکال لیا اور شاگرد کو حکم دیا کہ اس کو ہتھوڑے سے کوٹو۔ شاگرد یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ آپ کی ایسی حالت ہو گئی کہ دوکان و مال لوگوں میں تقسیم کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا بھید لوگوں سے چھپانا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے

ظاہر کردیا۔

حضرت ابوحفص حدادؒ ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں جا کر ذکر الٰہی میں غرق ہو گئے۔ وہاں ایک ہرن آ کر آپ کی آغوش میں لیٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ رونے لگے اور وہ ہرن بھاگ گیا۔ جب آپ کے ساتھیوں نے اس واقعہ کا اور آپ کے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا! مجھے یہ خیال آیا تھا کہ اگر اس وقت کہیں سے ایک بکری مل جاتی تو میں اپنے ساتھیوں کی دعوت کرتا۔ لیکن بکری کے بجائے ہرن میرے پاس آ گیا اور میرے پاس لوٹنے لگا۔ رونے کے بارے میں بتایا کہ ہرن کی آمد مجھے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے کے لئے تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ فرعون کی بھلائی چاہتا تو اس کی خواہش کے مطابق دریائے نیل کو جاری نہ کرتا۔

7.56 ۔ حضرت حمدون قصارؒ

حضرت حمدون قصارؒ کے پیر و مرشد حضرت ابوتراب بخشیؒ تھے اور آپ حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جیسے بزرگوں کے مرشد تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تواضع سے فقر حاصل ہوتا ہے اور تواضع کا مطلب ہے کہ کسی کو اپنے سے زیادہ ذلیل تصور نہ کرے۔

7.57 ۔ حضرت منصور عمارؒ

حضرت منصور عمارؒ کا شمار عراق کے بڑے اہل طریقت بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کو ایک مرتبہ راستے میں ایک کاغذ کا پرزہ ملا جس پر **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کی عظمت کے تصور سے اس کی گولی بنائی اور اس کو نگل لیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے تیرے لئے حکمت اور دانائی کی راہیں آج سے اس لئے کشادہ کر دیں کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہے۔

ایک مرتبہ کسی دولت مند شخص نے اپنے ایک غلام کو چار درہم دے کر کچھ خریدنے کے لئے بھیجا۔ وہاں قریب آپ کے وعظ کی مجلس ہو رہی تھی۔ وہ غلام بھی آپ کو وعظ سننے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس وعظ میں ایک غریب و نادار شخص بھی کھڑا تھا۔ آپ نے درس کے دوران فرمایا کہ کون ہے جو اس نادار شخص کو چار درہم دے کر مجھ

سے چار دعائیں لے لے۔ یہ سن کر اس غلام نے وہ چار درہم اس نادار شخص کو دے دئے۔

آپ نے غلام سے پوچھا کہ تو کون سی چار دعائیں چاہتا ہے۔

اس نے عرض کیا کہ اول میں آزاد ہونا چاہتا ہوں،

دوم اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے،

سوم ان چار درہم کے بدلے میں مجھے چار درہم مل جائیں

چہارم اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تمام حاضرین مجلس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت منصور عمارؒ نے اسی وقت وہ چاروں دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیں۔

جب وہ غلام اپنے آقا کے پاس پہنچا تو تاخیر سے آنے پر وہ سخت ناراض ہوا اور تاخیر کی وجہ دریافت کی۔ اس غلام نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ واقعہ سننے کے بعد اس کے آقا پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت اس غلام کو آزاد کر دیا اور مزید چار درہم اسے دے دئے اور خود بھی اس نے تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ کی۔

اسی رات اس غلام کے آقا نے خواب میں باری تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے تیری بدخصلتی کے باوجود تجھ پر اور تیرے غلام پر، حضرت منصور عمارؒ اور اس کے اہل مجلس پر رحمتوں کا نزول کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

7.58 ۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ

حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے پیر و مرشد اور حضرت ابوسعید خزازؒ کی صحبت سے فیض یافتہ بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ منصور حلاج کو آپ نے کچھ تحریر کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا لکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسی عبارت تحریر کر رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ یہ سنتے ہی آپ نے غضبناک ہو کر وہ بددعا دی جس کی وجہ سے منصور کو سولی پر چڑھانے کا واقعہ پیش آیا۔

آپ نے بیت اللہ سے حضرت جنیدؒ اور حضرت شبلیؒ کو خط لکھا کہ آپ لوگ اہل عراق کے مرشدین ہیں لہٰذا جو شخص جمال کعبہ کا مشاہدہ کرنا چاہے اس کو بتا دو کہ نفس کو شق کرنے سے قبل تم اس کا مشاہدہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جو شخص قرب الٰہی کا خواہاں ہے اس سے کہہ دو کہ روح کو شق کرنے سے پہلے تم ہرگز قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

لیکن یاد رکھو کہ اس راہ پر قدم رکھنے سے پہلے یہ بھی سمجھ لو کہ اس راستے میں دو ہزار آگ کے پہاڑ اور ایک ہزار ہلاکت خیز گھاٹیاں بھی ہیں۔ جو ان دونوں سے خائف ہوئے بغیر راستہ طے کرنا چاہے وہی اس میں قدم رکھے۔

جب یہ خط حضرت جنید بغدادیؒ نے تمام مرشدین عراق کے سامنے غور وفکر کے لئے پیش کیا تو سب نے یہ کہا کہ آگ سے مراد نیست ونابود ہونا ہے۔ یعنی جب تک بندہ دو ہزار مرتبہ خود کو نیست نہیں کرے گا اور ایک ہزار مرتبہ ہیست کی منزل میں داخل نہیں ہوگا اسے کبھی قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

7.59 ۔ امام غزالیؒ سے سوال

امام غزالیؒ نے زمانہ طالب علمی میں حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ سے تربیت پائی تھی۔ جس مدرسہ میں امام غزالیؒ پڑھتے تھے وہ بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا۔ مدرسہ کے حالات کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ آپ نے جو مدرسہ بنوایا ہے وہاں سب دین کے بجائے دنیاداری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دین سیکھنے والا کوئی بھی نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم اتنے پیسہ خرچ کر رہے ہیں اگر وہاں بھی طلباء کتابیں پڑھ کر دنیادار بنیں گے تو اس مدرسے کا کیا فائدہ اسے بند کر دینا چاہئے۔ مگر اسے خیال آیا کہ مدرسہ بند کرنے سے پہلے ایک دفعہ خود جا کر وہاں کا حال جاننا چاہئے۔

ایک دن بادشاہ ایک عام آدمی کا بھیس بدل کر مدرسہ پہنچا وہاں اس نے ایک طالب علم سے پوچھا! آپ یہاں کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں علم پڑھنے آیا ہوں۔ میرے والد فلاں جگہ کے مفتی ہیں میں بھی مفتی بنوں گا، لوگوں میں میری بہت عزت ہوا کرے گی۔ بادشاہ نے دوسرے طالب علم سے یہی سوال کیا؟ اس نے کہا کہ میرے والد فلاں جگہ کے قاضی ہیں میں بھی بڑا ہو کر ان کا عہدہ سنبھالوں گا۔ تیسرے سے پوچھا! اس نے کہا کہ بادشاہ علم کی بڑی قدر کرتا ہے میں عالم بنوں گا اور بادشاہ کے خاص لوگوں میں شامل ہوؤں گا۔

یہ بات سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ سب تو دنیادار ہیں۔ میں نے اتنی محنت سے یہ مدرسہ بنایا تھا کہ لوگ دین سیکھیں گے لیکن یہ سب تو دنیا میں عزت ومرتبہ چاہنے کے لئے علم سیکھ رہے ہیں۔ وہ مدرسہ سے بڑا مایوس ہو کر باہر نکلنے لگا تو اس نے ایک طرف دیکھا کہ ایک بچہ چراغ جلائے بیٹھا پڑھ رہا ہے۔

اس نے سوچا چلو اس سے بھی بات کر کے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ اس بچے کے قریب گیا اور اسے سلام کیا۔ اس نے وعلیکم اسلام کہا اور پھر پڑھنا شروع کر دیا۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے آپ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ طالب علم نے کہا! میں یہاں باتیں کرنے نہیں آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ پھر آپ یہاں کس لئے آئے ہیں؟

طالب علم نے جواب دیا! میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اپنے رب کو راضی کروں۔ مجھے نہیں پتہ کہ میں اسے کیسے راضی کر سکتا ہوں، یہ باتیں ان کتابوں میں لکھی ہیں۔ میں وہ کتابیں پڑھوں گا ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کروں گا اور اپنے پروردگار کو راضی کروں گا۔

بادشاہ اس بچہ کی باتیں سن کر حیران ہو گیا اور اس نے مدرسہ بند کرنے کا خیال دل سے نکال دی۔ یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے وقت کا امام غزالیؒ بنا۔ یہ شیخ حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ کی صحبت تھی جس نے بچپن سے ہی ان کے دل میں وہ جذبہ بھر دیا تھا کہ دین پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.60 ۔ حضرت ابوسعید خرازؒ

حضرت ابوسعید خرازؒ بغداد کے رہنے والے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کی چار سو تصانیف تھیں اس لئے آپ کو ''لسان التصوف'' کا خطاب ملا تھا۔ آپ کا زیادہ تر وقت حضرت ذوالنون مصریؒ اور حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں گزرا۔

حضرت ابوسعید خرازؒ نے فرمایا! ایک مرتبہ خواب میں دو فرشتوں نے مجھ سے صدق کا مفہوم پوچھا۔ میں نے کہا! ایفائے عہد کا نام صدق ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوسعید خرازؒ کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کے زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ کی دوستی اس طرح سرایت کر گئی ہے کہ کسی دوسرے کی جگہ نہیں رہی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے اللہ کو دوست رکھا اس نے ہمیں بھی دوست رکھا۔

ایک مرتبہ آپ کو خواب میں ابلیس نظر آیا آپ نے ایک ڈنڈا اٹھایا کہ اسے ماریں۔ تو ایک ندا آئی کہ یہ ڈنڈے سے نہیں ڈرتا یہ تو صرف مومن کے قلب کے نور سے ڈرتا ہے۔ جب آپ نے ابلیس سے قریب آنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ میں تارکِ دنیا لوگوں کے قریب نہیں جا سکتا۔ البتہ تمہاری صحبت میں لڑکے رہتے ہیں تو شاید تم کبھی میرے فریب میں پھنس جاؤ۔

حضرت ابوسعید خزار ؒ کو ایک مرتبہ جنگل میں گدڑی اوڑھے اور ہاتھ میں روشنائی کی دوات لئے ایک شخص ملا۔ آپ نے گدڑی سے اندازہ لگایا کہ یہ اہل اللہ میں سے ہے لیکن دوات سے تصور ہوا کہ شاید یہ طالب علم ہے۔ جب آپ نے اس سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ملنے کا کون سا راستہ ہے تو اس نے کہا کہ ایک راستہ عام ہے اور دوسرا خاص۔ لیکن تم جس راہ پر گامزن ہو وہ عام راستہ ہے۔ کیونکہ تم عبادت کے ذریعہ وصال اور دولت کو حجاب سمجھتے ہو۔

حضرت ابوسعید خزار ؒ کو جنگل میں ایک مرتبہ شکاری کتوں نے گھیر لیا۔ آپ اسی وقت مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ پھر انہی میں سے ایک سفید کتے نے ان تمام کتوں کو حملہ کر کے بھگا دیا اور خود آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ لیکن جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ کچھ دور آپ کے ہمراہ چل کر کہیں غائب ہو گیا۔

حضرت ابوسعید خزار ؒ نے فرمایا! اہل معرفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ تو اللہ کے سوا کسی کو دیکھیں اور نہ کسی سے محو گفتگو ہوں، اور نہ اللہ کے سوا کسی کے ساتھ مشغولیت اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ محو فنا ہونا فنا کی علامت ہے اور حضوری بقا کی۔

پھر فرمایا کہ ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔

ا۔ صرف زبان سے

۲۔ قلب و زبان دونوں سے

۳۔ قلب سے ذکر کرے اور زبان گنگ ہو جائے۔

اس مقام کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔

7.61 ۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ

حضرت ابوالحسن نوریؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے پیرومرشداور حضرت سری سقطیؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ آپ نے بیشتر وقت حضرت احمد حواریؒ کی صحبت میں گزارا۔ آپ سلوک کو فقر پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بلا ایثار وقربانی کے شیخ کی صحبت جائز نہیں۔

ایک مرتبہ آپ کے چہرے سے ایسا نور نکلا جس سے پورا کمرہ روشن ہو گیا اس لئے آپ کو نوری کا خطاب دیا گیا۔ ایک دوسرا قصہ بھی مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ جنگل میں اپنی عبادت اور ریاضت میں مشغول تھے کہ شدید تاریک رات میں بھی ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ اپنی ریاضت کے ابتدائی دنوں میں آپ گھر سے کھانا لے کر اپنی دوکان پر جانے کے لئے نکلتے تھے راستے میں وہ کھانا خیرات کر دیتے تھے۔ ظہر کے بعد دوکان سے واپس آتے تھے۔ گھر میں کھانا نہیں کھاتے تھے گھر والے یہ سمجھتے تھے کہ آپ نے دوکان میں کھانا کھا لیا ہوگا۔ یہ سلسلہ بیس سال تک چلتا رہا۔

ایک دفعہ کچھ لوگ ایک ضعیف العمر شخص کو بری طرح سے زدوکوب کرتے ہوئے قید خانے لے جا رہے تھے۔ وہ شخص انتہائی صبر وضبط کے ساتھ خاموش تھا۔ آپ نے قید خانہ جا کر اس سے پوچھا اس قدر ضعف اور نقاہت کے باوجود تم نے صبر کیسے کیا۔ اس نے جواب دیا کہ صبر کا تعلق شجاعت اور ہمت سے ہے نہ کہ طاقت اور قوت سے۔

آپ نے اس سے صبر کا مفہوم پوچھا! اس نے کہا کہ مصائب کو اس طرح خاموشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے جس طرح لوگ مصائب سے چھٹکارا پانے پر مسرور ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آگ کے سات سمندر پار کرنے کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب حاصل ہو جاتی ہے تو اول وآخر کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

7.62 ۔ حضرت عثمان الجبریؒ

حضرت عثمان الجبریؒ خراسان کے عظیم شیخ اور قطب عالم تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ کم سنی میں میرا قلب اہل ظاہر سے گریزاں رہتا تھا۔ میں ہر شے کی ماہیت اور حقیقت کے متعلق سوال کرتا۔ شروع میں مجھے یہ خیال تھا کہ جس راستے پر عام لوگ گامزن ہیں اس سے ہٹ کر بھی کوئی دوسرا راستہ ضرور ہوگا اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم کا بھی کوئی وجود ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ مکتب جا رہے تھے کہ راستے میں ایک گدھا زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کی پشت کے زخم میں سے کوے گوشت نوچ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کو بہت رحم آیا۔ آپ نے اپنے دستار کھول کر اس کے زخم پر باندھ دی اور اپنے قبا اتار کر اس کے اوپر ڈال دی۔ گدھے پر اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر جذب کی کیفیت طاری کر دی۔

آپ حضرت یحییٰ بن معاذؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان سے فیض حاصل کرنے میں اپنے ماں باپ اور گھر سب کو خیر آباد کہہ دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ایک جماعت سے آپ نے حضرت شجاع کرمانیؒ کے حالات اور اوصاف سنے تو آپ کرمان تشریف لے گئے۔ بہت عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر آپ حضرت شجاع کرمانیؒ کے ہمراہ نیشاپور چلے گئے۔ وہاں آپ کو حضرت ابوحفص حدادؒ کے پاس جا کر فیض حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہوئی۔ لیکن حضرت شجاع کرمانیؒ سے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کچھ جھجک محسوس ہوئی۔ حضرت شجاع کرمانیؒ خود ہی ایک دن آپ کو حضرت ابوحفص حدادؒ سے ملاقات کروانے لے گئے۔ ملاقات کے بعد جب آپ لوگ واپس ہونے لگے تو حضرت ابوحفص حدادؒ نے حضرت شجاع کرمانیؒ سے فرمایا کہ ان کو (عثمان الجبریؒ) کو میرے پاس ہی چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ یہ کچھ دن میرے پاس رہیں۔

حضرت عثمان الجبریؒ کی دلی تمنا پوری ہوئی اور انہوں نے حضرت ابوحفص حدادؒ کے پاس رہ کر ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت ابوحفص حدادؒ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معاذؒ نے انہیں آگ کی بھٹی میں تو جھونک دیا لیکن اس کو بھڑکانے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی لہٰذا اب انہیں یہ شے حاصل ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان الجبریؒ اپنے مریدوں کے ہمراہ بازار جا رہے تھے کہ کسی نے اوپر سے اس طرح راکھ پھینکی کہ وہ پوری کی پوری آپ کے اوپر گری۔ یہ دیکھ کر آپ کے مرید انتہائی غصے میں آ گئے لیکن آپ نے انہیں سمجھایا کہ یہ بات شکر کرنے کی ہے کہ جو سر آگ کا سزاوار تھا اس پر صرف راکھ پھینکی گئی۔

حضرت ابوعمروؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان الجبریؒ کے ہاتھ پر تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض و برکات حاصل کرتا رہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد میرا قلب معصیت کی طرف راغب ہوا تو میں نے آپ کی صحبت سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا۔ آپ کو میرے ارادوں کا اندازہ ہو گیا اور آپ نے اشارتاً فرمایا

کہ میری صحبت چھوڑ کر دنیاداروں کی صحبت مت اختیار کرنا۔ کیونکہ ان کو تمہارے گناہوں سے خوشی حاصل ہوگی۔ لہٰذا جو گناہ کرنا ہے یہاں ہی کرلو تا کہ تمہارا وبال میں اپنے اوپر لے لوں۔ یہ الفاظ آپ نے اتنے مؤثر انداز میں کہے کہ میں توبہ کر کے آپ کی خدمت میں مشغول ہوگیا۔

7.63 ۔ حضرت یوسف اسباطؒ

حضرت یوسف اسباطؒ نے فرمایا! توبہ کی دس علامات ہیں:

۱۔ دنیا سے دوری اختیار کرنا۔

۲۔ ممنوعات سے پرہیز کرنا۔

۳۔ اہل تکبر سے ربط وضبط نہ رکھنا۔

۴۔ متواضع کی صحبت اختیار کرنا۔

۵۔ نیک لوگوں سے رابطہ رکھنا۔

۶۔ توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا۔

۷۔ توبہ کرنے کے بعد دوبارہ گناہ نہ کرنا۔

۸۔ حقوق پوری کرتے رہنا۔

۹۔ قوت کو ضائع نہ کرنا۔

۱۰۔ لغویات سے پرہیز کرنا۔

7.64 ۔ حضرت شمعون محبّؒ

حضرت شمعون محبّؒ حضرت سری سقطیؒ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ اپنے آپ کو شمعون کذاب کہتے تھے۔

غلام خلیل نامی ایک شخص نے خود کو خواہ مخواہ صوفی مشہور کر رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ خلیفہ وقت کے سامنے صوفیاء کی

برائیاں اس نیت سے کرتا رہتا تھا کہ سب لوگ ان کے بجائے اس کے معتقد ہو جائیں۔ جس وقت حضرت شمعون محبؒ کو شہرت حاصل ہوئی تو ایک عورت نے آپ سے نکاح کی درخواست کی۔ آپ نے اس سے نکاح کرنے سے منع کر دیا تو وہ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس پہنچ گئی تا کہ وہ اس کی سفارش کریں۔ لیکن انہوں نے بھی اسے بھگا دیا۔ یہ عورت غلام خلیل کے پاس مدد کے لئے پہنچ گئی۔ اس نے حضرت شمعون محبؒ پر زنا کی تہمت لگا کر خلیفہ وقت سے ان کے قتل کی اجازت لے لی۔ حضرت شمعون محبؒ جلاد کے ساتھ قتل گاہ پہنچے اور خلیفہ وقت نے آپ کو قتل کرنے کا حکم جاری کرنا چاہا تو اس کی زبان بند ہوگئی۔ اس وقت آپ کا قتل ملتوی کر دیا گیا۔ رات کو خواب میں خلیفہ نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تم نے شمعون کو قتل کیا تو پورا ملک تباہی کی لپیٹ میں آجائے گا۔ چنانچہ صبح کو خلیفہ نے حضرت شمعون محبؒ سے معذرت کی اور انہیں باعزت رہا کر دیا گیا۔

غلام خلیل ان کی رہائی سے بہت رنجیدہ ہوا۔ اس کی بدنیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کوڑھ جیسے مرض میں مبتلا کر دیا۔ ایک دفعہ کسی بزرگ کے سامنے یہ بیان ہوا کہ غلام خلیل کو کوڑھ کا مرض ہو گیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یقیناً اس نے کسی اللہ والے کی بددعا لی ہے۔ اس شخص نے غلام خلیل کو یہ بات بتائی کہ تیرا یہ مرض اللہ کے ولی کو اذیت پہنچانے کی وجہ سے ہے تو اس نے سچے دل سے اپنے برے خیالات سے توجہ کر لی۔

7.65 ۔ حضرت شیخ ابوالحسن بوشنجیؒ

حضرت شیخ ابوالحسن بوشنجیؒ کا اصل وطن بوشنج تھا۔ آپ اپنے وطن کو خیرآباد کر کے نیشاپور تشریف لے آئے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ کسی دیہاتی کا گدھا گم ہو گیا اس نے حضرت شیخ ابوالحسن بوشنجیؒ پر اس کی چوری کا الزام لگایا اور کہا کہ خیریت سے میرا گدھا واپس کر دو۔ آپ مسلسل انکار کرتے رہے کہ میں نے تمہارا گدھا نہیں چرایا ہے۔ وہ نہیں مانا تو آپ نے یہ دعا کی:

اے اللہ! مجھے اس مصیبت سے نجات دلا، چنانچہ دعا کرتے ہی اس کا گدھا مل گیا۔ گدھا ملنے کے بعد اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ آپ نے میرا گدھا نہیں چرایا ہے لیکن جس انداز سے آپ کی دعا قبول ہوئی ہے میری ہرگز نہیں ہوتی۔ اس لئے میں نے آپ پر الزام لگایا تھا۔

7.66 ۔ حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ ریاضات اور کرامات کے حامل عالم اور طبیب تھے۔ آپ کو حکیم الاولیاء کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ آپ حضرت یحییٰ بن معاذؒ کے ہم عصر تھے۔

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ اپنی جوانی کے زمانے میں بہت خوبصورت تھے جس کی وجہ سے ایک عورت آپ پر عاشق ہوگئی۔ آپ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے۔ ایک دن وہ زیورات اور اچھے لباس سے آراستہ ہوکر اس باغ میں پہنچ گئی جہاں آپ تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اس کو دیکھ کر ایسے بھاگے کہ وہ پیچھا کرنے کے باوجود آپ کو پکڑ نہ سکی۔

اس واقعہ کو چالیس سال گزر گئے تو ایک دن آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش میں اس وقت اس کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ اس فاسد خیال کے آنے کی ندامت میں آپ تین دن رات روتے رہے۔ تیسری شب خواب میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا! تم رنجیدہ نہ ہو کیونکہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بلکہ میرے وصال کا زمانہ جس قدر دور ہوتا جا رہا ہے اسی قدر میری صحبت کا اثر کم ہوتا جا رہا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

☆ حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ نے فرمایا! سو بھیڑئے بکریوں کے گلے کو اتنا پریشان نہیں کر سکتے جتنا ایک شیطان پوری جماعت کو تباہ کر دیتا ہے اور سو شیطانوں سے زیادہ مکار نفس ہے۔

7.67 ۔ حضرت ابو وراقؒ

حضرت ابو وراقؒ حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذیؒ کی صحبت سے فیض یاب تھے۔ آپ کو مؤدب الاولیاء کا خطاب ملا تھا۔ آپ نے تصوف کے موضوع پر بہت سی تصانیف تحریر کیں تھیں۔

حضرت ابو وراقؒ نے فرمایا! خالق مخلوق سے آٹھ چیزوں کا خواہاں ہے:

ان میں قلب سے دو۔ فرمان الٰہی کی عظمت اور مخلوق سے شفقت

زبان سے دو چیزیں۔ اقرار توحید اور مخلوق سے نرم گفتاری

تمام اعضاء سے دو چیزیں۔ بندگی اور مخلوق سے اعانت

مخلوق سے دو چیزیں۔ اپنی ذات پر صبر کرنا اور خلقت کے ساتھ بردباری اختیار کرنا۔

پھر فرمایا کہ نفس کے ساتھ محبت کرنے والوں پر غرور و حسد اور ذلت مسلط ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ منازلؒ نے فرمایا! احکام الٰہی کے مطابق روزی کمانے والا اس خلوت نشین سے افضل ہے جو روزی کمانے سے کتراتا ہے۔

7.68 ۔ حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ

حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ کا تعلق حجاز کے مشائخ سے ہے۔ آپ نے پوری زندگی مکہ مکرمہ میں گزاری۔ آپ نے خانہ کعبہ میں طواف کے دوران بارہ ہزار قران مجید ختم کئے۔

ایک دفعہ ایک چور حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ کے کاندھے سے آپ کی چادر کھینچ کر بھاگا آپ اس وقت نماز کی حالت میں تھے۔ آپ نماز میں اس قدر مشغول تھے کہ آپ کو چادر اترنے کا احساس تک نہ ہوا۔ اس چوری کی وجہ سے چور کے دونوں ہاتھ سوکھنے لگے۔ اس نے خوف سے واپس آ کر آپ کی چادر آپ کے کاندھے پر ڈال دی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ سے معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اس سے معافی کی وجہ پوچھی تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا عظمت الٰہی کی قسم! نہ تو مجھے چادر لے جانے کی خبر ہوئی اور نہ واپس میرے اوپر ڈالنے کی۔ آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی تو اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

☆ حضرت شیخ ابوبکر کتانیؒ نے فرمایا! تصوف سرتاپا اخلاق ہے اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہو گی اس میں تصوف بھی زیادہ ہو گا۔

7.69 ۔ حضرت عبداللہ خفیفؒ

حضرت عبداللہ خفیفؒ کا تعلق فارس سے تھا۔ آپ ٹاٹ کا لباس پہنتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ایک رکعت میں دس ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھتے تھے۔ آپ کو خفیف کا خطاب اس لئے ملا کے آپ افطار کے وقت صرف سات منقہ کے دانے کھاتے تھے۔ ایک دفعہ خادم نے غلطی سے آٹھ دانے رکھ دئے اور آپ نے بغیر گنے کھالئے تو پوری رات آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ خفیفؒ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ تمام لوگ حیران و پریشان ہیں۔ ایک لڑکے نے آکر اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے پل صراط سے گزار کر جنت میں لے گیا۔ آپ نے خواب سے بیدار ہونے کے بعد فوری طور پر نکاح کر لیا۔ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ شیر خواری کی عمر میں فوت ہو گیا تو آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب میری تمنا پوری ہو گئی ہے تم چاہو تو مجھ سے طلاق لے سکتی ہو۔

دو درویش طویل سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں کہ شاہی دربار میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر دونوں بازار کی طرف نکل گئے۔ ان میں سے ایک درویش کے خرقہ کی جیب پھٹ گئی تھی وہ اسے سلوانے درزی کی دوکان پر چلے گئے۔ اسی دوران درزی کی قینچی کہیں گم ہو گئی۔ اس نے ان دونوں پر چوری کا الزام لگا دیا۔ ان کو پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ پولیس ان دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی۔

حضرت عبداللہ خفیفؒ وہاں موجود تھے انہوں نے بادشاہ سے ان کی سفارش کی کہ یہ دونوں چور نہیں ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا جائے۔ بادشاہ نے انہیں آپؒ کی سفارش پر رہا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ خفیفؒ نے ان دونوں سے کہا کہ اگر آج میں شاہی دربار میں نہ ہوتا تو تم کو بے گناہ سزا ہو جاتی۔ اللہ کے مقبول بندوں سے بدگمانی اور بے اعتقادی بعض اوقات مصیبت بن جاتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ خفیفؒ نے فرمایا!

رضاء کی دو قسمیں ہیں۔

اول حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا۔ دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا۔

7.70 ۔ حسین منصور حلاجؒ

حلاج روئی دھنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کو حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روئی کے ایک ذخیرے کے پاس سے گزرے اور عجیب انداز سے کچھ اشارے کئے جس کی وجہ سے وہ سب روئی خود بخود دھنک گئی۔ حسین بن منصور حلاجؒ اٹھارا سال کی عمر میں تستر تشریف لے گئے۔ وہاں دو سال تک عبداللہ تستریؒ کی صحبت میں رہے۔ پھر آپ بصرہ تشریف لے گئے وہاں سے حرقہ پہنچے اور حضرت عمرو بن عثمانؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ نے حضرت یعقوب اقطع کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ آپ سے حضرت عمرو بن عثمانؒ ناراض ہو گئے تو آپ بغداد حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس چلے گئے۔ ان کے پاس کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک سال قیام کیا پھر صوفیاء کی ایک جماعت کے ساتھ بغداد واپس آ گئے۔

ایک مرتبہ جنید بغدادیؒ نے منصور حلاج کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا تو وہ ناراض ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ تستر چلے گئے۔ وہاں آپ ایک سال تک رہے۔ وہاں کے لوگ آپ کے بہت معتقد ہو گئے لیکن آپ اپنی طبیعت کے مطابق اہل ظاہر کو ہمیشہ نظر انداز کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں کو آپ کی یہ بات بری لگتی تھی۔ بات یہاں تک پہنچی کہ لوگ آپ سے نفرت کرنے لگے اور آپ سے حسد کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

دوسری وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ کو اہل خورستان کی برائیاں لکھ کر بھیجیں۔ اس لئے لوگ آپ کے بہت خلاف ہو گئے۔ آپ نے صوفیاء کا لباس ترک کر کے اہل ظاہر کا لباس پہن لیا اور انہی جیسا رہن سہن اختیار کر لیا۔ آپ پانچ سال تک ''ہمہ اوست'' کے فلسفے میں گم رہے۔ آپ مختلف ممالک کے سفر کرتے ہوئے ایران پہنچے۔ وہاں آپ نے بلند پایہ تصانیف پیش کیں اور اپنے وعظ و نصیحت سے ایسے باطنی اسرار اور رموز کا انکشاف کیا جس کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو حلاج الاسرار کا خطاب دیا۔ وہاں سے آپ دوبارہ بصرہ تشریف لے آئے اور صوفیاء کا لباس اختیار کر لیا وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ مکہ مکرمہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ راستے میں مختلف صوفیاء سے ملاقات کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ وہاں آپ کی باتیں سن کر تو حضرت یعقوب نہرجوریؒ نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ مکہ مکرمہ سے واپس آپ بصرہ آئے اور ایک سال قیام کرنے کے بعد اہواز سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ وہاں سے پھر خراساں اور ماوراء النہر ہوتے ہوئے چین پہنچ گئے۔ وہاں

پر لوگوں کو وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ جن ممالک میں جاتے تھے وہاں کے حساب سے لوگ آپ کو مختلف القابات اور خطابات سے نوازتے رہے۔ ان تمام جگہوں سے گھوم پھر کر آپ واپس مکہ معظّمہ پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے دو سال قیام کیا۔ اب آپ کے خیالات میں بہت تغیّر پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کا کلام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہونے لگا تھا۔ آپ جس جگہ جا کر اپنی بات کرتے تو وہاں کے لوگ آپ کو شہر سے نکال دیتے۔ آپ کو طرح طرح کی تکالیف بھی اٹھانی پڑیں۔

آپ ہر رات چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اس فعل کو آپ نے اپنے اوپر فرض قرار دے دیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اتنے بلند مرتبے پر ہیں پھر بھی آپ کو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ دوستی کا مفہوم ہی یہی ہے کہ مصائب پر صبر کیا جائے۔ جو اس راہ میں فنا ہو جاتے ہیں ان کو راحت اور غم کا کوئی احساس نہیں رہتا۔ جب آپ کی عمر پچاس سال ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میرا کوئی مسلک نہیں ہے۔ لیکن تمام مذاہب میں جو مشکل ترین چیزیں ہیں انہیں میں نے اختیار کر لیا ہے۔ پچاس برسوں میں میں ایک ہزار برس کی نمازیں پڑھ چکا ہوں اور ہر نماز کے لئے غسل کو ضروری تصور کیا ہے۔

ریاضت اور عبادت کے دور میں آپ ایک ہی گدڑی میں زندگی بسر کرتے تھے جب لوگوں کے بے حد اصرار پر مجبور ہو کر اس گدڑی کو اتارا تو اس میں سے تین رتی جوئیں نکلیں۔ کسی شخص نے آپ کے قریب ایک بچھو کو دیکھ کر اسے مارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارو یہ بارہ سال سے میرے ساتھ ہے۔

ایک دفعہ آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے نامعلوم کیا سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ بہت جلد تو لکڑی کا سرا سرخ کرے گا یعنی سولی چڑھا دیا جائے گا۔ منصور حلاجؒ نے جواب دیا کہ جب مجھے سولی دی جائے گی تو آپ اہل ظاہر کا لباس اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ جس وقت تمام علماء نے متفقہ طور کر منصور کو قتل کا فتویٰ دے دیا تو خلیفہ وقت نے کہا کہ جب تک جنید بغدادیؒ اس فتوے پر دستخط نہیں کریں گے ان کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ جب یہ اطلاع حضرت جنید بغدادیؒ کو پہنچی تو آپ نے مدرسہ جا کر اہل ظاہر کا لباس زیب تن کیا اور منصور کے سولی چڑھانے کا فتویٰ صادر کر دیا۔

جب حضرت شبلیؒ آپ کو قتل کرنے کی نیت سے آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسے

کام کا ارادہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے مجھ پر دیوانگی طاری ہے اور میں خود اپنی موت کو دعوت دے رہا ہوں لہٰذا تم مجھ کو قتل مت کرو۔ آپ کے ان کلمات سے بہت سے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے اور خلیفہ کو بھی آپ کی جانب سے بدظن کر دیا۔ ''انا الحق'' کہنے کی وجہ سے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

جب آپ سے سوال کیا گیا کہ بندے کا خدائی کا دعویٰ کرنا کفر ہے تو آپ نے کہا حقیقتاً ہمہ اوست ہے۔ تمہارے خیال کے مطابق وہ گم نہیں ہوا بلکہ حسین گم ہو گیا۔ بحرِ محیط میں کسی قسم کی زیادتی یا کمی ممکن نہیں۔ جب حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ حسین حلاج کے اس جملے کی کس طرح تاویل کی جا سکتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اب تم لوگ اس سلسلہ میں کچھ نہ کہو کیونکہ اب تاویل کا وقت گزر گیا ہے۔ آپ کو ایک سال کے لئے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ جس دن آپ کو قید میں ڈالا تو رات کو لوگوں نے دیکھا کہ آپ قید خانہ میں نہیں ہیں۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ قید خانہ ہی موجود نہیں ہے۔ تیسرے دن قید خانہ اپنی جگہ پر موجود تھا اور آپ بھی اس میں موجود تھے۔ جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پہلی شب تو میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں تھا، دوسری شب حضور اکرم ﷺ یہاں تشریف لائے تھے اس لئے قید خانہ گم ہو گیا تھا اور اب مجھے شریعت کے تحفظ کی خاطر یہاں بھیج دیا گیا۔

آپ کے معتقدین قید خانہ میں بھی آپ سے ملتے رہے۔ پھر آپ سے لوگوں کے ملنے پر پابندی لگا دی گئی۔ پانچ ماہ تک کوئی شخص آپ سے نہ مل سکا۔ اس کے بعد علماء نے آپ کے پاس دو افراد کو بھیجا کہ اگر انا الحق سے توبہ کر لو تو ہم آپ کی رہائی کے لئے کوشش کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں معذور ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت عطاءؒ خود آپ کے پاس گئے اور آپ کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن آپ کا وہی جواب تھا۔

آپ قید خانہ میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے پھر جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ انا الحق خود آپ ہیں تو نماز کس کے لئے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنا مرتبہ ہم خود جانتے ہیں۔

قید خانہ میں آپ کے علاوہ تین سو قیدی اور بھی تھے۔ آپ نے ان سے کہا کیا میں تم سب کو آزاد کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم میں یہ طاقت ہے تو تم یہاں کیوں ہو۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک اشارہ کیا تو تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام تالے خود بخود کھل گئے۔

پھر آپ نے قیدیوں سے کہا کہ جاؤ ہم نے تم سب کو رہا کر دیا۔ قیدیوں نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا اپنے آقا کے ساتھ ایسا راز وابستہ ہے کہ جو سولی پر چڑھے بغیر حل نہیں ہوگا۔ میں اپنے آقا کا قیدی ہوں۔ لیکن شریعت کی پابندی بھی واجب ہے۔ چنانچہ صبح کو دیکھا تو تمام قیدی فرار ہو گئے تھے۔ آپ کے سوا وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے سب کو رہا کر دیا اور ہم اس لئے ٹھہر گئے کہ ہمارے آقا کا عتاب ہم پر نازل ہے۔ جب یہ اطلاع خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ حکم کی تعمیل میں آپ کو جیل سے نکال کر تین سو کوڑے مارے گئے لیکن آپ نے انتہائی صبر وتحمل سے برداشت کئے۔ کوڑے مارنے والے نے کہا کہ ہر کوڑے پر یہ آواز آتی تھی:

''یا ابن منصور لا تخف'' یعنی اے ابن منصور خوفزدہ نہ ہو۔

اس کے بعد آپ کو سولی دینے کا حکم ہو گیا۔ جس وقت آپ کو سولی دی جانے لگی تو تقریباً ایک لاکھ افراد کا مجمع تھا۔ آپ ہر سمت دیکھ کر حق حق اور انا الحق کہہ رہے تھے۔ اس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ عشق کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا آج، کل اور پرسوں میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اسی دن آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ اگلے دن آپ کی نعش کو جلایا گیا اور تیسرے دن خاک ہوا میں اڑا دی گئی۔

آپ کے قول کے مطابق عشق کا صحیح مفہوم یہی تھا اور جب آپ کے خادم نے وصیت کے متعلق عرض کیا تو فرمایا اپنے نفس کو تمام دنیاوی خواہشات سے پاک کر لو ورنہ یہ نفس تم کو ایسی چیزوں میں پھانس لے گا جو تمہارے بس میں نہیں ہوں گی۔ آپ کے صاحبزادے نے آپ سے وصیت کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ سارا عالم اعمال صالحہ کی کوشش کرتا ہے لیکن تمہیں علم حقیقی حاصل ہونا چاہئے کیونکہ علم حقیقی کا ایک نکتہ بھی اعمال صالحہ پر بھاری ہوتا ہے۔ پھر آپ خوشی کے ساتھ خراماں خراماں سولی کی جانب بڑھے تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر مسرور کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اس سے زیادہ مسرت کا وقت اور کون سا ہوگا۔ جبکہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ رہا ہوں۔

پھر آپ نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے: ؎

ندیمی غیر منسوب الی شیئی من الطیف

شقانی مثل ما یشر بکفعل النیف بالضیف

فلــم درات الـكـــاس دعـــى بـــالـنـطـع والسيف
كـذا مـن يشـرب الـمـراح مـع التـلـنيـن بـالـصيف

یعنی میرا ندیم ذرا سا بھی ظالم نہیں ہے، اس نے مجھ کو ایسی شراب عطا کی ہے جو مہمان کو میزبان دیا کرتا ہے اور جب جام کے کئی دور چل چکے تو تلوار اور نطع (چمڑے کا بچھونا) طلب کیا کہ اس شخص کی سزا یہی ہے، جو اژدھے کے سامنے ماہ تموز میں پرانی شراب پیتا ہے۔

جس وقت آپ کو پھانسی کے پھندے کے نیچے لے جایا گیا تو آپ نے پہلے باب الطاق کو بوسہ دے کر سیڑھی پر جس وقت قدم رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ پھانسی تو مردوں کا مزاج ہے پھر قبلہ رخ ہو کر فرمایا کہ میں نے جو کچھ طلب کیا تو نے عطا کر دیا۔ پھر جب سولی پر چڑھتے ہوئے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا اپنے مخالفین و متبعین کے متعلق کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ متبعین کو ایک اجر تو اس لئے ضرور حاصل ہوگا کہ وہ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور مخالفین کو دوہرا ثواب حاصل ہوگا کیونکہ وہ قوت توحید اور شریعت سے بہت خائف ہیں۔

شریعت میں اصل شے توحید ہے جبکہ حسن ظن صرف ایک فروع کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کو جب یہ خیال آیا کہ جوانی میں میری نظر ایک عورت پر پڑ گئی تھی تو فرمایا کہ اس کا بدلہ اتنی مدت کے بعد لیا جا رہا ہے۔

شبلیؒ نے پوچھا کہ تصوف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ تو تصوف کا ادنیٰ درجہ ہے۔ کیونکہ اعلیٰ درجے سے کوئی بھی واقف نہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو پتھر مارنے شروع کر دئے۔ آپ نے فرمایا! یکتا کی دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے۔ پھر آپ نے ایک آیت کی تلاوت کی جس کا مفہوم تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ عجلت سے کام لیا جاتا ہے جو اس پر ایمان نہیں لائے اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ بلاشبہ حق ہے۔

آپ تمام تکلیف نہایت صبر اور خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔ جب حضرت شبلیؒ نے ایک مٹی کا چھوٹا سا ڈھیلہ مارا تو آپ نے آہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ پتھر مارنے والے تو میری حقیقت سے ناواقف تھے لیکن

شبلی تو اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر آپ کے دونوں ہاتھ کاٹ دئے گئے تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا! لوگوں نے میرے ظاہری ہاتھ کاٹ دئے لیکن میرا باطنی ہاتھ کون کاٹ سکتا ہے۔ جنہوں نے ہمت کا تاج عرش کے سر پر سے اتارا ہے۔ اسی طرح جب آپ کے پاؤں کاٹ دئے گئے تو فرمایا میرے ظاہری پاؤں کاٹ دئے گئے لیکن ابھی باطنی پاؤں باقی ہیں جن سے میں دونوں عالم کا سفر کرسکتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے خون آلود بازؤں کو چہرے پر ملا اور فرمایا! میری سرخروئی کا اچھی طرح مشاہدہ کرلو کیونکہ خون جوانوں کا ابٹن ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نماز عشق کا وضو کر رہا ہوں۔ کیونکہ نماز عشق کے لئے خون سے وضو کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ کی آنکھیں نکال دی گئیں اور جب زبان کاٹنے لگے تو فرمایا کہ ایک بات کہنے کی مہلت دو۔

آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میرے ہاتھ تیرے راستے میں قطع کر دئے گئے، آنکھیں نکال لی گئیں اور اب سر بھی کاٹ لیا جائے گا لیکن میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے ثابت قدم رکھا اور تجھ سے التجا کرتا ہوں ان سب لوگوں کو بھی وہی دولت عطا فرمادے۔ پھر آپ کا سر قلم کر دیا گیا۔ آپ کے ہر ہر عضو سے اناالحق کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ کے ہر عضو کے بھی ٹکڑے کر دئے گئے، صرف گردن اور پشت ساتھ رہ گئی تو اس میں سے بھی اناالحق کی آواز آرہی تھی۔

اسی آواز کے خوف سے دوسرے دن آپ کے اعضاء کو جلا دیا گیا تا کہ مزید کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔ ان کے جسم کی جلی ہوئی راکھ میں سے بھی انا الحق کی آواز آ رہی تھی تو اس راکھ کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ جس وقت یہ عمل ہوا تو دریائے دجلہ میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ سطح آب پر کچھ نقوش بن گئے۔ سولی چڑھنے سے پہلے آپ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ جس وقت مجھے جلا کے میری راکھ دریائے دجلہ میں پھینکی جائے گی تو تو پانی میں ایسا جوش وخروش پیدا ہو جائے گا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا۔ لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ میں ڈال دینا۔ چنانچہ آپ کے خادم نے آپ کی وصیت پر عمل کیا تو پانی اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ تمام راکھ ایک جگہ جمع ہو کر ساحل پر آ گئی۔ جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کر دیا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ میں ایک رات آپ کی قبر پر پہنچ کر تمام شب اللہ کی عبادت کرتا رہا اور صبح کے وقت اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ ایک مومن بندہ تھا تو نے ایک ایسے عارف اور محبّ کو جو

وحدت پرست تھا ایسے عذاب میں مبتلا کیا؟ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے اونگھ آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے منصور کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا کہ یہ ہمارے راز کو غیروں پر ظاہر کر دیتا تھا، جو راز اس کو دریائے دجلہ پر ظاہر کرنا چاہئے تھا وہ اس نے دوسروں پر ظاہر کر دیا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ جس وقت منصور کو سولی پر چڑھایا گیا تو شیطان نے سامنے آ کر کہا اے شیخ! آپ نے انا الحق کہا اور میں نے ان الخیر۔ لیکن آپ کے اوپر رحمت ہوئی اور میرے اوپر لعنت کی گئی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے انا الخیر اپنے لئے استعمال کیا اور میں نے خودی کو دور کر کے انا الحق کہا۔ اس وجہ سے مجھ پر رحمت ہوئی اور تجھ پر لعنت۔

☆ حسین منصور حلاجؒ نے فرمایا! صبر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے جب بھی منہ سے اف نہ نکلے۔ چنانچہ جب آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو اف تک نہیں کی۔

7.71 ۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ جب میں سن بلوغ کو پہنچا تو ایک دن میں ایک باغ میں گیا تو ایک چھوٹے سے پرندے نے میرے سر پر اڑنا شروع کر دیا۔ میں نے اس کو پکڑ کر اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔ تو ایک اور چھوٹا سا پرندہ آیا اور میرے سر پر چیخنے لگا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ میرے ہاتھ میں جو پرندہ ہے یا تو آنے والے پرندے کا بچہ ہے یا اس کی مادہ ہے۔ میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بعد جو میں بیمار پڑا تو مسلسل ایک سال تک بیمار رہا۔ میں ایک رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بیماری اور کمزوری کی وجہ سے ایک سال سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوں لہٰذا آپ میرے لئے دعا کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ حالت اس پرندے کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے مجھ سے کسی قسم کی معذرت بے کار ہے۔ ایک دن میں بیماری کے دوران تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا تھا تو ایک بہت بڑا سانپ ایک بلی کے بچے کو منہ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا۔ میں نے اس کو ایک ڈنڈا مارا تو وہ بچہ اس کے منہ سے نکل گیا اور بلی اس کے پاس آ گئی۔ بلی نے میری طرف دیکھا اور اپنے بچے کو لے کر چلی گئی۔ اس بلی کے جاتے ہی میں بالکل

صحت یاب ہو گیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ پھر اسی شب میں نے دوبارہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور ان سے عرض کیا کہ اب میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ایک بلی کے ساتھ صلہ رحمی کے صدقہ تمہاری بیماری دور ہو گئی۔

ایک دن ایک شفا خانے میں حضرت ابوبکر واسطیؒ نے کسی دیوانے کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ شور مچا رہا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو اس وزنی بیڑیوں کے باوجود اس قدر شور مچا رہا ہے خاموش کیوں نہیں ہوتا۔ اس نے جواب دیا کہ بیڑیاں میرے پاؤں میں ہیں قلب میں نہیں۔

ایک دفعہ آپ کا ایک عقیدت مند جلدی جلدی غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں اس بری طرح سے گرا کہ اس کا منہ چھل گیا۔ وہ واپس گھر آیا اور دوبارہ غسل کیا۔ جب وہ دوبارہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے آپ سے ملا تو آپ نے اس سے کہا کہ اس اذیت سے تمہیں اس لئے خوش ہونا چاہئے کہ تمہیں یہ تکلیف محض اس لئے پہنچائی گئی کہ وہ تجھ سے خوش رہے اور اگر وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی توجہ تمہارے جانب نہیں ہے۔

☆ حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا! سوائے محبت کے تمام صفات میں رحمت مضمر ہے اور محبت میں رحمت کی وجہ قتل ہے اور قتل کے بعد بھی مقتول سے خون بہا طلب کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا! بندہ مومن کی تین اقسام ہیں؛

۱۔ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نور عنایت عطا کر کے احسان کرتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ معصیت سے دور اور شرک و کفر سے پاک رہتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نور عنایت عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کفایت کر کے احسان کرتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ اہل غفلت اور فاصد خیالات سے دور رہتے ہیں۔

فرمایا کہ درویش کو حقیر تصور کرنا، معاملات میں جلد غصہ میں آنا محض نفس کی اطاعت کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفس کی اطاعت سے بندہ عبودیت سے خارج ہو کر ربوبیت کا دعویدار ہو جاتا ہے۔

7.72 ۔ حضرت شیخ ابوالعباس قصاب ؒ

حضرت شیخ ابوالعباس قصاب ؒ ایک مرتبہ علم ظاہری پر بحث کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ علم ظاہری وہ جوہر ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی کے ذریعہ سے دعوت دیتے رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس جوہر کے ذریعہ حجاب توحید اٹھادے تو علم ظاہری خود بخود پردہ عدم میں روپوش ہوجائے گا۔

فرمایا! اللہ تعالیٰ فنا و بقا اور نور و ظلمت ہر شے سے مبرا ہے۔ فرمایا! حضور اکرم ﷺ ہرگز مردہ نہیں ہیں۔ بلکہ تم خود مردہ ہو اسی لئے تمہاری آنکھیں ان کو مردہ دیکھتی ہیں۔

7.73 ۔ حضرت شیخ ابوالخیر قطع ؒ

حضرت شیخ ابوالخیر قطع ؒ مراکش کے رہنے والے تھے اور حضرت عبداللہ جلاء کے صحبت یافتہ تھے۔

جن دنوں حضرت شیخ ابوالخیر قطع ؒ کوہ لبنان میں مقیم تھے تو بادشاہ نے حسب معمول فقراء میں ایک ایک دینار تقسیم کیا۔ آپ نے اپنا ایک دینار اپنے ساتھی کو دے دیا اور خود شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ اتفاق سے اس دن آپ نے بلا وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگایا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت فکرمند اور پریشان تھے۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ شہر کے بازار میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو چوری کے جرم میں گرفتار کرلیا۔ اس وقت آپ نے سپاہیوں سے کہا کہ میرے علاوہ باقی جتنے لوگ گرفتار کئے ہیں ان کو چھوڑ دو کیونکہ میں ان کا سرغنہ ہوں۔ جو سزا تم ان سب کو دینا چاہتے ہو وہ مجھ اکیلے کو دے دو۔ چنانچہ آپ کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور باقی لوگوں کو رہا کردیا گیا۔

انہیں جب معلوم ہوا کہ آپ بہت بڑے بزرگ ابوالخیر ہیں تو نادم ہوکر آپ سے معافی کے درخواست گزار ہوئے اور آپ کو قید سے رہا کردیا۔ جب آپ گھر پہنچے اور گھر والوں نے آپ کا کٹا ہوا ہاتھ دیکھا تو رونے دھونے لگے۔ آپ نے فرمایا! رنج و غم کے بجائے اس لئے خوشی مناؤ کہ اگر ہاتھ نہ کاٹا جاتا تو قلب کاٹ دیا جاتا۔ اس لئے کہ یہ ایک ہاتھ ہے جس سے میں نے بلا وضو قرآن پاک کو چھولیا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

7.74 ۔ حضرت قطب الدین اولیاءابواسحاق ابراہیم بن شہر یار گازرونیؒ

حضرت ابواسحاق ابراہیم ؒ نے فرمایا کہ جو شخص جوانی میں عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے اس کے باطن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے روشن کر دیتا ہے۔ اس کی زبان سے حکمت کی باتیں جاری کر دیتا ہے۔ جو شخص بچپن اور جوانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور بڑھاپے میں تائب ہو جاتا ہے تو اسے فرمانبردار تو کہا جا سکتا ہے لیکن حکمت میں کمال حاصل نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا کہ میں بچپن سے علم کے حصول میں مشغول تھا اس لئے مجھے طریقت کی راہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس زمانے میں تین بزرگ صاحب فضیلت تھے۔ حضرت عبداللہ خفیف ؒ، حضرت حارث محاسیؒ اور حضرت عمرو بن علیؒ ۔ میں نے استخارہ کر کے سجدہ میں دعا کی کہ اے اللہ! مجھے مطلع فرما کہ میں ان میں سے کس بزرگ کے دامن سے وابستگی اختیار کروں۔ پھر میں سو گیا اور خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایک اونٹ پر بہت سی کتابیں لادے ہوئے آ رہے ہیں اور مجھ سے فرمایا کہ یہ کتابیں عبداللہ خفیف ؒ کی ہیں۔ انہوں نے یہ کتابیں اونٹ سمیت تمہارے لئے بھیجی ہیں۔ چنانچہ میں سمجھ گیا کہ مجھے حضرت عبداللہ خفیف ؒ کے دامن سے منسلک ہونا چاہئے۔ اس خواب کے کچھ دن بعد ایک بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ خفیف ؒ کی بہت سی کتابیں عطا کیں۔ اس واقعہ سے مجھے یقین ہو گیا اور میں نے انہی کے طریقہ پر عبادت شروع کر دی۔

ایک مرتبہ حضرت ابواسحاق ابراہیم ؒ کے والدین نے کہا تم نے درویشی اختیار کر لی ہے۔ لیکن غربت کی وجہ سے تمہارے اندر مہمان داری کی استطاعت نہیں ہے جو درویشی کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ کمزوری ممکن ہے کہ تمہیں اس راستے سے ہٹانے کا باعث بن جائے۔ آپ نے والدین کو جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ اتفاق سے اسی سال رمضان المبارک میں مسافروں کی ایک جماعت آپ کے ہاں آ کر مقیم ہو گئی۔ آپ کے پاس اس وقت مہمانوں کی خدمت میں پیش کرنے لے لئے کچھ نہیں تھا۔ اسی وقت ایک شخص روٹیوں کی دو بوریاں اور کھانے کا اور سامان لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے وہ سب مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ کے والدین کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اپنی خام خیالی پر بہت نادم ہوئے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت فرماتا رہے، جس حد تک ہو سکے مخلوق کی خدمت کرتے رہو اور اس دن سے آپ کے کام میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ آپ نے بیدار ہونے کے بعد اسی بنیاد پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ اتنی بڑی مسجد بن گئی کہ اس میں تین صفیں آ سکتی تھیں۔ اس کے بعد ایک رات آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی پھر زیارت کی اور دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد کی توسیع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسجد میں اتنی توسیع کر دی جتنی خواب میں دیکھی تھی۔

ایک یہودی خود کو مسلمان ظاہر کر کے آپ کے پاس ٹھہرا۔ اس خوف سے کہ کہیں آپ کو اس کی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے ایک ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ آپ روزانہ اسے کھانا بھیجو دیتے لیکن چند روز قیام کے بعد اس نے آپ سے جانے کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اے یہودی! تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور آپ جانتے بوجتے بھی میرے خدمت و مدارات کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں کو رزق دیتا ہے۔

ایک مرتبہ وزیر کا مصاحب میر ابوالفضل جو شرابی تھا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ شراب نوشی سے توبہ کر لو۔ اس نے کہا کہ میں ضرور تائب ہو جاتا لیکن وزیر کی مجلس میں شراب کا دور چلتا ہے تو مجبوراً مجھے بھی پینی پڑتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جب اس کی محفل میں تمہیں شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو اس وقت میرا تصور کر لیا کرو۔ چنانچہ جب وہ توبہ کر کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام شراب کی بوتلیں اور گلاس ٹوٹے ہوئے پڑے ہیں اور شراب زمین پر بہہ گئی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور وزیر کے پوچھنے پر پورا واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد وزیر نے کبھی انہیں شراب نوشی پر مجبور نہیں کیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو آپ کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے تائب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پہنچ کر توبہ کرنے والا اگر توبہ شکنی کرے تو اس کو دنیا میں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن دونوں نے چند یوم کے بعد توبہ شکنی کا ارتکاب کیا اس کی سزا میں دونوں آگ میں جل کر مر گئے۔

7.75 ۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ حضرت جنید بغدادی ؒ اور حضرت ابوالحسن ؒ کے ہم عصر مشائخ میں سے تھے۔ آپ کو رئیس المتکلمین کا خطاب ملا تھا۔ آپ رے کے رہنے والے تھے۔ آپ کا انتقال وہیں ۲۹۱ھ میں ہوا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ ایک مرتبہ کسی مرید کے ہمراہ جنگل میں تھے کہ ایک شیر کے غرانے کی آواز آئی۔ آپ کا مرید خوفزدہ ہوکر درخت پر چڑھ گیا۔ لیکن آپ پر کسی قسم کا خوف طاری نہیں ہوا۔ آپ نے بے خوف ہوکر اپنا مصلیٰ بچھایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ جب شیر قریب آیا اور آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کچھ دیر ادھر ادھر چکر لگایا اور واپس لوٹ گیا۔ جب مرید درخت سے نیچے اترا تو آپ اس مقام سے کچھ فاصلہ پر جا چکے تھے۔ وہاں آپ کے پاؤں میں ایک مچھر نے کاٹ لیا تو آپ تکلیف سے شدید بے چین ہو گئے۔ اس وقت مرید نے آپ سے پوچھا! آپ شیر سے تو بالکل نہیں ڈرے اور اس مچھر کے کاٹنے سے اتنے بے چین ہیں۔ آپ نے فرمایا! اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے آپ سے باہر کر دیا تھا اور اس وقت میں اپنے آپ میں ہونے کی وجہ سے مچھر کے کاٹے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔

حامد اسود ؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ کا ہم سفر تھا تو ایک مقام پر پہنچ کر جہاں کثرت سے سانپ اپنے سوراخوں سے باہر پھر رہے تھے۔ میں نے آپ کو آواز دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کو یاد کرو۔ چنانچہ میں نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ تمام سانپ ادھر ادھر گھوم کر اپنے سوراخوں میں واپس چلے گئے۔ صبح کی روشنی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آپ کے پاس کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس موذی کی خبر ہے؟ فرمایا کہ آج رات سے زیادہ افضل میرے لئے اور کوئی رات نہیں گزری اور افسوس ہے اس شخص پر جو ایسی فضیلت والی رات میں اللہ کے سوا کسی دوسری طرف توجہ کرے۔

کسی نے آپ کے کپڑوں پر ایک بچھو کو پھرتے دیکھا تو اس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے کسی چیز کا ضرورت مند نہیں بنایا اور سب کو میرا محتاج بنا دیا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ نے فرمایا! ایک مرتبہ میں راستہ بھول کر کئی دن تک پریشان پھرتا رہا لیکن راستہ نہیں ملا۔ پھر مجھے ایک سمت سے مرغے کے اذان دینے کی آواز آئی۔ میں نے خیال کیا کہ اس طرف چلنا چاہئے وہاں کوئی آبادی ہوگی لیکن کچھ دور چلنے کے بعد ایک شخص میرے پاس بھاگتا ہوا آیا اور میری گردن پر ایک زوردار مکہ رسید کیا۔ میں حیران اور پریشان ہوگیا کہ یاالٰہی! یہ کیا ماجرہ ہے۔ کیا متوکلین کی یہی عزت ہوا کرتی ہے۔ ندا آئی کہ جب تک تو نے ہمارے اوپر توکل کیا تو مخلوق نے تیری عزت کی۔ لیکن اب مرغ پر توکل کی وجہ سے تو لوگوں کی نظروں میں گر گیا ہے اور مرغ پر توکل کرنے کی اس سے شدید سزا بھی دی جائے تو وہ کم ہے۔ یہ سن کر میں گھونسے کی تکلیف بھول گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ گھونسا مارنے والے کی لاش پڑی تھی۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ نے فرمایا! ایک مرتبہ میں ملک شام کی جانب سفر کر رہا تھا راستے میں ایک حسین نوجوان کو انتہائی نفیس لباس میں اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے مجھ سے کہا! میں بھی آپ کے ہمراہ سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا ہمسفر بننے کی شکل میں تمہیں بھوکا رہنا پڑے گا۔ وہ میری شرائط مان کر میرے ساتھ سفر کرنے لگا۔ ہم دونوں چار دن تک بھوکے سفر کرتے رہے۔ لیکن چوتھے دن ایک مقام پر ہمیں انتہائی نفیس کھانا پیش کیا گیا۔ جب میں نے اس سے کھانے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ میرا تو یہ عزم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے بلا واسطہ کھانا عطا نہیں کرے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ لیکن میں نے کہا کہ یہ عزم تو بہت سخت ہے جس کی تکمیل انتہائی دشوار ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر طرح سے رزق دینے پر قادر ہے۔ وہ تو صرف اپنے بندوں کا امتحان لیا کرتا ہے۔ لیکن آپ کے قول سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ پر توکل نہیں ہے۔ کیونکہ توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سختی اور فاقہ کے عالم میں توکل پر قائم رہتے ہوئے کوئی حیلہ تلاش نہ کرے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ نے فرمایا! ایک مرتبہ میں صحرا میں اللہ پر توکل کئے جا رہا تھا کہ ایک آتش پرست نوجون نے میرا نام لے کر مجھے سلام کیا اور مجھ سے کہا کہ کیا میں آپ کا ہمسفر بن سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ جہاں میں جانا چاہتا ہوں وہاں تمہارا گزر نہیں ہوسکتا۔ اس نے کہا کہ میں ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر آپ کا ہم سفر

بننا چاہتا ہوں۔ تا کہ آپ سے کچھ فیض میں بھی حاصل کرسکوں۔ یہ کہہ کر وہ میرے ہمراہ ایک ہفتہ تک سفر کرتا رہا۔ آٹھویں دن مجھ سے کہنے لگا کہ اپنے خدا سے کہہ کر کچھ کھانے کے لئے تو منگوائیے کیونکہ اب میں بھوک سے نڈھال ہو گیا ہوں۔ اس کے کہنے پر میں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی اے اللہ! اپنے حبیب کے صدقے مجھے اس آتش پرست کے سامنے رسوا نہ کیجئے۔ اسی وقت غیب سے ایک خوان نعمت نازل ہوگیا۔ جس میں گرم روٹیاں، تلی ہوئی مچھلی، تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بعد ایک ہفتہ تک بغیر کچھ کھائے پیئے سفر کرتے رہے۔

آٹھویں دن میں نے اس آتش پرست سے کہا کہ اب تم بھی کوئی کمال دکھاؤ اور کھانے کا کچھ بندوبست کرو۔ یہ سن کر اس نے اپنا عصا زمین پر ٹیک کر زیرلب کچھ پڑھا۔ جس کے فوراً بعد غیب سے پہلے جیسا خوان نعمت نازل ہوگیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کمال اس میں کہاں سے پیدا ہوگیا۔ جب اس نے کہا کہ آیئے ہم دونوں مل کر کھائیں۔ میں نے احساس ندامت سے کہا کہ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے تم تنہا کھالو۔ لیکن اس نے کہا کہ آپ حیرت زدہ نہ ہوں بلکہ اطمینان سے کھالیں۔ اس کے بعد میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں گا۔ اول یہ کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنادیں چنانچہ وہ اسی وقت کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگیا اور دوسری خوشخبری یہ کہ جس وقت آپ نے مجھ سے کمال پیش کرنے کو کہا تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! اس بزرگ کے صدقہ مجھے ندامت سے بچالے۔ چنانچہ جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا کمال نہیں ہے۔ پھر ہم دونوں نے کھانا کھایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ نوجوان خانہ کعبہ کا مجاور بن گیا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ کے ساتھ رہنے کے لئے ایک درویش نے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر آپ کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے ایک امیر بن جائے گا اور دوسرے کو اس کا ہر حکم ماننا ہوگا۔ اس درویش نے کہا کہ آپ امیر بن جائیں میں آپ کا حکم مانوں گا۔ اس شرط پر دونوں نے ایک سفر شروع کردیا۔ پہلی ہی منزل پر آپ نے اس درویش سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو میں پانی لے کر آتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے خود اپنے ہاتھ سے آگ جلائی۔ غرض یہ کہ سفر میں تمام کام آپ نے خود انجام دیئے اور درویش سے کوئی کام نہیں لیا۔ اگر وہ کسی کام کا ارادہ کرتا تو آپ منع کردیتے۔ جب درویش نے زیادہ اصرار کی تو آپ نے کہا

کہ تم نے مجھے امیر بنایا ہے اس لئے تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا۔

اس درویش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ راستے میں رات کے وقت شدید بارش شروع ہوگئی تو آپ نے اپنی چادر میرے اوپر تان لی اور ساری رات کھڑے رہے۔ رات ختم ہونے پر میں نے ان سے کہا کہ آپ حاکم کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کر رہے ہیں۔ حضرت ابواسحاق ؒ نے فرمایا! یہ بات نہیں ہے حکم کی خلاف ورزی اس وقت تسلیم کی جائے گی جب میں تم سے اپنی خدمت کے لئے کہوں۔ جبکہ محکوم کی وجہ سے تمہاری خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ آخر مکہ مکرمہ تک یہی معمول رہا۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ منیٰ میں آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی میری طرح دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا موقع عطا فرمائے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ نے فرمایا کہ میں ملک شام میں کسی جگہ جا رہا تھا کہ ایک جگہ ترش انار کے بہت سے درخت نظر آئے۔ میں نے طبیعت کے چاہنے کے باوجود ایک دانہ بھی نہیں چکھا۔ آگے چل کر ایک گنجا لنجا شخص جس کے جسم پر کیڑے پڑے ہوئے تھے نظر آیا تو میں نے ترس کھا کر اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری صحت یابی کے لئے دعا کروں۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔ جب میں نے پوچھا کہ تم نے دعا سے منع کیوں کیا تو اس نے کہا! عافیت تو مجھے بھی پسند ہے لیکن میں نے اُس کی پسند کو اپنی پسند بنا لیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں تم پر سے مکھیاں اڑا دوں۔ اس نے کہا کہ پہلے اپنے دل سے شیریں انار کی خواہش نکالو اس کے بعد میری صحت یابی کی طرف توجہ دینا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ میرے دل میں شیریں انار کی خواہش ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا شناس پر اللہ تعالیٰ ہر شے واضح کر دیتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے جسم پر یہ جو کیڑے ہیں ان سے تمہیں اذیت نہیں ہوتی۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میرے جسم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اذیت پہنچاتے ہیں اس لئے مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص ؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ساغون سے اور جب میں نے پوچھا کہ کہاں ارادہ ہے تو اس نے بتایا کہ مکہ مکرمہ۔ پھر میں نے سوال کیا کہ وہاں کیوں جا رہے ہو تو اس نے جواب دیا کہ آب زم زم سے ہاتھ دھونے جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر کھلایا ہے جس کی وجہ

سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہاں سے واپسی کب تک ہوگی۔ اس نے کہا کہ میں شام تک واپس آجاؤں گا۔ اس لئے کہ مجھے والد کا بستر بھی بچھانا ہے یہ کہہ کر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھے اطلاع دی کہ ایک راہب روم کے کلیسا میں ستر سال سے گوشہ نشین ہے۔ میں اس سے ملنے روم گیا تو اس نے دریچہ میں سے سر نکال کر پوچھا کہ ابراہیم تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ میں راہب نہیں ہوں بلکہ اپنے نفس جس نے کتے کی شکل اختیار کر لی ہے کی نگرانی کرتا ہوں۔ اس کو مخلوق کے شر سے محفوظ رکھتا ہوں۔ یہ سن کے میں نے دعا کہ اے اللہ! اس گمراہی کے باوجود اس راہب کو ہدایت عطا فرما۔ پھر اس راہب نے کہا کہ مُردوں کی جستجو میں تم کب تک پھرتے رہو گے جا کر خود کو تلاش کرو۔ جب تم اپنے آپ کو پالو تو اپنے نفس کی نگرانی کرو کیونکہ خواہشاتِ نفسانی دن میں تین سو ساٹھ قسم کا لباس تبدیل کر کے بندے کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ نے فرمایا! علم کی زیادتی سے عالم نہیں بنتا بلکہ عالم وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہو کر اتباع سنت میں سرگرم عمل ہوتا ہے۔ خواہ اس کا علم کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ مکمل علم کا انحصار صرف دو کلموں پر موقوف ہے:

۱۔ جس شے کا اللہ نے تمہیں مکلّف بنایا اس میں تکلیف برداشت نہ کرنا۔

۲۔ جو شے اللہ نے تمہارے اوپر لازمی قرار دی ہے اس کی ادائیگی میں نہ تو کوتاہی کرنا اور نہ اس کو ضائع ہونے دینا۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ نے فرمایا! صحیح معنی میں متوکل وہی ہے جس کے توکل کا اثر دوسروں پر بھی پڑے اور اس کی صحبت اختیار کرنے والا بھی متوکل بن جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والا ہی متوکل ہو سکتا ہے۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواصؒ نے فرمایا! قلب کا علاج پانچ چیزوں میں پوشیدہ ہے:

۱۔ قرآن کی غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنا۔

۲۔ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھانا۔
۳۔ تمام رات عبادت میں مشغول رہنا۔
۴۔ سحری کے وقت بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا۔
۵۔ صالحین اور نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنا۔

فرمایا! اللہ تعالیٰ کو گریہ سحری میں تلاش کرو۔ اگر سحری میں تلاش نہ ہو سکے تو پھر تم اس کو نہیں پا سکتے۔

7.76 ۔ حضرت ممشاد دینوریؒ

حضرت ممشاد دینوریؒ ہر وقت اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے تھے۔ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا تو آپ دریافت کرتے کہ تم مسافر ہو یا مقیم۔ اگر وہ کہتا کہ میں مسافر ہوں تو دروازہ کھول دیتے۔ جب تک وہ آپ کے ہاں قیام کرتا آپ اس کی خوب خاطر و مدارت کرتے۔ لیکن اگر کوئی مقامی شخص آتا تو آپ یہ کہہ کر اسے واپس کر دیتے کہ تمہارے قیام سے میرے قلب میں تمہاری جانب رغبت پیدا ہو جائے گی اور تمہاری واپسی کے بعد میرے لئے تمہاری جدائی نا قابل برداشت ہو جائے گی۔

ایک دفعہ حضرت ممشاد دینوریؒ نے فرمایا! کسی درویش نے مجھ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے لئے حلوہ تیار کروں۔ یہ سن کر میری زبان سے بے ساختہ نکلا کہ ارادت اور حلوے کا کیا تعلق ہے۔ وہ درویش یہ جملہ کہتا ہوا جنگل میں نکل گیا اور اسی کو دوہراتا رہا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کا جنگل میں انتقال ہو گیا۔

حضرت ممشاد دینوریؒ نے فرمایا! معرفت کی تین قسمیں ہوتی ہیں:
۱۔ تمام امور پر غور کرنا کہ ان کو کس انداز سے قائم کیا گیا ہے۔
۲۔ مقدّرات کے سلسلہ میں غور کرنا کہ ان کو کس طرح مقدر کیا گیا۔
۳۔ مخلوق کے بارے میں یہ غور کرنا کہ ان کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی۔

7.77 ۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ

حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ کا شمار ممتاز مشائخ میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ آپ فقراء اور اہل ادب کے لئے اللہ تعالیٰ کی علامات میں سے ایک علامت ہیں۔

حضرت ابواسحاق ابراہیم شیبانیؒ نے فرمایا! صحبتِ اولیاء سے کنارہ کشی کرنے والا جھوٹے دعووں میں مبتلا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اسے ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

7.78 ۔ حضرت ابوبکر صیدلانیؒ

حضرت ابوبکر صیدلانیؒ فارس کے باشندے تھے آپ کی وفات نیشاپور میں ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ آپ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صیدلانیؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے جس قدر مخلوق تخلیق فرمائی ہے اسی قدر اپنی جانب آنے کی راہیں بنائی ہیں۔ ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق کسی راستے پر گامزن ہوکر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے جانب سے تو بندے کی جانب راہ ہے لیکن بندے کی جانب سے اللہ کی طرف کوئی راہ نہیں۔

حضرت ابوبکر صیدلانیؒ نے فرمایا! جب تک بندہ اعتقاد اور ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوستی حاصل نہیں کر لیتا اور ماسوا سے بے نیاز نہیں ہوجاتا اس وقت تک نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ نفس کی قید سے رہائی حاصل کرے۔

7.79 ۔ حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادیؒ

حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادیؒ حضرت حارث محاسیؒ کے مریدوں میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے حضرت سری سقطیؒ اور حضرت ابوالخیر نساجؒ سے بھی روحانی فیض حاصل کیا ہے۔ آپ تجرد کی راہوں پر گامزن تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اکثر مسائل پر آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔

آپ کا انتقال ۲۸۹ھ میں ہوا۔

حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادیؒ نے فرمایا! سچے صوفی کی شناخت یہ ہے کہ وہ عزت کے بعد ذلت، عیش و آرام بعد فقر، شہرت کے بعد گمنامی اختیار کرے اور جو اس کے برعکس ہو وہ جھوٹا صوفی ہے۔

7.80 ۔ حضرت شیخ علی دقاقؒ

حضرت شیخ علی دقاقؒ کا تعلق مرو شہر سے تھا۔ اس دور کے ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے شیطان کو رنجیدہ اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے اور کس مصیبت اور پریشانی نے تجھے یہ حالت بنانے پر مجبور کر دیا ہے تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جس خلعت کو سات لاکھ سال سے طلب کرتا رہا وہ خلعت اس نے ایک آٹا فروش (حضرت شیخ علی دقاقؒ) کو دے دی ہے۔

حضرت شیخ علی فارمندیؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت قیامت میں مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ تو نے دنیا میں کیا کیا نیک کام کئے تو میرے لئے اس وقت ایک ہی جواب ہوگا کہ میں نے شیخ ابوعلی دقاقؒ سے عشق کیا اور انہی کا عقیدت مند رہا۔

حضرت شیخ علی دقاقؒ نے فرمایا کہ خودرو درخت کو نہ تو کوئی پانی دیتا ہے اور نہ دیکھ بھال کرتا ہے پھر بھی اس پر پتے نکل آتے ہیں۔ لیکن اس پر اکثر پھل نہیں آتا اگر آتا بھی ہے تو بدمزہ ہوتا ہے اور بے سود ہوتا ہے۔ اسی طرح مرشد کی خدمت کئے بغیر مرید کو بھی کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ قول صرف میرا نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ سے بھی میں نے سنا ہے۔ انہوں نے حضرت شبلیؒ سے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ غرض یہ کہ اپنے دور کے ہر بزرگ نے اپنے پہلے والوں سے ایسا ہی سنا ہے۔ جب میں حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرتا تھا تو پہلے غسل کر لیتا تھا اور اتفاق سے کبھی نہیں موقع ملتا تو بغیر غسل کے ان کی خدمت میں پہنچ جاتا تھا۔

ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ علی دقاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ طبری دستار باندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہ دستار مجھے بہت خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ توکل کس کو کہتے

ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مردوں کے دستار کی خواہش کو اپنے قلب سے نکال دینے کا نام توکل ہے۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی دستار اتار کر مجھے دے دی۔

حضرت شیخ علی دقاقؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں مرو میں بیمار پڑ گیا۔ اس دوران نیشاپور جانے کا ارادہ ہوا تو غیب سے ندا آئی کہ یہاں سے ابھی تو باہر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جنات کی ایک جماعت کو تیرا کلام پسند آ گیا ہے اور وہ تمہارے پاس پہنچنے والی ہے۔ جب تک ان کو اپنے قول سے سیراب نہیں کر دیتے باہر نہیں جا سکتے۔

ایک دن برسرِ منبر حضرت شیخ علی دقاقؒ اپنے وعظ میں انسانوں کی کوتاہیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ انسان ظلم کرنے والا، جہل میں مبتلا رہنے والا، خود بینی اور حسد کرنے والا ہے۔ یہ تمام اوصاف معیوب ہیں اس لئے ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اس محفل میں ایک درویش نے انسان کی برائیاں سنی تو کھڑے ہو کر کہا! گو انسان برائیوں کا مجسمہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے دوستی کے قابل سمجھا ہے۔ اور یہ سب سے بہتر صفت ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اور تمہارا قول اس آیت قرآنی کے مطابق ہے:

یحبھم و یحبو نہ (اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں)

ایک دوکاندار اکثر حضرت شیخ علی دقاقؒ کی خانقاہ میں آ کر آپ کی محفل میں شرکت کیا کرتا تھا۔ وہ فقراء کے کھانے میں شریک ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھی خود بھی کھانا لایا کرتا تھا۔ اسی طرح برسوں وہ فقراء کی خدمت کیا کرتا رہا۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے فرمایا! یہ شخص صاحب باطن ہے۔

اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل کی چھت پر بہت سے بزرگان دین کا اجتماع ہے۔ لیکن آپ بے حد کوشش کے باوجود چھت تک نہیں پہنچ سکے۔ اس دوران وہی شخص آ کر کہنے لگا کہ ان راہوں میں کبھی کبھی شیر لومڑیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ دوسرے دن جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے تو وہی شخص حاضر ہوا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو راستہ دے دو کیونکہ اگر کل یہ ہماری مدد نہ کرتا تو ہم ایک بہت بڑی سعادت سے محروم رہ جاتے۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا کہ میں تو ہر شب وہیں ہوتا ہوں لیکن آج تک کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ آپ صرف ایک ہی شب وہاں پہنچے اور لوگوں کے سامنے مجھے ذلیل کر دیا۔

کسی نے حضرت شیخ علی دقاقؒ سے شکایت کی کہ شیطانی وساوس مجھے بہت ستاتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ صرف ایک راستہ ہے کہ تم اپنے قلب سے حبِ دنیا کا درخت اکھاڑ کر پھینک دو تا کہ اس کے اوپر کوئی پرندہ نہ بیٹھ سکے۔

ایک مرتبہ ایک درویش حضرت شیخ علی دقاقؒ کے بہت نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ اس کو چھینک آ گئی۔ آپ نے فرمایا! **یرحمک اللّٰہ** یہ سن کر درویش چلنے کے ارادے سے اٹھا اور کہا کہ شیخ کی صحبت میں آنے کا میرا مقصد ہی یہی تھا کہ شیخ کی زبان سے میرے حق میں رحمت کی دعا ہو۔ چنانچہ میری آرزو پوری ہو گئی اس لئے میں جانا چاہتا ہوں۔

حضرت شیخ علی دقاقؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک دن کسی درویش نے میری خانقاہ میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ خانقاہ کا ایک کونہ میرے لئے خالی کروا دیں تا کہ میں اپنی جان دے سکوں۔ میں نے ایک جگہ اس کے لئے متعین کر دی اس نے وہاں جا کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا، میں اس کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ اس نے کہا! اے ابوعلی مجھے پریشان مت کرو۔ یہ سن کر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ کچھ دیر وہ درویش اللہ اللہ کرتا رہا اور اسے طرح وہ اللہ اللہ کرتے ہوئے فوت ہو گیا۔ میں باہر گیا اور ایک شخص کو اس کی تجہیز و تکفین کا سامان لانے کو کہہ کر واپس کمرے میں آیا تو وہ شخص غائب تھا۔ اس واقعہ سے میں حیرت میں پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! تو نے میری ملاقات ایک ایسے اجنبی سے کروائی جو مرنے کے بعد غائب ہو گیا۔ آخر اس میں تیرا کیا راز ہے۔ اس سے مجھ کو بھی مطلع کر دے۔ غیبی آواز آئی کہ جو ملک الموت کو تلاش کرنے پر نہ مل سکا تو آخر اس کی جستجو کیوں کرتا ہے اور جو ملائکہ اور حوروں کو نہ مل سکا اس کی تلاش کیوں کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! وہ آخر ہے کس جگہ، جواب ملا کہ

" فی مقعد صد ق عند ملکیک مقتدر "

یعنی وہ مجلس صدق میں مقتدر بادشاہ کے پاس ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

حضرت شیخ علی دقاقؒ نے فرمایا! ایک مرتبہ میری آنکھ میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس اذیت سے بے چین ہو گیا۔ اسی بے چینی کی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب دیکھا اور کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی

﴿ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ﴾

یعنی کہ اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔

(سورۃ الزمر ۔ ۳۶)

جب میری آنکھ کھلی تو درد ختم ہو چکا تھا۔ جس کے بعد پھر کبھی میری آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ علی دقاقؒ نے فرمایا! استاد اور مرشد کے وسیلے کے بغیر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص ابتداء میں استاد اور مرشد کی اتباع نہیں کرتا اور جب تک کسی کامل استاد و مرشد کو اپنا راہنما نہیں بناتا اس وقت تک وہ طریقت سے محروم رہتا ہے۔

7.81 ۔ حضرت ابوعلی احمد بن محمد رود باریؒ

حضرت ابوعلی احمد بن محمد رود باریؒ نے فرمایا! ہم اس راہ میں ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جو تلوار کی دھار سے تیز ہے اور ذرا بھی لغزش جہنم واصل کر سکتی ہے۔ اگر ہمیں دیدار میسر نہ ہو تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ جس طرح انبیاء کرام کو معجزے کے اظہار کا حکم دیا جاتا ہے اسی طرح اولیاء کرام پر کرامت کی پوشیدگی بھی فرض کی گئی ہے۔ ان کے مراتب سے کسی کو بھی باخبر نہیں کیا جاتا۔

7.82 ۔ اللہ کے ولیوں کی گرفتاری

شیخ ابوعلی دقاقؒ نے فرمایا! بغداد میں خلیفہ کو کسی نے یہ شکایت کی کہ صوفی حضرات بے دین اور ملحد ہیں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے لاؤ۔ چنانچہ جنید بغدادیؒ، ابوالحسن نوریؒ، شحامؒ، قاسمؒ و رقامؒ کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

جنید بغدادیؒ کو خلیفہ نے عالم ہونے کی وجہ سے رہا کر دیا۔ باقی لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ قتل کرنے کے لئے جب ان لوگوں کو جلاد کے سامنے پیش کیا گیا تو ابوالحسن نوریؒ جلدی سے آگے بڑھ گئے تا کہ انہیں پہلے قتل کر دیا جائے۔

جلاد نے پوچھا کہ تم پہلے قتل ہونا کیوں چاہتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں کو کچھ لمحات کے لئے اور زندگی مل جائے۔ اس گفتگو کی خبر خلیفہ کو ملی تو اس نے کہا کہ ان سب کو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ وہ پوری پوری تحقیق کرے۔

قاضی نے ابوالحسن نوری ؒ سے چند فقہی سوال کئے جن کا انہوں نے صحیح صحیح جواب دیا۔ پھر آپ نے قاضی کو چند نصیحت کے کلمات کہے۔ قاضی یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس نے خلیفہ سے کہا کہ اگر یہ لوگ ملحد وزندیق ہیں تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے۔ خلیفہ نے ان سب کو رہا کر دیا۔

(روح البیان: ج۴ص ۳۶۵)

7.83 ۔ حضرت شیخ ابوالعباس نہانوی ؒ

حضرت شیخ ابوالعباس نہانوی ؒ سے کسی صاحب نصاب مرید نے پوچھا کہ زکوٰۃ کس کو دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو تم زکوٰۃ کا مستحق سمجھتے ہو۔ جب وہ شخص رخصت ہوا تو راستے میں ایک بہت ہی شکستہ حال فقیر پر نظر پڑی۔ اس نے بطور زکوٰۃ ایک اشرفی اسے دے دی۔ دوسرے دن دیکھا کہ وہ نابینا فقیر کسی دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ کل ایک شخص نے مجھ کو ایک اشرفی دی تھی جس کی میں نے فلاں گانے والی کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی۔

اس واقعہ کا ذکر اپنے شیخ سے کرنے کا جب آپ کے مرید نے ارادہ کیا تو آپ نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ جاؤ میرا ایک درہم اسے جا کر اسے دے دو جو تم کو سب سے پہلے مل جائے۔ چنانچہ آپ باہر نکلے تو آپ کو ایک سید صاحب مل گئے جس کو انہوں نے وہ درہم پیش کیا اور خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ لیکن وہ سید آبادی میں جانے کے بجائے جنگل کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنے دامن سے ایک مردہ تیتر نکال کر پھینک دیا۔ جب مرید نے اس کی اس حرکت دیکھی تو اس کے قریب جا کے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا! آج سات دن سے میں اور میرے بیوی بچے فاقے سے ہیں۔ میں سوال کرنے کی ذلت سے بچنے کے لئے جب رزق کی تلاش میں گھر سے نکلا تو جنگل میں ایک مردہ تیتر مل گیا۔ میں نے اہل وعیال کے کھانے کے لئے اس کو اٹھا لیا لیکن تمہارے ایک درہم دینے کے بعد میں اس کو پھینکنے یہاں آ گیا۔

یہ واقعہ مرید نے جب اپنے شیخ سے بیان کرنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حرام کمائی کا مال شراب کی نظر ہو جاتا ہے اور جائز کمائی ایک سیدزادے کو مردار کھانے سے بچا لیتی ہے۔

ایک رومی آتش پرست حضرت شیخ ابوالعباس نہانوی ؒ کی شہرت سن کر صوفیاء کے لباس میں ان کے طور طریقے اختیار کر کے ہاتھ میں عصا لے کر امتحان کی نیت سے حضرت شیخ ابوالعباس قصابؒ کی خانقاہ پر پہنچ گیا۔ لیکن انہوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ آشناؤں میں بیگانوں کا کیا کام۔ یہ سن کر وہ آتش پرست وہاں سے نکل کر سیدھا حضرت شیخ ابوالعباس نہانویؒ کی خانقاہ میں پہنچا۔

یہاں مہینوں مقیم رہ کر فقراء کے ہمراہ وضو کر کے فریب دہی سے نماز پڑھتا رہا۔ لیکن آپ نے جانتے بوجتے ہوئے بھی اس کو کبھی نہیں ٹوکا۔ جب اس نے وہاں سے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو جوانمردی کے خلاف ہے کہ تم جس طرح آئے اسی طرح واپس جارہے ہو۔ یہ سن کر وہ آتش پرست سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور آپ کی خدمت کر کے اعلیٰ درجات حاصل کئے اور آپ کے پاس ہی اس کا انتقال ہوا۔

7.84 ۔ حضرت ابوالقاسم نصرآبادیؒ

حضرت ابوالقاسم نصرآبادی ؒ کا تعلق خراسان سے تھا۔ حضرت ابوبکر شبلی ؒ کے بعد آپ کو خراسان کا سب سے بڑا اہل طریقت بزرگ سمجھا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالقاسم نصرآبادی ؒ نے خانہ کعبہ کے اندر لوگوں کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو لکڑیاں اکٹھی کرنی شروع کر دیں۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میں کعبہ کو نذر آتش کر دوں گا تا کہ لوگ خود بخود اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت حاصل کریں۔

حضرت ابوالقاسم نصرآبادی ؒ کو ایک مرتبہ میدان عرفات میں جبل رحمت پر بخار آ گیا۔ اس وقت آپ کے ایک دوست نے پوچھا کہ اس وقت آپ کا دل کس چیز کے لئے چاہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈے پانی کی خواہش ہے۔ یہ سن کر وہ اس لئے بہت پریشان ہوا کہ اس گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی کہاں سے ملے گا۔ پھر بھی وہ پیالہ لے کر پانی کی تلاش میں نکل گیا۔ راستے میں اچانک بادل آئے اور بارش شروع ہو گئی اس میں اولے پڑنے

شروع ہو گئے۔ اس نے وہ اولے اس پیالے میں جمع کر لئے۔ یہ دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ شیخ کی کرامت ہے۔ وہ ان اولوں کا سرد پانی لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب اس نے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ صرف میری کرامت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس لئے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا! تجھے تو سرد پانی کے بجائے پینے کے لئے گرم پانی ملنا چاہئے اور ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔

حضرت ابوالقاسم نصرآبادیؒ نے فرمایا! بندہ دو نسبتوں کے درمیان گردش کرتا ہے۔ ایک نسبتِ آدم ہے جو شہوت اور آفت کا موجب ہونے کی وجہ سے نسبتِ بشریت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ نسبت محشر میں منقطع ہو جائے گی۔ دوسری نسبت جو حق تعالیٰ سے منسلک ہے اور اس کے ذریعہ کشف وولایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا تعلق عبودیت سے ہے اور یہ نسبت کبھی منقطع نہیں ہو گی۔ کیونکہ جب باری تعالیٰ بندے کی نسبت اپنی جانب منسوب کرتا ہے تو پھر بندے پر کسی قسم کا غم وخوف باقی نہیں رہتا اور وہ اس آیت کا مصدق بن جاتا ہے:

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ O

(سورۃ الزخرف ۔ ۶۸)

(اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا) اے میرے (مقرب) بندو!
آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمزدہ ہو گے۔

7.85 ۔ قاضی ابن اکثمؒ کا جرأت مندانہ قدم

قاضی یحییٰ بن اکثم بصرہ کر قاضی تھے۔ خلیفہ مامون رشید کو کچھ تو خاندان برامکہ کی صحبت اور کچھ فصل بن سہل شیعہ وزیر کے اثرات نے شیعہ مذہب کی طرف مائل کر دیا تھا۔ ایک دن اس نے فرمانِ شاہی کے ذریعہ یہ اعلان کروا دیا کہ '' متعہ حلال ہے '' اس شرانگیز منادی نے تمام شہر کے سکون کو درہم برہم کر دیا، علمائے حق انتہائی غصہ میں آ گئے۔ لیکن ایک جابر حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا۔ یہ ایک بڑا کٹھن مسئلہ تھا۔ اس پُرخطر موقعہ پر قاضی ابن اکثم نے جس جرأت کا مظاہرہ کیا وہ علمائے حق کی تاریخ کا عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

قاضی یحییٰ بن اکثم خلیفہ سے ملنے دربارِ شاہی میں پہنچ گئے اور مغموم شکل بنا کر خلیفہ سے کہا!

امیر المومنین! بڑا غضب ہوگیا کہ اسلام میں ایک نیا رخنہ پیدا کردیا گیا۔

مامون رشید: وہ کیا؟ خیر تو ہے۔

قاضی یحییٰ: زنا حلال کردیا گیا۔

مامون رشید: وہ کس طرح؟

قاضی یحییٰ: متعہ زنا ہی تو ہے۔

مامون رشید: وہ کس دلیل سے؟

قاضی یحییٰ: کیا جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ باندی ہے؟

مامون رشید: جی نہیں۔

قاضی یحییٰ: پھر کیا وہ بیوی ہے؟ کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟

مامون رشید: نہیں۔ وہ بیوی تو نہیں ہے اور اس کو میراث بھی نہیں مل سکتی۔

قاضی یحییٰ: تو اے امیر المومنین! قرآن نے تو دو عورتوں کو حلال کیا ہے۔

﴿ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ﴾

(سورۃ المؤمنون ـ ٦)

سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندی کے جوان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں۔

پھر یہ تیسری عورت کہاں سے حلال ہوگئی۔ جو آپ نے متعہ حلال کرنے کی منادی کرادی ہے۔

قاضی یحییٰ کا قرآن سے استدلال سن کر مامون رشید کے ہوش اڑ گئے اور اس نے جواب میں عاجز ہوکر اپنی غلطی پر افسوس کیا۔ پھر یہ حکم دیا کہ تمام حدودِ سلطنت میں فرمان شاہی کے ذریعہ یہ اعلان کردیا جائے کہ متعہ یقیناً زنا ہے اور قطعاً حرام ہے۔

(ابن خلقان تذکرۃ قاضی یحییٰ بن اکثم)

7.86 ۔ رزق میں برکت

مشہور محدث ہدبہ بن خالدؒ ایک مرتبہ خلیفہ مامون رشید کے ہاں مہمان ہوئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا گیا تو اس میں سے روٹی کے دوٹکڑے زمین پر گر گئے۔ حضرت ہدبہؒ نے وہ اٹھا کر کھانے شروع کر دئے۔ مامون رشید بہت حیران ہوا۔ اس نے پوچھا! کیا آپ ابھی سیر نہیں ہوئے؟ انہوں نے فرمایا کہ سیر تو ہو گیا ہوں لیکن حضرت حماد بن سلمہؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص دسترخوان کے گرے ہوئے ٹکڑے چن چن کر کھائے گا۔ وہ مفلسی اور فاقہ سے بے خوف ہو جائے گا۔ میں اس حدیث پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر مامون نے اپنے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ ایک ہزار دینار رومال میں باندھ کر لائے۔ مامون نے وہ ہدبہ بن خالد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ ہدبہ بن خالدؒ نے کہا کہ یہ اس حدیث پر عمل کی برکت ہے۔

(ثمرات الاوراق: ج۱ص۸)

7.87 ۔ چار یار اور دینار

ابوالعباس بکریؒ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ، محمد بن نصر اور محمد بن ہارون رویانی ۔ محمد نامی چاروں افراد مصر میں ایک ساتھ درس حدیث پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چاروں مفلسی اور فاقہ کشی کا شکار ہو گئے۔ ایک دن چاروں نے طے کر کے کہا کہ قرعہ نکالو جس کا نام نکلے وہ اللہ تعالیٰ سے ہماری پریشانی دور کرنے کی دعا مانگے۔ جب دعا مانگی گئی تو کچھ دیر بعد دروازے پر ایک شخص نے دستک دی۔

اس نے کہا کہ محمد بن نصر کون ہیں؟ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے پچاس دینار کی ایک تھیلی ان کے حوالے کی۔ پھر تینوں کے بھی نام لے لے کر ان کو بھی پچاس پچاس دینار کی تھیلیاں دیں۔ اس نے کہا کہ مصر کا امیر سو رہا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ چار محمد بھوکے ہیں تو اس نے ان کے خرچ کے لئے یہ تھیلیاں بھجوائی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو آپ لوگ مجھے ضرور ضرور اطلاع دیجئے گا۔

(تذکرۃ الحفاظ)

7.88 ۔ جذام کا علاج

شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحاتِ وصایا میں تحریر فرمایا کہ ہے ہمارے یہاں ایک جذامی شخص تھا۔ وہاں کے تمام طبیبوں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اس زمانے میں ایک قوی الایمان محدث سعد السعودؒ تھے۔ ایک دن انہوں نے اس جذام کے مرض کو دیکھا تو اس سے کہا کہ تم اس مرض کا علاج کیوں نہیں کرتے۔ اس نے آبدیدہ ہوتے ہوئے کہا کہ میرے اس مرض کو تمام اطباء نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ اب میں مایوس ہوگیا ہوں۔

یہ سن کر محدث سعد السعودؒ نے فرمایا! تمام اطباء جھوٹے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ تمام عالم میں سب سے بڑھ کر حکیم رسول اللہ ﷺ ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ کلونجی موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے اور ان کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے کلونجی منگوائی اسے پیسا اور اس میں شہد ملا کر اس مرض کے تمام زخموں پر لیپ لگا دیا۔ اور یہی لیپ تھوڑا سا اس مرض کو کھلا بھی دیا۔ دوسرے دن اس مریض کو غسل کرایا گیا تو اس کی پرانی کھال اتر کے نئی کھال نظر آنے لگی اور وہ شفایاب ہوگیا۔ اس کے نئے بال بھی اگ آئے وہ بالکل تندرست وتوانا ہوگیا۔

(روح البیان)

7.89 ۔ رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا طالب علم

حدیث کے استاد امام فرادیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام فرادی کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہارے پاس ایک گندمی رنگ کا طالب علم (ابن عساکرؒ) میری احادیث کی طلب میں آئے گا۔ تم اس سے کبھی اکتانا مت۔ چنانچہ اس بشارت کے مطابق جب ابن عساکرؒ امام فرادیؒ کے درس میں شریک ہونے آئے تو امام صاحب ان کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ آپ استاد ہونے کے باوجود جب تک وہ نہیں بیٹھتے تھے آپ بھی نہیں بیٹھتے تھے۔ ابن عساکرؒ نے مختلف شہروں میں جا کر تقریباً ایک ہزار تین سو شیوخ سے حدیثیں سن کر اپنے وقت کے نامور اور حدیث کے امام بن گئے۔

7.90 ۔ ابن عساکرؒ

آپ کا پورا نام حافظ ابوالقاسم علی بن ابی محمد الحسن بن ہبۃ اللہ ہے اور آپ ابن عساکر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش دمشق میں محرم ۴۹۹ھ بمطابق اکتوبر ۱۱۰۵ء میں ہوئی۔ آپ کا تعلق اشعری قبیلے سے تھا۔

آپ ایک دولت مند خاندان سے تعلق رکھتے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دمشق میں حاصل کی۔ آپ نے ۲۲ سال کی عمر میں حج کیا اور مزید تعلیم کے لئے بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے امام غزالیؒ کے شاگرد حضرت ابوالحسن الانصاریؒ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے حدیث کا درس حضرت ابوصالح کرمانیؒ اور ابن حصین ابوالقاسمؒ سے لیا۔ ۲۷ سال کی عمر میں آپ واپس دمشق تشریف لے آئے اور آپ نے شادی کر لی۔ آپ نے اصفہان اور مرو کے سفر کئے۔ وہاں آپ کی ملاقات ابوسعد عبدالکریم السمعانیؒ سے ہوئی۔ آپ نے ان کے ساتھ نیشاپور اور ہرات کے سفر کئے۔ حضرت ابوسعد عبدالکریمؒ کے انتقال کے بعد آپ بغداد آ گئے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے آپ دمشق تشریف لے آئے۔

آپ کے استادوں میں خواجہ یوسف ہمدانیؒ اور شیخ ابونجیب عبدالقادر سہروردیؒ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے ایک ہزار تین سو اساتذہ اور شیوخ سے تعلیم حاصل کی جن میں ۸۰ خواتین شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں عز بن عبدالسلام مشہور ہیں۔

آپ نے بہت طویل عرصہ مدرسہ نوریہ دمشق میں درسِ حدیث دیا۔ آپ کا شمار شافعی فقہ کے مستند محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ بیک وقت حدیث کے امام، ماہر فقیہہ اور مشہور مورخ تھے۔

ابن عساکرؒ احادیثِ مبارکہ کی درس و تدریس اور تصانیف کے ساتھ ساتھ کثرت سے نوافل پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ باجماعت نماز اور تلاوت قرآن کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ ہر رمضان المبارک میں مسجد اقصیٰ کے منارہ شرقیہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اپنے نفس کے محاسبہ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

آپ کی مشہور تصانیف میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

۱۔ تاریخ الکبیر الد مشق (۸۰جلدوں پر مشتمل تھی)

۲۔ المستقصیٰ فی فضائل المسجد الاقصیٰ

۳. معجم ابن عساکر

۴. الاربعون البلدانیہ

۵. الاربعون حدیثا من المساواۃ

۶. فضیلۃ ذکر اللّٰہ

۷. فضل ام المؤ منین عائشہؓ

آپ کا انتقال دمشق میں ۱۱رجب ۵۷۱ھ بمطابق ۲۵جنوری ۱۱۷۶ء میں ۷۱سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کی تدفین باب الصغیر کے قبرستان میں ہوئی۔

7.91 ۔ نمازی یا ستون

مشہور محدث منصور بن معتمرؒ کوفی کی علمی عظمت کا یہ عالم تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور علی مدینیؒ جیسے حدیث کے اماموں نے یہ شہادت دی کہ کوفہ کے سب سے ثقہ اور اعلیٰ محدث منصور بن معتمرؒ ہیں۔ ان کی نماز کے بارے میں حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا! اگر تم منصور بن معتمرؒ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ بس اب ان کا انتقال ہو جائے گا۔ سر جھکائے ہوئے نماز میں میں اس طرح غرق ہو جاتے تھے کہ انہیں آس پاس کا بالکل ہوش نہیں رہتا تھا۔

روایت ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے پڑوس میں ایک چھوٹی بچی نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابا جان! ہمارے پڑوس کی چھت پر ایک ستون ہوتا تھا وہ اب نہیں ہے کیا وہ گر گیا۔ بچی کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ منصور بن معتمرؒ کبھی دن میں چھت پر نہیں چڑھتے تھے۔ صرف رات میں چھت پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہ بچی رات کو چھت پر سوتی تھی۔ آپ اس طرح بغیر ہلے جلے نماز پڑھتے تھے کہ اس بچی کو ستون معلوم ہوتا تھا۔ آپ

رات بھر جاگتے تھے اور اپنے اس شب بیداری کو لوگوں سے چھپانے کے لئے آپ آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے اور چہرے پر تیل کی مالش کرتے تھے۔ آپ اپنی درس گاہ میں اس شان سے بیٹھتے تھے کہ جیسے تمام رات خوب آرام کر کے آئے ہیں۔ نماز کے علاوہ آپ کی ایک اور کرامت تھی کہ آپ ساٹھ سال تک ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

(طبقات شعرانی)

7.92 ۔ حضرت برہان الدین مرغنیانیؒ کی کرامت

حضرت شیخ برہان الدین محمودؒ ابھی چھ سال کے بچے تھے کہ وہ اپنے والد محترم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ یکا یک راستے میں صاحبِ ہدایہ حضرت برہان الدین مرغنیانیؒ کی آمد کا شور سنا۔ شیخ برہان الدین اپنے والد کا ہاتھ چھوڑ کر اس گلی میں عین راستے کے درمیان اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں سے حضرت برہان الدین مرغنیانیؒ کی سواری نے گزرنا تھا۔ جب ان کی سواری قریب پہنچی تو شیخ برہان الدین محمودؒ نے انہیں نہایت ادب سے سلام کیا۔ صاحبِ ہدایہ بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے اس بچے کو دیکھ کر اپنی سواری روک لی اور فرمایا!

اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ بات کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم ہوگا۔ شیخ برہان الدین محمود یہ بشارت سن کر چند قدم ان کی سواری کے ساتھ چلے۔ پھر صاحبِ ہدایہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ بلند مرتبے پر فائز ہوگا کہ بادشاہ اس کے دروازے پر حاضری دیں گے۔

حضرت برہان الدین مرغنیانیؒ کی پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ شیخ برہان الدین محمود اپنے زمانے کے جامع شریعت وطریقت اور اکابر علماء میں سے ہوئے اور سلطان غیاث الدین بلبن آپ کا معتقد اور مرید تھا اور آپ کی مجالس میں حاضری دیا کرتا تھا۔ آپ اس قدر صاحب کرامت ہوئے اور قبول خلائق کی ایسی بلندیوں پر تھے کہ آپ کی قبر جو حوض شمسی دہلی کی مشرقی جانب ہے لوگوں کے ہجوم کا مرکز رہتا ہے۔ آپ کی قبر مبارک کو وہاں کے لوگ تختۂ نور کہتے ہیں۔

(اخبار الاخیار)

7.93 ۔ باطنی نظر

حضرت خواجہ حسن افغانؒ حضرت شیخ بہاء الدین زکریہ ملتانیؒ کے خاص مرید تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ خواجہ حسنؒ صاحب ولایت اور بہت بڑے بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ حسن افغانؒ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ وہاں کی قریب کی مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد پہنچے، مؤذن نے تکبیر کہی اور جماعت ہونے لگی تو آپ بھی جماعت میں شریک ہو گئے۔ جب نماز پوری ہو گئی اور سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو آپ نے امام صاحب سے فرمایا!

اے خواجہ! تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ تم یہاں سے دہلی پہنچے وہاں سے غلام خرید کر واپس آئے پھر غلاموں کو لے کر خراساں گئے اور وہاں سے چل کر ملتان آئے اور میں تمہارے پیچھے پیچھے پھرتا رہا۔ آخر یہ کیسی نماز ہے۔

7.94 ۔ شیخ نجیب الدین متوکلؒ

شیخ نجیب الدین متوکلؒ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بھائی اور ان کے خلیفہ تھے۔ آپ اپنے لقب متوکل سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ ستر برس تک شہر میں رہے لیکن آپ کا کوئی با قاعدہ ذریعہ معاش نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا گزر بسر بہت آرام سے ہوتا تھا۔ آپ یادالٰہی میں اس قدر غرق ہو جاتے تھے کہ آپ کو یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ آج کون سا دن ہے، کون سا مہینہ ہے، آپ کے پاس کتنی رقم ہے۔

ایک دفعہ عید کے دن آپ کے گھر میں بہت سے درویش جمع ہو گئے۔ اتفاق سے اس روز آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ آپ بالا خانہ میں جا کر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے دل میں یہ کہتے رہے کہ یا اللہ! آج عید کا دن ہے اور میرے بچے اور مہمان بھوکے ہیں۔ آپ ابھی اسی خیال میں تھے کہ دیکھا کہ ایک شخص اچانک چھت پر چلا آرہا ہے۔ اس کے پاس کھانے کا ایک بڑا خوان ہے جو اس نے آپ کو پیش کیا۔

اس شخص نے کہا کہ نجیب الدین! تمہارے توکل کی تو دھوم مچی ہوئی ہے اور تمہارا یہ حال ہے کہ تم ایسے خیالات میں مشغول ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لئے یہ خیال نہیں کیا

بلکہ اپنے یاروں کے لئے اس خیال کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

حضرت نجیب الدین متوکلؒ باوجود اپنی اس کرامت و بزرگی کے انتہائی منکسر مزاج اور متوضع تھے۔ آپ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ایک فقیر بہت دور سے آپ ملاقات کے لئے آیا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا نجیب الدین متوکل (توکل کرنے والا) آپ ہیں۔

آپ نے فرمایا! میں ہی ہوں نجیب الدین'' متاء کل '' (یعنی بہت کھانے والا)۔

(اخبارالاخیار)

7.95 ۔ کپڑا خود بخود بنتا رہا

شیخ احمد نہروانیؒ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے مرید تھے۔ آپ بہت ہی باکمال اور صاحبِ حال بزرگ تھے۔ شیخ بہاءالدین زکریہ ملتانیؒ بہت کم لوگوں کو پسند کیا کرتے تھے۔ لیکن آپؒ شیخ احمد نہروانی کے بارے میں فرماتے تھے کہ اگر شیخ احمد کی اپنے رب کے ساتھ مشغولیت کا وزن کیا جائے تو ان کی مشغولیت دس صوفیوں کے برابر ہو گی۔ آپؒ کپڑے کی بنائی کا کام کیا کرتے تھے۔

شیخ نصیرالدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نہروانیؒ جب کپڑے کی بنائی کرتے تھے تو کبھی کبھی ان پر ایسا حال طاری ہو جاتا تھا کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کام کرنا بند کر دیتے تھے لیکن کپڑا خود بخود بنتا رہتا تھا۔

ایک دن آپ کے پیر قاضی حمید الدین ناگوریؒ آپ سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو فرمایا! اے شیخ! یہ کام کب تک کرتے رہو گے؟ یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے اور شیخ احمدؒ اسی وقت کپڑا بننے کی مشین کی میخوں کو کسنے لگے تو وہ ٹوٹ گئی۔ شیخ احمد فوراً بول اٹھے کہ اس شخص نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے کپڑا بننے کا کام چھوڑ دیا اور کل وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئے۔ آپ کی قبر ہندوستان کے شہر بدایوں میں ہے۔

(اخبارالاخیار)

7.96 ۔ ایک حاجی کی دعا

حضرت قاسم بن عثمانؒ بہت صاحب علم وعمل بزرگ تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صرف ایک ہی دعا بار بار پڑھتا تھا۔ میں نے غور سے اس کی دعا کو سنا تو وہ کہہ رہا تھا!

''اللّٰھم قضیت حاجة المحتاجین و حاجتی لم تفض''

(اے اللہ! تو نے سب محتاجوں کی حاجت پوری فرمادی اور میری حاجت پوری نہیں ہوئی)۔

حضرت قاسم بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا! تم اس کلام کے سوا دوسری کوئی اور دعا کیوں نہیں مانگتے۔ اس نے پوری بات یوں بتائی کہ ہم سات ساتھی جہاد پر گئے۔ ہم سب کے سب کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ کافروں نے ہم سب کو ایک میدان میں لے جا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے یہ نظر آیا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور ہر دروازے پر ایک حور کھڑی ہے۔ جیسے ہی ہمارا ایک ساتھی کافر کی تلوار سے شہید ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک حور فوراً ہی ہاتھ میں رومال لئے شہید کی روح لینے کے لئے نیچے اتری اور اس کی روح کو لے گئی۔ اس طرح میرے چھ ساتھی شہید ہو گئے اور وہ حوریں اترتی رہیں اور ان شہداء کی روحوں کو لے جاتی رہیں۔ جب میری باری آئے تو ان کے امیر کے ایک خاص آدمی نے امیر سے کہا کہ اسے مجھے دے دیجئے میں اسے غلام بنا کر اپنی خدمت کے لئے رکھ لوں گا۔ اس طرح میں قتل ہونے سے بچ گیا۔ اس آخری حور نے کہا! اے محروم! کیا بات ہے کہ تم اس فضیلت سے محروم رہے؟ پھر آسمان کے سب دروازے بند ہو گئے۔

بھائی میں آج تک اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہوں اور میری دعا کا یہی مطلب ہے کہ اے اللہ! سب محتاجوں کی حاجت تو تو نے پوری کر دی مگر میری حاجت پوری نہیں ہوئی۔

(روحانی حکایات)

7.97 ۔ خواجہ بہاءالدین زکریہؒ پر معیت الٰہی کا غلبہ

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس حضرت بہاء الدین ذکریہ ملتانی تشریف لے گئے۔ وہاں ان سے بیعت ہوے۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ حضرت سہروردیؒ نے حضرت بہاء الدین ذکریہ ملتانیؒ کو خلافت دے دی۔ آپ کے دوسرے مریدین اور مصاحب بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ نوجون دور سے آیا ہے اوراس کوتین دن میں یہ نعمت مل گئی۔ ہم ایک مدت سے آپ کی خدمت کررہے ہیں۔ ہم پر بھی نظر کرم فرمایئے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ان کو سمجھانے کی غرض سے ایک امتحان لیا۔ دوسرے دن انہوں نے اپنے تمام خاص مریدین سے ایک ایک مرغی لانے کو کہا ان میں حضرت بہاء الدین زکریہؒ بھی شامل تھے۔ آپ نے سب سے کہا کہ سب ایک ایک چھری لے لواور اس مرغی کوایسی جگہ جا کر ذبح کرو جہاں آپ کوکوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ کوئی جنگل میں چلا گیا، کوئی دیوار کی اوٹ میں بیٹھ گیا کسی نے کسی گہرے گڑھے میں جگہ پائی۔ تھوڑی دیر بعد سب اپنی اپنی مرغی ذبح کرکے لے آئے۔ ابھی حضرت بہاء الدین ذکریہؒ نہیں پہنچے تھے۔ حضرت نے کہا کہ ان کو بھی آنے دو۔ کچھ دیر بعد دیکھا کہ ایک طرف سے روتے ہوئے آرہے ہیں اوران کے ہاتھ میں زندہ مرغی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی کیوں رورہے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ جا کراس مرغی کو ذبح کروں جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ لیکن میں جہاں بھی گیا ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوا پایا۔ اس وجہ سے میں یہ مرغی ذبح نہیں کرپایا اور آپ کی حکم عدولی کے خوف سے رورہا ہوں۔

حضرت نے باقی مریدین سے فرمایا! تم میں اوران میں یہ فرق ہے۔ (خطباتِ ذوالفقار)

7.98 ۔ حضرت باقی باللہؒ کا ایک قصہ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نقشبندی سلسلہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام ربانی حضرت مجدد الف الثانیؒ کے پیرومرشد ہیں۔ ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہؒ کے سامنے کسی مرید نے کہا! ہمارے شیخ تو ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کوایسے ایسے مرید عطا کئے ہیں اور یہ یہ مقامات عطا فرمائے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ اس مرید کی باتیں سن کر خاموش رہے۔ اتنی دیر کی خاموشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آگئی کیونکہ

''حسنات الابرار سیئات المقربین ''

عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں سئیات کا درجہ رکھتی ہیں۔

جن بڑوں کے مقامات اونچے ہوں تو ان کے ناز برداریوں پر پکڑ بھی بہت جلدی ہوتی ہے۔ یہ خود پسندی میں شامل تھا کہ اپنی تعریف سن کر خاموش رہے اور کہنے والے کو روکا نہیں۔

آزمائش کے طور پر آپ پر قبض (روحانی فیض میں رکاوٹ) کی کیفیت طاری ہوگئی، سب کیفیات ختم ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے آپ کئی دن تک روتے رہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے میرے مالک! میری کس غلطی کی وجہ سے یہ کیفیات بند ہوئی ہیں۔ آپ مجھ پر واضح فرما دیجئے۔

آپ کو خواب میں بتلایا گیا کہ جس وجہ سے یہ کیفیات بند ہوئی ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ قریب کے ایک مدرسہ میں جہاں چھوٹے چھوٹے بچے قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ آپ ان کے پاس جائیں اور ان طلباء سے اپنے لئے دعا کروائیں۔ ان کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو اس مصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔ چنانچہ آپ صبح صبح اٹھے اور مدرسے پہنچ گئے جب وہاں استادوں نے آپ کو دیکھا تو ادب سے کھڑے ہو گئے ان کے ساتھ ساتھ تمام بچے بھی کھڑے ہو گئے۔ حضرت خواجہؒ رونے لگے اور کہا کہ آپ لوگ مجھے اللہ کا ولی سمجھ کے کھڑے ہو گئے اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں آپ لوگوں کے پاس جاؤں اور ان چھوٹے چھوٹے بچوں سے اپنے لئے دعا کرواؤں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ لوگوں کا بہت بڑا مقام ہے۔ آپ نے ان بچوں سے اپنے لئے دعا کرنے کی درخواست کی۔ جب ان بچوں نے آپ کے لئے دعا کی تو آپ کی کیفیت واپس آ گئی۔ اللہ اکبر کبیراً

(حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہٗ)

7.99 ۔ حضرت باقی باللہؒ کی صحبت کا اثر

حضرت باقی باللہؒ دہلی میں رہتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں ایک نان بائی آیا کرتا تھا اور آپ کی خدمت کرتا تھا۔ خاص طور پر اگر آپ کے مہمان آ جاتے تو وہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتا تھا۔ حضرت اس کے کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت باقی باللہؒ کے یہاں کچھ اہم مہمان آ گئے۔ نان بائی کو معلوم ہوا کہ حضرت کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ اس وقت موسم بھی بہت خراب تھا اور مہمان بھی بے وقت آئے تھے۔ اس نان بائی نے فوراً کھانا پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا! یہ کیا ہے۔ نان بائی نے کہا حضرت! آپ کے مہمان آئے ہیں ان کے لئے کھانا لایا ہوں آپ قبول فرما لیں۔ حضرت اس بات سے بے انتہا خوش ہوئے۔ مہمانوں کی خوب اچھی طرح سے تواضع کی۔ مہمان بھی خوش ہوئے۔ حضرت خواجہؒ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد آپ نے اس نان بائی کو بلایا اور خوشی سے کہا! آج تم مجھ سے جو دل چاہے مانگو۔ اس نے عرض کیا! حضرت! مجھے اپنا جیسا بنا لیجئے۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل کیا اور کہا کہ کچھ اور مانگو۔ اس نے کہا کہ نہیں حضرت مجھے تو یہی چاہیے۔ متواتر تین دفعہ پوچھنے کے بعد اس نے تینوں دفعہ یہی خواہش کا اظہار کیا۔

چنانچہ آپ پہلے فرما چکے تھے کہ جو چاہو مانگو تو آپ اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ وہاں آپ نے اس نان بائی پر ایسی توجہ ڈالی کہ جب دروازہ کھولا اور آپ دونوں باہر تشریف لائے تو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان میں سے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کون سے ہیں۔ دونوں کی شکلیں ایک جیسی ہو گئیں تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت خواجہ جیسے حجرے میں گئے تھے ویسے ہی واپس نکلے اور نان بائی باہر نکلتے ہوئے نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ اسی حالت میں وہ تین دن تک رہا اور پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ اللہ والوں کی صحبت ان کی توجہ اور پُر اثر نگاہ سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے اور ظاہر و باطن کا رنگ بدل جاتا ہے۔ (حکیم الاسلام کے پسندیدہ واقعات)

7.100 ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی نماز جنازہ

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات ہوئی تو سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔ ان کا جنازہ تیار کر کے ایک بڑے میدان میں لایا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حاضر ہو گئے تھے۔ ایک انسانوں کا سمندر تھا جو حد نگاہ تک نظر آتا تھا۔ مجمع ایک بپھرے ہوئے دریا کی مانند نظر آتا تھا۔ جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا تو ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ میں ان کا وصی ہوں اور حضرتؒ نے جو وصیت

کی ہے وہ میں آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ مجمع خاموش ہو کر وصیت سننے کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیا کا کیؒ نے یہ وصیت کی تھی کہ وہ شخص میری نماز جنازہ پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں:

۱۔ پوری زندگی میں کبھی اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی ہو۔

۲۔ اس کی تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ ہوئی ہو۔

۳۔ یہ کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بری نظر نہ ڈالی ہو۔

۴۔ عبادت گزار ہو حتیٰ کے اس کی نماز عصر کی سنتیں بھی کبھی قضاء نہ ہوئی ہوں۔

جب یہ بات کی گئی تو پورے مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ لوگوں کے سر جھک گئے۔ لوگ نا امید ہو گئے کہ ایسا کون ہو سکتا ہے جس کے اندر یہ تمام باتیں ہو سکتی ہیں۔ جب کافی دیر گزر گئی تو ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا اور حضرت قطب الدین بختیار کا کیؒ کے جنازے کے قریب آیا۔ ان کے چہرے پر سے چادر ہٹائی اور کہا کہ قطب الدین آپ تو فوت ہو گئے اور مجھے رسوا کر گئے۔ اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے انہوں نے کہا! میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناضر جان کر کہتا ہوں کہ میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں۔ لوگوں نے جب دیکھا تو وہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمشؒ تھے۔ (خطباتِ ذوالفقار)

7.101 ۔ آہ وزاری نے بیڑا ڈبو دیا

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ صلیبی جنگوں میں مصروف تھے۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی ان کے مقابلہ میں مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ مزید یہ اطلاع ملی کہ ایک بحری بیڑا دشمن فوج کی مدد کو آ رہا ہے۔ اس خبر سے صلاح الدین ایوبی فکرمند ہو گئے۔ چنانچہ وہ بیت المقدس گئے اور ساری رات رکوع اور سجود میں گزاری اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر آہ وزاری کے ساتھ دعائیں مانگیں۔

صبح نماز پڑھ کر جب باہر نکلے تو انہوں نے ایک بہت ہی نورانی شکل کے بزرگ کو دیکھا۔ صلاح الدین ان کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اس نے سوچا کہ چلو ان بزرگ سے بھی دعا کروا لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان بزرگ کے قریب

گیا اور ان کو سلام کیا۔ سلام کے بعد انہوں نے بزرگ سے کہا کہ حضرت آپ دعا فرمایئے دشمن کا بحری بیڑا آ رہا ہے۔ انہوں نے صلاح الدین ایوبی کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا! صلاح الدین تمہارے رات کے آنسوؤں نے بحری بیڑا ڈبو دیا۔ واقعی تین دن بعد اطلاع ملی کہ دشمن کی مدد کو آنے والا بحری بیڑا راستے میں ڈوب گیا۔ جب انسان راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے خاطر دنیا کا جغرافیہ بدل دیتا ہے۔ (دوائے دل)

7.102 ۔ چھینک کا جواب

امام ابوداؤدؒ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ ان کی کتاب سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ ایک مرتبہ آپ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ آپ کے سامنے ایک اور کشتی آ رہی تھی۔ آپ کو سفر کے دوران ایک چھینک آئی۔ اس وقت سامنے والی کشتی بالکل قریب تھی۔ آپ نے چھینک آنے کے بعد **الحمد للّٰہ** کہا تو سامنے والی کشتی سے ایک شخص نے **یرحمک اللّٰہ** کہا۔ آپ اس کے جواب میں **یھدیکم اللّٰہ** کہنا چاہتے تھے کہ وہ کشتی دور چلی گئی اور وہاں تک آپ کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب آپ کنارے پر پہنچے تو آپ نے ایک درہم دے کر دوسری کشتی کرایہ پر لی۔ اس کشتی سے آپ اس کشتی کے پاس گئے جس میں سے کسی شخص نے **یرحمک اللّٰہ** کہا تھا۔ اس کو **یھدیکم اللّٰہ** کہہ کر واپس آ گئے۔

رات کو جب آپ سوئے تو خواب میں کسی نے آپ سے کہا! ابوداؤد کو مبارک باد دے دو کہ اس نے ایک درہم کے بدلے اللہ سے جنت خرید لی۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.103 ۔ اللہ کا در تھام لو

حافظ ابن قیمؒ نے ایک حکایت لکھی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس پر خفا ہو رہی ہے اس کو تھپڑ مار رہی ہے اور اس کو دھکے دے رہی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ تو نافرمان ہو گیا ہے، میری کوئی بات سنتا نہیں ہے، دفع ہو جا یہاں سے، چلا جا یہاں سے۔ یہ کہہ کے ماں نے بچے کو گھر سے

باہر دھکا دیا اور دروازہ بند کرلیا۔ بچہ دروازے کے باہر کھڑا روتا رہا۔ میں نے سوچا دیکھتے ہیں کہ اب یہ بچہ کیا کرتا ہے۔ وہ بچہ وہاں کھڑا کچھ دیر سوچتا رہا پھر وہ ایک طرف کو جانے لگا۔ جب وہ گلی کے کنارے پر پہنچا تو رک کے کچھ سوچنے لگا اور پھر گھر کی طرف واپس آیا اور دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ بہت رویا تھا اس لئے تھک گیا تھا اس کو دروازے پر بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی اور وہ وہیں سو گیا۔

کافی دیر بعد اس کے ماں نے کسی کام سے دروازہ کھولا تو اپنے بیٹے کو دہلیز پر سویا ہوا پایا۔ ابھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی کہ تو یہاں سے اور میری نگاہوں سے کہیں دور چلا جا۔ جب ماں نے پھر سے ڈانٹا تو لڑکے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

وہ کہنے لگا! امی جان! جب آپ نے مجھے گھر سے دھتکار دیا تو میں نے سوچا کہ میں کہیں چلا جاؤں گا اور اب گھر واپس نہیں آؤں گا۔ میں بازار میں جا کر بھیک مانگ لوں گا۔ مجھے کچھ نہ کچھ تو کھانے کو مل جائے گا۔

امی! میں نے سوچا میں لوگوں کے جوتے صاف کر دیا کروں گا تو کچھ پیسے مل جائیں گے۔ امی! میں کسی کے گھر نوکر بن کر کام کروں گا تو مجھے رہنے کی جگہ اور کھانا مل جائے گا۔ امی! میں یہ سوچ کر گلی کے کونے تک گیا تو مجھے خیال آیا کہ مجھے دنیا کی تمام نعمتیں بھی مل جائیں گی لیکن آپ کی محبت مجھے کہیں اور نہیں مل سکتی۔ یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں۔

جب اس نے یہ بات کی تو اس کی ماں کی ممتا جاگ اٹھی اور اس نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا اور کہا!

اے میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت میں تجھے دے سکتی ہوں اور کوئی نہیں دے سکتا تو میرے دروازے تیرے لئے کھلے ہیں۔

حافظ قیّم فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر ہم بارگاہ الٰہی کے در کو تھام لیں تو رب العالمین اپنے رحمت اور مغفرت سے ہم کو ڈھانپ لیں گے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.104 ۔ گناہ کا اثر اہل خانہ پر

ایک سنار تھا اس کی بہت خوبصورت بیوی تھی اور خوب سیرت بھی تھی۔ ایک دن سنار جب گھر پہنچا تو اس کی بیوی زار و قطار رو رہی تھی۔ اس نے بیوی سے رونے کی وجہ پوچھی! اس نے بتایا کہ ایک چھوٹا سا یتیم بچہ جو میں نے گود لے کر پالا تھا۔ اب وہ سترہ سال کا ہو گیا ہے۔ میں نے اسے بازار سبزی لینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آ کر مجھے سبزی دینے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دبا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا۔ مجھے اس بات کا بہت صدمہ ہوا کہ میں اس کی ماں کی حیثیت رکھتی ہوں۔ اس بارے میں سوچ کر صدمہ سے بیٹھی رو رہی ہوں کہ دنیا سے وفا اٹھ گئی ہے۔

یہ بات سن کر شوہر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بیوی نے پوچھا آپ کیوں رونے لگے؟ اس نے کہا کہ یہ کوتاہی اس بچے کی نہیں ہے بلکہ میری ہے۔ بیوی نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس کچھ عورتیں چوڑیاں خریدنے آئیں۔ ایک عورت جو بہت خوب صورت تھی وہ چوڑی پہننا چاہتی تھی لیکن اس سے پہنی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے یہ چوڑی پہنا دیں۔ جب میں اسے چوڑی پہنا رہا تھا تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے۔ میں نے اسے چوڑی پہناتے ہوئے اس کا ہاتھ شہوت سے دبا دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.105 ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ پر شیطان کا داؤ

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ جنگل میں مراقبہ کر رہے تھے تو اس دوران اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے آس پاس کا تمام ماحول روشن ہو گیا۔ آپ نے اس نور کو غور سے دیکھا تو اس میں سے ایک آواز آئی!

اے عبدالقادر! ہم تمہاری عبادت سے بہت خوش ہیں۔ ہم نے تم پر سے قلم اٹھا لیا ہے۔ یعنی اب تم جو چاہو کرو تمہارے گناہ تمہارے اعمال نامہ میں نہیں لکھے جائیں گے۔

آپ ؒ نے جب یہ آواز سنی تو اس بات کو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہا تو آپ کے ذہن میں ایک آیت آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا تھا:

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

آپ عبادت کرتے رہئے حتیٰ کہ اسی حال میں آپ پر موت آجائے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے سوچا کہ نبی کریم ﷺ کو تو یہ حکم دیا گیا ہے تو مجھ جیسے انسان کے لئے قلم کیسے ہٹالیا گیا۔ یہ ضرور شیطان کا چکر ہے۔ آپ ؒ نے فوراً **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کے کلمات پڑھے تو وہ نور اور وہ آواز سب غائب ہو گئے۔

لیکن شیطان بھی بڑا مکار ہے وہ آسانی سے ہمت نہیں ہارتا، بہکانے کی آخری دم تک کوشش کرتا ہے۔ وہ دوبارہ ایک نورانی بزرگ کی شکل میں ظاہر ہوا اور کہا!

عبدالقادر! ابھی جو تمہارے پاس آیا تھا یہ شیطان تھا اور اس طرح اس نے ہزاروں اولیاء کو دھوکہ دے کر گمراہ کیا ہے لیکن تمہیں تمہارے علم نے بچالیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے دوبارہ **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** پڑھا اور فرمایا!

اے مردود! مجھے میرے علم نے نہیں میرے پروردگار نے بچالیا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.106 ۔ حضرت علاءالدین عطار ؒ کی توبہ

حضرت خواجہ علاءالدین عطار ؒ عطار تھے۔ آپ عطر بیچتے تھے۔ مختلف قسم کے عطریات چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان عطر کی شیشیوں کو ترتیب دے رہے تھے کہ ایک اللہ والے آئے اور انہوں نے حضرت عطار ؒ کو سلام کیا لیکن آپ اپنے کام میں اتنے مگن تھے کہ آپ نے نہیں سنا اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ دوسری دفعہ انہوں نے قدرے زور سے سلام کیا اور کہا کہ تمہاری جان ان شیشیوں میں اٹکی ہوئی ہے یہ کیسے نکلے گی۔

آپ نے اس شخص کی بدتمیزی کا برا منایا اور کہا کہ اتنے زور سے سلام کرتے ہو میں بہرا نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے پہلے سلام کیا تھا لیکن آپ نے سنا نہیں اس لئے میں نے زور سے سلام کیا۔ پھر آپ ؒ نے کہا

کہ تم نے یہ کیا بات کی کہ میری جان کیسے نکلے گی۔ جیسے تمہاری جان نکلے گی ایسے ہی میری جان بھی نکلے گی۔ وہ اجنبی ان کے سامنے زمین پر لیٹ گیا اور چادر اوڑھ کر کہا کہ میری جان تو ایسے نکلے گی اور با آواز بلند کہا:

لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

پہلے تو وہ اس کو کوئی احمق سمجھ کر نظر انداز کر گئے لیکن وہ شخص تو ان کی دوکان کے سامنے لیٹا ہوا تھا اور خریداروں کے لئے رکاوٹ بن رہا تھا۔ آپ نے سوچا کہ اسے ہٹائیں تو جا کر جب اسے ہلایا تو وہ تو مر چکا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ہل گئے اور سوچنے لگے یہ کون شخص تھا کوئی غیبی مخلوق تھا۔ اس کے بعد آپ کی زندگی کا رنگ ہی بدل گیا اور آپ نے اپنا سب کاروبار ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئے۔

آپ کی مشہور تصنیف تذکرۃ الاولیاء ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

7.107 ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ کے والد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ؒ تھا۔ آپ ؒ کی والدہ سیدہ بی بی ماہ نور ؒ حضرت عبداللہ حنبلی ؒ کی پوتی تھیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ حضرت عبداللہ حنبلی ؒ کے پوتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے والد اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ کے نانا سگے بھائی تھے۔ آپ سات سال کی عمر میں باپ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔

آپ دو ہفتے حضرت نجم الدین کبریٰ ؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ آپ ؒ نے حضرت عثمان ہارونی ؒ سے بیعت کی جو قطبِ وقت تھے۔ آپ ؒ بیس سال تک ان کی صحبت میں رہے۔

آپ کا وصال ۶/رجب المرجب ۶۳۴ھ میں اجمیر میں ہوا۔

7.108 ۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

آپ کا اصل نام مسعود تھا۔ آپ کے والد کا نام قاضی جمال الدین سلیمانؒ تھا۔ جنہوں نے آپ کا نام حضرت فرید الدین عطارؒ سے عقیدت میں اپنے بیٹے کا نام فرید الدین رکھا۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتونؒ تھا۔ آپ ۲۹/ شعبان المعظم ۵۷۱ھ میں کوٹھیوال میں پیدا ہوئے۔ جب آپ چار سال کے تھے تو آپؒ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کے شیخ و مرشد قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ تھے۔ آپ کی پہلی شادی بی بی مجیب النساءؒ سے ہوئی جو شیخ زکریہ سندھیؒ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کا دوسرا نکاح بی بی ہزیرہؒ سے ہوا جو سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا انتقال ۵/محرم الحرام ۶۶۴ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں پاک پتن میں ہوا اور آپ کو آپ کے حجرے ہی میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت شیخ بدرالدین اسحٰقؒ نے پڑھائی۔

7.109 ۔ ہندو جوگی کے شر سے لوگوں کو بچانا

بابا فریدؒ ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھے لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے کہ ایک ہندو عورت سر پر دودھ کا برتن رکھے وہاں سے گزری۔ آپؒ نے اس عورت سے فرمایا! اس برتن میں کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اس میں دودھ ہے جو جوگی کو دینے جا رہی ہوں۔ اگر ہم اسے دودھ نہ دیں تو وہ ہم پر ظلم کرتا ہے۔ اس کے چیلے ہمیں برباد کر دیتے ہیں اور ہمارے جانور دودھ کی جگہ خون دینے لگتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم یہ دودھ یہاں لوگوں میں تقسیم کر دو۔ وہ ہندو جوگی اور اس کے چیلے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ جب جوگی کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ایک چیلے کو ان کے پاس بھیجا وہ اس عورت پر غصہ کرنے لگا۔

حضرت بابا فریدؒ نے اس جوگی کے چیلے پر ایک نگاہ ڈالی اور اس سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جب وہ چیلا جوگی کے پاس واپس نہیں پہنچا تو اس نے دوسرے چیلے کو بھیجا آپؒ نے اسے بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ بھی بیٹھ گیا۔ اسی طرح جوگی ایک ایک کر کے اپنے چیلوں کو بھیجتا گیا اور آپؒ ان سے بیٹھنے کو کہتے تو وہ بغیر چوں چرا کے بیٹھ جاتے تھے۔ جب جوگی نے دیکھا کہ جو بھی چیلا جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا تو وہ غصہ

سے بھرا ہوآپ کے پاس آیا اور اپنے چیلوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا لیکن تمام چیلوں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔

اس پر حضرت بابا فرید الدین ؒ نے اس جوگی سے کہا کہ اگر تو لوگوں کو تنگ کرنا چھوڑ دے تو میں تیرے چیلوں کو چھوڑ دوں گا۔ جوگی نے آپ سے وعدہ کیا کہ اب وہ کسی کو تنگ نہیں کرے گا اور نہ ظلم سے ان سے کوئی وصولی کرے گا۔ اس طرح بستی کے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

(حضرت بابا فرید الدین ؒ کے سو واقعات)

7.110 ۔ امیر خسرو ؒ کی اپنے شیخ سے محبت

امیر خسرو ؒ حضرت خواجہ نظان الدین اولیاء ؒ کے سچے اور پکے مریدوں میں سے تھے۔ آپ کو اپنے شیخ سے انتہا درجہ کا عشق تھا۔ آپ کا عشق ومحبت اتنا خالص اور مضبوط تھا کہ آپ کی شیخ کے ساتھ نسبت اتحادی پیدا ہو گئی تھی۔ جو بات شیخ کے دل میں آتی تو بیک وقت امیر خسرو ؒ کے دل میں بھی آ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بیمار پڑ گئے تو اس مرض کی تکلیف حضرت امیر خسرو محسوس کرتے تھے۔

واقعہ کچھ یوں تھا کہ ایک مرتبہ حضرت امیر خسرو کو ان کے شیخ نظام الدین اولیاء ؒ نے کسی کام سے باہر بھیجا ہوا تھا۔ اس دوران حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ کے پاس ایک سائل آیا۔ اس نے اپنی ضرورت کا سوال کیا۔ اس وقت ان کے پاس اسے دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے جوتیاں اسے دے دیں اور کہا کہ تم اسے بیچ دینا تمہیں اس کے اچھے پیسے مل جائیں گے اور اپنی ضرورت پوری کر لینا۔ وہ شخص جوتے لے کر چل پڑا۔ راستے میں حضرت امیر خسرو ؒ واپس خانقاہ کی طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے ایک اجنبی کے ہاتھ میں اپنے شیخ کے جوتے دیکھے جسے وہ بڑی اچھی طرح پہچانتے تھے۔

حضرت امیر خسرو ؒ نے اس اجنبی سے کہا کہ یہ جوتے مجھے بیچ دو اس کے بدلے چاہے کتنی بھی قیمت لے لو۔ اس نے انہیں کوئی دیوانہ سمجھا اور اتنی قیمت بتائی کہ یہ دیوانہ اسے ادا نہیں کر سکے گا۔

حضرت امیر خسرو ؒ کے پاس جتنا مال واسباب تھا وہ انہوں نے اس اجنبی کو دے دیا اور اس سے حضرت کے

جوتے خرید لئے اور اپنے سر پر رکھ کر خانقاہ آ گئے۔ شیخ نے ان کو اس حالت میں آتے دیکھا تو ان کی محبت نے بھی جوش مارا اور انہوں نے اٹھ کر انہیں اپنے سینے سے لگالیا اور اپنی باطنی نسبت ان کو القاء کر دی۔

(تذکرۃ اولیاء ہند و پاک)

7.111 ۔ امام بخاریؒ اور چوری کا بہتان

ایک مرتبہ امام بخاریؒ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ اس وقت ان کے پاس ایک تھیلی میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ راستے میں ایک شخص نے ان سے باتیں شروع کر دیں اور باتوں باتوں میں اس تھیلی اور اشرفیوں کے بارے میں جان لیا۔ وہ شخص بہت شاطر تھا، تھوڑی دیر بعد اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میری اشرفیوں کی تھیلی گم ہوگئی ہے وہ اس رنگ کی ہے اور اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ اس نے جب بہت شور مچایا تو لوگوں نے کہا کہ سب کی تلاشیاں لو۔ امام بخاریؒ اس مکار کی چال سمجھ گئے کہ یہ تھیلی میرے پاس سے ملے گی اور سب مجھے چور سمجھیں گی۔ اس شخص کو یہ بھی معلوم تھا کہ میرے بہت سے جاننے والے بھی اس کشتی میں سوار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تلاشی لینا شروع کی۔ جب تلاشی لیتے ہوئے وہ امام بخاریؒ کے پاس آئے اور ان کی تلاشی لی تو ان کے پاس سے وہ تھیلی برامد نہ ہوئی۔ پوری کشتی میں وہ تھیلی کہیں بھی نہیں ملی۔ اس نے اپنی جھوٹی اور بناوٹی پریشانی کا مزید اظہار کیا۔

جب کشتی کنارے لگی اور امام بخاریؒ اس پر سے اتر کر جانے لگے تو وہ آدمی آپ کے قریب آیا اور آپ سے معافی مانگنے لگا۔ اس نے کہا کہ میں بہت شرمندہ ہوں میں نے آپ کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ آپ بہت اچھے انسان ہیں اس لئے مجھے معاف کر دیں۔ آپؒ نے فرمایا! میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

اس نے پھر سوال کیا کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا اس کا بہت بہت شکریہ لیکن ایک سوال اور ہے وہ یہ کہ آپ نے وہ تھیلی کہاں چھپائی تھی۔ امام بخاریؒ نے فرمایا! جب میں نے یہ اعلان سنا کہ اس کی تھیلی چوری ہوگئی تو میں تمہارا کا ارادہ یہ سمجھ گیا تھا۔ میں کنارے پر بیٹھا ہوا تھا اس لئے میں نے چپکے سے وہ تھیلی دریا میں گرا دی تھی۔

اس نے کہا کہ آپ نے ایک ہزار اشرفیاں پانی میں پھینک دیں۔ آپؒ نے فرمایا! ہاں۔ اگر میں اسے اپنے پاس رکھتا اور وہ میرے پاس سے نکلتی تو لوگ مجھے چور سمجھتے۔ میں حدیث رسول اللہ ﷺ پڑھاتا ہوں۔

کیا اس کے بعد مجھ سے کوئی حدیث لے کر روایت کرتا۔ میں حدیث روایت کرنے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا۔ میں نے حدیث روایت کرنے کی سعادت ہاتھ سے نہ جانے دینے کے لئے اس رقم کو قربان کر دیا۔

(امدادالباری)

7.112 ۔ اللہ والے حج کیسے کرتے ہیں

حضرت شبلیؒ کا ایک مرید تھا وہ کچھ عرصہ سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ایک دن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا! بھئی آپ کہاں تھے۔ اس نے بتایا حضرت! میں حج کرنے گیا تھا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا! بھئی ادھر آؤ، مجھے بتاؤ کہ تم نے حج کیسے کیا۔

مرید: سب سے پہلے میں نے احرام پہنا۔

حضرت شبلیؒ: اچھا! جب تم نے احرام پہنا تھا تو لباس اتارا تھا تو اس وقت گناہوں کا لباس اتارنے کی بھی نیت کی تھی؟

مرید: حضرت! میں نے یہ نیت تو نہیں کی تھی۔

حضرت شبلیؒ: جب تم نے احرام پہنا تو تقویٰ کا لباس پہننے کی نیت کی تھی؟

مرید: حضرت! میں نے یہ نیت تو نہیں کی تھی۔

حضرت شبلیؒ: اچھا! جب تم نے تلبیہ پڑھا تو لبیک کہتے ہوئے اپنے دل و جان سے اپنے آپ کو اپنے رب کے حوالے کیا تھا۔

مرید: حضرت! میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔

حضرت شبلیؒ: اچھا! یہ بتاؤ کہ جب تم طواف کرنے گئے تو تمہیں حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے محبوب کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کی لذت محسوس ہوئی تھی؟

مرید: حضرت! ایسی کیفیت تو نہیں ہوئی تھی۔

حضرت شبلیؒ: جب تم ملتزم سے لپٹے تھے تو محبوب سے معانقہ کرنے کی لذت ملی تھی کہ نہیں؟

مرید: حضرت! ایسی کیفیت تو نہیں ہوئی تھی۔

حضرت شبلیؒ: تم نے غلاف کعبہ پکڑ کر دعائیں مانگیں

مرید: جی ہاں

حضرت شبلیؒ: کیا تمہیں محبوب کا دامن پکڑ کر اپنی آرزوئیں پیش کرنے کی کیفیت ملی تھی۔

مرید: حضرت! جی نہیں۔

حضرت شبلیؒ: اچھا جب تم نے رمل کیا تو اس وقت تمہیں فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ والی کیفیت ہوگئی تھی؟

مرید: حضرت! ایسی تو کوئی کیفیت نہیں حاصل ہوئی۔

حضرت شبلیؒ: اچھا جب تم عرفات پہنچے تھے تو کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی؟

مرید: حضرت! وہ تو حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت شبلیؒ: اچھا جب تم مزدلفہ میں آئے تو بتاؤ وہاں پر تمہیں حقوق العباد کے بارے میں خیال آیا تھا کہ میں واقعی انہیں ادا کرتا ہوں اور جو پورے ہونے سے رہ گئے ہیں ان کے لئے تم نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تھی۔

مرید: نہیں حضرت! ایسا تو نہیں ہوا۔

حضرت شبلیؒ: اچھا جب تم منیٰ گئے تھے اور شیطان کو کنکریاں ماری تھیں تو کیا تم نے دل سے شیطان کے ساتھ پکی دشمنی کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

مرید: حضرت! میں نے ایسا تو نہیں کیا۔

حضرت شبلیؒ: اچھا جب تم نے قربانی کی تھی تو قربانی کرتے ہوئے اپنے اندر کے نفس کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے قربان کیا تھا۔

مرید: حضرت! نہیں۔

حضرت شبلیؒ: جب تم طوافِ زیارۃ کے لئے آئے تھے تو کیا تمہیں محبوب کی زیارت کی تجلیات کا دیدار نصیب ہوا تھا؟

مرید: حضرت! ایسا کچھ نصیب نہیں ہوا۔

حضرت شبلیؒ: اگر تمہیں اس میں کچھ بھی نصیب نہیں ہوا تو یوں سمجھو تم نے حج کیا ہی نہیں۔ اب اگلے سال پھر سے جانا اس جس طرح سمجھایا ہے اس طرح حج کرنا۔

(فضائل حج)

7.113 ۔ غلافِ کعبہ پکڑنے والا مجرم جبکہ تاجر محبوبِ الٰہی

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ میں حج پر گیا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص غلافِ کعبہ پکڑ کر دعائیں مانگ رہا ہے۔ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل پایا۔ وہ اس لئے کہ اس کے دوست بھی اس کے ساتھ حج پر آئے ہوئے تھے۔ دعا مانگتے وقت اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعا کرتا ہوں۔ وہ آدمی یہ عمل اللہ کے لئے نہیں کر رہا تھا۔ پھر فرماتے ہیں اس کے بعد میں منیٰ آیا میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان وہاں بیٹھا اپنا مال فروخت کر رہا ہے۔ اس کے گرد لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے۔ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کا دل ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہے۔

یہی زندگی کا مقصود ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاء الزَّكَاةِ
يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ O

(سورۃ النور ۔ ۳۷)

وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

(انوکھے واقعات)

7.114 ۔ شیخ کامل کا ایک مجوسی کی خدمت کا وعدہ

حضرت شیخ حاجی شریف زندانیؒ کے محلے میں ایک بہت غریب شخص رہتا تھا جس کی سات بیٹیاں تھیں، وہ ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رہتا تھا۔ اس وجہ سے بہت پریشان اور بے بس تھا۔ ایک دن اس نے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا حال عرض کیا۔

حضرت شیخ نے فرمایا! اے درویش! آج جتنی تکلیف اٹھاؤ گے کل اتنا آرام پاؤ گے۔

اس نے عرض کیا! حضرت! میرے طرف خاص توجہ فرمایئے کہ میں اپنے جوان بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ حضرت شیخ کے پاس اس وقت دینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا جاؤ کل آنا۔ وہ آپ کے پاس سے واپس ہوا۔

راستے میں اسے ایک آتش پرست ملا۔ اس نے پوچھا! درویش! کیا حال ہے کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے ساری بات اسے بتائی اور اپنی مجبوری کا حال بھی بیان کیا۔ اس مجوسی نے کہا! تمہارے شیخ تو نادار ہیں وہ تمہیں کیا دیں گے اس لئے انہوں نے تم سے بہانہ کر دیا ہے۔ اس مجوسی نے کہا! جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر وہ سات سال تک میری خدمت کریں اور جو کچھ میں کہوں اسے کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو میں ان کو سات ہزار دینار دینے کے لئے تیار ہوں۔

وہ غریب دوبارہ حضرت شیخ کے پاس آیا اور اس مجوسی کی تمام بات بتائی۔ حضرت شیخ نے یہ سن کر کہا! سبحان اللہ! اس سے بہتر تو کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔

فقیر نے حضرت کا پیغام مجوسی کو پہنچا دیا۔ حضرت خود بھی اس مجوسی کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ مجھے قبول ہے۔ اس مجوسی نے کہا کہ قاضی کے پاس جا کر اس معاہدے کو لکھوا کر تصدیق کروا لیتے ہیں۔ آپؒ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس نے تمام کاروائی کر کے ان کے ہاتھ میں سات ہزار دینار دے دئے۔ حضرت نے وہ سات ہزار دینار اس غریب شخص کو دے دئے کہ وہ اپنی تمام ضروریات کو پورا کر لے اور خود کو اس مجوسی کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

اس نے ان کے ذمہ چوکیداری کا کام لگایا۔ آپ بڑی مستعدی سے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

خلیفہ وقت آپ کو جانتا تھا جب اس کو اس بات کی خبر پہنچی تو اس نے سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم آپ کے پاس بھیجے کہ سات ہزار دینار اس مجوسی کو دے کر اس سے نجات حاصل کر لیں اور سات ہزار درہم سے اپنی ضروریات کو پورا کریں۔ حضرت شیخ نے سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم غریب و مسکینوں میں تقسیم کر دئے۔ اس کے بعد اس مجوسی کے پاس حاضر ہوئے کہ میں سات سال تمہاری خدمت کرنے کا عہد کیا ہے اس کے لئے میں حاضر ہوں۔ اس مجوسی نے کہا کہ جب خلیفہ نے تمہیں مجھے سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے دینار بھیجے تھے تو تم نے اس سے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا۔ تم اس خدمت سے بچ جاتے۔

حضرت شیخ نے کہا! تم محنت اور تکلیف کی قدر کیا جانو۔ میرا اللہ فقر اور محنت کو پسند کرتا ہے اور میں اپنے اللہ کو پسند کرتا ہوں۔ پھر جس میں وہ راضی اسی میں میں بھی راضی۔ اللہ تعالیٰ دل جوئی کو پسند فرماتا ہے اور دلجوئی کرنے والے کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

مجوسی شیخ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے اپنی خوشی سے آپ کو آزاد کیا۔ آپ جایئے اور دل جمعی سے اپنے اللہ کے کاموں میں مشغول ہو جایئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا! جب تم نے مجھے آزاد کر ہی دیا ہے تو پھر تجھ کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے آزاد فرمائے۔

آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی اس مجوسی کے دل میں مسلمان ہونے کی خواہش پیدا ہو گئی اور اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ اس نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت کی خدمت میں لگ گیا اور خود بھی شیخ کامل بن گیا۔ (سیر الاقطاب)

7.115 ۔ ایک عبرت ناک واقعہ

علامہ ابو عبداللہ محمد القرطبی نے '' جامع الاحکام القرآن '' میں عمرو بن دینار کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک شخص کی بہن کا انتقال ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کی تدفین کی تو اتفاق سے اس کی وہ تھیلی جس میں دینار بھرے ہوئے تھے قبر میں گر گئی۔ اس کو بعد میں خیال آیا کہ میری دینار والی تھیلی قبر کے اندر رہ گئی ہے۔ اس نے وہ تھیلی نکالنے کے لئے دوبارہ قبر کھودی تو جیسے ہی اس کے اوپر سے پتھر ہٹایا تو دیکھا کہ

پوری قبر آگ کا گولا بنی ہوئی ہے اور آگ کے شعلوں کی لپٹ آ رہی ہے۔

وہ اسے ویسے ہی چھوڑ کر واپس آ گیا اور اپنی والدہ سے پوچھا کہ میری بہن کی عملی زندگی کیسی تھی؟ والدہ نے بتایا کہ ایک تو وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور ٹال ٹال کر پڑھتی تھی یا قضا کرتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جب رات کو اس کے پڑوسی سونے کے لئے لیٹ جاتے تھے تو یہ اٹھ کر دروازے سے کان لگا کر اس کی راز کی باتوں کو سنتی تھی۔

اس نے اپنی ماں کو پورا واقعہ بیان کیا جو اس نے دیکھا تھا اور کہا کہ یہ اس کی انہی بدعمالیوں کا وبال ہے۔

اللّٰھم احفظنا منه (قرطبی)

7.116 ۔ ایک حسین عورت کی توبہ

کچھ حاسد لوگوں نے ایک بے حد حسن و جمیل عورت کو اس بات پر راضی کیا کہ اگر وہ حضرت ربیع بن خثیمؒ کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر گمراہ کر دے تو اسے ایک ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔ ایک دن اس نے بہت خوبصورت لباس پہنا، بہت عمدہ اور نفیس خوشبو استعمال کی اور بن سنور کر مسجد جانے والے اس راستے پر آ کر کھڑی ہو گئی جہاں سے حضرت ربیع بن خثیمؒ نماز پڑھنے کے لئے گزرتے تھے۔ اس نے دور سے دیکھا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں تو جب وہ قریب آئے تو یہ اچانک ان کے سامنے آ گئی اور اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دی اور شیطانی نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے جب اسے دیکھا تو اس کے ارادوں کو سمجھتے ہوئے اس سے کہا! اگر تجھے بخار آ جائے اور تیرے اس رنگ و سج دھج کو بدل کر رکھ دے تو پھر تیرا کیا حال ہو گا؟ یا اگر ملک الموت آ جائے اور تیری شہ رگ کاٹ دے تو پھر کیا بنے گا؟ یا اگر منکر و نکیر تجھ سے سوال پوچھیں تو انہیں کیا جواب دے گی؟

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اتنی بات کی تو اس عورت نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی۔ اس نے سچے دل سے توبہ کی اور آئندہ زندگی میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں بسر کرنی شروع کر دی۔

(کتاب التوابین، لابن قدامہ مقدوسی)

7.117 ۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق ؒ کی توبہ

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مرزوق ؒ عباسی خلیفہ مہدی کے ساتھ لہو ولہب کی محفل میں اس قدر مشغول تھے کہ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں بھی نہ پڑھ سکے۔ ہر نماز کے وقت ان کی باندھی ان کو توجہ دلاتی مگر وہ پھر بھی نماز سے غافل رہے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو آپ کی باندی نے ایک آگ کا انگارہ لیا اور آپ کے پاؤں کو چھوا دیا۔ آپ تکلیف کی وجہ سے غصہ میں آ گئے اور ڈانٹ کر اس باندی سے پوچھا! یہ کیا ہے؟ باندی نے جواب دیا! یہ تو دنیا کی آگ کا انگارہ ہے جسے تم برداشت نہیں کر سکے تو آخرت کی آگ کس طرح برداشت کرو گے۔

باندی کی یہ بات سن کر آپ کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ آپ زاروقطار رونے لگے اور پھر اٹھ کے نماز پڑھنے لگے۔ اس باندی کی بات ان کے دماغ سے نہیں نکل رہی تھی۔ انہوں نے اپنی تمام باندیوں کو آزاد کر دیا۔ اپنے تمام مال صدقہ کر دیا اور اپنا گزر بسر کرنے کے لے سبزی ترکاری بیچ کر گزارا کرنا شروع کر دیا۔ ان کی باندی نے بھی اپنی گزراوقات کے لئے یہی کام شروع کر دیا۔

ایک دن امام سفیان بن عیینہ ؒ اور حضرت فضیل بن عیاض ؒ آپ کے پاس ملاقات کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک اینٹ کا تکیہ بنایا ہوا ہے اور کچی زمین پر سو رہے ہیں۔ امام سفیان بن عیینہ ؒ نے ان سے کہا! جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی آسائش کی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل ضرور عطا کرتا ہے۔ آپ کو ترکِ دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ نے کیا عطا کیا؟

انہوں نے جواب دیا! میں جس حال میں ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ (کتاب التوابین)

7.118 ۔ حضرت ابن عربی ؒ کے لئے آگ کا گلزار ہونا

ایک مرتبہ ابن عربی ؒ کے پاس ایک فلسفی آیا جو نبوت کے اس مقام کا منکر تھا جو مسلمان بیان کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے معجزات کا بھی منکر تھا اور کہتا تھا کہ حقائق اشیاء میں تبدیل نہیں ہوتی ہیں۔ سردیوں کے دن تھے آپ کے سامنے ایک انگیٹھی جل رہی تھی۔

یہ منکر کہنے لگا کہ عوام کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور آگ نے انہیں نہیں جلایا۔ وہ کہنے لگا آگ طبعاً ایسے جسموں کو جلا دیتی ہے جو اس کے سامنے آئیں اور جلنے کے قابل ہوں۔ قرآن میں جس آگ کا ذکر ہے وہ یہ نہیں تھی بلکہ اس سے مراد نمرود کا غصہ اور بغض تھا۔ یہ غضب کی آگ تھی۔ آگ میں ڈالے جانے کا مطلب یہ تھا کہ نمرود کا آپ کے اوپر غضب ناک ہونا اور نہ جلنے کا مطلب یہ تھا کہ ظالم و جابر نمرود کا غیض وغضب آپ پر اثر انداز نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے پاس ایسے دلائل تھے جن پر نمرود کا غصہ غالب نہیں آ سکتا تھا۔ مثلاً اجرام سماوی کا غروب ہونا، اب اگر وہ اشیاء خدا ہوتیں تو غروب نہ ہوتیں۔ ان دلائل کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام اپنے نظریہ پر مضبوط رہے اور نمرود کے غصہ سے مرعوب نہیں ہوئے۔

جب وہ فلسفی اپنی بات پوری کر چکا تو ابن عربیؒ نے کہا! اگر میں تم کو دکھاؤں کہ ارشاد خداوندی سچ ہے کہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اسے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔ وہ منکر کہنے لگا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ابن عربیؒ نے کہا! یہ سامنے والی انگیٹھی میں آگ جلانے والی ہے کہ نہیں؟ فلسفی کہنے لگا حضور! یہ جلاتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا! اب ذرا دیکھو۔ انہوں نے وہ آگ کی انگیٹھی اٹھائی اور اس کی آگ اس منکر کی گود میں الٹ دی۔ وہ آگ کافی دیر تک اس کی گود میں پڑی رہی لیکن نہ وہ جلا اور نہ اس کے کپڑے، وہ ہاتھ سے اس کو الٹتا پلٹتا رہا۔ وہ انتہائی حیران تھا کہ آگ کیوں نہیں جلا رہی۔ آپؒ نے پھر وہ آگ کے انگارے اٹھا کر اس انگیٹھی میں واپس ڈال دئے اور انگیٹھی اپنی جگہ پر رکھ دی۔ اس کے بعد اس فلسفی سے کہا کہ اب تم جا کر اس انگیٹھی کی آگ کو چھوؤ۔ اس نے آگ کے قریب جا کر اس انگیٹھی کی آگ کو چھوا تو اس کا ہاتھ جل گیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ بھی ایسے ہی تھا۔ یہ آگ بیچاری تو اللہ کے حکم کے تابع ہے، حکم ہو تو جلاتی ہے اور نہ ہو تو نہیں جلاتی۔ وہ فلسفی بار بار حیرت سے کبھی آگ کو اور کبھی حضرت صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ اب اس کو انبیاء کے معجزات اور کرامات پر یقین ہو گیا۔

(جامع کراماتِ اولیاء)

7.119 ۔ حضرت شیخ محمد پارساؒ

آپؒ بخارا کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کے خلیفہ تھے۔ امام قرأت محمد بن محمد شمس الدین جزریؒ سلطان مرزا الغ بیگ کے زمانے میں ماوراء النہر کے محدثین کی اسناد درست کرنے کی غرض سے سمرقند تشریف لائے۔ حضرت شیخ محمد پارساؒ کے ایک حاسد نے انہیں بتایا کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جن کی اسناد کا کسی کو علم نہیں۔ اگر آپ تحقیق فرما کر بلا اسناد احادیث سن لیں اور ان کا رد فرما دیں تو آپ کو بہت ثواب ملے گا۔ امام جزریؒ نے سلطان سے کہا کہ محمد پارسا کو بھی بلا لیا جائے۔ آپؒ تشریف لے آئے۔ اس وقت ایک بہت بڑی محفل میں اس دور کے شیخ الاسلام نحوی علامہ عصام الدینؒ اور دیگر جید علماء موجود تھے۔

امام جزریؒ نے حضرت شیخ محمد پارساؒ سے حدیث پوچھی! آپؒ نے سند سمیت پوری حدیث سنا دی۔ امام جزریؒ سن کر فرمانے لگے! اس حدیث کے صحیح ہونے میں تو کوئی کلام نہیں لیکن اس کی سند میرے نزدیک ثابت نہیں۔ یہ بات سن کر آپؒ کے حاسد بہت خوش ہوئے۔ آپ نے اسی حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا۔ امام جزریؒ نے پھر پہلے والی بات دوہرائی۔ آپ سمجھ گئے کہ جو بھی سند بیان کی جائے گی اسے رد کر دیا جائے گا۔

آپؒ نے ایک لمحہ خاموش رہ کر شیخ الاسلام عصام الدینؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا! کیا فلاں کتاب کی سند آپ کے نزدیک صحیح ہے؟ اور کیا اس کی اسناد قابل اعتماد ہیں؟ حضرت عصامؒ نے جواب دیا! جی ہاں۔ محدثین کے نزدیک یہ معتبر کتاب ہے، اس کی اسناد میں بھی کسی نے کلام نہیں کیا اور وہ صحیح ہیں۔ اگر آپ کی بیان کردہ سند اس کتاب میں موجود ہو تو پھر ہمیں اس سند پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ محمد پارساؒ نے فرمایا! یہ سند آپ کی لائبریری میں فلاں جگہ فلاں کتاب کے نیچے رکھی ہے۔ اس کا حجم اتنا ہے اور اس کی جلد ایسی ہے اور یہ حدیث جو ابھی میں نے بیان کی ہے اس کے فلاں صفحہ پر موجود ہے آپ ملاحظہ فرما لیں۔ حضرت عصامؒ کو کچھ شک ہوا کہ یہ کتاب میری لائبریری میں ہے بھی یا نہیں۔ آپ نے بتائی ہوئی جگہ سے کتاب لانے کو کہا۔ وہ کتاب وہاں موجود تھی اور وہ آپ کے پاس لائی گئی اور اس میں اس صفحہ پر دیکھا تو وہ حدیث بھی اسی طرح موجود تھی جس طرح حضرت شیخ محمد پارساؒ نے بیان فرمائی تھی۔

حاضرین اور حضرت عصامؒ خود بھی ہکا بکا رہ گئے کیونکہ حضرت شیخ محمد پارساؒ کبھی بھی شیخ عصامؒ کے گھر

نہیں آئے تھے اور نہ ہی انہوں نے ان کی کتابیں دیکھیں تھیں۔ سب لوگ شرمندہ ہو گئے، سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں اس طرح طلب کرنے پر نادم ہوا۔ یہ واقعہ آپ کے مرتبہ کی شہرت کا باعث بن گیا اور اکثر علماء بھی اس واقعہ کی وجہ سے آپؒ کی بزرگی کے معترف ہو گئے تھے اور آپ کے خلاف زبان درازی سے باز آ گئے تھے۔

آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۸۲۲ھ ہوا اور آپ کی تدفین جنت البقیع میں حضرت عباسؓ کی قبر کے پاس ہوئی۔ (جامع کمالات اولیاء)

7.120 ۔ حضرت شیخ محمدؒ (سانپ کھانے والے)

آپ بڑے نیک اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ سانپ، کیڑے اور اسی قسم کی دوسرے حشرات الارض کھا جاتے تھے۔ آپ کے پاس ان چیزوں کی ماہیت بدل جاتی تھی۔ کیڑے منقیٰ بن جاتے تھے اور سانپ ککڑی بن جاتا تھا۔ اسی طرح دوسری چیزوں کی ہیئت بھی تبدیل ہو جاتی تھی۔

آپ ان اکابر اولیاء میں شامل ہے جن کو کرامات اور مکاشفات سے نوازا گیا تھا۔ آپ کو لوگوں نے یوم العرفہ کے دن جبل عرفات پر دیکھا اور دوسری صبح آپ بیت المقدس میں موجود تھے۔ یعنی آپ نے حج کا دن عرفات میں گزارا اور عید بیت المقدس میں کی۔ آپ کی وفات ۸۳۲ھ میں ہوئی اور آپ بیت المقدس کے باب الرحمۃ میں دفن ہوئے۔ (جامع کمالات اولیاء)

7.121 ۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن مبارک برکانیؒ

آپ کا شمار ان مشائخ میں ہوتا ہے جن کے عہدے اور مرتبے بہت بلند ہوتے ہیں۔ آپ حضرت احمد موسیٰ بن عجیلؒ کے ساتھ یمن سے مکہ مکرمہ کے قافلے کی قیادت کیا کرتے تھے۔ کوئی ڈاکو بھی اس قافلہ پر حملہ نہیں کرتا تھا۔ خواہ وہ عرب ہو یا غیر عرب۔ اور اگر کسی ڈاکو نے لاعلمی میں ان پر حملہ کر دیا ہوتا تو وہ جلد ہی عتاب کا شکار ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ آپ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت اور مختلف لوگوں کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ یمن میں مختلف

شہروں کا سفر کرتے رہے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک جگہ ان کے کچھ ساتھیوں کو ڈاکوؤں نے گھر لیا اور ان سے سارا سامان لوٹ کر لے گئے۔ وہ ساتھی آپ ؒ کے پاس حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا! شاید انہوں نے آپ لوگوں کو پہچانا نہیں ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا! حضرت ایسی بات نہیں! انہوں نے ہمیں پہچان لیا اور ہم سے از راہ تمسخر کہا! فقیرو! ہم تمہاری ذات سے ہی تو برکت تلاش کر رہے ہیں۔ تمہارا یہ مال برکت کے لئے لے رہے ہیں۔

حضرت نے فرمایا! انہیں مبارک ہو۔ بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو پکڑا ہے حالانکہ حقیقت میں ہم نے انہیں پکڑا ہوتا ہے۔ پھر کچھ دیر کے لئے آپ ؒ نے اپنا سر جھکا لیا اور مراقبہ کی کیفیت میں چلے گئے۔ جب آپ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہ آپ ؒ کے ساتھیوں کو لوٹنے والے ڈاکو ان کا لوٹا ہوا سامان لئے سامنے کھڑے تھے۔ آپ کو دیکھ کہ وہ آپ سے معذرت کرنے لگے اور معافیاں مانگنے لگے۔

آپ کی وفات خنفر نامی گاؤں میں ہوئی۔ (جامع کمالات اولیاء)

7.122 ۔ حضرت خواجہ جگی املنگی سمرقندی ؒ

آپ کا شمار اکابر صوفیاء اور نقشبندی سلسلہ کے اماموں میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق املنگ سے تھا جو بخارا کا ایک گاؤں تھا۔ آپ نے طریقت کا سبق حضرت شیخ درویش محمد سمرقندی ؒ سے حاصل کیا اور آپ صاحبِ کشف بزرگوں میں سے تھے۔

آپ کے خلیفہ شیخ محمد باقی (حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی ؒ) بیان کرتے ہیں کہ آپ ؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایک شخص کا ظہور ہوگا جو اپنے دور کا امام ہوگا۔ اس کی فتوحات آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ آپ جلدی ہندوستان تشریف لے جائیں کیونکہ اہل اللہ اس عظیم شیخ کی آمد کے منتظر ہیں۔

جب آپ بخارا سے ہندوستان تشریف لائے تو آپ کی ملاقات امام ربانی محبوب سبحانی حضرت مجدد الف الثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی ؒ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور طریقت اور سلوک کی منازل طے کیں۔ آپ نے فرمایا! یہی ہیں جن کی حضرت املنگی ؒ نے بشارت دی تھی۔ (جامع کمالات اولیاء)

7.123 ۔ حضرت احمد بن حسین ابوالقاسم ابن قسیؒ

آپ مراکش کے رہنے والے تھے اور مشہور کتاب '' خدع النعلین '' کے مصنف ہیں۔ آپ ایک رات اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے۔ ان کے گھر کے قریب ایک نہر گزرتی تھی اس میں بہت سارے مینڈک تھے جو ٹرّا رہے تھے۔ اور آپ کی عبادت میں سے آپ کی وجہ ہٹا رہے تھے۔

آپ نے فرمایا! اے مینڈکو! تم ٹرٹر کر کے مجھے بہت تکلیف پہنچا رہے ہو۔ اب ایک ہی صورت رہ گئی ہے یا تو تم یہ جگہ چھوڑ دو یا میں یہ جگہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

جب صبح ہوئے تو نہر میں کوئی مینڈک نہیں تھا۔ اس واقعہ کے بعد آج تک اس نہر میں کبھی مینڈک نہیں آئے۔ آپؒ کا وصال ۵۵۸ھ میں ہوا اور آپ قاسیون کے میدانی دامن میں مدفون ہوئے۔

(جامع کمالات اولیاء)

7.124 ۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ کی کرامت

حکایت ہے کہ ایک دن حضرت نوریؒ دجلہ کی طرف نکل کر گئے تو دیکھا کہ دونوں کنارے آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ آپ یہ کہہ کر واپس چلے آئے کہ تمہاری عزت وجلال کی قسم میں دریا کو بغیر کشتی کے عبور نہیں کروں گا۔

ایک اور کرامت کا ذکر ہے کہ نوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں کرامت سے متعلق شبہ تھا تو میں نے بچوں سے بانسری (نلکی) لی اور دو کشتیوں کے درمیان پھینک دی اور کہا کہ تمہارے عزت وجلال کی قسم! اگر میرے لئے ایک مچھلی جس کا وزن تین رطل ہو نہ نکلے تو میں اپنے آپ کو ڈبو دوں گا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مچھلی نکلی جس کا وزن تین رطل تھا۔ یہ خبر جب حضرت جنید بغدادیؒ تک پہنچی تو فرمایا کہ چاہئے تھا کہ سانپ نکلتا اور اسے ڈستا۔

7.125 ۔ حضرت نجم الدین کبریٰ ؒ کی کرامت

حضرت نجم الدین کبریٰ ؒ بڑے صاحب کرامت ولی گزرے ہیں۔ آپ کے مریدوں میں حضرت امام رازی ؒ جیسی ہستیاں شامل تھیں۔ حضرت امام رازی ؒ پر عالم نزع میں شیطان نے وسوسوں کی یلغار کر دی اور ان کو سوال کر کر کے پریشان کرنے لگا۔ مثلاً تم نے خدا کو کس طرح جانا اور مانا۔ شیطان کے تقریباً ننانوے سولات کے جوابات امام رازی ؒ نے دے دئے۔ مگر اس کی تسلی کسی طرح سے نہ ہوئی۔

دوسری طرف تقریباً تین سو میل کے فاصلہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے جلال میں آ کر لوٹا دیوار سے دے مارا اور بولے تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں نے خدا کو بے دلیل مانا۔ یہ بات روحانی طور پر امام رازی ؒ تک پہنچ گئی اور انہوں نے اپنے پیر صاحب کی بات دہرا دی یوں ان کی شیطان سے خلاصی ہوئی۔

جب مریدوں نے حضرت نجم الدین کبریٰ ؒ سے لوٹا دیوار پر مارنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے امام رازی ؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! اگر اب وہ شیطان کے سوالات کے جواب دیتے تو ان کا ایمان خارج ہو جاتا۔ لہٰذا میں نے ان کو یہاں سے ہی تنبیہ کر دی کہ تم خدا کو بے دلیل مان لینے کے لئے اقرار کرو۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ایک جید عالم کے ایمان کا تحفظ کر لیا اور ایک مرشد کامل کا ہی کام ہے کہ وہ باطنی طور پر اپنے مرید کا تحفظ کرے۔

(اولیاء کرام)

7.126 ۔ حضرت ابوسعید خراز ؒ کی کرامت

حضرت ابوسعید خراز ؒ سے حکایت ہے کہ ایک بار میں سفر میں تھا اور ہر تین دن بعد کوئی نہ کوئی چیز مجھے کھانے کے لئے مل جاتی تھی۔ اس بار تین دن گزر گئے اور کوئی چیز نہ مل سکی جس کی وجہ سے میں کمزور ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ اس پر غیب سے آواز آئی کہ کیا پسند کرتے ہو۔ اسباب یا قوت۔ میں نے کہا کہ قوت چاہتا ہوں۔ پھر میں اسی قوت سے اٹھا اور بارہ دن متواتر چلتا رہا، نہ کوئی چیز کھائی اور نہ کمزوری محسوس ہوئی۔

7.127 ۔ حضرت ابراہیم آجریؒ کی کرامت

ابراہیم آجریؒ سے مروی ہے کہ ایک یہودی کا میرے ذمہ قرض تھا اور وہ اپنے قرض کے مطالبے کے لئے میرے پاس آیا۔ اس وقت میں اپنے بھٹے کے پاس بیٹھا اینٹوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔ یہودی نے مجھ سے کہا۔ ابراہیم کوئی کرامت دکھاؤ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا! کیا تو واقعی مسلمان ہو جائے گا۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں! میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ اپنا ایک کپڑا اتار دو۔ اس نے اتار کر دیا۔ میں نے اسے لپیٹا اور اس کے اوپر اپنا کپڑا لپیٹ دیا اور اسے آگ میں پھینک دیا اس کے بعد میں خود بھٹے میں گھس گیا اور آگ کے بیچ میں سے میں نے وہ کپڑا اٹھایا اور دوسرے دروازے سے نکل کر آ گیا۔

دیکھا تو میرے کپڑے ویسے کے ویسے ہی تھے انہیں آگ نے چھوا تک نہیں تھا اور یہودی کا کپڑا جو میرے کپڑوں کے اندر تھا جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر یہودی اسلام لے آیا۔

7.128 ۔ حضرت عطاء ازرقؒ کی کرامت

عطاء ازرقؒ سے مروی ہے کہ میری بیوی نے مجھے دو درہم دئے جو اس نے سوت بیچ کر حاصل کئے تھے اور مجھ سے کہا کہ ان سے آٹا خرید لائیے۔ میں گھر سے نکلا تو راستے میں ایک (کنیز) لڑکی کو روتے دیکھا۔ میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میرے آقا نے مجھے دو درہم کچھ خریدنے کے لئے دئے تھے وہ مجھ سے کہیں گر گئے ہیں اب میں ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے مارے گا۔

میں نے اس کو وہ دو درہم دے دئے اور اپنے دوست کی دکان پر بیٹھا رہا جو ساگون کی لکڑی چیر رہا تھا۔ میں نے اس سے تمام حال کہہ دیا اور یہ بھی بتایا کہ مجھے اپنی بیوی کی بد اخلاقی کا ڈر ہے۔ دوست نے کہا کہ اس تھیلے میں برادہ ڈالو شاید تمہیں تنور گرم کرنے میں اس کا فائدہ ہو کیونکہ اس وقت میں اور کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں وہ برادہ اٹھا کر لے آیا اور گھر کا دروازہ کھول کر وہاں پھینک دیا اور دروازہ بند کر کے خود مسجد میں چلا گیا وہاں عشاء کی نماز کے بعد تک ٹھہرا رہا تا کہ سب گھر والے سو جائیں اور میری بیوی میرے ساتھ زبان درازی نہ کرے۔

جب میں گھر پہنچا اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میری بیوی روٹی پکا رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی۔ اس نے جواب دیا کہ تھیلے والے آٹے سے۔ اس نے مزید کہا کہ کوئی اور آٹا نہ خریدا کرو یہ بہت عمدہ آٹا ہے اسی قسم کا آٹا لایا کرو۔ میں نے کہا! ان شاء اللہ تعالیٰ! ایسا ہی کروں گا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

7.129 ۔ حضرت ابومعاویہ اسودؒ کی کرامت

ابومعاویہ ؒ کے خادم ابوحمزہ نصر بن الفرج سے مروی ہے کہ ابومعاویہ کی بینائی جاتی رہی تھی مگر جب قرآن مجید پڑھنے کے لئے کھولتے تو ان کی بینائی واپس آجاتی تھی اور جیسے ہی قرآن بند کرتے بینائی پھر چلی جاتی۔

باب ہشتم

(حضرت مجدد الف الثانیؒ اور بعد کا دور)

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا!

مصائب پر صبر کرنا
تعجب خیز نہیں
بلکہ مصائب میں
خوش رہنا تعجب
کی بات ہے۔

8.1 ۔ حضرت مجدد الف الثانیؒ کا روحانی تصرف

ایک درویش آدمی جن کا نام میر شرف الدین حسین تھا۔ اس کے دل میں ایک دن یہ خیال آیا کہ چند نفیس قسم کے کپڑے جو میرے گھر میں موجود ہیں اور کچھ مصالحہ جات جو کھانے وغیرہ میں ڈالے جاتے ہیں حضرت مجددؒ کی خدمت میں بھیجوں۔ اس نے وہ چیزیں نکال کر اکٹھا کیں اور انہیں اپنے رضائی بھائی اللہ یار نامی کے ہاتھ روانہ کر دیں۔ اتفاق سے ایک عورت جو اس کی عزیزہ تھی اس کے گھر میں مہمان تھی۔ وہ کہنے لگی کہ اس قسم کے کپڑے یہ درویش لوگ کیا کریں گے۔ وہ خود تو انہیں پہنیں گے نہیں۔ اس پر درویش نے کہا بالفرض اگر وہ نہیں پہنیں گے تو ان کے اہل خانہ تو پہنیں گے۔ جب اللہ یار نامی شخص نے وہ کپڑے اور مصالحہ جات حضرت کی خدمت عالیہ میں پیش کئے تو آپ نے ایک نظر دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ مصالحہ جات لے جایئے اور کپڑوں کے بارے میں فرمایا کہ میر شرف الدین سے کہو کہ یہ کپڑے واقعی بہت نفیس ہیں مگر درویش کے کس کام کے اور بعض عورتیں جو تمہارے گھر میں ہیں انہیں دے دو کیونکہ وہ عورتیں اس قابل ہیں کہ ان کو پہن سکیں۔ اس طرح کپڑے وغیرہ بھی انہوں نے واپس کر دیئے۔ (قصص الاولیاء)

8.2 ۔ حضرت مجدد الف الثانیؒ اور بادشاہِ وقت

اکبر بادشاہ اور اس کے گمراہ امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے اصل دین پر چلنا لوگوں کے لئے انتہائی مشکل ہو گیا تھا۔ ہندو مذہب کی بے شمار چیزیں دین میں داخل کر دی گئیں تھیں اور سرکاری طور پر ان کی حمایت کی جاتی تھی۔ حضرت مجدد الف الثانیؒ نے ان کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔

اکبر بادشاہ خود ان پڑھ تھا، اس کی پالیسی یہ تھی کے ہر جائز و ناجائز طریقہ سے اپنی حکومت مضبوط کی جائے۔ اس کے لئے اس نے ذہین مشیر رکھے جن میں ہندو بھی تھے اور جو مسلمان تھے وہ بھی ہندوانہ رسوم و رواج سے متاثر تھے۔ ان لوگوں نے اکبر بادشاہ کو اسلام سے متنفر کر دیا اور بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جس میں بادشاہ کو سجدے کرنے کو جائز اور ضروری قرار دے دیا گیا جس کی اس وقت کے علمائے سو نے بھی حمایت کی اور ایک نئے دین کی بنیاد رکھی گئی جو کہ اسلامی اور ہندوانہ تہذیب و ثقافت کا مجموعہ تھا۔ اسلامی شعائر

کا کھلے عام مذاق اڑایا جانے لگا۔ کلمہ حق کہنے والے علماء کو سر عام قتل کروا دیا جاتا تھا۔ ہندو مسلمان کی آپس میں شادیوں کو رواج دیا جانے لگا۔ مسجدوں پر تالے لگا دئے گئے، اذان پر پابندی لگا دی گئی، گائے کی قربانی کو ناجائز قرار دیا گیا اور مندروں کو ترقی دی گئی اور نئے مندر بنائے گئے۔ ہندوؤں کو مسجد کے سامنے گانے بجانے کی اجازت دے دی گئی۔ ختنہ کرانے اور محمد نام رکھنے پر پابندی لگا دی گئی۔ ہندوؤں پر جزیہ معاف کر دیا گیا۔

حکومت بظاہر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی لیکن حکومت کا نظام ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی ختم کر دی گئی۔ دین اسلام پر چلنا انتہائی مشکل بنا دیا گیا۔ اکبر کو ایک نیا فلسفہ سکھایا گیا کہ رام اور رحیم حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ ہندومت اور اسلام کو ملانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو اپنا تشخص بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ حکومت کے لوگ اس کی مخالفت کرنے والے کو سختی سے کچل دیتے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (مجدد الف الثانی) کی ایمانی قوت نے جوش مارا اور تن تنہا اس سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کافرانہ نظریات کی بہ بانگ دہل مخالفت کی اور اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا۔

اکبر کی موت کے بعد جہانگیر بادشاہ بنا۔ حضرت مجدد الف الثانیؒ نے بااثر علماء، صوفیاء، امراء اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کو خطوط لکھے اور ان کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کیا۔ بہت سے لوگ آپؒ کی بات سے اتفاق کرنے لگے۔ آپؒ کے مریدین اور طاقت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جب جہانگیر کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ اسی طرح اگر ان کے مریدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا تو ایک دن یہ میری حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔ اس لئے ان کو کسی طرح سے اپنے قابو میں کیا جانا چاہیئے۔

اس نے حضرت مجدد الف الثانیؒ کو اپنے دربار میں بلایا اور دربار میں سجدہ تعظیمی کرنے کو کہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ جس پر بادشاہ ناراض ہو گیا اور کہا کہ درباری آداب کو ملحوظ رکھا جائے لیکن انکار پر آپؒ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپؒ تقریباً ایک سال اس قلعہ میں قید رہے اس دوران آپؒ نے قلعہ کے اندر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کی اور قلعہ کے اندر تمام غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا اور آپؒ کے حلقہ ادارت میں داخل ہو گئے۔

جہانگیر بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ گھبرا گیا اور آپؒ کو فوراً رہا کر دیا اور تحفہ تحائف کے نذرانے

پیش کیے۔ حضرت مجدد الف الثانیؒ نے جہانگیر کے ذریعہ ان تمام مشرکانہ اور ملحدانہ نظریات کا خاتمہ کرایا جو اکبر کے دور میں شروع کیے گئے تھے۔ بادشاہ جہانگیر حضرت مجددؒ سے انتہائی متاثر ہو گیا اور بنفس نفیس آپؒ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اسلامی شعائر پر جو پابندیاں تھیں وہ تمام ختم کر دی گئیں۔

حضرت مجددؒ نے اس دوران اسلامی تصوف پر جو ہندوانہ اثرات مرتب ہو گئے تھے ان کو زائل کیا۔ ہندو سادھو اور نام نہاد درویش عام لوگوں میں اس بات کو پھیلا رہے تھے کہ رام اور رحیم ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ یہ خطرناک تصور ذہنوں میں بٹھایا جا رہا تھا۔ آپؒ نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی اور لوگوں کو سمجھایا کہ رام اور رحیم دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ رام مخلوق ہیں اور رحیم کائنات کے خالق اور مالک کا نام ہے۔ یہی دو قومی نظریہ تھا جو حضرت مجدد الف الثانیؒ نے پیش کیا۔

8.3 ۔ بغض معاویہ ؓ کا دل سے نکالنا

حضرت مولانا ہاشم کشمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان طالب علم سادات کرام میں سے میرا دوست تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں ایک شب مجدد الف الثانیؒ کے مکتوبات شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کہ آپ کے اس جملہ پر میری نظر پڑی ”حضرت امام مالکؒ حضرت امیر معاویہ ؓ کو برا کہنا حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظم ؓ کو برا کہنے کے برابر جانتے تھے اور جو حد حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمرؓ کو برا کہنے والے پر جو سزا تجویز فرماتے تھے وہی امیر معاویہ ؓ کو برا کہنے والے کے لئے تجویز فرماتے تھے۔“

میرے دل میں چونکہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے کینہ تھا اس لئے مجھے یہ تحریر اچھی نہیں لگی اور میں حضرتؒ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال کر سو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مجدد الف الثانی قدس سرہٗ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں اور میرے دونوں کانوں کو پکڑ کر فرما رہے ہیں۔

اے نادان طالب علم! تو ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اسے زمین پر پٹک دیتا ہے۔ اگر تجھے میری تحریر کا اعتبار نہیں تو میں تجھے حضرت علیؓ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ مجھ کو اسی طرح ایک باغ میں لے گئے اور اس کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا۔ اس باغ میں ایک عالی شان عمارت تھی جس میں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ آپ اندر

تشریف لے گئے اور نہایت ادب اور تواضع سے سلام کیا۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ پھر آپ ان بزرگ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور کچھ گفتگو کی۔ آپ اور وہ بزرگ مجھے دور سے دیکھتے اور کچھ اشارات کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ یہ حضرت علیؓ تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا! خبردار! ہرگز ہرگز صحابہ رسول ﷺ کے ساتھ کبھی کینہ نہ رکھنا اور ان بزرگوں کی ملامت میں ایک حرف بھی زبان پر نہ لانا۔ اس بات کو ہم اور ہمارے بھائی ہی جانتے ہیں کہ کن نیک نیتوں کے ساتھ ہمارے اختلافات واقع ہوئے ہیں۔ پھر حضرت مجدد کا نام لے کر فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرنا۔

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ اس نصیحت کے باوجود میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت مجددؒ کو اشارہ کیا کہ اس کا دل ابھی صاف نہیں ہوا ہے اور تھپڑ مارنے کا اشارہ کیا۔ حضرت مجدد نے زور سے ایک تھپڑ میری گدّی پر مارا۔ تب میں نے اپنے دل کو کدورت سے پاک وصاف پایا اور حضرت مجدد الف الثانیؒ کے معارف کے ساتھ اعتقاد بہت زیادہ ہو گیا۔ (حضرات القدس۔دفتر دوم ص ۱۴۱)

8.4 ۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا زہد وورع

سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر بزرگوں میں ایک بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ گزرے ہیں۔ آپ کی شہرت جب بہت بڑھ گئی اور آپ کی خانقاہ میں لوگوں کا مجمع رہنے لگا۔ اس وقت کے گورنر نے آپ کو پیغام بھیجا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو زمین کا ایک بڑا ٹکڑا دے دیا جائے تا کہ وہاں آپ اپنی بڑی سی خانقاہ بنائیں۔

حضرتؒ نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا!

قل متاع الدنیا قلیل (کہہ دیجئے! دنیا کی متاع قلیل ہے)

جس پوری دنیا کو اللہ تعالیٰ نے قلیل کہا ہے اس قلیل میں سے قلیل حصہ آپ کے اختیار میں آیا ہے اس قلیل میں سے ایک قلیل حصہ آپ مجھے دینا چاہتے ہیں تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اس لئے آپ مجھ پر یہ مہربانی نہ کیجئے۔ (اہل دل کے تڑ دینے والے واقعات)

8.5 ۔ انگوروں سے مُردوں کی بدبو

حضرت مظہر جان جاناںؒ کے پاس ایک مرتبہ ان کے کسی مرید نے تحفتاً انگور پیش کیے۔ جب حضرت اسے منہ میں ڈالنے لگے تو منہ میں ڈالنے سے رک گئے اور وہ انگور واپس کردیئے کہ اس میں سے مُردوں کی بدبو آرہی ہے۔ مرید نے کہا کہ حضرت میں اسے ابھی بازار سے خرید کر لا رہا ہوں۔ لیکن حضرت نے پھر بھی واپس کردیئے۔ اس شخص کو تجسس پیدا ہوا اس نے ان انگوروں کی تحقیق کی کہ یہ کہاں سے آئے ہیں۔ وہ اس دوکاندار کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم یہ انگور کہاں سے لائے ہو۔ اس نے بتایا کہ ایک دیہاتی شخص ہے اس کا باغ ہے وہاں سے وہ لا کر دیتا ہے۔ انہوں نے دوکاندار سے اس کا پتہ لیا اور اس کے پاس پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک پرانے قبرستان کو ہموار کر کے اس پر انگوروں کی بیلیں لگائی ہوئی ہیں یہ انہی بیلوں کا پھل ہے۔

(علمی مضامین)(مختصر تاریخ دمشق)

8.6 ۔ فضول بحث ومباحثہ اچھی بات نہیں

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ اور بڑے اولیاء میں سے تھے۔ دہلی میں ان کی بہت شہرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دین کا کام لیا اور ان سے دین کا بڑا فیض پھیلا۔ دو طالب علم بلخ سے آپ کی شہرت سن کر آپ سے ملنے اور بیعت ہونے ہندوستان آئے۔ انہوں نے کہا کے بڑے بزرگوں سے اصلاح زیادہ بہتر طریقہ سے ہوتی ہے۔

وہ حضرت کی مسجد پہنچے نماز کا وقت ہونے والا تھا۔ وہ دونوں وضو کرنے بیٹھ گئے۔ ایک طالب علم نے دوسرے سے کہا! یہ حوض جس میں ہم وضو کر رہے ہیں یہ بڑا ہے یا ہمارا بلخ کی مسجد والا۔ دوسرے نے کہا کہ وہ بلخ والا بڑا ہے۔ دوسرے طالب علم نے کہا! میرے خیال میں یہ دہلی والا زیادہ بڑا ہے۔ اس موضوع پر دونوں کا کافی دیر تبادلہ خیال ہوتا رہا قریب ہی حضرت مظہر جان جاناں وضو فرما رہے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو بحث کرتے ہوئے سن لیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو یہ دونوں حضرت کے پاس ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

حضرت نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! ہم آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے

لئے حاضر ہوئے ہیں۔

حضرت نے فرمایا! پہلے یہ طے کرلو کہ ہماری مسجد کا حوض بڑا ہے یا بلخ کی مسجد کا؟ یہ مسئلہ طے کرلو پھر بات آگے چلے گی۔ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ لیکن حضرت نے فرمایا! جب تک یہ مسئلہ طے نہیں ہوگا اس وقت تک بیعت کرنا فضول ہے۔ لہٰذا اس حوض کی پیائش کرواور پھر واپس جا کر بلخ والے حوض کی پیائش کرو۔ اس کے بعد جب یہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سا حوض بڑا ہے۔ جب یہ کام کرلو تو تم میرے پاس آ جانا میں تمہیں بیعت کرلوں گا۔

حضرت نے فرمایا! تمہاری گفتگو سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ تمہیں فضول بحث مباحثہ کی عادت ہے، جس کا کوئی مصرف نہیں۔ دوسرے تم بغیر تحقیق کے بات کرتے ہو۔ تم نے ویسے اندازے سے یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ حوض بڑا ہے اور دوسرے کو کہا کہ تم نے دوسرے حوض کو بڑا کہہ دیا۔ تحقیق تم دونوں نے نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ زبان سے بات کرنے میں تحقیق نہیں اور فضول بحث ومباحثے کی عادت ہے۔ اس کی موجودگی میں اگر میں آپ کو ذکر واذکار بتاؤں تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک یہ عادت ختم نہ ہو، اور یہ عادت اس طرح ختم ہوگی کہ ایک مرتبہ تمہیں سبق مل جائے کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔

(انوکھے واقعات)

8.7 ۔ حضرت آدم بنوریؒ کا نام لینے سے جن بھاگ گیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت آدم بنوریؒ کے خانقاہ میں ایک شخص نے آ کر ایک مرید سے کہا کہ شیخ سے کہہ دو کہ ان کے قصبہ بنور سے ایک شخص ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس کو اندر لے آؤ۔ مرید نے اس کو اندر پہنچا دیا۔ وہ شخص آپؒ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے بنور کے حالات پوچھے اور اہل بنور کی خیریت دریافت کی۔ پھر پوچھا کہ تمہارا آنا کیسے ہوا۔

اس نے کہا کہ میں بہت پریشان ہو کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ کو میری مدد کرنا ہوگی۔ آپ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم پریشان کیوں ہو۔ میں ضرور تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا بتاؤ کیا بات ہے۔

اس نے عرض کیا کہ حضرت میری ایک بیٹی ہے وہ جوان ہوئی تو میں نے اس کی شادی کر دی۔ بس شادی

کرتے ہی میں پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔ آپؒ نے پوچھا! وہ کس طرح۔ اس نے عرض کیا کہ شادی کے بعد پتہ چلا کہ میری لڑکی کسی جن کے زیر اثر ہے۔ اس کا شوہر اس کے پاس نہیں جا سکتا۔ جیسے ہی قریب جانے کی کوشش کرتا ہے اس کو معلوم نہیں کون دھکے دے کر دور کر دیتا ہے۔ ابھی تک خیریت ہے کہ میرے داماد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ جن کیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ میری بیٹی کو لے کر کمرے میں بند ہو جاتا ہے اور اندر کسی کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ آپؒ نے پوچھا کہ پھر میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی کا اس جن سے پیچھا چھڑا دیں۔ آپ نے فرمایا! وہ جن اس کا پیچھا چھوڑ دے گا آپ پریشان نہ ہوں۔ اس شخص کا خیال تھا کہ آپ اس کو کسی قسم کا تعویز وغیرہ دیں گے۔ مگر آپ نے کچھ نہ دیا کچھ دیر خاموشی سے کچھ پڑھتے رہے اور اس کے بعد فرمایا۔ جاؤ بنور واپس جاؤ۔ اب جب بھی وہ جن آئے اسے میرا نام لے کر کہہ دینا کہ وہ یہاں سے چلا جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔

اس شخص نے مایوسی سے پوچھا! بس اور کچھ۔ آپ تعویز وغیرہ نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تعویز کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم لڑکی کے کان میں میری طرف سے کہہ دینا کہ شیخ آدمؒ کا یہ فرمان ہے کہ میری لڑکی کے پاس سے چلا جا ورنہ شیخ تجھ کو جلا دیں گے۔ وہ شخص دل برداشتہ ہو کر چلا گیا اور بے یقینی سے اپنی بیٹی کے کان میں وہی الفاظ ادا کر دئے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کہ اس کے بعد اس کی بیٹی بالکل درست ہوگئی اور اس کے شوہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ (اولیاءکرام)

8.8 ۔ حضرت خواجہ شیخ سیف الدین سرہندیؒ کا تقویٰ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حضرت خواجہ شیخ سیف الدین سرہندیؒ کا تقویٰ وزہد اور اتباع سنت دیکھ کر انہیں محی السنۃ کہا جاتا تھا۔ آپ کے والد خواجہ محمد معصوم نے آپ کو محتسب الامہ کا لقب دیا تھا۔

ایک مرتبہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے آپ کو انتہائی عقیدے سے دعوت پر مدعو کیا۔ آپ نے اتباع سنت کے لئے دعوت قبول کر لی۔ آپ دعوت کے لئے جب قلعے کے دروازے پر پہنچے تو وہاں پتھر کی دیوار پر کچھ تصاویر تراشی ہوئی نظر آئیں۔ آپ دروازے پر ٹھہر گئے اور فرمایا کہ جس مکان میں جاندار کی تصاویر ہوں اس

میں میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔ عالمگیر کو معلوم ہوا تو اس نے فوراً ان تصاویر کو صاف کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد آپ قلعے میں داخل ہوئے۔

آپ نے ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار سرہند شریف میں ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ)

8.9 ۔ حضرت سلطان باہوؒ

سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہوؒ کی پیدائش ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ یہ مغل بادشاہ شاہ جہاں کا دورِ حکومت تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب اکتیسویں پشت میں سیدنا علی المرتضٰیؓ سے ملتا ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کا پیدائشی نام سلطان محمد تھا، آپ کی والدہ آپ کو باہو کہہ کر پکارتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام بازید محمدؒ تھا۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی راستیؒ تھا۔

آپ حضرت شاہ حبیب قادریؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو تھی جن میں اکثر ناپید ہیں۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کی کثیر اولاد ہوئی۔ آپؒ یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ بمطابق ۱۶۹۱ء جمعہ کی شب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ آپ کا مزار شورکوٹ (پاکستان) کے قریب دریائے چناب کے کنارے قلعہ مہرگان میں ہے۔ وفات کے وقت مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا دورِ حکومت تھا۔

حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا! عشق کی لگن نے ہمارے دن رات کا آرام چھین لیا ہے اور اب وہ نہ خود آرام کرتا ہے اور نہ ہمیں آرام کرنے دیتا ہے۔ جب عشق دل کے اندر جگہ بنا لیتا ہے تو عاشق خداوندی بلند ہمت اور باحوصلہ ہو جاتے ہیں۔ عاشق کی یہی بلند ہمتی اسے توانا اور مضبوط بناتی ہے کہ راہ عشق کی تمام تکالیف کو بخوبی برداشت کرتا جاتا ہے اور اس کے ہر وار کو برداشت کرتا چلا جاتا ہے۔

(حضرت سلطان باہوؒ کے سو واقعات)

8.10 ۔ صاحب مراقبہ کو نصیحت

حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا! صاحب مراقبہ کو چاہئے کہ وہ شیطانی وساوس سے بچے اور کشف وکرامات کا خیال بھی دل میں نہ لائے کیونکہ مراقبے کے بے حد فائدے ہیں۔ اس میں انبیاء کرامؑ اور اولیاء کرامؒ کی ارواح سے ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مجلس کی حاضری نصیب ہوتی ہے۔ سالک کو حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور مراقبہ والے کی نظر وسیع ہو جاتی ہے اور کائنات کی تمام چیزیں اس کے مشاہدے میں ہوتی ہیں۔ آپؒ اہل مراقبہ کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مراقبہ میں مشاہدہ نہیں ہے تو مراقبہ نہیں ہے بلکہ شیطانی کھیل ہے۔ اہل حجاب کا ذکر اور مراقبہ بے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ان کا دل غلیظ ہو جاتا ہے۔

باھوؔ را بس بوداں عشق جانی
ساکن لاہوت نظرے لا مکانی

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ نے مراقبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

مراقبہ مبتدی:

اس مراقبہ سے استغراق حاصل ہوتا ہے اور انسان کا ضمیر روشن ہوتا ہے۔

مراقبہ متوسط:

اس مراقبہ سے استغراق یہاں تک پہنچتا ہے کہ خوارج اور اس کے عوامل سے سالک بے خبر ہو جاتا ہے۔

مراقبہ منتہیٰ:

اس مراقبہ میں سالک کو مقام استغراق وحدت تک پہنچا تا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ نے مراقبہ کی چار منازل بیان فرمائی ہیں:

ا۔ وہ مراقبہ جو شریعت طاعت وعبادت ومشاہدہ ناسوت ہے۔ اس مراقبہ میں طالب جو کچھ دیکھتا ہے وہ مقامِ ناسوت سے ہوتا ہے۔

۲۔ وہ مراقبہ جو ملکوت ہے۔ اس مراقبہ والا طالب صاحب ورد و وظائف وطہارت ہوتا ہے اور فرشتوں کی طرح ملکوتی صفت رکھتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے وہ ملکوت سے ہوتا ہے۔

۳۔ وہ مراقبہ ہوتا ہے جو اہل جبروت اور اہل اللہ ہے اور اس مراقبہ والا جس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے وہ مقام جبروت سے ہوتا ہے۔

۴۔ یہ مراقبہ لاہوت واہل معرفت ہے اور اس مراقبہ والا جس شے کا مشاہدہ کرتا ہے وہ مقام لاہوت سے ہوتا ہے۔

(حضرت سلطان باہوؒ کے سو واقعات)

8.11 ۔ ایمان داری کا صلہ

حضرت شیخ محمد بن الباقی البزازؒ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں رہتا تھا۔ ایک دن ایسا آیا کہ میرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا اور میں بھوک سے نڈھال تھا۔ اسی حالت میں کھانے کی تلاش میں باہر نکلا تو راستے میں مجھے ایک تھیلی زمین پر پڑی ہوئی ملی۔ میں نے اسے اٹھالیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ریشمی تھیلی ہے اور ایک ڈوری سے بندھی ہوئی ہے۔ میں اس کو گھر لے آیا اور اسے کھول کر دیکھا تو اس کے اندر ایک موتیوں کا ہار تھا جو دیکھنے سے بہت قیمتی معلوم ہوتا تھا۔ میں بازار میں نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک رومال ہے اور وہ اسے ہلا ہلا کہ اعلان کرر ہا ہے کہ میری ایک تھیلی گم ہوگئی ہے اس میں ایک قیمتی ہار ہے۔ جو بھی اس کا پتہ دے گا میں اسے پانچ سو دینار انعام میں دوں گا جو اس رومال میں بندھے ہوئے ہیں۔

میں اس شخص کو اپنے گھر لے آیا اور اس کی تھیلی اس کو واپس کردی۔ وہ میرا بہت ممنون ہوا اور پانچ سو دینار مجھے انعام کے طور پر پیش کئے۔ میں نے وہ دینار لینے سے انکار کردیا اور اس سے کہا کہ میں نے یہ کام رضائے الٰہی کے لئے کیا ہے اور میں اپنا اجر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ وہ شخص مجھے بے حد اصرار کرتا رہا لیکن میں برابر انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ شخص چلا گیا۔

میں نے بھی مکہ مکرمہ سے اپنا رخت سفر باندھا اور ایک سمندری جہاز کے ذریعہ واپسی کا سفر شروع کردیا۔

راستے میں سمندری جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ سوائے میرے تمام لوگ ڈوب کر مر گئے۔ میں نے ایک تختہ کا سہارا لیا اور اس تختے کے ذریعہ بہتا ہوا ایک کنارے تک پہنچ گیا۔ اتفاق سے جس جزیرے پر میں اترا وہ مسلمانوں کا علاقہ تھا۔ وہاں کے باشندے بہت اچھے تھے انہوں نے مجھے ایک مسجد میں ٹھہرا دیا۔ مجھ سے میرا حال پوچھا؟ میں نے تمام حال بتایا تو وہ بہت متاثر ہوئے۔ وہ مجھ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے بچوں کو میرے پاس بھیجنا شروع کر دیا کہ میں ان کو لکھنا پڑھنا سکھا دوں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مجھ سے بہت مانوس ہو گئے۔ مجھے اپنا مرشد سمجھنے لگے، میری بہت خدمت کرتے تھے اور میری مالی امداد بھی کرتے تھے۔ میں نے وہیں عارضی رہائش اختیار کر لی۔

ایک دن وہ آپس میں مشورہ کر کے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ ہماری یہ رائے ہے کہ آپ شادی کر لیں اور یہاں مستقل رہائش اختیار کر لیں۔ میں نے کہا کہ جیسے آپ لوگوں کی خوشی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک مالدار یتیم لڑکی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ میں نے رضا مندی کا اظہار کر دیا اور اس لڑکی سے میرا نکاح ہوگیا۔ جب میں نے خلوت میں بیوی کو دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ تھیلی والا قیمتی ہار اس کے گلے میں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی انہی حاجی صاحب کی بیٹی ہے جن کا ہار گم ہوگیا تھا۔

لوگوں نے مجھے بتایا کہ جب حاجی صاحب حج سے واپس آئے تو انہوں نے ہار کے گم ہونے اور اسے واپس ملنے کا پورا واقعہ سنایا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ جس شخص نے مجھے یہ ہار واپس کیا ہے اس جیسا بے نفس آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ پھر وہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ کاش اس کی مجھ سے یہاں ملاقات ہوتی تو میں اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیتا۔

شیخ محمد بن الباقیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم حاجی صاحب کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور ان کی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا۔ اس بیوی سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد بھی عطا فرمائی۔ وہ اپنے والد کی تمام جائداد کی اکیلی وارث تھی۔ چند سال بعد قضائے الٰہی سے اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد میرے بچے کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب میں اس کی تمام جائداد، مال و دولت اور اس قیمتی ہار کا مالک تھا۔ اس ہار کو میں نے بعد میں ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا۔ (حکایاتِ صوفیہ)

8.12 ۔ شاہ ولی اللہؒ اور نجف خان

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے دور میں ہندوستان کی درسگاھوں میں منطق اور فلسفہ کا بہت زور ہو گیا تھا۔ ان حالات میں آپ قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ آپ نے بہت سی انتہائی مفید اور معلوماتی کتابیں تحریر کیں۔ آپ کچھ عرصہ کے لئے حرمین شریفین میں بھی مقیم رہے۔شاہ عالم بادشاہ کے دور میں نواب ذوالفقار الدولہ نجف خان ایرانی امیر الامراء کے عہدے پر فائز تھا۔

اس کے عہد میں رافضیت کو بڑی ترقی اور ترویج حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ دہلی میں عام طور پر خلفاء راشدین کی کوئی سرعام تعریف نہیں کرسکتا تھا۔ ہر طرف تعزیہ پرستی اور شیعہ رسومات ورواج کا زور شور تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس گمراہی کی روک تھام کے لئے اپنے مشہورِ زمانہ کتاب ’’ ازالۃ الخفاء ‘‘ تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کے شائع ہوتے ہی شیعہ طبقے میں کہرام مچ گیا۔ امیر الامراء نجف خان کو بھی اس کی خبر پہنچی۔ اس نے آپ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی کتاب نہیں لکھیں جس سے روافض کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے انتہائی جرأت سے جواب دیا کہ میرا بحثیت ایک عالم ہونے کے یہ فرض بنتا ہے کہ حق بات کو ضرور اپنی زبان وقلم سے بیان کروں۔ اس لئے میں اپنے آپ کو اس کام سے نہیں روک سکتا۔ نجف خان آپ کے جواب سے جل بھن گیا۔ اس نے آپ کے ہاتھ پہنچوں سے تڑوادئے تا کہ آپ قلم پکڑنے کے قابل نہ رہ سکیں۔ اس حادثہ کے بعد بھی آپ کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے لکھوانا شروع کر دیا اور آپ کی تصانیف کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۱۷۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (علماءِ حق)

8.13 ۔ صحبتِ شیخ میں نماز کی کیفیت

شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایک مرتبہ سو رکعتیں نماز اس نیت سے پڑھی کہ نماز میں اللہ کے سوا کسی کا خیال نہ آئے لیکن دو رکعت نماز ایسی نہیں تھی کہ کہہ سکیں کہ اس میں ماسوا کا خیال نہیں آیا۔ آپ بہت فکر مند ہو گئے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں نے سو رکعت نماز اس نیت سے پڑھیں کہ مجھے کم از کم دو رکعت ایسی نصیب ہو جائیں جس میں کسی غیر کا خیال نہ آیا ہو۔ مگر ہر بار کوئی نہ کوئی خیال آتا رہا۔

اب میں بہت پریشان ہوں کہ میری نماز کا کیا بنے گا۔

شاہ صاحب نے فرمایا! اچھا تم تہجد میں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جانا۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سید احمد شہیدؒ کے مصلیٰ کے قریب آپ کر تہجد کی نماز پڑھنے کی نیت باندھ لی۔ ان کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ ابھی پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہیں کیا تھا کہ ان کی طبیعت میں اتنی رقت پیدا ہوگئی کہ نماز میں رونے لگے اور اتنا روئے کہ ان کو نماز کا سلام پھیرنا تک مشکل ہو گیا۔ سو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں تو کچھ نہ بن سکا اور شیخ کے ساتھ دو رکعت نماز کی نیت باندھی تو خشیتِ الٰہی سے آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔

(خطباتِ ذوالفقار)

8.14 ۔ شیخ کی نظر

ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک مرید عالم کو کچھ پیسے دئے اور ان سے کہا کہ اس شہر میں جہاں عورتیں جسم فروشی کا کاروبار کرتی ہیں وہاں جا کر ان سے کہنا کہ جونئی لڑکی آئی ہے مجھے اس سے ملوادیں۔ وہ بہت بڑے عالم تھے لوگ ان کی پارسائی اور دینی مرتبے کو جانتے تھے انہوں نے جب شیخ کا یہ حکم سنا تو حیران و پریشان ہو گئے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے پیسے لے لئے۔ لیکن جب باہر نکلے تو کہنے لگے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ وہ حیران تھے کیونکہ وہ اپنے شیخ کو بہت عرصہ سے جانتے تھے کہ وہ بہت متقی اور پرہیز گار انسان ہیں پھر یہ کس قسم کا حکم دے رہے ہیں۔

دوسرے دن ان کی جب شیخ سے ملاقات ہوئی تو شیخ نے پوچھا کہ تم کل وہاں گئے تھے۔ انہوں نے عرض کہا! نہیں۔ انہوں نے فرمایا! بھئی نقصان اٹھاؤ گے آج ضرور چلے جانا۔

جب انہوں نے دوبارہ اتنی زور دے کر کہا تو آپ نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں چلے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے کہا کہ جونئی لڑکی آئی ہے مجھے اس سے ملوادو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں کل ایک نئی لڑکی آئی تھی۔ وہ بہت تھکی ہوئی تھی اس لئے ہم نے کل اسے سلا دیا تھا آج آپ سے ملوادیتے ہیں۔

جب وہ لڑکی آپ کے سامنے آئی تو عالم نے دیکھا کہ وہ ان کی اپنی بیٹی تھی جس کی دو دن پہلے انہوں نے شادی کی تھی اور انہیں کسی دوسرے شہر جانا تھا۔ دولہا اپنی دلہن اور عزیز رشتہ داروں کے ساتھ جا رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے سب کو لوٹ لیا اور وہ دلہن کو بھی اٹھا کر لے گئے اور یہاں لا کر بیچ دیا۔ باپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔ وہ لڑکی اپنے باپ کو دیکھ کر ان سے لپٹ گئی۔ اس نے کہا شکر ہے ابو آپ عین وقت پر یہاں آ گئے۔ یہ لوگ میرے ساتھ نہ جانے کیا کیا ظلم کرتے۔

باپ ان لوگوں سے چھڑا کر اپنی بیٹی کو لے کر گھر آ گئے اور آپ نے اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا! واقعی متبع سنت بزرگوں کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ وہ اگر کوئی بات کہتے ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ آپ کی اس بات نے میری عزت بچالی۔

(ملفوظاتِ فقیہ الامت)

8.15 ۔ شاہ ابوسعید گنگوہیؒ کا سبق آموز قصہ

شاہ ابوسعید گنگوہیؒ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ شاہ نظام الدین بلخی سے ملنے بلخ تشریف لے گئے تا کہ ان سے وہ روحانی دولت واپس لا سکیں جو وہ ان کے والد ماجد سے بلخ لے کر گئے تھے۔

جب شاہ ابوسعید گنگوہیؒ بیعت کے لئے شاہ نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں جانے لگے اور شاہ نظام الدین بلخی صاحبؒ کو اطلاع ہوئی کہ ان کے مرشد کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لئے ایک منزل تک آئے اور وہاں پہنچ کر بہت زیادہ عزت و اکرام کے ساتھ ان کو لے کر بلخ پہنچے وہاں پہنچ کر ان کو مسند پر بٹھایا اور خود خادموں کی جگہ بیٹھ گئے۔ ان کے قیام کے دوران ان کی خوب خاطر مدارات کی۔ آخر جب شاہ ابوسعیدؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو شاہ نظام الدین بلخیؒ نے بہت سے اشرفیاں نذر کیں۔ اس وقت شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیاوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ اس کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے تو وہ دولت چاہئے جو آپ ہمارے ہاں سے لے کر آئے تھے۔

بس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدینؒ کی آنکھیں بدل گئیں اور جھڑک کر کہا کہ جا کر طویلہ میں بیٹھو۔ (طویلہ۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں) اور شکاری کتوں کی رکھوالی کرو اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو۔ غرض یہ کہ شکاری کتے ان کی تحویل میں آ گئے کہ روز ان کو نہلائیں دھوئیں اور صاف ستھرا رکھیں۔ کبھی باتھ روم کی صفائی کروائی جاتی اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے۔ ایک آدمی سے کہہ دیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو جوکی دو روٹیاں دونوں وقت گھر سے لا دیا کرو۔ اب شاہ ابوسعیدؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شاہ صاحب ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ کمتر لوگوں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور نہ محبت سے پیش آتے کہ کون آیا کہاں بیٹھا۔

تین چار ماہ بعد حضرت شیخ نے ایک بھنگن کو حکم دیا کہ طویلے کی لید اکٹھی کر کے لے جائے اور اس دیوانے کے پاس سے گذرے جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ چنانچہ شیخ کے ارشاد کے مطابق بھنگن نے ایسا ہی کیا کہ ان کے پاس سے اس طرح سے گذری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعیدؒ پر پڑی۔ شاہ ابوسعیدؒ کا چہرا غصہ سے لال ہو گیا اور فرمایا کہ گنگوہ ہوتا تو میں تجھے بتاتا۔ بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے سنایا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں ابھی بو ہے صاحبزادگی کی۔ پھر دو ماہ تک خبر نہ لی۔ اس کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ ویسا ہی کرے بلکہ کچھ غلاظت جان بوجھ کر ان پر گرا دے اور سنے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی۔ اس مرتبہ شاہ ابوسعیدؒ نے کچھ نہیں کہا لیکن تیرو ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش رہے۔

بھنگن نے آ کے حضرت شیخؒ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ نہیں بولے تیز نظروں سے دیکھا اور چپ رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ابھی کچھ بو باقی ہے۔ پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ گوبر کا بھرا ہوا ٹوکرا ان پر گرا دینا چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر اب شاہ صاحب وہ بن چکے تھے جو انہوں نے بننا تھا۔ اس لئے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے مجھ سے ٹھوکر کھا کر بچاری گر گئی اور پوچھنے لگے کہ کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔ یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر اس کے ٹوکرے میں ڈالنی شروع کر دی۔ بھنگن نے قصہ حضرت شیخؒ سے آ کر بتایا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ الٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈال دی۔ شیخ نے فرمایا کہ بس اب کام ہو گیا۔

اسی دن شیخ نے خادم کے ذریعہ کہلوا بھیجا کہ آج شکار پر چلیں گے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ چلنا۔ شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ لے کر جنگل کی طرف چلے۔ شاہ ابوسعیدؒ کتوں کی زنجیر تھامے ہوئے تھے۔ شکاری کتے بہت طاقت ور اور توانا تھے اور ابوسعیدؒ بیچارے بہت کمزور اور سوکھے بدن ہو گئے تھے اس لئے طاقتور کتے ان سے سنبھلتے نہیں تھے آخر انہوں نے ان کی زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی۔ ان کتوں کی نظر شکار پر پڑی تو کتے ان پر لپکے شاہ ابوسعید گر گئے اور زمین پر گھسٹنے لگے، کتے ان کو کھینچتے چلے جا رہے تھے۔ کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چبھا سارا بدن لہولہان ہو گیا مگر انہوں نے اف نہ کی۔ جب دوسرے خادموں نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپ رہے تھے کہ حضرت خفا ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ حکم کی تعمیل نہیں کی۔ کتوں کو روکا کیوں نہیں۔

شیخ کو تو امتحان مقصود تھا سو وہ ہو گیا۔ اسی رات شیخ نے اپنے مرشد قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (والد ماجد حضرت ابوسعید گنگوہیؒ) کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں نظام الدین میں نے تم سے اتنی کڑی محنت نہیں لی تھی جتنی تم نے میری اولاد سے لی۔ صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدینؒ نے شاہ ابوسعیدؒ کو اصطبل سے بلا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا خاندانِ چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لے کر آیا تھا تم ہی ہو جو اس فیضان کو میرے پاس سے ہندوستان لے جا سکتے ہو، مبارک ہو اور وطن جاؤ۔ غرض خلافت دے کر ہندوستان روانہ کیا۔ اس طرح کے سخت مجاہدات کے اور بھی قصے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ دین کا دسواں حصہ بھی چھوٹ جائے تو ہلاک ہو جاؤ گے لیکن ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ جو دین کا دسواں حصہ پر بھی چلے گا تو نجات پا جائے گا۔ (مشکوۃ شریف)

8.16 ۔ ۱۸۵۷ء میں تاریخ نمرود دہرائی گئی

ہندوستان سے مسلمانوں اور اسلام کو ختم کرنے کے لئے انگریزوں نے جو پالیسی بنائی اس میں تین اہم ترین باتیں یہ تھیں:

ا۔ سب سے پہلے قرآن مجید ختم کرنا

۲۔ علماء کا قتل عام کرنا

۳۔ جذبہ جہاد کو ختم کرنا

انگریزوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ تین سال کے اندر قرآن پاک کے تین لاکھ نسخے نذر آتش کر دئے گئے۔ چودہ ہزار علماء کرام کو قتل کیا گیا۔

تھامس اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھتا ہے کہ دہلی سے پشاور تک جرنیلی سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا درخت ایسا نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش لٹکتی نظر نہ آ رہی ہو۔ بادشاہی مسجد میں پھانسی کا پھندا لٹکایا گیا اور دیگر مساجد کے اندر علماء کرام کو پھانسیاں دی گئیں۔

تھامس اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ میں دہلی گیا تو ایک کیمپ میں ٹھہرا۔ وہاں مجھے گوشت کے جلنے کی بدبو محسوس ہوئی۔ میں پریشان ہو کر اٹھا کہ دیکھوں کہ معاملہ کیا ہے۔ جب کیمپ کے پیچھے جا کر دیکھا کہ کچھ انگریزوں نے انگارے جلائے ہوئے ہیں۔ چالیس علماء کو بے لباس کر کے ان انگاروں کے پاس کھڑا کیا ہوا ہے۔ ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو نہیں تو تمہیں انگاروں پر لٹا دیں گے۔ انہوں نے انکار کر دیا تو انہیں ان انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ یہ ان کے گوشت جلنے کی بدبو تھی جو خیموں میں محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ جس طرح ان چالیس علماء کو جلا کر مار دیا اسی طرح بے شمار علماء کے ساتھ کیا گیا۔ (خطباتِ ذوالفقار)

8.17 ۔ علم کے متوالے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عمر کا آخری زمانہ تھا، ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ درس قرآن دے رہے تھے کہ اس دوران انہوں نے پانی مانگا۔ ایک طالب علم بھاگ کر ان کے گھر گیا اور کہا کہ شاہ صاحب پینے کے لئے پانی مانگ رہے ہیں۔

جب حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سنا تو ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا! افسوس میرے خاندان سے علم کا نور اٹھا لیا گیا۔ بیوی نے کہا! جی! اتنی جلدی فیصلہ نہ کریں میں ابھی صورت حال معلوم کر لیتی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے گلاس میں پانی ڈالا اور اس میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا۔ سرکہ کڑوا ہوتا ہے اور پینے میں ذائقہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔

وہ طالب علم سرکہ والا پانی لے گیا تو شاہ صاحب نے وہ پی لیا اور قرآن کا درس جاری رکھا۔ جب درس قرآن سے فارغ ہو کر گھر آئے تو والدہ نے پوچھا!

بیٹا! تم نے پانی پی لیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا! جی! پی لیا تھا۔ والدہ نے پوچھا کہ وہ کیسا تھا؟ عرض کیا کہ امی جان! مجھے یہ تو پتہ نہیں کہ وہ کیسا تھا۔ اب انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے عرض کیا! دیکھئے! عبدالعزیز کو پانی کی اتنی شدید پیاس تھی کہ انہیں پانی میں سرکہ کا پتہ ہی نہیں چلا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کوئی بے ادبی نہیں کی بلکہ عین اپنی ضرورت کے لئے پانی پیا جو ان کے لئے جائز تھا۔ ورنہ وہ درس نہیں دے پاتے۔ اس لئے ابھی ہمارے خاندان سے علم و ادب رخصت نہیں ہوا۔ یہ سن کر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اطمینان کا سانس لیا اور دعا کی! اے اللہ! میرے خاندان میں علم و ادب کو ہمیشہ باقی رکھنا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.18 ۔ جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ

ایک بزرگ جن کا نام شاہ دولہ تھا ان کی بستی میں اکثر سیلاب کا پانی آ جاتا تھا۔ لوگوں نے اس دریا پر بند باندھنا شروع کر دیا۔ جب بند بن گیا تو پانی کا بہت بڑا ریلا آیا۔ لوگوں کو خوف ہو گیا کہ کہیں بند نہ ٹوٹ جائے۔ لوگ شاہ دولہؒ کے پاس گئے کہ حضرت دعا کریں کہ کہیں بند نہ ٹوٹ جائے۔ آپ کدال لے کر آئے اور جس جگہ سے بند ٹوٹنے کا خطرہ تھا اس جگہ کھودنے لگے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس طرح تو الٹا بند ٹوٹ جائے گا۔ جب لوگوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا!

”جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ“

اگر میرے رب کو توڑنا منظور ہے تو میں خود اسے کیوں نہ توڑ دوں۔ ان کی یہ عاجزی اور محبت الٰہی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور پانی آہستہ آہستہ اترنا شروع ہو گیا اور بستی سیلاب سے محفوظ ہو گئی۔

(دوائے دل)

8.19 ۔ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کا مقام

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کواللہ تعالیٰ نے بڑی شان عطا فرمائی ہے کہ آپ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے بیعت تھے۔ حضرت تھانویؒ نے ناراض ہوکر فرمایا! تمہاری عقل الٹی ہےاورتم نے الٹی بات کہی ہے۔

ارے حاجی صاحب کی شان ہماری وجہ سےنہیں بڑھی بلکہ حاجی صاحب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی شان بڑھائی ہے ورنہ قاسم نانوتویؒ کوکون جانتا، رشید احمد گنگوہیؒ کوکون پہچانتا۔ یہ حاجی صاحب کی نسبت کی برکت ہے جس کی وجہ سے ان کو یہ بزرگی حاصل ہوئی۔

8.20 ۔ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ اور مرشد کی صحبت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا شمار اکابر علماء اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آپ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو دل میں تمنا ہوئی کہ تھانہ بھون جا کر وقت کے قطب حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے ملاقات کی جائے۔ آپ وہاں ان سے اپنے لئے دعا کروانے کے لئے پہنچ گئے۔ وہاں جا کر آپ کو وہاں کا نورانی ماحول اتنا بھایا کہ آپ نے ایک دن رکنے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ نے حاجی صاحبؒ کی زیارت کی اوران سے دعائیں لیں اور واپسی کے لئے اجازت چاہی۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا میاں رشید احمد کچھ دن ہمارے پاس رک جایئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے کچھ دیر سوچا اور پھر فرمایا! اچھا ٹھیک ہے۔ رات کو حاجی صاحبؒ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ بھئی میاں رشید احمد کی چارپائی ہماری چارپائی کے قریب لگا دینا۔ آپ رات کو حضرت حاجی صاحبؒ کے برابر میں سوگئے۔ اچانک رات کو ان کی آنکھ کھلی تو دیکھا تہجد کا وقت ہے کوئی نفلیں پڑھ رہا ہے اور کوئی ذکر واذکار میں مشغول ہے کوئی رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے، کوئی سجدے کر رہا ہے ایک عجیب منظر تھا آپ پر بھی ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا نفس تو چاہ رہا تھا کہ لیٹا رہوں اور سوتا رہوں مگر میرے قلب نے کہا! رشید احمد! تمہیں انبیاء کے وارثوں میں شامل ہونے کی تو تمنا ہے انبیاء کا طریق کار تو یہ ہی رہا ہے کہ

كَانُوا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ Oوَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ O

(سورۃ الزاریات:۱۸۔ ۱۷)

وہ لوگ بہت کم سوتے ہیں اور آخری شب میں استغفار کرتے ہیں

فرماتے ہیں کہ بہت سی اسی قسم کی آیات مجھے یاد آنے لگیں اور اسی سے متعلق احادیث بھی ذہن میں آنی شروع ہوگئیں۔ اب بستر پر میرا لیٹنا مشکل ہوگیا میں اچھل کر اٹھ گیا۔ میں نے وضو کیا اور نوافل پڑھنی شروع کر دیں اس کے بعد جیسے اور لوگ ذکر کر رہے تھے تو میں نے بھی ذکر کرنا شروع کر دیا۔

میں صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر پھر حضرت حاجیؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جانے کے لئے اجازت لے لوں۔ حاجی صاحبؒ نے مجھے دیکھ کر کہا! میاں رشید احمد! اگر ذکر کرنا ہی تھا تو سیکھ کر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا! حضرت سکھا دیجئے۔ حضرت نے اسی وقت مجھے بیعت کر لیا۔ بیعت کرنے کے بعد تو میری حالت بدل گئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب چالیس دن یہیں حضرت حاجی صاحبؒ کی خانقاہ میں گزاروں گا۔

میں نے حضرت سے رہنے کی اجازت لے کر وہیں اپنے ذکر و اذکار شروع کر دئے۔ عالم ہونے کی وجہ سے شریعت کے احکامات تو جانتا تھا اور اس پر کافی حد تک عمل پیرا بھی تھا۔ ایک مہینہ میں میں روحانی طور پر اتنی بلندیوں پر پہنچ گیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حاجی صاحب بھی وقتاً فوقتاً میری روحانی صلاحیتوں کا ٹیسٹ لیتے رہتے تھے اور مجھ کو کامیاب پا کر خوش ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ حضرت حاجی مہاجر مکیؒ کے پاس تشریف لائے حضرت نے بڑا پُر تکلف دستر خوان ان کے لئے لگایا۔ حاجی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ ان کے کھانے اور ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھنا۔ حضرت گنگوہیؒ دل و جان سے ان کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ جب کھانے کا دستر خوان لگ گیا تو حاجی صاحبؒ نے ایک پلیٹ میں تھوڑ سے دال اور ایک روٹی دے کر حضرت گنگوہیؒ سے سے کہا کہ تم وہاں جا کے تھوڑے فاصلہ پر اکیلے بیٹھ کر کھاؤ۔ دستر خوان پر طرح طرح کے لذیز کھانے رکھے ہوئے تھے اور انہیں ایک روٹی اور دال دے کر الگ بٹھا دیا گیا جبکہ آپ بھی بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔

آجکل کا کوئی مرید ہوتا تو اپنے پیر سے بدظن ہو جاتا کہ ایک تو سب کے سامنے بے عزتی کی اور خود مرغ و مسلم کھا رہے ہیں اور ہمیں پتلی دال روٹی کھلا رہے ہیں۔ لیکن وہ بھی سلوک کے راستے کے مجاہد تھے آرام سے روٹی اور دال لے کر الگ بیٹھ کر کھانے لگے اور ماتھے پر کوئی شکن بھی نہیں آئی۔

پھر تھوڑی دیر بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے قدرے غصہ سے کہا! میاں رشید احمد! دل تو چاہتا تھا کہ تمہیں اور بھی دور بٹھاؤں۔ یہ تم پر میں نے احسان کیا ہے کہ قریب ہی بٹھایا ہے۔ اب سوچئے کہ ایک تو دال کھانے کو دی اور اب سب کے سامنے ذلیل بھی کر رہے ہیں۔ یہ بات تو عام انسان کے نفس کو بھڑکانے کے لئے کافی تھی لیکن حضرت گنگوہی خاموش رہے۔ حاجی صاحب نے اتنی سخت بات کر کے آپ کے چہرے کے تاثرات کو نوٹ کرنا شروع کیا تو اس میں کسی قسم کی ناگواری کے آثار نہیں تھے۔

پھر حضرت گنگوہیؒ بولے! حضرت! آپ نے درست فرمایا میں تو آپ کے جوتوں میں بھی بیٹھنے کے قابل نہیں تھا یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا۔

جب دعوت ختم ہوئی اور سب لوگ آرام سے بیٹھ گئے تو حضرت حاجی صاحبؒ اٹھے اور حضرت گنگوہی صاحبؒ کے پاس گئے اور ان کو اٹھا کر سب کے سامنے اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔

اب جو آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے خلافت عطا فرمائی تو آپ حیران ہو گئے اور کہنے لگے حضرت! میں تو اپنے اندر ایسا کچھ نہیں پاتا کہ مجھے خلافت دے دی جائے۔

حاجی صاحب نے فرمایا! یہ خلافت تمہیں اسی لئے دی گئی ہے کہ تمہیں اپنے اندر کچھ نہیں نظر آتا اگر تمہیں اپنے اندر کمالات نظر آتے تو تمہیں کبھی خلافت نہیں ملتی۔

حضرت رشید احمد گنگوہیؒ واپس گنگوہ آ گئے اور یہاں آ کر اپنے کام میں لگ گئے۔ دو سال بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا گنگوہ آنا ہوا تو حاجی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے ایک بات پوچھی!

میاں رشید احمد! یہ بتاؤ کہ بیعت ہونے سے پہلے اور بیعت ہونے کے بعد تم نے اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس کی۔ حضرت گنگوہی کچھ دیر سوچتے رہے پھر فرمایا! مجھے اپنے اندر تین تبدیلیاں نظر آئیں۔

ا۔ یہ کہ بیعت ہونے سے پہلے مجھے کئی دفعہ مطالعہ کے دوران اشکال پیش آتے تھے اور ان کے لئے حاشیہ

دیکھنا پڑتا تھا، شروحات دیکھنی پڑتی تھیں اور بہت محنت کرنی پڑتی تھی تب جا کر اشکال دور ہوتے تھے۔ اب جب سے بیعت ہوا ہوں اشکال پیش ہی نہیں آتے اور اگر کوئی خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ خود بخود دور ہو جاتا ہے۔ ذہن میں اللہ تعالیٰ جواب ڈال دیتا ہے۔

۲۔ یہ کہ امور شریعہ امور طبیعہ بن گئے۔ یعنی اب جو بھی شریعت کے احکام ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے نفس کو تیار نہیں کرنا پڑتا بے ساختہ ان پر عمل کرنے کو دل کرتا ہے۔

۳۔ یہ کہ دین کے معاملہ میں حق بات کہتے ہوئے جھجک نہیں ہوتی۔ اب میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔

حاجی صاحبؒ نے مزید فرمایا! دین کے تین درجہ ہیں:

ا۔ پہلا درجہ علم ہے: اس علم کا کمال یہ ہے کہ نصوص شریعہ میں کہیں تعارض نہ نظر آئے۔ اگر یہ کیفیت ہے تو علم کامل ہے۔

۲۔ دوسرا عمل ہے: اس کا کمال یہ ہے کہ مکروہاتِ شریعہ مکروہاتِ طبیعہ بن جائیں۔ جن چیزوں سے شریعت نے کراہت کی طبیعت بھی اس سے کراہت کرے یہ عمل کا کمال ہے۔

۳۔ تیسرا اخلاص ہے: انسان جو عمل کرے خالص اللہ کے لئے کرے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرے اور نہ کسی تعریف کی امید کرے۔ لوگوں کی مدح و ذم اس کی نظر میں برابر ہوں یہ اخلاص کا کمال ہے۔

تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم میں کمال عطا فرمایا، عمل میں بھی کمال عطا کیا اور اخلاص بھی عطا کیا۔

(تذکرۃ الرشید)

8.21 ۔ برا کہنے والوں کو برا نہ کہنا

حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ مسکین پور میں دور دراز سے سالکین آ کر قیام کرتے تھے اور تزکیہ نفس اور سلوک میں قلب پر محنتیں کرتے تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ جب صبح کو آپ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو واپسی میں جنگل سے کچھ لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آتے تھے تا کہ خشک لکڑیاں کھانا پکانے کی آگ میں کام آ جائیں گی۔ ان کے دیکھا دیکھی خانقاہ کے دوسرے لوگ بھی واپسی میں تھوڑی تھوڑی لکڑیاں لے آتے تھے جو جلانے کے کام آ جاتی تھیں۔

آپؒ کے ایک مرید حضرت عبد الغفور مدنیؒ جب جنگل جاتے تو بہت بڑا لکڑیوں کا بنڈل لے کر آتے تھے۔ لوگ ان کو دیکھ کر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت خواجہ فضل علی قریشی نے گدھا پال رکھا ہے۔ جب یہ بات حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ تک پہنچی کو آپ نے حضرت عبد الغفور مدنیؒ کو بلا کر فرمایا کہ تم جنگل سے اتنی ساری لکڑیوں کا گٹھر مت لایا کرو، اگر لانا چاہو تو بس تھوڑی سی لے آیا کرو۔ حضرت عبدالغفور مدنیؒ نے عرض کیا! یہ کام میں اپنے شوق سے کرتا ہوں، حضرت مجھے کوئی مشقت نہیں ہوتی، مجھے اچھا لگتا ہے میں تو اس کار خیر میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے کہا کہ یہاں مقامی لوگ جاہل ہیں انہیں آپ کی قدر کا علم نہیں ہے اس لئے الٹی سیدھی بات کرتے ہیں۔

حضرت مدنیؒ نے پوچھا! آخر وہ کیا بات کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا! جب آپ اتنا بڑا لکڑیوں کا گٹھر سر پر رکھ کر لا رہے ہوتے ہیں تو وہ اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ دیکھو پیر قریشی نے خراسان سے گدھا منگوایا ہے۔ حضرت عبدالغفور مدنیؒ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ برا ماننے کے بجائے کہا! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اس لئے گدھا کہتے ہیں۔ (خطباتِ ذوالفقار)

8.22 ۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا استغناء

انسان جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دنیا والوں سے بے پرواہ ہوتا ہے تو دنیا اس کے پیچھے آتی ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرماتے تھے کہ جو آدمی مجھے ضرورت مند سمجھ کے ہدیہ پیش کرے تو میرا دل اس ہدیہ کو

قبول نہیں کرتا۔ البتہ اگر کوئی سنت سمجھ کر ہدیہ پیش کرتا ہے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آ کر آپ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ کو محسوس ہوا کہ وہ شخص آپ پر احسان چڑھا کر ہدیہ دینا چاہتا ہے۔ آپ نے ہدیہ لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن وہ مسلسل اصرار کرتا رہا کہ ہدیہ قبول کے لیجئے۔ جب وہ باز نہیں آیا تو آپ نے اسے ڈانٹ کر منع کر دیا۔

وہ شخص آپ کا جلال دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت کے جوتوں پر پڑی۔ اس کو خیال ہوا کہ میں یہ پیسے جوتوں میں رکھ دیتا ہوں جب آپ باہر آ کر جوتے پہنیں گے تو اس میں پیسے دیکھ کر رکھ لیں گے۔ کچھ دیر بعد آپ فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلنے لگے اور آپ نے اپنے جوتوں میں پیر ڈالا تو اس میں کوئی چیز رکھی ہوئی محسوس ہوئی۔ آپ نے جھک کر دیکھا تو اس میں پیسے رکھے ہوئے تھے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ پیسے اسی شخص نے رکھے ہوں گے۔ آپ نے مسجد میں موجود تمام لوگوں کو بلایا اور سب کو دکھا کر کہا! پہلے ہم سنا کرتے تھے آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو انسان دنیا کو ٹھوکر مارتا ہے تو دنیا اس کے جوتوں میں آتی ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.23 ۔ حضرت قاسم نانوتویؒ اور اتباع سنت

حضرت قاسم نانوتویؒ کو نبی کریم ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ آپ کوئی چھوٹی سی چھوٹی سنت بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ ایک مرتبہ انگریز حکومت کی طرف سے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ روپوش ہو گئے اور پورے تین دن بعد باہر نکل آئے۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ انگریز آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں آپ باہر کیوں آئے ابھی کچھ دن اور روپوش رہئے۔ آپ نے فرمایا! میں نے اپنے آقا کی زندگی پر غور کیا، مجھے غار میں آپ ﷺ کی روپوشی کے تین دن نظر آئے میں بھی تین دن غائب رہا۔ اس کے بعد باہر نکل آیا ہوں اب اگر انگریز مجھے پکڑ لیں تو میں جان کا نذرانہ بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن خلاف سنت کام نہیں کر سکتا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.24 ۔ حضرت قاسم نانوتوی ؒ کا زہد وقناعت

بہاولپور میں ایک نواب نے اپنے ہاں ایک مدرسہ بنوایا۔ اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دوں گا مگر یہ آباد کیسے ہوگا۔ علماء کے کہا کہ ہم آپ کو ایک شخصیت کے بارے میں بتائیں گے۔ اگر آپ انہیں یہاں لے آئیں تو مدرسہ چل جائے گا۔ نواب صاحب نے کہا کہ ہیرے کی نشاندہی آپ کریں اور اس کی قیمت ہم لگائیں گے۔ ہم ہر قیمت پر اس کو یہاں لے کر آئیں گے۔

چنانچہ جب عمارت تیار ہوگئی تو نواب صاحب نے علماء سے پوچھا کہ کون ہے وہ جن کو آپ یہاں لانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دیوبند میں ایک عالم ہیں ان کا نام قاسم نانوتوی ؒ ہے وہ وہاں ایک مدرسہ میں پڑھاتے ہیں۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ وہ وہاں کتنی تنخواہ لیتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ چار، پانچ روپے ہوگی۔ اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔

نواب صاحب نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہمارے مدرسہ میں پڑھائیں میں انہیں سو روپے تنخواہ دوں گا۔ نواب صاحب نے سوچا کہ کہاں چار پانچ روپے اور کہاں سو روپے۔ اتنی بڑی آفر کو کون لینا پسند نہیں کرے گا۔

چنانچہ وہاں کے علماء خوشی خوشی دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ کے پاس آئے، مولانا قاسم نانوتوی ؒ نے ان علماء کی خوب خاطر مدارات کی۔ انہوں نے نواب صاحب کی دی ہوئی خوش خبری سنائی اور ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ حضرت نے فرمایا! بات یہ ہے کہ یہاں میری تنخواہ پانچ روپے ہے۔ اس میں سے تین روپے میرا ماہانہ خرچہ ہے اور دو روپے میں صدقہ خیرات کر دیتا ہوں۔ اگر میں وہاں چلا گیا تو میرا خرچہ تو تین روپے ہی رہے گا۔ باقی ستانوے روپے مجھے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے سارا دن ان کو ڈھونڈنا پڑے گا۔ پھر میں پڑھا نہیں سکوں گا لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا۔

یہ ایسی دلیل تھی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اسے زہد کہتے ہیں۔

(اکابر کی زاہدانہ زندگی)

8.25 ۔ حضرت گنگوہیؒ کی بائیس سال بعد تکبیر تحریمہ فوت ہوئی

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے دو سال ہوگئے ہیں اگر مخلوق جمع ہوکر پوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام میں لاکر مہینوں بھی سوچے تو ان شاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکے گی کہ جس میں آپ کی نماز کا قضا ہوجانا یا جماعت سے کاہلی یا سستی یا کسی شرعی کام سے ذرا برابر بھی غفلت برتنا ثابت ہو۔

دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نماز پڑھانے کے لئے مصلّے پر جا کھڑے ہوئے۔ لوگوں کے ہجوم اور مصافحہ کرنے والوں کی کثرت کے باعث آپ کو نماز میں شرکت کرنے میں دیر ہوگئی اور قرأت شروع ہوگئی۔ سلام پھیرنے کے بعد جب آپ کو دیکھا تو بہت افسردہ اور اداس تھے اور رنج سے یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے کہ بائیس سال کے بعد آج میری تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی۔

جلیل القدر تابعی امام اعمشؒ کی تقریباً ستر برس تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ امام اعمشؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث تھے، کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۸۷ برس کی عمر میں ۱۴۸ھ میں ہوا۔

(تذکرۃ الرشید: ج۲ص۱۶)

8.26 ۔ کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک بار مولانا یعقوب نانوتویؒ کے صاحبزادے مولانا حکیم معین الدین نانوتویؒ کے مہمان ہوئے۔ حکیم صاحب کے ہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ان کے گھر والوں کا بھی فاقہ تھا۔ حکیم صاحب نے کہا! یہاں بعض لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ کی دعوت کریں۔ کیا میں ان سے بات کروں۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا! میں تمہارا مہمان ہوں جو حال تمہارا ہے وہی حال میرا بھی ہے کسی سے کچھ نہ کہو۔ شام تک سب فاقہ سے رہے۔

شام کو حکیم صاحب کے پاس ایک مریض آئے اور حکیم صاحب نے ان کا علاج کیا اور ان کو دوا دی۔

اس کے شکرانے میں انہوں نے حکیم صاحب کو گیارہ روپے دئے۔

حکیم صاحب نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت! اب اللہ تعالیٰ نے رزق بھیج دیا ہے اب میں ذرا تکلف سے کھانے پکواؤں گا۔ حضرت گنگوہیؒ نے منع بھی کیا کہ تکلف نہ کرو مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ دن بھر فاقہ رہا اب جو اللہ نے دیا تو کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں۔ (حکایاتِ اسلاف)

8.27 ۔ حضرت تھانویؒ کے مرید کا واقعہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک مرید تھے جن کو حضرت نے خلافت بھی عطا کی تھی۔ ان کو بیعت اور تلقین کی اجازت بھی دی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا۔ حضرت نے ویسے ہی ان سے پوچھا کی بچے کی عمر کتنی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ تیرا سال ہے۔ حضرت صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ ریل کے سفر سے تشریف لائے ہیں، آپ نے اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت آدھا ٹکٹ لیا تھا۔ حضرت نے فرمایا! آپ نے آدھ ٹکٹ کیسے لے لیا جبکہ بارہ سال کے بعد پورا ٹکٹ لگتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قانون تو یہی ہے۔ اصل میں میرا بچہ دیکھنے میں کم عمر کا لگتا ہے اس لئے میں نے آدھا ٹکٹ لے لیا۔

حضرت نے فرمایا! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک تک نہیں ہے کہ بچے کو جو سفر آپ نے کرایا، وہ حرام کرایا۔ جبکہ قانون یہ ہے کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچے کا پورا ٹکٹ لگتا ہے اور آپ نے آدھا لیا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ نے ریلوے کے آدھے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کی۔ جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازتِ بیعت واپس لی جاتی ہے۔

چنانچہ اس بات پر ان سے خلافت سلب کر لی گئی۔ حالانکہ وہ اپنے وظائف و اوراد، عبادت و نوافل، تہجد و اشراق، غرض ہر چیز میں مکمل طریقت پر تھے۔ لیکن یہ غلطی کہ بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا تھا ان کی خلافت سلب ہو

گئی۔ حضرت والاؒ کی طرف سے اپنے سارے مریدین اور متعلقین کو یہ ہدایت تھی کہ جب کبھی ریل میں سفر کرو اور اگر تمہارا سامان مقدار سے زائد ہو تو اس کا وزن کروا کر اس زائد سامان کا کرایہ ادا کیا کرو۔

حضرت تھانوی ؒ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دفعہ سفر کے ارادے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، گاڑی آنے کا وقت قریب تھا۔ آپؒ اپنا سامان لے کر اس دفتر پہنچے جہاں سامان کا وزن ہوتا ہے۔ آپؒ سامان کا وزن کرانے کے لئے لائن میں کھڑے ہو گئے۔ اتفاق سے گاڑی کے ساتھ جانے والا گارڈ وہاں آ گیا، وہ حضرت کو پہچانتا تھا۔ اس نے حضرت سے پوچھا؟ حضرت! آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟

حضرت نے فرمایا! میں یہاں سامان کا وزن کروانے آیا ہوں۔ گارڈ نے کہا کہ آپ کو سامان کا وزن کروانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے لئے کوئی مسئلہ نہیں میں گاڑی کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ کو زائد سامان کا کرایہ دینے کی ضرورت نہیں۔

حضرت نے پوچھا؟ تم میرے ساتھ کہاں تک جاؤ گے۔ گارڈ نے ایک اسٹیشن کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس اسٹیشن کے بعد دوسرا گارڈ آئے گا میں اسے بتا دوں گا کہ یہ حضرت کا سامان ہے اس کی پوچھ گچھ نہیں کرنا۔ حضرت نے پوچھا کہ وہ ہمارے ساتھ کہاں تک جائے گا۔ تو اس گارڈ نے کہا کہ اس سے پہلے آپ کا اسٹیشن آ جائے گا۔

حضرت نے فرمایا! میں تو اور آگے جاؤں گا۔ یعنی قبر میں جاؤں گا اور آخرت میں جاؤں گا۔ وہاں پر کون سا گارڈ میرا ساتھ دے گا۔ جب وہاں آخرت میں مجھ سے سوال ہوگا کہ ایک سرکاری گاڑی میں سامان کا کرایہ دئے بغیر جو سفر کیا اور جو چوری کی اس کا حساب دو۔ تو وہاں پر کون سا گارڈ میری مدد کرے گا۔

چنانچہ وہاں پر یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جب کوئی ریلوے اسٹیشن کے دفتر پر اپنا سامان وزن کروا رہا ہو تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ شخص تھانہ بھون جانے والا ہے اور حضرت تھانوی ؒ کے متعلقین میں سے ہے۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات)

8.28 ۔ محبوب کی رضا میں کھوٹے سکے بھی منظور

حضرت عثمان خیر آبادیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی ایک دوکان تھی۔ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک ان کو کھوٹا سکا دیتا تو آپ اسے پہچان کر بھی رکھ لیا کرتے تھے اور اسے سودا دے دیا کرتے تھے۔ اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے چلتے تھے۔ اس دور میں بھی لوگ جعلی سکے بنا لیتے تھے۔

حضرت عثمان خیر آبادیؒ کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے جو بہت سارے جعلی سکے جمع کئے ہوئے تھے ان کو ہاتھ میں لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ یا اللہ! میں ساری زندگی لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کرتا رہا اب تو بھی میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرمالے۔ سبحان اللہ! محبتِ الٰہی کے ایسے بھی رنگ ہوتے ہیں۔

(خطباتِ ذوالفقار: ج۳ص۸۵)

8.29 ۔ محبت الٰہی کی برکت

شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ نے جس کو جنت میں میرا ساتھی بنانا ہے اس سے میری ملاقات کروادے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا اس میں مجھے بتایا گیا کہ حبشہ کی رہنے والی ایک عورت میمونہ ہے جو جنت میں تمہاری ساتھی بنے گی۔ چنانچہ میں اس بستی کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر میں نے بستی والوں سے اس عورت کے بارے میں پوچھا! انہوں نے بتایا کہ وہ عورت تو بکریاں چراتی ہے اور اس وقت وہ باہر کہیں بکریاں چرا رہی ہوگی۔

شیخ عبدالواحدؒ ان کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف چل پڑے۔ وہ فرماتے ہیں! میں بستی سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک جگہ بکریاں چر رہی ہیں۔ سب ایک جگہ اکٹھی ہیں ادھر ادھر بھی بھاگ نہیں رہی ہیں اور ایک عورت ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہی ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا کہ جہاں بکریاں چر رہی ہیں اس چراہ گاہ کے کنارے کچھ بھیڑئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بھیڑیوں کی وجہ سے وہ بکریاں ادھر ادھر نہیں جا رہی تھیں۔ جب اس عورت نے سلام پھیرا تو مجھے قریب دیکھ کر کہنے لگی! عبدالواحد! اللہ تعالیٰ نے ملاقات کے وعدہ کی جگہ تو جنت میں بنائی ہے تم اس دنیا میں ملنے کیسے آگئے؟

میں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی جو اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہوگئی۔ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی ہیں، بکریاں چر رہیں ہیں اور قریب بھیڑئے بھی بیٹھے ہیں۔ وہ بکریوں کو کچھ نہیں کہہ رہے۔ مجھے اس راز کی سمجھ نہیں آ رہی۔

وہ کہنے لگی عبدالواحد! یہ بات سمجھنی آسان ہے کہ جس دن سے میں نے پروردگار سے صلح کر لی اس دن سے بھیڑیوں نے بکریوں سے صلح کر لی۔ معلوم ہوا کہ '' فاذکرونی اذکرکم '' کا مطلب یہ ہے کہ بندو! تم مجھ سے صلح کرلو میں مخلوق کی تمہارے ساتھ صلح کرادوں گا۔　　(خطباتِ ذوالفقار)

8.30 ۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے۔ آپ کو اتنی تنخواہ ملتی تھی کہ مشکل سے گزارا ہوتا تھا۔ جو کچھ بھی ملتا تھا وہ گھر کی ضروریات میں لگ جاتا تھا۔ اس وجہ سے اس وقت حج بھی نہ کر سکے تھے۔ ان نے بارے میں بتایا تھا کہ وہ حج کے دنوں میں انتہائی بے چین رہتے تھے۔ کبھی اِدھر چلے جاتے اور کبھی اُدھر چلے جاتے، حتیٰ کہ دستر خوان پر کبھی آپ کو خیال آجاتا کہ عشاق کیا کر رہے ہوں گے تو آپ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور آہیں بھرنے لگتے تھے۔ آپ حج پر جانے والوں کو عشاق کہا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کاش کوئی دن ایسا آئے کہ حسین احمد کو بھی اس جگہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ ایک دفعہ سوئے ہوئے تھے تو آپ کی آنکھ کھل گئی اور پریشانی میں پھر نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ اسی حالت میں آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا! اے اللہ! معلوم نہیں تیرے عاشق کیا کر رہے ہوں گے۔ کاش کہ حسین احمد کو بھی ان میں شمار کر لیتا۔

پھر ایسا وقت بھی آیا کہ آپ پر حرم کے دروازے کھل گئے آپ اٹھارا سال تک حرم میں بیٹھ کر درس حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ جب حدیث کا درس دیتے تو اس انداز سے بیٹھتے کہ مواجہ شریف آپ کے بالکل سامنے ہوتا۔ حدیث کا درس دینے والے استاد حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قال قال رسول اللہ ﷺ! لیکن آپ جب حدیث کا درس دیتے تو فرماتے تھے!

قال ہٰذا الرسول ﷺ! جب آپ تعلیم سے فارغ ہوتے تو اکثر لوگوں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے

میں عشاء کے بعد یا تہجد سے پہلے آپ اپنی داڑھی سے روضہ اقدس کی جگہ صاف کر رہے ہوتے تھے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.31 ۔ جگر مرادآبادی اور حضرت تھانویؒ کی صحبت

جگر مرادآبادی ایک بہت مشہور اور اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ ابتداء میں آپ کی زندگی بہت غافلانہ تھی۔ آپ کثرت سے شراب پیتے تھے۔ آپ کی دوستی حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے تھی۔ حضرت مجذوبؒ محکمہ تعلیم میں کلیکٹر (Collector) کے عہدے پر فائز تھے۔ بہت نیک شخصیت کے مالک تھے اور تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ آپ بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور حکومت کی بہت اعلیٰ پوسٹ پر کام کر رہے تھے لیکن حضرت تھانویؒ کی صحبت کی وجہ سے درویشی اختیار کر لی تھی۔ آپ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔

استاد جگر مرادآبادی آپ کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر تھے، ایک دفعہ آپ سے کہنے لگے! جناب! آپ سے مسٹر کی ٹر کیسے مس(Miss) ہوگئی ۔ انہوں نے کہا! تھانہ بھون جا کر۔

جگر کہنے لگے کبھی میں بھی جاؤں گا۔ حضرت مجذوبؒ نے فرمایا! بہت اچھا۔ اب حضرت خواجہؒ نے ان پر محنت شروع کر دی۔ صادقین کی صحبت کے بارے میں قصے سنانے شروع کر دئے۔

ایک دفعہ جگر مرادآبادی نے سنا کہ حضرت مجذوب عجیب اشعار بڑے ترنگ سے پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا!

پنشن ہو گئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی اپنا اور رات بھی اپنی
اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھر گئی ہے تو ان کے شیخ کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مجذوب سے تھانہ بھون جا کر حضرت اشرف علی تھانویؒ سے ملاقات کرنے

کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت مجذوب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کب جانے کا ارادہ ہے۔

جگر مرادآبادی نے کہا کہ میں جانے کے لئے تو تیار ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔

آپ نے پوچھا! وہ کون سی۔

جگر نے کہا کہ میں وہاں جا کر بھی شراب پیوں گا کیونکہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت مجذوبؒ نے فرمایا! اس بات کے لئے میں حضرتؒ سے بات کر کے ہی آپ کو کچھ بتا سکتا ہوں۔

حضرت خواجہؒ نے یہ بات حضرت تھانویؒ کو بتائی کہ میرے دوست آپ سے ملنا بھی چاہتے ہیں اور ایسی ایسی بات ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا! بھئی! خانقاہ تو عوامی جگہ ہے ہم ان کو وہاں بیٹھ کر شراب پینے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ شراب معصیت (گناہ) ہے۔ البتہ میں انہیں اپنے گھر میں ٹھہرالوں گا کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے تو وہ وہاں بیٹھ کر پی سکتے ہیں۔ یہ بات حضرت خواجہ نے جگر صاحب کو بتادی اور وہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

وہاں پہنچ کر جب جگر صاحب کی نظر حضرت تھانویؒ پر پڑی تو ان کے تو ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے کہا کہ میں تین دعائیں کروانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت نے پوچھا! وہ کون سی۔ کہنے لگے کہ پہلی یہ کہ میں شراب پینا چھوڑ دوں، دوسری یہ کہ میں داڑھی رکھ لوں اور تیسری یہ کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حضرت تھانویؒ نے ان کے لئے تینوں دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہوں نے شراب سے توبہ کر لی اور داڑھی رکھ لی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہوگا۔

شیخ کی صحبت رنگ لاتی ہے۔ اسی محبت اور عقیدت کے ساتھ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور جب واپس ہوئے تو ان کی زندگی کا رنگ ہی دوسرا تھا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.32 ۔ امیر شریعت ؒ کے اخلاق سے پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا

مولانا نور الحسن بخاری ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ قصہ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ نے خود انہیں سنایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ خیر المدارس جالندھر کے جلسہ میں شریک تھے، کھانے کا دستر خوان بچھا۔ شاہ صاحب دستر خوان پر بیٹھے تو انہیں سامنے ایک بھنگی نظر آیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس سے کہا کہ بھائی آؤ کھانا کھالو۔ اس نے عرض کیا کہ جی! میں تو بھنگی ہوں۔ شاہ صاحب نے درد بھری لہجے میں فرمایا! انسان تو ہو اور بھوک تو لگتی ہوگی۔ یہ کہہ کر خود اٹھے اور اس کے ہاتھ دھلا کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ وہ بیچارا تھر تھر کانپ رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا کہ ''جی میں تو بھنگی ہوں'' شاہ صاحب نے خود لقمہ توڑا شوربے میں بھگو کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کا کچھ حجاب دور ہوا تو شاہ صاحب نے ایک آلو اس کے منہ میں ڈال دیا اس نے جب آدھا آلو اپنے دانتوں سے کاٹ لیا تو باقی آدھا آپ نے خود کھالیا۔ اسی طرح جب اس نے پانی پیا تو اس کا بچا ہوا پانی خود پی لیا۔ وقت گزر گیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا۔ اس پر رقت طاری تھی، وہ خوب رویا، اس کی کیفیت ہی بدل گئی۔ عصر کے وقت وہ اپنی جوان بیوی جس کی گود میں ایک بچہ تھا لے کر آیا اور کہا!

شاہ جی! اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا دیں اور مسلمان کر لیجئے۔ دونوں میاں بیوی اسلام لے آئے۔

(بخاری کی باتیں، ص ۳۰۔۲۹)

8.33 ۔ دو بندوں کی عجیب مغفرت

حضرت قاری طیب ؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے اور یہ واقعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ نے فوائد الفواد میں بھی لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب حساب کتاب لیں گے۔ جن کی نیکیاں نہیں ہوں گی اور گناہ ہوں گے تو ان کو جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔

ان میں دو شخص ہوں گے جن کو جہنم میں جانے کا حکم ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ان سے جہنم میں جانے کے لئے فرمائیں گے تو ان میں سے ایک شخص فوراً جہنم کہ طرف بھاگ پڑے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ چل کر جائے گا اور رک

رک کر پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جائے گا۔ کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ دونوں کو بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھاگنے والے سے فرمائیں گے کہ جب ہم نے تمہیں جہنم میں جانے کا حکم دیا تھا تو تم اس طرف دوڑ پڑے اس کی کیا وجہ ہے۔

وہ کہے گا کہ یا اللہ! دنیا میں میں تیرے حکم پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا رہا اب جب جہنم میں جانے کا حکم ہوا تو میں نے سوچا کہ یہاں تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر فوراً عمل کروں اس لئے میں جہنم کی طرف بھاگ کر جانے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تم نے میرے حکم کو معزز جانا، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی تم جنت میں جا سکتے ہو۔ پھر دوسرے آدمی سے فرمائیں گے تم آہستہ آہستہ کیوں جا رہے تھے اور پیچھے مڑ مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے اس کی کیا وجہ ہے۔

وہ کہے گا یا اللہ! میرے ساری زندگی میں تیری رحمت میرے ساتھ رہی اور اسی رحمت کے آسرے میں گناہ کرتا گیا۔ میں تیری رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ میں اب بھی تیری رحمت سے مایوس نہیں تھا اس لئے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور مڑ مڑ کے دیکھتا بھی جا رہا تھا کہ تیری رحمت جوش میں آئے اور تو میری معافی کا حکم جاری کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تجھے میرے رحمت پر اتنا بھروسہ تھا چل میں نے تجھے معاف کیا اور تیرے لئے جنت کے دروازے کھول دئے تو اس میں داخل ہو جا۔

8.34 ۔ مفتی محمد حسن ؒ اور حضرت تھانوی ؒ کی صحبت

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد امرتسری ؒ علامہ انور شاہ کاشمیری ؒ کے خاص شاگرد اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے خلفاء میں ہیں۔ آپ ۸ ۱۸۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲/ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔ آپ نے دارالعلوم میں پڑھا اور وہیں پڑھانے بھی لگے یہاں تک کہ آپ حدیث کے استاد ہو گئے۔

جو استاد دارالعلوم دیوبند میں حدیث کا استاد ہو اس کا کیا مقام ہوگا۔ ان کی بہت بڑی خواہش تھی کہ وہ حضرت تھانوی ؒ سے بیعت ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ نے کئی مرتبہ حضرت تھانوی ؒ کو خط بھی لکھے لیکن حضرت جواب میں فرماتے کہ مفتی صاحب! بیعت کا اصل مقصد تو محبت اور عقیدت ہے، وہ آپ کو پہلے ہی حاصل ہے

تو بیعت کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ ٹال جاتے تھے۔ آپ جب بھی خط لکھتے تو حضرت تھانویؒ اسی طرح ان کو ٹالتے رہے۔ مفتی صاحب کا اصرار بڑھتا گیا اور حضرت صاحب کا انکار۔

مفتی صاحب نے عزم کر لیا تھا کہ وہ بیعت کی نسبت حاصل کر کے ہی رہیں گے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک دفعہ بھی میں تھانہ بھون حاضر ہوا تو بیعت کئے بغیر واپس نہیں آؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں تو آپ کا غلام بننا چاہتا ہوں تا کہ روز قیامت میں آپ کے خدام اور غلاموں کی فہرست میں شامل کر لیا جاؤں۔ یہ سوچ کر مفتی صاحب حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میں تمہیں تین شرائط کے ساتھ بیعت کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔

آج کے دور میں اگر کسی سے کہا جائے کہ بیعت کرنے کی یہ شرائط ہیں تو مرید کہے گا کہ یہ پیر تو بڑا مغرور ہے ہم اتنی دور سے ان کو اچھا سمجھ کر ان سے بیعت کرنے آئے ہیں اور یہ نخرے دکھا رہے ہیں۔ وہ یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ اس میں بھی ہمارے لئے تنبیہ ہے، ہمارا علاج ہوگا، ہمارے نفس کو دوا پلائی جائے گی۔ نہیں! اول تو راسخ العقیدہ پیروں کے پاس آتے ہی نہیں اور جب آتے ہیں تو پہلے آ کر حالات بتاتے ہیں اور پھر ان کو جواب کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ حضرت میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے یہ مشورہ نہ دیں۔ آج کل کے مریدین کا یہ حال ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میری پہلی شرط یہ ہے کہ آپ کی زبان پنجابی ہے اس میں عربی کے بہت سے الفاظ کا مخرج صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا جب تک وہ صحیح طریقے سے نہ سیکھے جائیں۔ لہٰذا آپ کسی اچھے قاری سے تجوید اور قرأت سیکھیں۔ یہاں تک کہ آپ مسنون قرأت کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھا سکیں۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں حاضر ہوں۔

دوسری شرط کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا! مفتی صاحب! آپ نے فلاں فلاں کتابیں ایک غیر مقلد عالم سے پڑھی ہیں اور غیر مقلدیت کے جراثیم آسانی کے ساتھ ذہن سے نہیں نکلتے۔ اب آپ یہ کتابیں دارالعلوم میں عام طلباء کے ساتھ بیٹھ کر استاد سے پڑھیں گے۔ اس قدر سخت شرط لگائی کہ طلباء کے ساتھ بیٹھ کر پڑھیں، آپ مفتی تھے الگ سے بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے تھے۔ مگر نہیں! بلکہ فرمایا! جس دارالعلوم میں آپ استاد ہیں اسی دارالعلوم

کے طلباء کے ہمراہ جماعت میں بیٹھ کر استاد سے اسی طرح پڑھیں جس طرح طلباء پڑھتے ہیں تاکہ صحیح العقیدہ اساتذہ سے پڑھنے کی وجہ سے غیر مقلدیت کے اثرات زائل ہوجائیں۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے آپ کی یہ شرط بھی منظور ہے۔

تیسری شرط یہ لگائی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے اہلیہ سے پردہ میں رہ کر آپ کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ سوال کرسکوں۔

مفتی صاحب اس شرط پر بھی راضی ہوگئے اور پھر حضرت نے ان کو بیعت کرلیا۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر حضرت چوتھی شرط یہ لگاتے کہ آپ کو روزآنہ صبح سے دوپہر تک بیت الخلاء کی بدبودار اور گندی جگہ بیٹھنا ہے تو میں یہ شرط بھی قبول کرلیتا۔ کیونکہ میں اپنے اندر کی بدبو سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.35 ۔ دیانت داری کی انتہا

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے۔ دوران تدریس ایک جگہ ایسا اشکال پیدا ہوا کہ اس کا حل آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کوئی آجکل کا دنیادار استاد ہوتا تو وہ بات گول مول کرجاتا لیکن وہ حضرات امین ہوا کرتے تھے۔ یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ استاد کے ذہن میں کوئی اشکال وارد ہو اور جواب بھی سمجھ میں نہ آئے اور وہ طلباء کو بھی نہ بتائے۔

انُ حضرات سے یہ خیانت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے طلباء کو بلا جھجک بتادیا اس مقام پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کافی دیر تک طلباء بھی خاموش رہے اور حضرت بھی خاموش رہے۔ آپ بار بار اس کو پڑھتے رہے، کبھی صفحہ الٹتے رہے اور کبھی حاشیہ دیکھتے رہے۔ مگر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہ آسکا۔ حتیٰ کے آپ نے فرمایا کہ مجھے بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے، چلیں میں فلاں مولانا صاحب سے پوچھ کر آتا ہوں۔ وہ مولانا صاحب حضرت کے شاگرد رہ چکے تھے۔ اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں ذرا ان سے پوچھ کر آتا ہوں۔

ایک طالب علم آپ کے اٹھنے سے پہلے بھاگ کر ان مولانا صاحب کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضرت جالندھریؒ آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آ رہے ہیں۔ وہ فوراً اپنے کتاب بند کر کے ان کے وہاں جانے سے پہلے ان کے پاس حاضر ہو گئے اور آ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔

حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا! ہاں۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی ہے دیکھو اس کا کیا حل ہے۔ انہوں نے اسے پڑھا اور سمجھ گئے مگر بات یوں کی۔ حضرت! جب میں آپ کے پاس پڑھتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں بیان کیا تھا اور اس کی یہ تفصیل بتائی تھی۔ انہوں نے اس علم کو اپنی قابلیت یا ذہانت کی طرف منسوب نہیں کیا۔ شیطان یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ اب تم اتنے بڑے ہو گئے ہو کہ استاد بھی تم سے علم سیکھنے آتے ہیں۔ لیکن وہ بزرگوں کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے، اسی کو تصوف کہتے ہیں۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.36 ۔ دنیا میں جنت کے مزے

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تعلق ایک سکھ گھرانے سے تھا۔ آپ ابتدائی جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ دیوبند آ گئے اور دارالعلوم میں داخلہ لے لیا۔ آپ اتنے دل لگا کر پڑھتے تھے کہ آپ بہت جلد شیخ الحدیث بن گئے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے سسر کو گھر والوں نے کہا کہ اب تمہاری بیٹی جوان ہو گئی ہے اس کے لئے کوئی رشتہ ڈھونڈیں۔ وہ دیندار آدمی تھے اس لئے مختلف مدارس میں گئے کہ کوئی اچھا دین دار اور مناسب لڑکا مل جائے تو اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں۔ اسی تلاش میں وہ دارالعلوم دیوبند تک پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک دن دورہ حدیث کی جماعت کو دیکھا تو ان کی نظریں ایک لڑکے کے اوپر ٹک گئیں۔

انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا اور اب یہ مسلمان ہو گیا ہے اور ہمارے ہاں پڑھتا ہے۔ انہوں نے پوچھا! کیا یہ شادی شدہ ہے۔

شیخ الہند ؒ نے فرمایا! نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے۔ شیخ الہند ؒ نے مجھے بلا کر پوچھا کہ کیا تم شادی کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا! حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا پورا خاندان کافر ہے اب مجھ اکیلے کو کون بیٹی دے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی بیٹی دے دے تو کیا خیال ہے۔

میں نے کہا! پھر میں سنت رسول ﷺ کو ضرور پورا کروں گا۔ میرے سسر جو حضرت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کل شام کو عصر کے وقت تم آ جانا تمہارا نکاح ہوگا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہوتی ہیں اور وہ کس کس طرح اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ کل میرا نکاح ہے۔ وہ سن کے مجھ سے مذاق میں پیار محبت کی باتیں کرنے لگے۔ کافی دیر بعد ایک دوست نے کہا کہ تمہارے کپڑے تو میلے ہیں اور ان کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی کپڑا ابھی نہیں ہے تو کیا کرو گے۔

ایک دوسرے دوست نے کہا کہ کسی دوست سے کپڑے ادھار لے لو اور اسے پہن کر نکاح کی تقریب میں چلے جاؤ اور بعد میں واپس کر دینا۔ میں نے کہا کہ میرے عزت نفس اسے گوارا نہیں کرتی۔ میں جو کچھ بھی ہوں سو ہوں میں کسی سے ادھار کپڑے مانگ کر نہیں پہنوں گا۔

میں نے سوچا کہ میں اسے ہی دھو کر پہن سکتا ہوں۔ اگلے دن میں نے ایک چادر سے دھوتی باندھی اور پہنے ہوئے کپڑے دھو لئے اور سوکھنے کو ڈال دئے۔ سردیوں کا موسم تھا بادل تھے اور ہوا بھی سرد چل رہی تھی اس لئے میرے کپڑے سوکھ نہیں رہے تھے عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے کپڑے ہاتھ میں لے کر لہرانے شروع کر دئے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگ رہا تھا کہ یا اللہ! جلدی سے میرے یہ کپڑے سکھا دے۔ عصر کی اذان ہوگئی اور میرے کپڑے نہیں سوکھے تھے۔ میں وہ گیلے کپڑے پہن کر مسجد میں آ گیا۔

میرے سسر نے دیکھ لیا کہ میں گیلے کپڑے پہنے بیٹھا ہوں اور یہ وہی کپڑے ہیں جو میں کل پہنے ہوئے تھا تو وہ سمجھ گئے کہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں ہیں لیکن وہ کچھ نہیں بولے۔ اس کے باوجود انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد رخصتی ہوگئی۔ میری مالی حالت تو وہ دیکھ ہی چکے تھے میری بیوی بھی آ گئی تھی تھوڑے دنوں بعد فاقوں کی نوبت آ گئی۔ مدرسے سے تو میں فارغ ہو گیا تھا لیکن ابھی کوئی کمائی کا سلسلہ شروع

نہیں ہوا تھا۔ کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہیں لیکن میری بیوی نے کبھی مجھ سے شکایت نہیں کی۔

کچھ عرصہ بعد دلہن اپنے میکے ملنے کے لئے گئی تو والدین نے پوچھا! کیسی ہو تم نے اپنے نئے گھر کو کیسا پایا۔ بیوی بھی دیندار اور اللہ کی نیک بندی تھی۔ اس نے کہا! اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر میں جنت میں جاؤں گی لیکن مجھے تو جیتے جی جنت مل گئی ہے۔ بعض عورتیں واقعی ایسی ہوتی ہیں جو گھر کو جنت بنا دیتی ہیں۔ اس عورت کی شادی ایک جنتی مرد سے ہوئی تھی جس کو اس نے پہچان لیا تھا۔ (خطبات ذوالفقار)

8.37 ۔ مفتی لطف اللہ ؒ کا کردار

حضرت مفتی لطف اللہ سہارن پوری ؒ دارالعلوم دیوبند کے اکابر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ اپنی مستورات کو لے کر کہیں شادی میں جا رہے تھے۔ تمام عورتیں پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ عورتوں کے ساتھ بچے بھی تھے اور آپ دوسری سواری میں مردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ راستے میں ایک جگہ ویرانہ آیا تو وہاں ڈاکو چھپے ہوئے تھے انہوں نے انہیں نے گھیر لیا۔ ڈاکو کہنے لگے کہ ہم تمام مال لوٹیں گئے اور عزتیں بھی خراب کریں گے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ہم تمہیں اپنا تمام مال دے دیتے ہیں تم ہمیں اور ہماری عورتوں کو عزت سے جانے دو۔ ڈاکوؤں کا سردار اس بات پر راضی ہو گیا۔

مفتی صاحب نے تمام پردہ دار خواتین سے کہا کہ اپنا تمام زیور اتار کر دے دو۔ وہ عورتیں بھی نیک تھیں انہوں نے حکم سنتے ہی اپنا تمام زیور اتار کر ان کے حوالے کر دیا۔ مفتی صاحب نے انہیں ایک کپڑے میں باندھ کر اس کی گٹھڑی بنا لی اور وہ ڈاکوؤں کے حوالے کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس جتنا زیور تھا وہ سب ہم نے آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ ہماری خواتین کی عزتوں پر دھبہ نہ لگائیں اور ہماری جان بخش دیں۔ ڈاکوؤں نے دیکھا کہ انہوں نے تمام مال خود ایک گٹھڑی میں باندھ کر دے دیا ہے تو کہنے لگے اچھا جایئے۔

ابھی یہ تھوڑی سا دور گئے تھے کہ ان کی بیٹی نے کہا کہ میری ایک انگلی میں ایک انگوٹھی رہ گئی جو ڈاکوؤں کو دینے سے رہ گئی ہے مجھے دھیان نہیں رہا۔ انہوں نے فوراً سواری روکی اور اپنے بیٹی سے وہ انگوٹھی لے کر ڈاکوؤں کی طرف دوڑے۔ ڈاکوؤں نے دیکھا کہ یک شخص جس کو ہم نے ابھی ابھی لوٹا ہے ہماری طرف دوڑا ہوا آ رہا ہے وہ محتاط

ہو گئے۔ جب یہ قریب آئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور انہوں نے ڈاکوؤں سے کہا کہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ تمام زیور ہم نے آپ لوگوں کو دے دئے ہیں لیکن غلطی سے یہ ایک انگوٹھی رہ گئی تھی اسے رکھ لو۔

ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے جسم میں ایک لہر سی دوڑ گئی اور اسے پسینہ آ گیا اور کہنے لگا۔ یہ اتنا نیک اور دیانت دار بندہ ہے کہ اتنی چھوٹی سی بات کا بھی لحاظ رکھتا ہے۔ ہم نے بھی کلمہ پڑھا ہیں لیکن ہم اس کلمے کی لاج نہیں رکھتے۔ وہ کہنے لگا کہ میرے ساری زندگی لوگوں کو لوٹتے ہوئے اور ان کی عزتیں خراب کرتے ہوئے گزری۔ میں بہت گناہ گار ہوں مجھے معاف کر دیجئے اور اور ان کا تمام لوٹا ہوا مال ان کو واپس کر کے کہنے لگا کہ مجھے ایسا طریقہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف کر دے۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

8.38 ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی کہیں جانے لگیں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے گھر میں مرغیاں پالی ہیں آپ ان کو وقت پر دانہ ڈال دیجئے گا۔ میں نے کہا! بہت اچھا اور پھر میں اپنے کام میں لگ گیا۔ اس دوران میں مرغیوں کو بھول گیا۔ اب جب میں تفسیر لکھنے بیٹھا تو مجھ سے مضمون نہیں لکھا جا رہا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! میرے اوپر مضمون وارد کر دے لیکن ایسا لگتا تھا کہ قلب بالکل بند ہو گیا ہے کوئی آمد نہیں ہو رہی تھی۔ کافی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ مجھ سے ضرور کوئی ایسی کوتاہی ہوئے ہے جس کی پاداش میں یہ تنبیہہ آئی ہے۔

اب میں سوچنے لگا کہ کیا گناہ ہوسکتا ہے جو آج معرفت سے محروم ہو رہا ہوں۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ میں نے مرغیوں کو دانہ نہیں ڈالا ہے وہ بھوکی بیٹھی ہوں گی۔ میں فوراً اٹھ کر گیا اور ان کو دانہ اور پانی ڈالا۔ جب مرغیوں نے دانہ کھایا اور پانی پیا تو مجھ پر مضمون وارد ہونا شروع ہو گئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور تفسیر لکھنی شروع کی۔ میری وجہ سے مرغیوں کو تکلیف پہنچی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اپنی معرفت کا علم روک لیا تھا۔

(برکات دعا)

8.39 ۔ خیالات سے مت گھبرائیں

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی ؒ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا! حضرت! میں بہت پریشان ہوں، اس لئے کہ میری نمازیں کسی کام کی نہیں ہیں، جب میں سجدہ کرتا ہوں تو دماغ میں ایسے شہوانی اور نفسانی خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ الامان۔ میرے اس سجدے کا کیا ہوگا؟ یہ تو ایسے ہی ٹکریں مارنے کے برابر ہے۔ میں بہت پریشان ہوں کہ کس طرح اس مصیبت سے نجات پاؤں۔

حضرت نے فرمایا! تم جو سجدہ کرتے ہو تمہارے خیال میں وہ کیسا سجدہ ہے۔

اس نے کہا! حضرت! بڑا ناپاک اور گندہ سجدہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں ناپاک اور شہوانی خیالات آتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا! یہ ناپاک اور گندہ سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں کرنا چاہئے، اچھا ایسا کرو کہ ناپاک سجدہ مجھے کر لو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو پاکیزہ اور اعلیٰ قسم کا سجدہ ہونا چاہئے اور یہ سجدہ تو ناپاک ہے اس لئے میرے سامنے کرلو۔

وہ صاحب بولے! حضرت! توبہ توبہ! میں آپ کے سامنے سجدہ کیسے کرلوں۔

حضرت نے فرمایا! بس! اس سے پتہ چلا کہ یہ سجدہ اسی ذات کے لئے ہے، یہ پیشانی کسی اور کے سامنے نہیں جھک سکتی۔ اس سجدے میں کیسے ہی گندے، شہوانی اور نفسانی خیالات کیوں نہ آ رہے ہوں لیکن یہ پیشانی جھکے گی تو اسے کے در پر۔ لہٰذا یہ سجدہ اللہ ہی کے لئے ہے اور اگر فاسد خیالات غیر ارادی طور پر آ رہے ہیں تو ان شاء اللہ یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معاف ہیں۔ (انوکھے واقعات)

8.40 ۔ حضرت تھانوی ؒ کی حضرت سلیمان ندوی ؒ کو نصیحت

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی خدمت میں سید سلیمان ندوی ؒ حاضر ہوئے۔ اس وقت سید صاحب کا پوری ہندوستان میں ڈنکا بجتا تھا۔ آپ سیرۃ النبی ﷺ کے مصنف، محقق اور سیاسی طور پر مشہور و معروف شخصیت تھے۔ حضرت ندوی ؒ خود فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت تھانوی ؒ سے رخصت ہونے لگا تو میں

نے عرض کیا کہ حضرت! کوئی نصیحت کیجئے۔

حضرت تھانوی ؒ نے فرمایا! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! یہ اتنے بڑے عالم ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں ان کو نصیحت کروں۔ یا اللہ! میرے دل میں ایسی بات ڈال دے جو ان کے حق میں فائدہ مند ہو۔ اسی وقت میرے دل میں بے ساختہ ایک بات آئی۔ میں نے ان سے کہا! ہمارے ہاں اول وآخر ایک ہی چیز ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دینا۔

حضرت سید صاحب ؒ فرماتے ہیں! یہ کہتے ہوئے حضرت تھانوی ؒ نے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ وہ جھٹکا میرے دل پر ایسا لگا کہ اسی وقت مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سید سلیمان ندوی صاحب ؒ نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا کہ میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی کہ اتنے بڑے عالم نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا ہو۔ میں نے ایک دن سید صاحب کو دیکھا کہ حضرت تھانوی ؒ کی مجلس کے باہر حاضرین کی جوتیں سیدھی کر رہے ہیں۔

(انوکھے واقعات)

8.41 ۔ ایسا کرنے کی اجازت نہیں

حضرت شاہ یعقوبؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے کسی نے عرض کیا کہ انگریزوں کا تسلط بڑھتا جا رہا ہے، کیا اللہ والے کچھ نہیں کر سکتے؟

فرمایا! ایک تسبیح پھیرنے کی دیر ہے کہ ان کا تختہ الٹ جائے گا۔ مگر اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے تھے! اگر میں پورے شہر پر توجہ دوں تو تڑپا کر رکھ دوں، مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(انوکھے واقعات)

8.42 ۔ ایمان کی ٹھنڈک کیسے حاصل ہو؟

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کہیں جانے کے لئے ایک مرتبہ کار میں بیٹھے۔ خوب گرمی تھی اور لُو چل رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ ائر کنڈیشن چلا دو، ائر کنڈیشن چلا دیا گیا لیکن کار میں ٹھنڈک نہیں ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے تمہارا ائر کنڈیشن ناقص ہے؟ ٹھنڈک کیوں نہیں ہو رہی تو ڈرائیور نے کہا کہ شاید کار کا کوئی شیشہ کھلا ہوا ہے۔ دیکھا تو ایک طرف کا شیشہ کھلا ہوا تھا جس سے باہر کی گرمی اندر آ رہی تھی۔ جب شیشہ بند کر دیا تو کچھ ہی دیر میں کار ٹھنڈی ہو گئی اور گرمی اور لُو سے حفاظت ہو گئی۔

حضرت نے فرمایا! اے سی چالو ہونے کے باوجود کار میں ٹھنڈک اس لئے نہیں ہوئی کیونکہ اس کا ایک شیشہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اسی طرح اگر آنکھ کان زبان وغیرہ کا شیشہ کھلا ہوا ہو تو دل میں ایمان کی ٹھنڈک داخل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر ایمان کی ٹھنڈک چاہتے ہو تو آنکھ کان وغیرہ پر پابندی لگانا ہو گی اور ان کو غیر ضروری باتوں سے بند رکھنا ہو گا۔　　(سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات، ص ۸۰۵)

8.43 ۔ حضرت مفتی محمودؒ کا واک آؤٹ کے ثبوت پر قرآن سے استدلال

ایک بار حضرت مفتی محمودؒ صاحب نے قومی اسمبلی سے واک آؤٹ کیا۔ اس پر مولانا غوث ہزارویؒ نے ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا؟ مفتی صاحب واک آؤٹ کا اسلام میں کوئی ثبوت ہے؟ مفتی صاحب نے برجستہ جواب دیا! ہاں! اس کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (68)

(سورۃ الانعام ۔ ۶۸)

یاد آ جانے کے بعد ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو

مولانا ہزارویؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد واک آؤٹ کے موقع پر انہوں نے مفتی صاحب پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔　　(سوانح قائد ملت: ص ۳۰۳)

قیمتی موتی

جو شخص اتباع سنت
کے بغیر خود کو
صاحبِ طریقت کہتا ہے
وہ جھوٹا ہے کیونکہ
شریعت کے بغیر طریقت
کا حصول نا ممکن ہے

(حضرت بایزید بسطامیؒ)

(اقوالِ زریں)

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا!

نفس کے وساوس اس لئے شدید ہوتے ہیں
کہ وساوسِ شیطانی تو لاحول پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں
لیکن نفس کے وساوس کو دور کرنا بہت دشوار ہے۔

حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن خواصؒ نے فرمایا!

علم کی زیادتی کے وجہ سے عالم نہیں بنتا
بلکہ عالم وہ ہوتا ہے جو اپنے علم کے مطابق
عمل پیرا ہو کر اتباع سنت میں سرگرم عمل ہوتا ہے
خواہ اس کا علم کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔

دُرودِ تنجینا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰىٓ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاِخْوَانِهٖ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِىْ لَنَا بِهَا جَمِيْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَآ اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعَدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات   یا مجیب الدعواة

یا شافی الامراض   یا دافع البلیّات

یا حل المشکلات   یا کافی المهمّات

یا رافع الدرجات   یا ارحم الرٰحمین

ترجمہ!

اے اللہ! ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور اصحاب اور پیغمبروں پر درود بھیج اور اس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف و ہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اور ہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اور ہمیں زندگی میں اور موت کے بعد تمام بھلائیوں سے نواز دے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِ یْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْ بِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ
وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ شِدِ یْنَ.
اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ O

☆☆☆

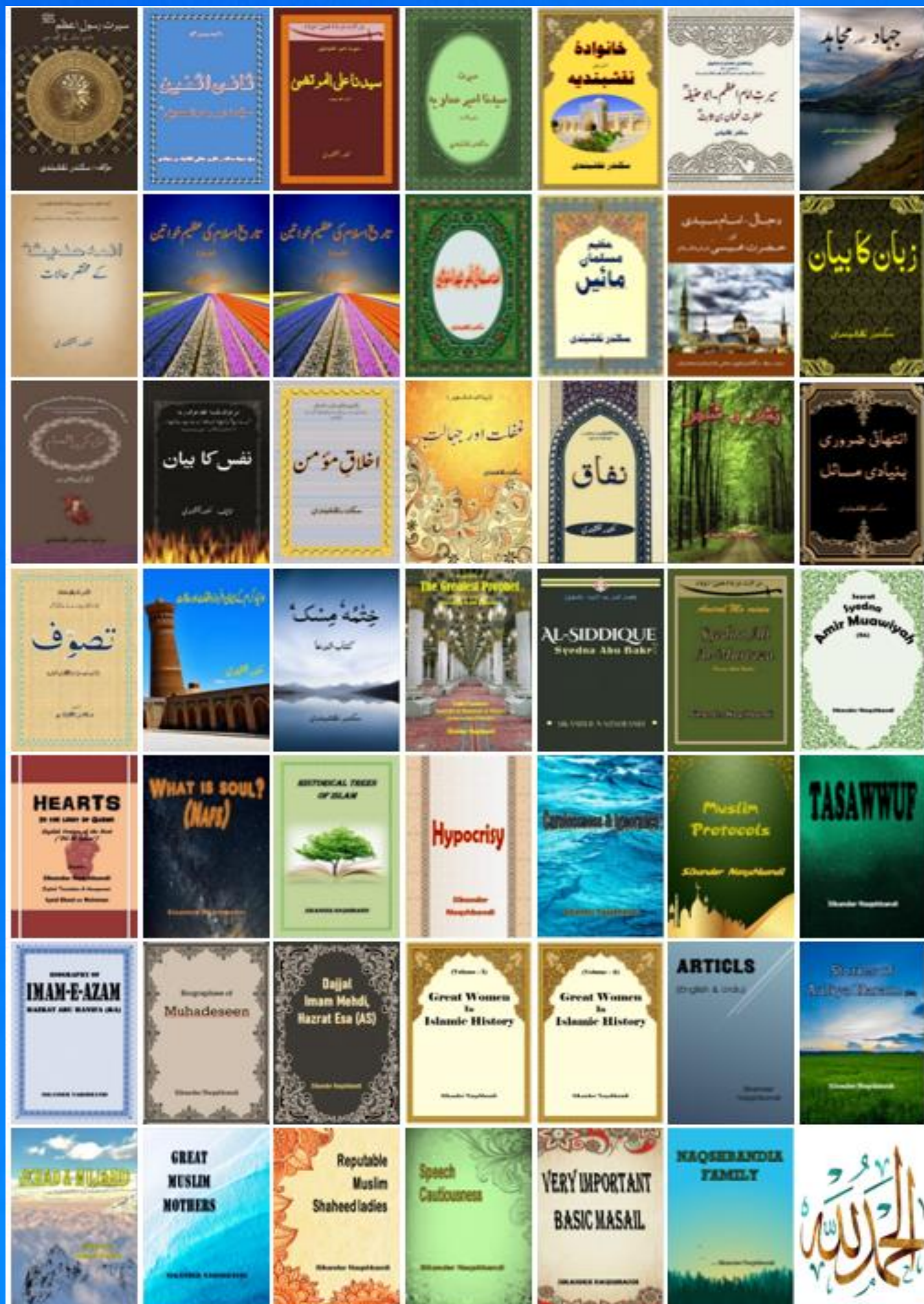
وَاٰخِرُدَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین و خاتم النبیّین
و حبیب رب العلمین علیٰ اٰلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
5- نفس کا بیان
6- بشر و شجر
7- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
8- غفلت اور جہالت
9- اخلاق مومن
10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
11- نفاق
12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
15۔ عظیم مسلمان مائیں
16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)
20۔ جہاد اور مجاہد
21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات
22۔ زبان کا بیان
23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل
24۔ خطمہ مسک

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI



Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

sikander.naqshbandi@gmail.com